فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

کتاب ھدایۃ النحو درس نظامی میں پڑھائی جانے والی علم نحو کی مشہور ترین کتاب ہے، اس کی اہمیت اور افادیت سے معلم و متعلم بخوبی واقف ہیں، نحوی مسائل اور قواعد وضوابط کے استحضار کیلئے بے حد نافع ہے، اس کتاب کو اگر محنت وتوجہ سے پڑھا جائے اور مسائل وقواعد وضوابط یاد کر لئے جائیں تو عربی عبارت پڑھنے اور سمجھنے میں کوئی الجھن نہیں ہوگی۔ قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور تمام علوم میں ممد ومعاون ثابت ہوگی۔

ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے (۱) تعریف علم (۲) موضوع علم (۳) غرض وغایت علم (۴) واضع علم (۵) تاریخ علم (۶) مقام ومرتبہ علم۔

علم نحو بھی ایک عظیم علم ہے اس کے شروع کرنے سے پہلے بھی مذکورہ بالا چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے ان میں سے اول تین چیزیں تعریف، موضوع اور غرض وغایت خطبہ کتاب کے آخر میں مذکور ہیں۔ لہٰذا اسے یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴) واضع علم نحو: واضع علم نحو کے بارے میں قول مشہور[۱] یہ ہے کہ حضرت ابوالاسود دئلیؒ فرماتے ہیں کہ میں امیر المومنین حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپ متفکر بیٹھے ہیں، میں نے فکرمندی کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے غور کیا ہے کہ عجم وعرب کے اختلاط کی وجہ سے لغت عرب میں فساد آرہا ہے میں نے کچھ اصول منضبط کرنے کا ارادہ کیا تا کہ ان پر عمل کر کے فساد سے تحفظ ہو سکے، تین دن بعد پھر میں حاضر ہوا تو مجھے ایک قطعہ دیا، اس قطعہ میں یہ مضمون تھا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم اَلۡكَلامُ كُلُّه ثَلٰثَـةٌ اِسۡمٌ وَ فِعۡلٌ وَ حَرۡفٌ فَا لِا سۡمُ مَا اَنۡبَأَ عَنِ الۡمُسَمّٰى وَ الۡفِعۡلُ مَا اَنۡبَأعَنِ الۡفَاعِلِ وَالۡحَرۡفُ مَا اَنۡبَأَ عَنۡ مَعۡنًى لَيۡسَ بِا سۡمٍ وَلَا فِعۡلٍ.

پھر فرمایا آپ اس میں کچھ اضافہ کریں۔ پھر ابوالاسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مزید کچھ قواعد جمع کئے، عطف، لغت، تعجب، استفہام، باب اِنَّ وغیرہ کو جمع کر کے مسودہ پیش کیا، حروف مشبہ بالفعل میں میں نے لٰكِنَّ کو ذکر نہیں کیا تو فرمایا اس کو بھی شامل کر لو۔ اچھا خاصہ ایک مجموعہ قواعد نحویہ کا مرتب ہو گیا۔ آپ نے اس مجموعہ کو دیکھ کر فرمایا مَا اَحۡسَنَ هٰذَا النَّحۡو الَّذِىۡ قَدۡنَحَوۡت (کیا ہی خوب ہے یہ قصد جو آپ نے کیا) اس قول کے مطابق واضع اول حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

وجہ تسمیہ علم نحو: چونکہ حضرت علیؓ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مجموعہ پر النحو کا لفظ بولا اسی وجہ سے اس علم کا نام بھی علم النحو رکھا گیا۔

---

[۱] علم نحو کے واضع اور مدون اول کے بارے میں مختلف اقوال میں (۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۳) حضرت ابوالاسود دوئلی رحمۃ اللہ علیہ بعض حضرات نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ کو فکر دامن گیر ہوا کہ اختلاطِ عرب وعجم کی وجہ سے قرآن مجید کا تلفظ درست نہیں ہو رہا چنانچہ انہوں نے چند قوانین بنا کر حضرت علیؓ کو مزید قوانین بنانے کا فرمایا انہوں نے اس چند قوانین اضافہ کر لینے کے بعد حضرت ابوالاسود دوئلیؒ کے حوالے کر دیئے اور فرمایا کہ ان پر مزید محنت کر کے مزید قوانین بنائے جائیں تو انہوں نے بھی چند قوانین کا اضافہ کیا۔

(۵) تاریخ علم نحو: دورِ اوّل تو یہی ہے جس میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوالاسود دئلیؒ نے بنیاد ڈالی۔

دورِ ثانی: ابوالاسود دئلیؒ سے اس کے بیٹوں نے اس علم نحو کو حاصل کیا اسی طرح اس سے ابواسحٰق، عیسی الثقفیؒ اور ابوعمرو بن العلاء نے بھی اس علم کو حاصل کیا، نضر بن عاصمؒ اور عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرجؒ، یحیی بن یعمرؒ وغیرہ نے بتدریج اس علم کو ترقی دی۔

دورِ ثالث: ابوعمر بصریؒ اور ان کے شاگرد ابوعبدالرحمٰن خلیل بن احمد فراھیدیؒ المتوفی ۱۷۰ھ اور خلیل کے شاگرد امام ابوبشر عمرو بن عثمان سیبویہؒ متوفی ۱۶۱ھ نے تحقیق کی، امام سیبویہ قریہ قریہ گھوم کر دیہاتیوں سے خالص عربی سن کر اس سے قواعد اخذ کرتے تھے چنانچہ انہوں نے ایک کتاب لکھی جو کتابِ سیبویہ کے نام سے مشہور ہوئی جو نحو کی کتب متاخرہ کیلئے امام کی حیثیت رکھتی ہے۔ ابوعمر وعیسی بن عمر والثقفیؒ نے نحو میں دو کتابیں لکھیں (۱) الاکمال (۲) الجامع۔ پھر نحویوں کے دو گروہ ہو گئے (۱) نحاۃ کوفہ (۲) نحاۃ بصرۃ انہوں نے شرح وبسط کے ساتھ علم نحو میں کام کیا، مشاہیر علماء جنہوں نے علم نحو میں عرق ریزی کی ان میں چند مشہور شخصیات مندرجہ ذیل ہیں۔ مبردؒ، اخفش، ابوعثمان بکر بن محمد بن عثمان المازنی، زجاجؒ، محمد بن سراجؒ، ابوعلی فارسیؒ، عبدالقاہر جرجانی، ابن ھشامؒ، جاراللہ زمخشریؒ، امام ثعلب، علامہ رضیؒ، علامہ ابن حاجبؒ اور صاحب کتاب ہدایۃ النحو وغیرہ۔

(۶) مقام ومرتبہ علم نحو: علوم کی دو قسمیں ہیں (۱) مقصودہ عالیہ (۲) غیر مقصودہ وغیر عالیہ۔ علم نحو ہے تو غیر مقصودہ میں سے لیکن یہ علوم مقصودہ عالیہ (تفسیر وحدیث وفقہ وغیرہ) کیلئے آلہ ہے اسی وجہ سے صاحب مفتاح فرماتے ہیں کہ علم النحو کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے حضرت عمرؓ کا قول ہے **تعلَّمُو النَّحو كما تعلَّمُوْن السُّنن و الْفرائِض** (علم نحو سیکھو جیسا کہ تم سنن اور فرائض سیکھتے ہو) ایوب سجستانی فرماتے ہیں **تعلَّمُو النَّحو فا نَّه جمال للْوضِيْع وتَرْكُه هُجْنَة للشَّرِيف** (نحو سیکھو اس لئے کہ یہ گھٹیا شخص کیلئے باعث جمال ہے اور شریف عزت والے کیلئے اس کا ترک کرنا باعث عیب ہے) امام کسائی فرماتے ہیں **انما النحوُ قِياسٌ يُتَّبعُ و به كُلُّ عِلْمٍ يُنْتَفعُ** (علم نحو قابل اتباع قیاس ہے اور اس سے ہر علم میں نفع حاصل کیا جا سکتا ہے) اس کی عظمت اور ضرورت کو ظاہر کرنے کیلئے علماء کرام کے عجیب وغریب فرامودات ہیں مثلاً **النَّحو فِي الْكلامِ كالْمِلْح فِي الطَّعامِ** (۲) **النَّحو للْعُلُوْم كا لضَّوْءِ للنُّجُوْمِ** (۳) **النَّحو فِي الْكلامِ كا لضَّوْءِ فِي الظَّلَامِ**.

﴿۷﴾ مصنف کتاب کا تعارف[۱]: مشہور یہ ہے کہ مصنف کا نام محمد کنیت ابوحیان باپ کا نام یوسف اور سلسلہ نسب یوں ہے ابوحیان محمد بن یوسف بن علی بن حیان الاندلسی۔

ولادت: اندلس کے شہر غرناطہ میں شوال ۶۵۴ھ میں ہوئی ابتدائی عمر میں قرآن حفظ کر لیا، قراءت وتجوید وحدیث میں مہارت کاملہ حاصل کر لی، علامہ سیوطی نے نحو میں جمع الجوامع لکھی۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں اس کتاب میں جو کچھ ہے وہ میں نے ابوحیان کی تصانیف سے حاصل کیا، کتاب سیبویہ موصوف کو از بر یاد تھی ابوحیان کے ہم زمان صلاح الدین صفویؒ ابوحیان کے بارے میں فرماتے ہیں **كَانَ اَمِيْرَ الْمُومِنِيْن فِي النّحو** مصر، عراق، شام، حجاز، یمن وغیرہ کی طرف علمی اسفار کئے مزاج میں تیزی، تفاخر، بخل تھا اپنے اساتذہ سے مسائل نحو میں خوب مخالفت کرتے تھے اپنی بیٹی نضار سے بہت محبت کرتا تھا ۷۳۰ھ میں جب بیٹی کی وفات ہوئی تو ایک سال تک گوشہ

---

[۱] ماخوذ از تذکرۃ المصنفین

نشین ہو گئے۔

اساتذہ کرام: ابومحمد عبدالحق سے فن تجوید سیکھا ابوجعفر غرناطی اور حافظ ابوعلی حسین بن عبدالعزیز سے قراءت کی مشق کی، بقول عبدالحکیم ابوحیان کے علم حدیث میں ۴۵۰ اساتذہ کرام ہیں، علم فقہ اور علم الدین عراق سے حاصل کیا علم منطق و علم کلام ابوجعفر بن زبیر سے علم نحو ابوالحسن ابوجعفر بن زبیر ابوجعفر لبلی اور ابن صائغ سے حاصل کیا۔

تلامذہ: ابن عقیل اور ابن ھشام جیسے ممتاز علماء کو ان سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

تصانیف: تقریبا ۶۵ کتب عربی و فارسی زبان میں تالیف فرمائیں جن میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں۔

(۱) البحر المحیط قرآن مجید کی مبسوط تفسیر ہے (۲) شرح تسہیل (۳) منہج السالک شرح الفیہ ابن مالک (۴) ھدایۃ النحو

وفات: تاریخ وفات میں اختلاف ہے ایک قول ۷۴۳ھ کا اور دوسرا قول ۷۴۵ھ کا ہے۔

تنبیہ: مولانا عبدالحی الحسنی (جو حضرت مولانا علی میاں کے والد ماجد ہیں) نے ایک ''عوارف المعارف فی انواع العلوم والمعارف'' نامی کتاب لکھی ہے (جو دمشق میں الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند کے نام سے چھپی ہے) اس میں مصنفات اہل الھند فی النحو کے تحت کتاب ار ہدایۃ النحو کو شیخ سراج الدین عثمان الاودی کی طرف منسوب کیا ہے لہٰذا قرین قیاس اور صحیح یہی ہے کہ یہ کتاب ہدایۃ النحو شیخ سراج الدین عثمان اودھی کی تصنیف ہے۔

نام و نسب[۱]**:** نام عثمان، لقب سراج الدین، عارف باللہ، سلسلہ ءچشت کی طرف منسوب ہونے کی بناء پر چشتی اور شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کی وجہ سے نظام اور اودھ قبیلہ سے تعلق کی وجہ سے اودھی کہلائے۔ تو پورا سلسلہ نسب یوں ہے۔ عارف باللہ، شیخ کبیر سراج الدین عثمان چشتی نظامی اوڈھی المعروف باخی السراجؒ۔

ولادت باسعادت: شیخ سراج الدین ۶۵۶ھ کو ''لکھنوتی'' ریاست ''اودھ'' میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی حالات و تعلیم: آپ آغاز جوانی میں دہلی کی طرف اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محمد بدایونی کی خانقاہ میں ان کے آستانہ فیض رسان پر حاضر ہو کر تربیت پائی۔ اس سفر میں کتاب اور کاغذ کے سوا کوئی دوسرا سامان نہ تھا۔ لیکن دہلی کی خانقاہ پہنچ کر واردین و صادرین کی خدمت میں ایسے مصروف و مشغول ہوئے کہ لکھنے پڑھنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ میر خورد لکھتے ہیں کہ جب سلطان المشائخ نے ہندوستان کے اطراف و اکناف میں ترویج و اشاعت دین کی غرض سے اپنے نمائندوں کو بھیجنا چاہا تو ظاہر ہے کہ بنگال کیلئے نظرِ انتخاب علاقہ کے اعتبار سے آپ ہی پر پڑنی تھی۔ لیکن جب یہ محسوس ہوا کہ انہوں نے علوم ظاہری کی تکمیل نہیں کی تو فرمایا ''اول درجہ دریں کار علم است'' (یعنی اس کام میں علم کو اول درجہ حاصل ہے) نیز فرمایا کہ جاہل آدمی شیطان کا کھلونا ہوتا ہے کہ شیطان جس طرح چاہے اس سے کھیلتا رہتا ہے۔

حُسنِ اتفاق سے اس وقت کے حاضرین میں مولانا فخر الدین زرادیؒ بھی موجود تھے انہوں نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ ''در شش ماہ او را دانشمندی کنم'' (کہ میں اسے چھ ماہ میں عالم بنادوں گا) چنانچہ فخر الدین زرادیؒ نے غیاث پور میں شیخ سراج الدین کو علم

---

[۱] ماخوذ از ظفر المحصلین و نزھۃ الخواطر

الصرف میں تعلیم دینا شروع کی صرف کی تعلیم کیلئے مولانا نے صرف کی مشہور کتاب ''زرادی'' آپ ہی کیلئے لکھی تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ کیلئے مولانا نے صرف میں ایک مفصل کتاب لکھی تھی۔ اوراس کی تعلیم بھی دی۔

شیخ سراج الدین نے مولانا زرادیؒ سے علم الصرف کی تعلیم مکمل کر لینے کے بعد ان کے شاگرد رشید مولانا رکن الدین اندر پتی سے متفرق علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔ نحو میں کافیہ، مفصل اور فقہ میں مختصر القدوری، مجمع البحرین قابل ذکر ہیں۔ صاحب خزینۃ الا صفیاء نے لکھا ہے کہ آپ چھ ماہ کی مدت میں اس رُتبہ پر پہنچ گئے تھے کہ کسی دانشمند کو آپ سے علمی مباحثہ کی مجال نہ تھی۔ چھ ماہ میں علوم ظاہرہ کی فراغت کے بعد آپ کیلئے سلطان المشائخ کی مہر سے خلافت نامہ جاری ہوا۔ خلافت نامہ کو وطن واپس جانے سے پہلے شیخ نصیر الدین محمود کے ہاتھ ''اودھ'' بھیج دیا اور خود سلطان المشائخ کی حضوری میں رہے اور مزید علم وتزکیہ حاصل کرتے رہے۔ مرشد کے انتقال کے بعد بھی مزید تین برس تک مزید علم کی تحصیل میں مصروف رہے۔

شیوعِ فیض: مزید تین برس گزارنے کے بعد شیخ سراج الدین لکھنوتی کو تشریف لے گئے۔ اپنے ساتھ اپنے مرشد کی عطا کردہ چند کتابیں اور کچھ کپڑے بھی جو مرشد نے عنایت فرمائے تھے، اپنے ساتھ لے گئے اور لکھنوتی کو اپنے ظاہری و باطنی حسن بے مثال سے آرائش بخشی اور سلسلۂ بیعت جاری فرما کر خلقِ خدا کو مستفیض کیا۔ یہاں تک کہ علاقہ کے حاکم بھی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے، سارے بنگال کو آپ نے آتشِ عشق دی ''شیخ علاؤالدین بنگالی، لاہوری وزیر بادشاہِ بنگال'' کو اپنا مرید وخلیفہ اور جانشین مقرر فرمایا۔ جن کا مزار پنڈوہ میں ہے۔

وفات: انتقال کا سن ۷۵۸ھ ہے جو مندرجہ شعر میں مذکور ہے:

چوں سراج الدین شد از دنیائے دوں سال وصلِ آں شہ والا مکان
''عارفِ امجد سراج الدین'' بگو ''سالکِ محرم سراج الدین'' بخواں

تصانیف: کتبِ سِیَر میں آپ کی طرف کچھ کتب منسوب ہیں ان میں سے مشہور ''پنج گنج'' اور ہدایۃ النحو'' ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمہ: شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حل ترکیب: باء حرف جر، اسم مضاف، لفظ اللہ موصوف، الرحمٰن صفتِ اوّل، الرحیم صفتِ ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ ہوا مضاف اسم کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا باء جار کا، جار مجرور مل کر ظرف مستقر متعلق اَشۡرَعُ یا اصنّف فعل محذوف کے اَشۡرَعُ یا اُصَنِّفُ صیغہ واحد متکلم فعل، اَنَا ضمیر درو مستتر مرفوع محلاً فاعل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ لفظاً اور جملہ انشائیہ معنًی ہوا۔

♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

ترجمہ: تمام تعریفیں مختص ہیں اللہ کیلئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

حل ترکیب: الحمد مرفوع لفظاً مبتداء لام جار لفظِ اللہ موصوف ربّ العٰلمین مرکب اضافی صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور ہوا جار کا، جار اپنے مجرور سے مل کر ظرف مستقر متعلق ہوا کائن کے جو کہ خبر ہے مبتدا کی، مبتدا خبر مل کر لفظاً جملہ اسمیہ خبریہ ہوا اور معنًی جملہ انشائیہ ہوا۔

تشریح: قولہ الحمد للّٰہ الخ. مصنفؒ نے تین وجوہ کی بناء پر اپنی کتاب کو **بسم اللّٰہ** اور **الحمد للّٰہ** سے شروع کیا ہے۔ (۱) تا کہ قرآن کریم کی اقتداء ہو جائے۔ کیونکہ قرآن کریم کی ابتداء **بسم اللّٰہ** اور **الحمد للّٰہ** سے ہے۔ (۲) تا کہ حضور ﷺ کی حدیث پر عمل ہو جائے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے **''کُلُّ اَمۡرٍ ذِیۡ بَالٍ لَمۡ یُبۡدَاۡ فِیۡهِ بِبِسۡمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَبۡتَرُ''** یعنی ہر وہ ذی شان کام جو اللہ کے نام کے بغیر شروع کیا جائے وہ خیر و برکت سے خالی ہوتا ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے **''کُلُّ اَمۡرٍ ذِیۡ بَالٍ لَمۡ یُبۡدَاۡ فِیۡهِ بِحَمۡدِ اللّٰهِ فَهُوَا قطع''** یعنی ہر وہ ذی شان کام جو اللہ کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے وہ خیر و برکت سے منقطع ہوتا ہے۔ (۳) تا کہ اسلاف کی پیروی ہو جائے۔ اس لئے کہ اسلاف اپنی کتابیں بسم اللہ اور الحمد للہ سے شروع کرتے ہیں۔

الرحمٰن الرحیم: یہ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں البتہ الرحمٰن میں مبالغہ زیادہ ہے۔ کیونکہ الرحمٰن کا معنی ہے دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں رحم کرنے والا اور الرحیم کا معنی ہے آخرت میں صرف مؤمنین پر رحم کرنے والا۔

الحمد: الحمد پر الف لام جنس کا ہے یا استغراق کا۔ اگر الف لام جنس کا ہو تو الحمد للہ کا معنی ہوگا کہ ماہیتِ حمد اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اور اگر استغراقی ہو تو معنی ہوگا کہ تمام افرادِ حمد اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔ حمد کا لغوی معنی تعریف کرنا ہے اور اصطلاح میں حمد کی تعریف یہ ہے **''ھو الثناء باللسان علی الجمیل الاختیاری نعمةً کان او غیرھا''** یعنی حمد وہ کسی کی اختیاری خوبی پر زبان سے اس کی تعریف کرنا ہے تعظیم کے ارادے سے خواہ اس نے تم پر احسان کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

رب العٰلمین: (۱) رب مصدر ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کو تدریجاً اس کی حد کمال تک پہنچانا یعنی پرورش کرنا۔ پھر مصدر کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر مبالغۃً ہے۔ گویا بہت زیادہ تربیت کی وجہ سے سراپا تربیت ہو گئے (۲) رب مصدر بمعنی اسم فاعل ہے۔

♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋

وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ

ترجمہ: اور اچھا انجام پرہیزگار لوگوں کیلئے ثابت ہے۔

تشریح: والعاقبة للمتقين الخ. اس جملہ سے مقصود ایک وہم کو دُور کرنا ہے جو الحمد لله رب العلمين سے پیدا ہوا۔ اس لئے کہ جب الحمد لله رب العلمين کہا تو اس سے یہ وہم پیدا ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا پروردگار ہے تو اچھا انجام بھی سب کا ہوگا لیکن والعاقبة للمتقين کہہ کر یہ وہم دور کر دیا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ سب جہانوں کا پروردگار ہے لیکن اچھا انجام صرف پرہیزگاروں کا ہے۔

العاقبة: میں الف لام مضاف کے عوض میں ہے تقدیر عبارت یوں تھی خیر العاقبة یا حُسن العاقبة یا العاقبة موصوف ہے اور اس کی صفت محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی العاقبة المحمودة للمتقين اور یہ حذف ماننا ضروری ہے وگرنہ لازم آئے گا کہ اچھا اور بُرا انجام متقین کیلئے ہے حالانکہ بُرا انجام متقین کیلئے نہیں ہوسکتا۔

متقین: متقی کی جمع ہے اور متقی اس کو کہتے ہیں جو فرائض وواجبات وسنن کا پابند ہو اور صغائر وکبائر سے بچے۔

ۭۭۭۭۭۭۭۭ

وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

ترجمہ: اور رحمت نازل ہو اس کے رسول یعنی محمد ﷺ پر اور اس کے سب آل واصحاب پر۔

تشریح: والصلٰوة: جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صلوٰۃ کا حقیقی معنی دعاء (طلبِ رحمت) ہے اور باقی معانی رحمت، استغفار اور تسبیح اس کے مجازی معنی ہیں۔ پھر جب لفظِ صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو پھر اس سے رحمت مراد ہوتی ہے اور اگر ملائکہ کی طرف ہو تو استغفار اور اگر انسانوں کی طرف ہو تو دعاء اور اگر چرند، پرند کی طرف ہو تو پھر اس سے مراد تسبیح وتہلیل ہوتی ہے۔

رسوله: رسول کا لغوی معنی بھیجا ہوا ہے اور اصطلاح میں رسول کی تعریف یوں کی جاتی ہے "هو انسان بعثه الله الى الخلق لتبليغ احكامه و معه كتاب" یعنی رسول وہ انسان ہے جسے اللہ نے اپنے احکام کی تبلیغ کیلئے اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہو اور اس کے پاس آسمانی کتاب بھی ہو جبکہ نبی عام ہے خواہ اس کے پاس آسمانی کتاب ہو یا نہ ہو۔

ۭۭۭۭۭۭۭۭ

اَمَّا بَعْدُ فَهٰذَا مُخْتَصَرٌ مَّضْبُوْطٌ فِى النَّحْوِ جَمَعْتُ فِيْهِ مُهِمَّاتِ النَّحْوِ عَلٰى تَرْتِيْبِ الْكَافِيَةِ مُبَوَّبًا وَمُفَصَّلاً بِعِبَارَةٍ وَاضِحَةٍ مَعَ اِيْرَادِ الْاَمْثِلَةِ فِىْ جَمِيْعِ مَسَائِلِهَا مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِّلْاَدِلَّةِ وَالْعِلَلِ لِئَلَّا يُشَوِّشَ ذِهْنُ الْمُبْتَدِئِ عَنْ فَهْمِ الْمَسَائِلِ وَسَمَّيْتُهٗ بِهِدَايَةِ النَّحْوِ رَجَاءً اَنْ يَّهْدِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِ الطَّالِبِيْنَ. وَرَتَّبْتُهٗ عَلٰى مُقَدِّمَةٍ وَّثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ وَّ خَاتِمَةٍ بِتَوْفِيْقِ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ الْعَلَّامِ.

ترجمہ: لیکن حمد وصلوۃ کے بعد پس یہ کتاب مختصر ہے۔ علم نحو میں مضبوط ہے۔ میں نے اس میں نحو کے مقصودی مسائل کو کافیہ کی ترتیب پر جمع کیا ہے۔ اس حال میں کہ میں باب بنانے والا ہوں اور فصل بنانے والا ہوں۔ واضح عبارت کے ساتھ اس کے سب مسائل میں مثالوں کے لانے کے ساتھ دلائل اور علل سے تعرض کئے بغیر تاکہ دلائل سے تعرض کرنا مبتدی طالب علم کے ذہن کو مسائل کے سمجھنے سے پریشان نہ کرے میں نے اس کا نام ہدایۃ النحو رکھا ہے۔ اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے طالبین کو ہدایت دے میں نے اس کو ایک مقدمہ اور تین اقسام اور خاتمہ پر

مرتب کیا ہے۔اس بادشاہ کی توفیق سے جو غالب ہے بہت زیادہ علم والا ہے۔

تشریح: **اما بعد الخ**. امّا بعد سے سمیتۂ تک دو باتوں کا بیان ہے۔ایک تو تعیینِ فن کہ یہ کتاب نحو کے فن میں ہے دوسری کیفیتِ کتاب یعنی اس کتاب ہدایۃ النحو کی چند صفات کا بیان ہے اور وہ صفات درج ذیل ہیں:

(۱) مختصر ہے۔مختصر وہ کلام ہوتی جس کی عبارت تھوڑی ہو اور معانی زیادہ ہوں۔

(۲) حشو وتطویل یعنی بلا فائدہ اور لایلیق ولایعنی کلام سے محفوظ ہے۔

(۳) نحو کے اہم مقصودی مسائل پر مشتمل ہے۔

(۴) کافیہ کی ترتیب پر ہے یعنی جیسے کافیہ میں پہلے اسم سے بحث کی گئی ہے پھر فعل اور پھر حرف سے۔اسی طرح ہدایۃ النحو میں بھی ایسے ہے یا جیسے کافیہ میں پہلے مرفوعات پھر منصوبات پھر مجرورات ہیں۔ ہدایۃ النحو میں بھی یہی ترتیب ہے۔مگر یہ ترتیب اکثر مسائل میں ہے تمام میں نہیں۔

(۵)اس میں ابواب ہیں اور ہر باب میں فصلیں ہیں۔ (۶)اس کی عبارت واضح ہے۔

(۷)تمام مسائل کے ساتھ مثالوں کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

(۸)دلیلوں اور علتوں کو بیان نہیں کیا گیا تا کہ مبتدی کا ذہن پریشان نہ ہو۔

هذا مختصر الخ. ہذا اسم اشارہ ہے اس کا مشار الیہ سمجھنے سے پہلے ایک بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ خطبے کی دو قسمیں ہیں:

(۱)خطبہ الحاقیہ (۲)خطبہ ابتدائیہ

خطبہ الحاقیہ: یہ ہے کہ کتاب پہلے لکھی جائے اور خطبہ بعد میں لکھا جائے۔

خطبہ ابتدائیہ: یہ ہے کہ کتاب بعد میں لکھی جائے اور خطبہ پہلے لکھا جائے۔

اگر خطبہ ابتدائیہ ہو تو ھذا کا مشار الیہ ''**ما حضر فی الذهن**'' ہوگا یعنی وہ مضامین جو مصنف کے ذہن میں ہیں اور اگر خطبہ الحاقیہ ہو تو ہذا کا مشار الیہ ''مابین الجلدین'' ہوگا۔

مبوّبًا ومفصّلا الخ. انہیں اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں اگر اسم فاعل پڑھیں تو یہ حال ہونگے جمعتُ کی تُ ضمیر فاعل سے اور معنی یوں ہوگا ''جمع کئے ہیں میں نے اس مختصر میں نحو کے اہم مسائل درانحالیکہ میں باب، باب کرنے والا ہوں اور فصل، فصل کرنے والا ہوں'' اور اگر اسم مفعول پڑھیں تو پھر یہ حال بنیں گے فیه کی ہ ضمیر مجرور سے جس کا مرجع مختصر ہے اور معنی یوں ہوگا ''جمع کیے ہیں میں نے اس مختصر میں نحو کے اہم مسائل درانحالیکہ وہ مختصر باب باب کی ہوئی ہے اور فصل فصل کی ہوئی ہے۔

فی جمیع مسائلها الخ. اس میں ظاہر میں ھا ضمیر کا مرجع **مختصر** ہے۔لیکن اس سے سوال پیدا ہوگا کہ راجع اور مرجع میں مطابقت نہیں ہے اس لئے کہ ھَا ضمیر مؤنث غائب کی ہے اور **مختصر** مذکر ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ **مختصر، رسالة** کی تاویل میں ہے اور رسالہ مؤنث ہے۔اس لئے راجع اور مرجع میں مطابقت ہوگئی۔

من غیر تعرض للادلة والعلل: علل جمع ہے علت کی۔ یہاں دلیل اور علت کا ایک معنی ہے۔مصنفؒ نے دلیلوں اور

علتوں کو بیان نہیں کیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اکثر مسائل کی دلیلوں کو بیان نہیں کیا لیکن بعض مسائل کی دلیلیں بیان کی ہیں۔

لئلا یشوّش الخ. یہ باب تفعیل سے مضارع کا صیغہ ہے اس کو معروف اور مجہول دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ اگر معروف پڑھیں تو اس کا فاعل اس میں ھُو ضمیر ہوگی جس کا مرجع تعرّض ہے اور ذھن منصوب ہوگا مفعول بہ ہونے کی بناء پر اور معنی یوں ہوگا "تا کہ نہ پریشان کرے وہ تعرّض مبتدی کے ذہن کو" اور اگر مجہول پڑھیں تو یُشوَّش بمعنی یتَشوَّشُ کے ہوگا اور ذھن مرفوع ہوگا نائب فاعل ہونے کی بناء پر تو معنی یوں ہوگا "تا کہ نہ پریشان ہو مبتدی کا ذہن"۔

المسائل الخ. مسائل جمع مسئلہ کی ہے جس کا لغوی معنی سوال کی جگہ یا سوال کا وقت ہے اور اصطلاح میں مسئلہ ما سُئل عنه (وہ چیز جس کے متعلق سوال کیا جائے) کو کہا جاتا ہے۔ المسائل پر جو الف لام داخل ہے وہ مضاف الیہ محذوف کے عوض میں ہے جو کہ مختصر ہے کیونکہ اصل میں تھا "عن فھم مسائل المختصر" اس کا مطلب یہ ہے کہ مصنفؒ نے دلیلوں اور علتوں کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اگر دلیلوں کا ذکر کیا جاتا تو مبتدی کو اصل مسئلہ ہی سمجھ میں نہ آتا۔

المبتدی الخ. مبتدی کا لغوی معنی "شروع کرنے والا" ہے اور اصطلاح میں مبتدی کی تعریف یوں کی جاتی ہے "هُو الذی شَرَعَ فی الجزءِ الاولِ للشیٔ مع قصدِ تحصیلِ باقی اِلاجزاءِ" یعنی مبتدی وہ ہے جو کسی شے کے پہلے جزء میں شروع ہوا اور باقی اجزاء کے حاصل کرنے کا بھی ارادہ رکھتا ہو۔

وسمّیتهٗ الخ. وسمّیته بھدایة النحو میں جو باء ہے یہ زائدہ ہے۔ اس لئے کہ سمّٰی یُسمّی تسمیةً دو مفعولوں کی طرف بلا واسطہ متعدی ہوتا ہے اور ہٗ ضمیر مفعولِ اول ہے اور ھدایة النحو مفعول ثانی ہے اور باء زائدہ ہے۔ پھر ھدایت مصدر کی اضافت نحو مفعول فیہ کی طرف ہے اور اس کا فاعل اور مفعول بہ محذوف ہے۔ اصل میں عبارت یوں تھی "بھدایته المبتدی فی النحو" (یعنی یہ مختصر نحو میں مبتدی کی رہنمائی کرنے والا ہے)۔

رجاء الخ. یہ اس لئے منصوب ہے کہ یہ مفعول لہٗ ہے سمّیتهٗ کا۔

ورتّبتهٗ: سے خاتمہ تک مصنفؒ نے اپنی کتاب کے اجزاء کا ذکر فرمایا ہے کہ میری یہ کتاب ایک مقدمہ، تین اقسام یعنی اسم، فعل، حرف اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ یہاں پر یہ سوال ہوگا کہ اکثر نسخوں میں ثلثةُ اقسامٍ کے بعد خاتمه کا لفظ آیا ہے جیسا کہ اس نسخہ میں بھی ہے حالانکہ کتاب قسمِ ثالث یعنی حرف کی بحث پر ختم ہو جاتی ہے۔ پھر خاتمه کا لفظ کیسے ٹھیک ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ خاتمه کاتب سے سہواً لکھا گیا ہے۔

بتوفیق الملک العزیز العلاّم الخ. اسکا تعلق پچھلی عبارت کے ساتھ اس طرح ہے کہ مصنفؒ نے جمع، تسمیہ اور ترتیب دینے کی نسبت اپنی طرف کی اس سے خود پسندی کا وہم پیدا ہوا۔ اس کو دور کرنے کیلئے "بتوفیق الملک العزیز العلام" فرمادیا۔

اَمَّا الْمُقَدِّمَةُ فَفِی الْمَبَادِی الَّتِیْ یَجِبُ تَقْدِیْمُهَا لِتَوَقُّفِ الْمَسَائِلِ عَلَیْهَاوَفِیْهَا فُصُوْلٌ ثَلٰثَةٌ.

ترجمہ: لیکن مقدمہ پس وہ ان مبادیات میں ہے جن کا مقدم کرنا واجب ہے۔ اس لئے کہ مسائل ان پر موقوف ہیں۔ اور اس مقدمہ میں تین فصلیں ہیں۔

تشریح: اما المقدّمة الخ. مقدمہ، قدّم بمعنی تقدّم سے مشتق ہے بمعنی آگے ہونے والا۔ پھر یہ لفظِ مقدمہ لشکر کے اُس حصے

پر بولا جانے لگا جولشکر سے پہلے میدانِ جنگ میں جا کر لشکر کے ٹھہرنے وغیرہ کا انتظام کرے۔اس چھوٹے لشکر کو مقدمۃ الجیش کہتے ہیں۔پھراسی طرح یہ کتاب کے ابتدائی حصے پر بولا جانے لگا۔مقدمہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مقدمۃ العلم (۲) مقدمۃ الکتاب۔مقدمۃ العلم وہ معانی مخصوصہ جن پر واقفیت حاصل کرنا شروع فی المسائل میں بصیرت کا باعث ہواور شروع فی العلم ان پر موقوف ہو یعنی اس علم کی تعریف،موضوع اور غرض وغایت،مقدمۃ الکتاب کلام کا وہ حصہ جو مقصود سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ مقصود کا اس کے ساتھ ربط ہوتا ہے اور وہ مقصود میں نافع ہوتا ہے عام ازیں کہ مسائلِ مقصودہ اس پر موقوف ہوں یا نہ ہوں۔

قولہ مبادی: مبادی وہ معانی اور وہ چیزیں ہیں جن پر شروع فی مسائل العلم موقوف ہواور یہاں مبادی سے مراد حدّ العلم،موضوع العلم اور غرض العلم ہے۔ان کا مقدم کرنا اس لئے واجب ہے کہ ان پر علم کے مسائل موقوف ہیں کیونکہ اگر حدّ العلم معلوم نہ ہوتو مجہول مطلق کا طلب کرنا لازم آئیگا اور اگر غرض العلم معلوم نہ ہوتو طلب بے فائدہ ہوگی اور اگر موضوع العلم معلوم نہ ہوتو علمِ مطلوب کو علم غیر مطلوب سے عندالطالب جدا نہ ہو سکے گا۔خلاصہ یہ کہ مقدمہ سے مراد الفاظِ مخصوصہ ہیں اور مبادی سے مراد معانی مخصوصہ تو اب عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ الفاظ مخصوصہ معانی مخصوصہ کے بیان میں ہیں۔

قولہ فیھا فصولٌ ثلٰثۃ الخ. اس میں ھَا ضمیر کا مرجع مقدمہ ہے اور معنی یوں ہوا کہ مقدمہ،اس میں تین فصلیں[۱] ہیں۔

۩۞۩۞۩۞۩۞۩۞۩۞۩۞۩

فَصْلٌ: اَلنَّحْوُ عِلْمٌ بِاُصُوْلٍ يُّعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ اَوَاخِرِالْكَلِمِ الثَّلٰثِ مِنْ حَيْثُ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَكَيْفِيَّةُ تَرْكِيْبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ.

ترجمہ: علم نحو ایسے چند قوانین کا جاننا ہے۔جن کے ذریعے سے تین کلموں کے آخر کے احوال باعتبار معرب اور مبنی ہونے کے معلوم کئے جائیں اور ان میں سے بعض کلموں کو بعض کلموں کے ساتھ ملانے کا طریقہ معلوم ہو۔

تشریح: **قولہ النحو علم.** مصنفؒ کی غرض علم نحو کی تعریف بیان کرنا ہے۔

تعریف علم نحو: نحو ایسے[۱] چند اصولوں کا علم ہے جن کے ذریعے کلماتِ ثلٰثہ (اسم،فعل،حرف) کے اواخر کے احوال اعراب اور بناء کے اعتبار سے پہچانے جائیں اور بعض کلمات کو دوسرے بعض کے ساتھ جوڑنے کا طریقہ معلوم ہو۔

قولہ احوال اواخر الخ. احوال کو مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔اگر یُعرف کو مجہول پڑھیں تو احوال مرفوع ہوگا نائب فاعل ہونے کی بناء پر اور اگر یعرِف کو معروف پڑھیں تو احوال منصوب ہوگا مفعول بہ ہونے کی بناء پر اور یعرِف کا فاعل اس میں ھُو ضمیر ہوگی جسکا مرجع مبتدی ہوگا اور معنی یوں ہوگا ''نحو ایسے چند اصولوں کا علم ہے کہ جس کے ذریعے مبتدی کلماتِ ثلٰثہ کے اواخر کے احوال اعراب اور بناء کے اعتبار سے پہچانے۔

قولہ و کیفیۃ الخ. اس کا عطف ہے احوال پر۔اگر احوال کو مرفوع پڑھیں گے تو کیفیۃ کو بھی مرفوع پڑھیں گے

---

[۱] ادلۃ جمع ہے دلیل کی اور دلیل کی تعریف یوں کی جاتی ہے ''دلیل الشی ما یعرف بہ ذلک الشی''،یعنی کسی شے کی دلیل وہ چیز ہے جس سے اُس شے کی پہچان ہو۔جیسے دھوپ وجود شمس کی دلیل ہے اور علت کہتے ہیں مایوب الشئی بلاواسطۃ کو یعنی جو چیز کو کسی شئی کو بلاواسطہ ثابت کرے جیسے طلوع شمس وجودِ نہار کو ثابت کرتا ہے اور اس کی علت ہے۔

اور اگر احوال کو منصوب پڑھیں تو کیفیۃ کو بھی منصوب پڑھیں گے۔سوال ہوتا ہے کہ بعض لوگ نحو کے قواعد کا علم رکھتے ہیں۔لیکن کلمات ثلٰثہ کے اواخر کے احوال نہیں جانتے بلکہ غلطی کرتے ہیں تو مصنفؒ نے یہ کیوں کہا۔اس کا جواب یہ ہے کہ عبارت ''یعرف بھا'' میں ھا ضمیر مضاف الیہ ہے اسکا مضاف محذوف ہے جو کہ استحضار اور رعایت ہے۔اصل میں عبارت یوں تھی ''یُعرَفُ باستحضارِھا ورعایتھا'' اور اس کا معنی یوں ہوگا ''نحو ایسے چند اصولوں کا علم ہے جن کے استحضار اور رعایت کرنے سے کلماتِ ثلٰثہ کے اواخر کے احوال اعراب اور بناء کے اعتبار سے پہچانے جائیں۔

فوائد قیود:

(۱) **علمٌ باصول**، بمنز لۂ جنس کے ہے جو علم نحو اور غیر نحو سب کو شامل ہے۔

(۲) **یعرف بھا احوال**، فصلِ اول ہے اس سے وہ علم نکل گیا جس سے کلمہ کے احوال نہیں بلکہ کلمہ کی ذات پہچانی جاتی ہے جیسے علمِ صرف اور وہ بھی خارج ہوگیا جس سے کلمہ کے معانی پہچانے جاتے ہیں جیسے علمِ منطق، علمِ معانی، علمِ بیان۔

(۳) **اواخر الکلم الثلٰث:** دوسری فصل ہے۔اس سے وہ علم خارج ہوگیا جس سے کلمہ کے اول یا وسط کے احوال معلوم ہوتے ہیں جیسے علمِ لغت اور وہ علم بھی خارج ہوگیا جس سے انسان وجنّ کے احوال معلوم ہوتے ہیں جیسے علم الفقہ۔

(۴) **من حیث الاعراب والبناء:** یہ فصلِ ثالث ہے اس سے وہ علم خارج ہوگیا جس کے کلمہ کے اواخر کے احوال تو معلوم ہوتے ہیں لیکن اعراب وبناء کی حیثیت سے نہیں بلکہ قافیہ بندی کی حیثیت سے جیسے علم العروض۔

(۵) **وکیفیۃ الخ** فصل رابع ہے اس سے وہ علم خارج ہوگیا جس سے مفردات کی کیفیت معلوم ہوتی ہے نہ کہ بعض کلمات کو دوسرے بعض کلمات کے ساتھ جوڑنے کی کیفیت جیسے علم الاشتقاق، علم الھیئۃ، علم الھندسہ۔

وَالْغَرْضُ مِنْهُ صِيَانَةُ الذِّهْنِ عَنِ الْخَطَأِ اللَّفْظِيِّ فِيْ كَلاَمِ الْعَرَبِ

ترجمہ: اور اس کی غرض کلام عرب میں ہونیوالی لفظی غلطی سے ذہن کو بچانا ہے۔

تشریح: قولہ والغرض منہ الخ. اس عبارت سے مصنفؒ کی غرض علم نحو کی غرض وغایت بیان کرنا ہے۔

علم نحو کی غرض: ''صیانۃ الذھن عن الخطأ اللفظی فی کلام العرب'' یعنی نحو کی غرض، کلامِ عرب میں واقع ہونے والی لفظی غلطی سے ذہن کو بچانا ہے۔

سوال: مصنف کا قول ''صیانۃ الذھن عن الخطأ اللفظی فی کلام العرب'' غلط ہے۔اس لئے کہ الفاظ کا تلفّظ زبان کرتی ہے نہ کہ ذہن تو لفظی غلطی کا تعلق بھی زبان سے ہوگا نہ کہ ذہن سے لہٰذا مصنفؒ کو یوں کہنا چاہئے تھا ''صیانۃ اللسان الخ'' اس کے دو جواب ہیں۔پہلا جواب یہ ہے کہ دراصل لفظ کا تلفظ ذہن ہی کرتا ہے اور زبان تو محض اس کی ترجمان ہے۔پس لفظی کا تعلق بھی ذہن سے ہی ہوا۔لہٰذا صیانۃ الذھن کہنا درست ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ عبارت میں ذہن مضاف الیہ ہے اور اس کا مضاف محذوف ہے جو کہ مبیّن ہے اصل میں تھا، صیانۃ

مبیّن **الذھن** اور ذہن کا مبیّن زبان ہے۔لہٰذا اب صیانۃ زبان ہی کی ہوئی فلا اعتراض،

فائدہ: مصنف نے خطا کو لفظی کی قید کے ساتھ مقید کیا تا کہ علم صرف،علم معانی،علم بیان اور علمِ منطق سے احتراز ہو جائے۔کیونکہ علمِ صرف کی غرض صیغوی غلطی،علم معانی وعلم بیان کی غرض معنوی غلطی اور علم منطق کی غرض فکری غلطی سے بچانا ہے۔

وَمَوْضُوْعُهُ الْكَلِمَةُ وَالْكَلاَمُ

ترجمہ: اور علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔

تشریح: **قوله وموضوعهٗ[1] الخ.** یہاں سے مصنفؒ کی غرض علم نحو کا موضوع بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔اس لئے کہ علمِ نحو میں کلمہؔ اور کلام کے احوال سے بحث کی جاتی ہے اور جس چیز کے احوال سے کسی علم میں بحث کی جائے وہ چیز اس علم کا موضوع ہے۔اس لئے علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔

فَصْلٌ: اَلْكَلِمَةُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ.

ترجمہ: کلمہ وہ لفظ ہے جو مفرد معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

تشریح: **الكلمة الخ.** کلمہ کی تعریف سے قبل تعریف میں مذکور الفاظ کی وضاحت کرنا مناسب ہے۔

الکلمة: الکلمۃ میں تین اجزاء ہیں (۱) الف لام (۲) کلم (۳) تاء ہر ایک سے بحث ہوگی۔

الف لام: الف لام کی ابتداءً کی دو قسمیں ہیں (۱) اسمی (۲) حرفی

اسمی: وہ الف لام ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہو جبکہ وہ تجدد کے معنی میں ہو اور اس وقت یہ الف لام بمعنی الّذی اسم موصول ہوتا ہے اور اسم فاعل واسم مفعول اس کا صلہ بنتے ہیں۔

حرفی: وہ الف لام ہے جو اسم فاعل واسم مفعول کے غیر پر داخل ہو۔پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔زائدہ۔غیر زائدہ۔

زائدہ: وہ الف لام ہے جو تعریف کا فائدہ نہ دے یعنی اس کے آنے سے فائدہ نہ ہو اور جانے سے نقصان نہ ہو۔

غیر زائدہ: وہ ہے جو تعریف کا فائدہ دے یعنی اس کے آنے سے فائدہ اور جانے سے نقصان ہو۔زائدہ کی پھر چار اقسام ہیں (۱) زائدہ لازم[1] عوضی جیسے لفظِ **الله** کا الف لام (۲) زائدہ لازم غیر عوضی جیسے **النجم** کا الف لام (۳) زائدہ غیر لازم عوضی جیسے **الناس** کا الف لام (۴) زائدہ غیر لازم غیر عوضی جیسے **یا الغلامان** کا الف لام۔غیر زائدہ کی بھی چار قسمیں ہیں۔جنسی، استغراقی،عہدِ خارجی،عہد ذہنی جنکی وجہ حصر یہ ہے۔

(۱) **جنسی:** وہ الف لام ہے کہ جس کلمہ پر یہ داخل ہو تو اس سے اس کلمہ کی حقیقت و ماہیت مراد ہو،افراد مراد نہ ہوں جیسے **الرجل خیرٌ**

---

[1] اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقدمہ ظرف ہے اور **فصول ثلثةٌ** مظروف ہے جبکہ ظرف اور مظروف میں مغایرت ضروری ہے جو کہ یہاں نہیں ہے کیونکہ مقدمہ بعینہٖ فصول ثلثہ ہے لہٰذا ظرفیۃ الشی لنفسہٖ کی خرابی لازم آئی جو کہ باطل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ **فیها**، فھِیَ کے معنی میں ہے اب معنی یہ ہوگا اور مقدمۃ پس وہ تین فصلیں ہیں۔

من المرأة (جنسِ مرد، جنسِ عورت سے بہتر ہے) میں الرجل کا الف لام جنسی ہے۔

(۲) استغراقی: وہ الف لام ہے کہ جس کلمہ پر یہ داخل ہو تو اس سے مراد تمام افراد ہوں جیسے اِنَّ الانسان لفی خُسر (تمام انسان خسارے میں ہیں) میں الانسان کا الف لام استغراقی ہے۔

(۳) عہد خارجی: وہ الف لام ہے کہ جس کلمہ پر یہ داخل ہو تو اس سے بعض افراد مراد ہوں اور وہ بعض افراد متعین ہوں جیسے فعصٰی فرعونُ الرسول (پس فرعون نے رسول موسٰی علیہ السلام کی نافرمانی کی) میں الرّسول کا الف لام عہد خارجی ہے اور الرسول سے مراد متعین رسول حضرت موسٰی علیہ السلام ہیں۔

(۴) عہدِ ذہنی[۲]: وہ الف لام ہے کہ جس کلمہ پر یہ داخل ہو تو اس سے بعض افراد مراد ہوں اور وہ بعض افراد متعین نہ ہوں جیسے "انّی اخاف ان یأکله الذئب" (میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اس کو بھیڑیا کھا جائے) میں الذئب کا الف لام عہدِ ذہنی ہے اور ذئب سے خارج میں کوئی متعین فرد مراد نہیں بلکہ کوئی بھیڑیا مراد ہے۔

الکلمه پر الف لام اسمی نہیں ہوسکتا کیونکہ لفظِ کلمہ نہ اسم فاعل ہے اور نہ اسم مفعول اور یہ حرفی زائدہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کے آنے کی وجہ سے یہ فائدہ ہوا کہ الکلمه اس کی وجہ سے مبتدا بن رہا ہے اور اس کے چلے جانے کی وجہ سے یہ نقصان ہوگا کہ کلمہ نکرہ ہو جائے گا اور اسکا مبتدا بننا درست نہ ہوگا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ الف لام حرفی غیر زائدہ ہے۔ پھر یہ الف لام حرفی غیر زائدہ میں سے جنسی ہے۔ استغراقی، عہد خارجی اور عہد ذہنی نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ قانون ہے کہ تعریف ماہیت کی ہوتی ہے۔ افراد کی نہیں ہوتی۔ اگر یہ الف لام استغراقی، عہد خارجی یا عہد ذہنی کا ہو تو تعریف افراد کی لازم آئے گی اور یہ جائز نہیں[۳]۔

کلمہ کے لغوی معنی: یک سخن یعنی ایک بات ہے اور اصطلاحی معنی یہ ہے "کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کیلئے وضع کیا گیا ہو"۔

لفظ کے لغوی معنی: پھینکنا ہے جیسے کہا جاتا ہے "اکلتُ التمرةَ ولفظتُ النواةَ" اور اصطلاحی معنی یہ ہے "ما یتلفّظ به الانسان حقیقةً او حکمًا" یعنی لفظ وہ ہے جس کا انسان تلفظ کرے خواہ حقیقۃً یا حکمًا۔

وُضع. یہ مشتق ہے وضعٌ سے جس کا لغوی معنی رکھنا ہے اور اصطلاحی معنی ہیں "تخصیص الشی بالشئ بحیث متی اُطلِق او احس الشئ الاول فُهم منه الشی الثانی" یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ اس طرح خاص کر دینا کہ پہلی چیز کے بولنے یا محسوس کرنے سے دوسری چیز سمجھ میں آجائے مثلاً لفظ زید کو ذاتِ زید کے ساتھ اس طرح خاص کر دیا گیا ہے کہ جب لفظِ زید بولا جاتا ہے تو ذاتِ زید سمجھ میں آجاتا ہے اور سبز جھنڈی کے ہلنے کو لائن کے صاف ہونے کے ساتھ اس طرح خاص کر دیا گیا کہ جب بھی سبز جھنڈی کا ہلنا محسوس کیا جائے گا تو لائن کا صاف ہونا سمجھ میں آجائے گا۔

لمعنًی. لفظِ معنی میں صیغوی تین احتمال ہیں (۱) ظرفِ مکان ہے بمعنی جائے قصد (۲) مصدر میمی ہے بمعنی اسم مفعول (۳) اسم مفعول ہے اور آخری دونوں صورتوں میں اس کا معنی ہے مقصود یعنی قصد کیا ہوا ہے الغرض اس کا لغوی معنی ہے مقصود و مراد اور اصطلاحی معنی ہے "ما یُقصد من الشی" معنی وہ ہے جس کا کسی شے سے قصد کیا جائے جیسے ذاتِ زید کا لفظ زید سے قصد کیا

---

[۱] نحو کا لغوی معنی قصد ہے اور اصطلاحی معنی مصنف بیان کر رہے ہیں۔۱۲

جاتا ہے تو ذاتِ زید لفظِ زید کا معنی ہوئی۔

مفردٍ. اس کا لغوی معنی ہے الگ کیا ہوا، اس کو مرفوع، منصوب، مجرور تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں اگر مجرور پڑھیں تو یہ صفت بنے گا معنًی کی اور معنی یہ ہوگا کہ کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کیلئے وضع کیا گیا ہو اور معنی مفرد وہ معنی ہے کہ اس کے جزء پر لفظ کی جزء سے دلالت کا ارادہ نہ کیا جائے۔ جیسے لفظِ زید کا معنی ہے ذاتِ زید تو ذاتِ زید کے جزء پر لفظ زید کا جزء دلالت نہیں کرتا۔ پس ذات زید معنی مفرد ہوئی اور اگر مرفوع پڑھیں تو یہ صفت بنے گا **لفظ** کی تو معنی یہ ہوگا ''کلمہ وہ لفظِ مفرد ہے جو ایک معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو اور لفظِ مفرد وہ لفظ ہے کہ اس کے جزء سے اس کے معنی کے جزء پر دلالت کا ارادہ نہ کیا جائے جیسے لفظِ زید کا معنی ہے ذاتِ زید اور لفظِ زید کا جزء ذاتِ زید کے جزء پر دلالت نہیں کرتا۔ پس لفظِ زید لفظِ مفرد ہوا۔ اور اگر منصوب پڑھیں تو یہ حال ہوگا وُضع کی ھو ضمیر سے جسکا مرجع **لفظٌ** ہے یا حال ہوگا **معنًی** سے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ کلمہ وہ لفظ ہے جس کو وضع کیا گیا ہو معنی کیلئے اس حال میں کہ وہ معنی مفرد ہے یا اس حال میں کہ وہ لفظ مفرد ہے۔

کلمہ کی تعریف[1] **کا حاصل:** کلمہ وہ لفظ ہے جو مفرد معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ یا کلمہ وہ لفظ مفرد ہے جو معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

وَهِيَ مُنْحَصِرَةٌ فِيْ ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ اِسْمٌ وَّ فِعْلٌ وَّ حَرْفٌ

ترجمہ: اور وہ (کلمہ) تین قسموں میں بند ہے یعنی اسم اور فعل اور حرف میں۔

تشریح: **وھی منحصرة الخ**. یہاں سے مصنفؒ کی غرض[2] کلمہ کی اقسام کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کلمہ کی تین قسمیں ہیں، اسم، فعل اور حرف۔

فائدہ: اسم، فعل اور حرف کو مرفوع اور منصوب اور مجرور تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں اگر مرفوع پڑھیں تو یہ خبر ہوگی مبتدا محذوف کی اور تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ احدُھا اسمٌ و ثانیھا فعلٌ وثالثھا حرفٌ یا یہ خبر ہوگی مبتداء محذوف ہی کی اور اگر منصوب پڑھیں تو یہ مفعول بہ ہونگے اَعْنی فعل محذوف کے اور اگر مجرور پڑھیں تو یہ بدل بنیں گے اقسام سے، اور ان کو مجرور پڑھنا اولیٰ ہے اس لئے کہ اس میں حذف سے سلامتی ہے۔

لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ لَّا تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا وَهُوَ الْحَرْفُ اَوْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا وَيَقْتَرِنُ مَعْنَاهَا بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ وَهُوَ الْفِعْلُ اَوْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا وَلَمْ يَقْتَرِنْ مَعْنَاهَا بِهٖ وَهُوَ الْاِسْمُ۔

ترجمہ: اس لیے کہ تحقیق وہ کلمہ یا اپنے معنی پر بذات خود دلالت نہیں کرے گا اور وہ حرف ہے یا اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے گا اور اس کا

---

[1] تعریف کا لغوی معنی مایعرف بہ الشئی ہے اور اصطلاحی معنی معرف الشئی مایمیز الشئی عن جمیع ماعداہ ہے۔ جس چیز کی تعریف کی جائے اسے محدود اور معرّف کہتے ہیں اور جن الفاظ کے ساتھ تعریف کی جائے اسے تعریف، معرّف کہتے ہیں اور تعریف کا جامع، مانع ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اور جامعیت جنس سے آتی ہے اور مانعیت فصل سے، تو گویا کہ ہر تعریف جنس اور فصل پر مشتمل ہوتی ہے۔ لیجئے ہم دیکھتے ہیں کہ علم نحو کی تعریف میں جنس اور فصل کیا ہیں۔

[2] غرض کا لغوی معنی نشان ہے اور اصطلاحی معنی ''ما یکون باعثا للفعل''، یعنی غرض وہ چیز ہے جو کسی کام پر برانگیختہ کرے۔۱۲

معنی تین زمانوں (ماضی، حال، مستقبل) میں سے کسی ایک کیساتھ ملا ہوا ہوگا اور وہ فعل ہے اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے گا اور اس کا معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک کیساتھ ملا ہوا نہیں ہوگا اور وہ اسم ہے۔

تشریح: **لانّها الخ.** لانّها کا لام منحصرة کے متعلق ہے اور یہاں سے مصنفؒ کی غرض کلمہ کے تین قسموں میں منحصر ہونے کی وجہ اور دلیل کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کلمہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اپنے معنی پر بنفسھا یعنی بذاتِ خود دلالت نہیں کرے گا یا دلالت کرے گا اگر کلمہ اپنے معنی پر بنفسھا یعنی بذاتِ خود دلالت نہ کرے (بلکہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کے ملانے کا محتاج ہو) تو وہ حرف ہے اور اگر کلمہ اپنے معنی پر بنفسھا یعنی بذاتِ خود دلالت کرے (یعنی اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کے ملانے کا محتاج نہ ہو) تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کا معنی تین زمانوں (یعنی ماضی، حال اور استقبال) میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن ہوگا یا نہیں ہوگا اگر مقترن ہو تو یہ فعل ہے اور اگر مقترن نہ ہو تو یہ اسم ہے۔

فَحَدُّ الْاِسْمِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا غَيْرُ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلاَثَةِ اَعْنِى الْمَاضِىَ وَالْحَالَ وَالْاِسْتِقْبَالَ كَرَجُلٍ وَعِلْمٍ.

ترجمہ: پس اسم کی تعریف یہ ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو (اپنے) معنی پر بذات خود دلالت کرے ایسا معنی جو تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو میں مراد لیتا ہوں ماضی، حال اور استقبال جیسے رجل اور علم۔

تشریح: **قوله فحدّ الاسم الخ.** حد پر جو فاء داخل ہے یہ فاء فصیحیّہ[1] ہے اس لئے کہ یہ جزاء ہے شرط محذوف کی جو کہ ''اذا بيّنّا دليل الحصرِ'' ہے۔ اصل میں عبارت یوں تھی ''اذا بيّنّا دليلَ الحصرِ فحدّ الاسم'' (جب ہم نے دلیلِ حصر بیان کر دی تو اسم کی تعریف یہ ہوگی)۔ یہاں سے مصنف کی غرض اسم کی تعریف کرنا اور مثال کے ذریعے اس کی وضاحت کرنا ہے۔

اسم کی تعریف: اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بنفسھا یعنی بذاتِ خود[2] دلالت کرے ایسا معنی جو تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن نہ ہو تو جیسے رجلٌ، عِلمٌ پہلی مثال اسمِ جامد کی ہے اور دوسری مثال اسمِ مصدر کی ہے۔

وَعَلاَمَتُهُ صِحَّةُ الْاِخْبَارِ عَنْهُ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْاِضَافَةُ نَحوُ غُلاَمُ زَيْدٍ وَ دُخُوْلُ لَامِ التَّعْرِيْفِ كَالرَّجُلِ وَالْجَرِّ وَالتَّنْوِيْنِ نَحْوُ بِزَيْدٍ وَالتَّثْنِيَةُ وَالْجَمْعُ وَالنَّعْتُ وَالتَّصْغِيْرُ وَالنِّدَاءُ.

ترجمہ: اور اسم کی علامت یہ ہے کہ اس سے خبر دینا صحیح ہو جیسے زيد قائم۔ اور اضافت یعنی مضاف ہونا جیسے غلام زيد (زید کا غلام) اور لام تعریف کا داخل ہونا جیسے الرجل اور جر اور تنوین کا داخل ہونا جیسے بزيد اور تثنیہ ہونا اور جمع ہونا اور صفت ہونا اور مصغر ہونا اور منادیٰ ہونا۔

تشریح: وعلامتهٗ[1] الخ. جب مصنفؒ اسم کی تعریف سے فارغ ہوئے تو اب اسم کی علامات بیان کرتے ہیں تا کہ اسم کی

وضاحت ہو جائے۔

(۱) اخبار عنہ کا صحیح ہونا یعنی اس میں محکوم علیہ، مسند الیہ اور مخبر عنہ بننے کی صلاحیت ہو چاہے فی الحال محکوم علیہ نہ بھی ہو جیسے زید جب ترکیب میں واقع نہ ہو تو اگر چہ وہ فی الحال محکوم علیہ نہیں لیکن ترکیب میں آ کر محکوم علیہ بن سکتا ہے۔ جیسے **زید قائم** میں زید اسم ہے اس لئے کہ یہ محکوم علیہ ہے۔

(۲) اضافت یعنی مضاف ہونا یعنی ایک اسم کا دوسرے کی طرف بتقدیر حرف جر مضاف لے ہونا جیسے **غلام زید** میں غلام اسم ہے اس لئے کہ یہ زید کی طرف مضاف ہے۔

فائدہ: بعض نحوی کہتے ہیں کہ مضاف الیہ ہونا اسم کی علامت نہیں کیونکہ فعل یا جملہ فعلیہ بھی مضاف الیہ ہوتا ہے جیسے **یوم ینفعُ الصادقین** میں لیکن بعض نحوی کہتے ہیں کہ مضاف الیہ ہونا بھی اسم کی علامت ہے باقی جہاں فعل یا جملہ فعلیہ مضاف الیہ واقع ہو رہا ہے تو وہ مصدر کی تاویل میں ہو کر اسم ہے لہٰذا **یوم ینفعُ الصادقین یوم نفعِ الصادقین** کی تاویل میں ہے۔

(۳) لامِ تعریف کا داخل ہونا جیسے **الرّجل** میں رجلٌ اسم ہے۔ اس لئے کہ اس پر لامِ تعریف داخل ہے اور یہ علامت لفظی ہے پھر مصنفؒ نے لام تعریف کہا تا کہ لام امر، لام کیٔ اور لام تاکید خارج ہو جائیں۔

(۴) جر کا داخل ہونا جیسے **لِلّٰہِ** میں اللہ اسم ہے اس لئے کہ اس پر جر داخل ہے۔

(۵) تنوین کا داخل ہونا جیسے **زیدٌ** میں زید اسم ہے۔ اسلئے کہ اس پر تنوین داخل ہے اور تنوین وہ نون ساکن ہے جو پڑھنے میں آئے لیکن لکھنے میں نہ آئے۔

فائدہ: **الجر و التنوین** کا عطف **لام التعریف** پر ہے اور جر و تنوین کے دخول سے مراد تنوین کا لحوق ہے۔ کیونکہ دخول کا معنی ہے شروع میں آنا اور لحوق کا معنی ہے آخر میں آنا ہے اور تنوین بھی آخر میں لاحق ہوا کرتی ہے۔

(۶) مثنیٰ ہونا جیسے **رجُلان** (۷) جمع ہونا جیسے **رجالٌ** (۸) نعت ہونا جیسے **رجلٌ کریمٌ**

(۹) مصغر ہونا جیسے **قُریش رُجَیل** (۱۰) منادی ہونا جیسے **یا اللّٰہ** (اے اللہ)

فَاِنَّ کُلَّ ھٰذِہٖ خَواصُّ الْاِسْمِ

ترجمہ: پس تحقیق یہ سب (علامات) اسم کے خواص ہیں۔

تشریح: **فان کل ھذہ خواص الاسم.** یہاں علامت سے مراد خاصہ ہے اور کسی شے کا خاصہ وہ ہوتا ہے جو اس شے میں پایا جائے اور اس کے غیر میں نہ پایا جائے۔ پھر خاصہ کی دو قسمیں ہیں (۱) خاصہ شاملہ (۲) خاصہ غیر شاملہ۔ خاصہ شاملہ: کسی

شے کا خاصہ شاملہ وہ ہے جو اس شے کے تمام افراد میں پایا جائے جیسے ضاحک بالقوۃ انسان کے لیے خاصہ شاملہ ہے

خاصہ غیر شاملہ: کسی شے کا خاصہ غیر شاملہ وہ ہے جو اس شے کے بعض افراد میں پایا جائے جیسے ضاحک بالفعل انسان کے لیے،

یہاں خاصہ سے مراد خاصہ غیر شاملہ ہے تو یہ علامت خواص غیر شاملہ ہیں جو فعل وحروف میں نہیں پائی جاتیں لیکن ان علامات کا تمام اسماء میں پایا جانا بھی ضروری نہیں بلکہ کوئی علامت (خاصہ) بعض اسموں میں اور کوئی علامت (خاصہ) دوسرے بعض اسموں میں پایا جاتا ہے۔

وَمَعْنَى الْإِخْبَارِ عَنْهُ اَنْ يَكُوْنَ مَحْكُوْمًا عَلَيْهِ لِكَوْنِهٖ فَاعِلاً اَوْ مَفْعُوْلاً اَوْ مُبْتَدَاً.

ترجمہ: اوراخبار عنہ کا معنی یہ ہے کہ وہ محکوم علیہ ہو سکے بوجہ اس کے فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ یا مبتدا ہونے کے۔

تشریح: معنی الاخبار عنه الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض اخبار عنہ کا معنی بیان کرنا ہے۔فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ محکوم علیہ ہو۔ لکونہٖ سے مصنفؒ کی غرض اخبار عنہ کو محکوم علیہ کے معنی میں کرنے کی وجہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم جس طرح مبتدا ہوتا ہے اسی طرح فاعل اور مفعول مالم یسم فاعلہ بھی ہوتا ہے لیکن اخبار عنہ (مخبر عنہ) صرف مبتدا ہوتا ہے فاعل اور مفعول مالم یسم فاعلہ نہیں ہوتا تو اس سے یہ وہم پیدا ہوسکتا تھا کہ اخبار عنہ سے مراد صرف مبتدا ہے فاعل یا نائب فاعل مراد نہیں تو اس وہم کو دور کرنے کیلئے مصنف علاّم نے اخبار عنہ کو محکوم علیہ کے معنی میں کیا تاکہ یہ فاعل ،مفعول مالم یسم فاعلہ اور مبتدا سب کو شامل ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ اسم جس طرح مبتدا ہوتا ہے۔اسی طرح فاعل یا نائب فاعل بھی ہوتا ہے۔

وَيُسَمّٰى اِسْمًا لِسُمُوِّهٖ عَلٰى قَسِيْمَيْهِ لَا لِكَوْنِهٖ وِسْمًا عَلَى الْمَعْنٰى.

ترجمہ: اوراس (اسم) کا نام اسم رکھا جاتا ہے اس وجہ سے کہ وہ دونوں قسموں (فعل وحرف) پر بلند ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ اپنے معنی پر علامت ہے۔

تشریح: ویسمّٰی اسماً الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض اسمِ اصطلاحی (نحوی اسم) کی وجہ تسمیہ (یعنی اسم کا نام اسم رکھنے کی وجہ) کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم کا نام اسم اسلئے رکھا گیا کہ وہ اپنے دونوں مقابل یعنی فعل اور حرف سے بلند ہوتا ہے اور اسم کا نام اسم اسلئے نہیں رکھا گیا کہ وہ اپنے معنی پر علامت اور نشانی ہوتا ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ نحاۃِ بصرہ کے نزدیک اسمٌ اصل میں سِمْوٌ تھا اور سِمُوٌّ کا معنی ہے بلندی تو اسم کا نام اسم اسلئے رکھا گیا ہے کہ یہ اپنے دونوں مقابل یعنی فعل اور حرف سے بلند ہوتا ہے۔وہ اس طرح کہ تنہا اسم سے کلام بن جاتی ہے کیونکہ اسم مسند الیہ اور مسند دونوں ہوتا ہے لیکن تنہا فعل اور حرف تنہا حرف سے کلام نہیں بنتی اس لئے کہ فعل صرف مسند ہوتا ہے مسند الیہ نہیں ہوتا اور حرف نہ مسند ہوتا ہے اور نہ ہی مسند الیہ،جبکہ نحاۃِ کوفہ کے نزدیک اسمٌ اصل میں وسمٌ تھا واؤ کو ہمزہ سے بدلا تو وسمٌ سے اسمٌ ہو گیا۔وسمٌ کا معنی ہے نشانی اور علامت تو اسم کا نام اسم اس لئے رکھا کہ یہ اپنے معنی ، مدلول اور مسمّٰی پر علامت اور نشانی ہوتا ہے لیکن یہ درست نہیں اس لئے کہ اس طرح تو پھر ضروری ہوگا کہ فعل کا نام بھی اسم رکھا جائے کیونکہ یہ بھی اپنے معنی پر علامت ہوتا ہے حالانکہ فعل کا نام اسم نہیں رکھا جاتا۔ چونکہ مصنفؒ کے نزدیک نحاۃِ بصرہ کا مذہب راجح تھا اس لئے اس نے کہا کہ اسم کا نام اسم اسلئے رکھا گیا کہ وہ اپنے دونوں مقابل یعنی فعل اور حرف سے بلند ہوتا ہے اور اسم کا نام اسم اس لئے نہیں رکھا گیا کہ وہ اپنے معنی پر علامت اور نشانی ہوتا ہے۔

وَحَدُّ الْفِعْلِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا دَلَالَةً مُقْتَرِنَةً بِزَمَانٍ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى كَضَرَبَ، يَضْرِبُ، اِضْرِبْ.

ترجمہ: اورفعل کی تعریف،فعل وہ کلمہ ہے جو(اپنے) معنی پر بذات خود دلالت کرے ایسی دلالت جو اس معنی کے زمانہ کے ساتھ مقترن ہو جیسے ضَرَبَ، یَضْرِبُ،اِضْرِبْ.

تشریح: **وحدالفعل الخ**. یہاں سے مصنفؒ کی غرض فعل کی تعریف کرنا اور مثال کے ذریعے اس کی وضاحت کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت کرے (یعنی اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی دوسرے کے ملانے کا محتاج نہ ہو) اور اس کا معنی تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن ہو جیسے ضَرَبَ، یَضْرِبُ، اِضْرِبْ، ضَرَبَ اس کا معنی ماضی کے ساتھ مقترن ہے۔ یضرب اس کا معنی زمانہ حال کے ساتھ مقترن ہے اور اِضْرِبْ اس کا معنی زمانہ مستقبل کے ساتھ مقترن ہے۔

وَعَلَامَتُهٗ اَنْ يَصِحَّ الْاِخْبَارُ بِهٖ لَا عَنْهُ وَدُخُوْلُ قَدْ وَالسِّيْنِ وَسَوْفَ وَالْجَزْمِ وَالتَّصْرِيْفُ اِلَى الْمَاضِي وَالْمُضَارِعِ وَكَوْنُهٗ اَمْرًا اَوْ نَهْيًا وَاتِّصَالُ الضَّمَائِرِ الْبَارِزَةِ الْمَرْفُوْعَةِ نَحْو ضَرَبْتُ وَتَاءِ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةِ نَحْوُ ضَرَبَتْ وَنُوْنَيِ التَّاكِيْدِ فَاِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَوَاصُّ الْفِعْلِ.

ترجمہ: اوراس فعل کی علامت یہ ہے کہ اس کیساتھ خبر دینا صحیح ہو نہ کہ اس سے۔اورقد اور سین اور سوف اور جزم کا داخل ہونا۔اور ماضی اور مضارع کی طرف گردانا۔اوراس کا امر یا نہی ہونا۔اور ضمائر بارزہ مرفوعہ کا متصل ہونا جیسے ضربتُ۔اورتائے تانیث ساکنہ کا متصل ہونا جیسے ضربتْ۔اورتاکید کے دونون (یعنی نون ثقیلہ اور خفیفہ کا متصل ہونا)۔پس تحقیق یہ سب علامتیں فعل کے خواص ہیں۔

تشریح: **وعلامتہٗ الخ**. یہاں سے مصنفؒ کی غرض فعل کی علامتیں بیان کرنا ہے تا کہ فعل کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے (۱) اخبار بہٖ کا صحیح ہونا اور اخبار عنہ کا صحیح نہ ہونا یعنی فعل کی علامت یہ ہے کہ اس میں محکوم بہ، مخبر بہ اور مسند بہ بننے کی صلاحیت[1] ہو اور محکوم علیہ، مخبر عنہ اور مسند الیہ بننے کی صلاحیت نہ ہو۔

(۲) قد کا[2] داخل ہونا جیسے قد ضرب (۳) سین کا شروع میں داخل ہونا جیسے سَیَضْرِبُ

(۴) سوف[3] کا شروع میں داخل ہونا جیسے سوف یضرب،

(۵) جزم کا داخل ہونا جیسے لَم یضربْ (۶) ماضی اور مضارع کی طرف گردانا جیسے ضرب یضرب۔ (۷) امر اور نہی ہونا جیسے اِضْرِبْ، لا تَضْرِبْ (۸) ضمیر بارز مرفوع کا متصل ہونا جیسے ضَرَبْتِ (۹) تائے تانیث ساکنہ کا متصل ہونا جیسے ضَرَبَتْ (۱۰) تاکید کے دونون یعنی نون ثقیلہ اور نون خفیفہ کا متصل ہونا جسے اِضْرِبَنَّ، اِضْرِبَنْ۔

فان کل هذه خواص الفعل الخ. مصنف نے بتایا کہ یہاں علامت بمعنی خاصہ ہے اور کسی شئی کا خاصہ وہ چیز ہوتی ہے جو اس شئی میں پائی جائے اور اس کے غیر میں نہ پائی جائے پھر خاصہ کی دو قسمیں ہیں (۱) خاصہ شاملہ (۲) خاصہ غیر

شاملہ، تو یہاں خواص سے مراد خواص غیر شاملہ ہیں جو اسم وحرف میں نہیں پائے جاتے صرف فعل میں پائے جاتے ہیں لیکن ان علامات کا تمام افعال میں پایا جانا ضروری نہیں کیونکہ یہ خواص غیر شاملہ ہیں۔

وَمَعْنَى الْإِخْبَارِ بِهٖ اَنْ يَكُوْنَ مَحْكُوْمًا بِهٖ.

ترجمہ: اوراخبار بہ کا معنی یہ ہے کہ وہ فعل محکوم بہ ہے۔

تشریح: معنی الاخبار به الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض اخبار بہ کا معنی بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اخبار بہ اور مخبر بہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ محکوم بہ ہو اور اخبار بہ کا معنی محکوم بہ سے کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اخبار بہ اور مخبر بہ ہونا امر و نہی کو شامل نہیں کیونکہ یہ خبر نہیں بلکہ انشاء ہے حالانکہ فعل امر و نہی بھی ہوتا ہے تو اخبار بہ سے یہ وہم ہوسکتا تھا کہ شاید فعل امر و نہی نہیں ہوتا تو مصنف نے اس وہم کو دور کرنے کیلئے تو مصنفؒ نے مخبر بہ کا معنی محکوم بہ کر دیا تا کہ یہ لفظ (اخبار بہ) امر و نہی کو بھی شامل ہو جائے۔

وَيُسَمّٰى فِعْلاً بِاِسْمِ اَصْلِهٖ وَهُوَ الْمَصْدَرُ لِاَنَّ الْمَصْدَرَ هُوَ فِعْلُ الْفَاعِلِ حَقِيْقَةً.

ترجمہ: اور اس (فعل) کا نام فعل اپنے اصل کے نام کے ساتھ رکھا جاتا ہے اور وہ اصل مصدر ہے کیونکہ مصدر ہی حقیقت میں فاعل کا فعل ہے۔

تشریح: ویسمّٰی فعلاً الخ. یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ کی غرض فعل اصطلاحی (نحوی فعل) کی وجہ تسمیہ یعنی فعل کا نام فعل رکھنے کی وجہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فعلِ اصطلاحی کی اصل مصدر ہے یعنی فعلِ اصطلاحی مصدر سے مشتق ہے اور لغت میں مصدر کا نام فعل ہے چونکہ فعل اصطلاحی کی اصل کا نام فعل تھا اس لئے تسمیۃ الفرع باسم اصلہ کے قاعدہ پر فعلِ اصطلاحی کا نام بھی فعل رکھ دیا گیا۔ اور لغت میں مصدر کا نام فعل اس لئے ہے کہ درحقیقت مصدر ہی فاعل کا فعل ہے جیسے ضَرَبَ زیدٌ میں زید فاعل کا فعل ضَرْب ہے اور ضَرَبَ کو مجازاً فعل کہا جاتا ہے۔

وَحَدُّ الْحَرْفِ كَلِمَةٌ لَا تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا بَلْ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ غَيْرِهَا نَحْوُ مِنْ فَاِنَّ مَعْنَاهَا الْاِبْتِدَاءُ وَهِيَ لَا تَدُلُّ عَلَيْهِ اِلَّا بَعْدَ ذِكْرِ مَا مِنْهُ الْاِبْتِدَاءُ كَالْبَصْرَةِ وَالْكُوْفَةِ مَثَلًا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ.

ترجمہ: اور حرف کی تعریف حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت نہ کرے بلکہ اپنے معنی پر اپنے غیر کے ساتھ مل کر دلالت کرے۔ جیسے مِن اس لئے کہ اس کا معنی ابتدا خاص ہے اور وہ لفظ من اس ابتدائے خاص پر دلالت نہیں کرتا مگر اس چیز کے ذکر کرنے کے بعد جس سے ابتداء ہو مثل بصرہ اور کوفہ کے۔ مثلاً تو کہے گا سرت من البصرة الى الكوفة (سیر کی میں نے بصرہ سے کوفہ تک)

تشریح: وحد الحرف الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض حرف کی تعریف کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف وہ کلمہ ہے جو معنی

کائنٌ فی نفسھا پر دلالت نہیں کرتا بلکہ معنی کائن فی غیرھا پر دلالت کرتا ہے۔

نحو من الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض حرف کی مثال بیان کرنا ہے اور اس کو ممثل لہٗ کیلئے منطبق کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف کی مثال کلمہ مِنْ ہے۔ اس کا معنی خاص ابتداء ہے اور کلمہ مِن اس خاص ابتداء پر اس وقت تک دلالت نہیں کرتا جب تک اس چیز کو ذکر نہ کیا جائے جس سے ابتداء ہو جیسے مثال کے طور پر بصرہ اور کوفہ، پس جب اس چیز کو ذکر کیا جائیگا جس سے ابتداء ہوئی تو کلمۂ مِنْ اپنے معنی ابتداء پر دلالت کریگا جیسے سِرتُ من البصرة الی الکوفة ''سیر کی میں نے بصرہ سے کوفہ تک'' یعنی سیر کی ابتداء بصرہ سے ہے۔

وَعَلامَتُهُ اَنْ لَّا يَصِحَّ الْاِخْبَارُ عَنْهُ وَلاَ بِهٖ وَاَنْ لَّا يَقْبَلَ عَلاَمَاتِ الْاَسْمَاءِ وَلَا عَلاَمَاتِ الْاَفْعَالِ.

ترجمہ: اور علامت اس حرف کی یہ ہے کہ نہ اس کا مخبر عنہ ہونا صحیح ہو اور نہ ہی مخبر بہ ہونا اور یہ کہ نہ اسم کی علامت کو قبول کرے اور نہ ہی فعل کی علامات کو۔

تشریح: **وعلامتهٗ الخ.** یہاں سے مصنفؒ کی غرض حرف کی علامتیں بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف کی علامت یہ ہے کہ اس کا مخبر عنہ اور مخبر بہ بننا صحیح نہ ہو یعنی اس میں محکوم علیہ اور محکوم بہ یعنی فاعل، نائب فاعل مبتدا اور خبر بننے کی صلاحیت نہ ہو اور وہ اَسماء اور افعال کی علامتوں کو قبول نہ کرے۔

وَلِلْحَرْفِ فِیْ كَلاَمِ الْعَرَبِ فَوَائِدُ كَالرَّبْطِ بَيْنَ الْاِسْمَيْنِ نَحْوُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ اَوِالْفِعْلَيْنِ نَحْوُ اُرِيْدُ اَنْ تَضْرِبَ اَوْ اِسْمٍ وَفِعْلٍ كَضَرَبْتُ بِالْخَشْبَةِ اَوِ الجُمْلَتَيْنِ نَحْوُ اِنْ جَاءَ نِیْ زَيْدٌ اَكْرَمْتُهٗ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْفَوَائِدِ الَّتِیْ تَعْرِفُهَا فِي الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: اور حرف کے کلام عرب میں بہت فائدے ہیں مثلاً دو اسموں میں ربط دینا جیسے زید فی الدار یا دو فعلوں میں جیسے اُرِیْدُ اَنْ تَضْرِبَ یا اسم اور فعل میں جیسے ضَرَبْتُ بِالْخَشْبَةِ یا دو جملوں میں جیسے اِنْ جَاءَ نِیْ زَیْدٌ اَکْرَمْتُهٗ اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فائدے ہیں جن کو تو قسم ثالث میں معلوم کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تشریح: یہاں سے ایک اہم فائدہ بتا رہے ہیں کہ اگرچہ حرف محکوم علیہ اور محکوم بہ نہیں ہوتا اور یہ اسماء اور افعال کی علامتوں کو بھی قبول نہیں کرتا لیکن کلامِ عرب میں اس کے بہت سے فوائد ہیں ان فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ یہ ربط کا فائدہ دیتا ہے۔ اور ربط کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) اور یہ ربط کبھی دو اسموں میں ہوتا ہے جیسے زید فی الدار (زید گھر میں ہے) میں زیدٌ اور ''دار'' یہ دونوں اسم ہیں اور فِی ان دونوں کے درمیان ربط کا فائدہ دے رہا ہے اور اس کا مقصد دار کو زید کیلئے ظرف بنانا ہے اور یہ مقصد بغیر فی کے حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر فِی نہ ہوتا تو زید کیلئے دار کا ظرف ہونا معلوم نہ ہوتا بلکہ فی کے بغیر معنی یوں ہوتا، زید گھر ہے اور یہ معنی بالکل غلط تھا۔

(۲) اور یہ ربط کبھی دو فعلوں کے درمیان ہوتا ہے جیسے اُرید اَن تضرب (میں ارادہ کرتا ہوں کہ تو مارے) میں اُرید اور تضرب یہ

[1] فاء فصیحیہ وہ فاء ہوتی ہے جو شرط محذوف کے جواب میں ہو۔۱۲ [2] یعنی اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی دوسرے کلمے کے ملانے کا محتاج نہ ہو۔۱۲

دونوں فعل ہیں اور اَنْ ان دونوں کے درمیان ربط کا فائدہ دے رہا ہے اور اس کا مقصد تضرب کو اُرید کیلئے مفعول بنانا ہے اور یہ مقصد اَنْ کے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔

(۳) اور یہ ربط کبھی ایک اسم اور ایک فعل کے درمیان ہوتا ہے جیسے ضربتُ بالخشبة (میں نے لکڑی کے ساتھ مارا) اس میں ضربتُ فعل ہے اور الخشبة اسم ہے اور باء ان دونوں کے درمیان ربط کیلئے ہے اور اسکا مقصد الخشب کو ضربتُ کیلئے آلہ بنانا ہے اور یہ مقصد بغیر باء کے حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ اگر باء نہ ہوتو پھر معنی ہوگا ''میں نے لکڑی کو مارا'' اور یہ بالکل غلط معنی ہے۔

(۴) اور کبھی یہ ربط دو جملوں کے درمیان ہوتا ہے جیسے ان جاءنی زیدٌ اکرمتُهٗ اس میں جاءنی زیدٌ ایک جملہ ہے اور اکرمتهٗ دوسرا جملہ ہے۔ اور اِنْ حرف شرط ان دونوں کے درمیان ربط کیلئے ہے اور اسکا مقصد اکرام کو مجیئت پر معلق کرنا ہے۔ اور یہ مقصد اِنْ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ حروف کے بہت سے فوائد ہیں اور وہ ہم تیسری قسم میں بیان کریں گے۔ (ان شاءاللہ)

وَيُسَمّٰى حَرْفًا لِوُقُوْعِهٖ فِي الْكَلَامِ حَرفًا اَىْ طَرْفًا اِذْ لَيْسَ مَقْصُوْدًا بِالذَّاتِ مِثْلُ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَيْهِ.

ترجمہ: اور اس کا نام حرف رکھا جاتا ہے بوجہ واقع ہونے اس کے کلام میں ایک طرف۔ اس لئے کہ یہ حرف مسند اور مسند الیہ کی طرح مقصود بالذات نہیں ہوتا۔

تشریح: **ويسمّٰى حرفًا الخ**. یہاں سے مصنف رحمہ اللہ کی غرض حرفِ اصطلاحی کی وجہ تسمیہ (یعنی حرف کا نام حرف رکھنے کی وجہ) کو بیان کرنا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ حرف کا لغوی معنی ''طرف اور کنارہ'' ہے چونکہ حرفِ اصطلاحی بھی کلام میں ایک طرف واقع ہوتا ہے اس لئے حرف کا نام حرف رکھ دیا گیا۔

اذ ليس مقصود الخ. یہاں سے مصنف علاّم کی غرض ایک سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کی تقریر یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ حرف ہمیشہ کلام کی طرف میں واقع ہوتا ہے اس لئے کہ زیدٌ فی الدار میں فِي حرف ہے اور یہ کلام کے وسط میں واقع ہے نہ کہ طرف میں، اسی طرح اُرید ان اصلّیَ میں اَنْ حرف ہے اور یہ کلام کے وسط میں واقع ہے نہ کہ طرف میں۔

جواب: مصنفؒ نے اذْ ليس سے اس سوال کا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ طرف اور کنارے پر واقع ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ درمیان کلام میں واقع نہیں ہوتا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کلام میں مسند اور مسند الیہ مقصود بالذات ہوتے ہیں اور حرف چونکہ نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ اس لئے حرف کلام میں مسند اور مسند الیہ کی طرح مقصود بالذات نہیں ہوتا بلکہ مقصود سے ایک طرف ہوتا ہے چونکہ حرف کلام میں مقصود سے ایک طرف ہوتا ہے اس لئے اس کا نام حرف رکھا گیا۔

فَصْلٌ: اَلْكَلَامُ لَفْظٌ تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ بِالْاِسْنَادِ

[1] ہر شے موجود فی الخارج کے دو وجود ہیں (۱) وجود خارجی (۲) وجود ذہنی، تعریف کے ذریعے اس شے کا وجود ذہنی حاصل ہوتا ہے اور علامات کے ذریعے اس شے کا وجود خارجی حاصل ہوتا ہے، پس اسم، فعل اور حرف کی تعریف سے انکا وجود ذہنی حاصل ہوگا اور علامات سے ان کا وجود خارجی حاصل ہوگا لہٰذا تعریف اپنی جگہ کامل اور علامات اپنی جگہ فائدہ مند ہیں۔۱۲

ترجمہ: کلام وہ لفظ ہے جو اسناد کی وجہ سے متضمن ہو (اپنے اندر لینے والا ہو) دو کلموں کو۔

تشریح: فصل الکلام لفظ الخ. نحو کے دو موضوع تھے "کلمہ اور کلام" کلمہ کی تعریف اور اس کی اقسام کے بیان سے فراغت کے بعد اب کلام میں شروع ہو رہے ہیں۔ الکلام سے مصنفؒ کی غرض کلام کی تعریف کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کلام وہ لفظ ہے جو کم از کم دو کلموں کو متضمن وشامل ہو۔ ایسا تضمن جو بسبب اسناد کے حاصل ہو بالفاظِ دیگر کلام کی تعریف یوں بھی ہو سکتی ہے کہ کلام وہ لفظ ہے جو دو کلموں کو شامل ہو اور ان دونوں کلموں کے درمیان نسبت اسنادی پائی جائے پھر کلمتین سے مراد عام ہے خواہ وہ دونوں کلمے حقیقۃً موجود ہوں جیسے زید قائم یا حکمًا ہوں جیسے اِضْرِب کہ اس میں ایک کلمہ حقیقۃً موجود ہے اور وہ اِضرِبْ ہے اور دوسرا حکمًا موجود ہے اور وہ انتَ ہے جو اِضْرِبْ میں پوشیدہ ہے۔

۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩

وَالْاِسْنَادُ نِسْبَةُ اِحْدَى الْكَلِمَتَيْنِ اِلَى الْاُخْرٰى بِحَيْثُ تُفِيْدُ الْمُخَاطَبَ فَائِدَةً تَامَّةً يَصِحُّ السُّكُوْتُ عَلَيْهَا نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَقَامَ زَيْدٌ وَيُسَمّٰى جُمْلَةً.

ترجمہ: اور اسناد نسبت کرنا ہے دو کلموں میں سے ایک کی دوسرے کی طرف ایسے طور پر نسبت کرنا کہ یہ نسبت کہ مخاطب کو فائدہ تامہ دے کہ اس پر سکوت کرنا صحیح ہو جیسے زید قائم (زید کھڑا ہونے والا ہے) یا قام زید (زید کھڑا ہے) اور اس کا نام جملہ رکھا جاتا ہے۔

تشریح: والاسناد الخ. کلام کی تعریف میں اسناد کا لفظ مذکور ہے تو مصنفؒ یہاں سے اسناد کی تعریف کر رہے ہیں کہ "اسناد دو کلموں میں سے ایک کلمہ کی دوسرے کی طرف اس طور پر نسبت کرنا ہے کہ وہ نسبت مخاطب کو فائدہ تامہ دے کہ جس پر سکوت صحیح ہو۔ "نسبة احدی الکلمتین الی الاخریٰ" میں تعمیم ہے۔ خواہ کلمۂ اُولیٰ کی نسبت کلمۂ ثانیہ کی طرف ہو جیسے جملہ فعلیہ میں مثلاً قام زیدٌ یا کلمہ ثانیہ کی نسبت کلمہ اولیٰ کی طرف ہو جیسے جملہ اسمیہ میں مثلاً زید قائم،

یصح السکوت علیھا. یہ اسناد کی طرف کا جز نہیں بلکہ فائدہ تامہ کی تفسیر ہے کہ فائدہ تامہ کا مطلب یہ ہے کہ "یصح السکوتُ علیھا" یعنی جس پر سکوت صحیح ہو۔ سکوت سے مراد متکلم کا سکوت ہے یعنی متکلم کے خاموش ہونے پر مخاطب مقصودِ اصلی کے سمجھنے میں متکلم کی طرف سے کسی اور بات کا اس طرح محتاج نہ ہو جس طرح مسند الیہ کے بعد مسند یا مسند کے بعد مسند الیہ کا محتاج ہوتا ہے جیسے زیدٌ قائم اور قامَ زید میں متکلم کا مقصود زید کے قیام کی خبر دینا ہے اور یہ خبر زیدٌ قائم یا قام زید کہنے سے حاصل ہو گئی۔ اب اس کے بعد مخاطب کو کسی اور چیز کی اس طرح انتظار نہیں جس طرح کہ فقط مسند الیہ کے بولنے کے بعد مسند کی یا فقط مسند کے بولنے کے بعد مسند الیہ کی مخاطب کو انتظار ہوتی ہے۔

ویسمٰی جملةً: سے ایک اصطلاح کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کلام کو جُملہ بھی کہتے ہیں۔

فائدہ: کلام کو مرکب تام، مرکب مفید اور مرکب اسنادی بھی کہتے ہیں۔

۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩

فَعُلِمَ اَنَّ الْکَلامَ لا یَحْصُلُ اِلاَّ مِنِ اسْمَیْنِ نَحْوُ زَیْدٌ قَائِمٌ وَیُسَمّٰی جُمْلَۃً اِسْمِیَّۃً اَوْمِنْ فِعْلٍ وَاسْمٍ نَحْوُ قَامَ زَیْدٌ وَیُسَمّٰی جُمْلَۃً فِعْلِیَّۃً

ترجمہ: پس معلوم ہوا کہ تحقیق کلام نہیں حاصل ہوتی مگر دو اسموں سے جیسے زید قائم اور اس کا نام رکھا جاتا ہے جملہ اسمیہ یا فعل واسم سے جیسے قام زید اور اس کا نام رکھا جاتا ہے جملہ فعلیہ۔

تشریح: فُعلم ان الکلام الخ. عُلم پر جو فاء داخل ہے یہ فاء فصیحیہ ہے اس لئے کہ یہ شرط محذوف کی جزاء ہے تو اصل میں عبارت یوں تھی "اذا کان الاسناد ماخوذًا فی تعریف الکلام فعُلم انّ الکلام الخ" مصنفؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ کلام کی تعریف میں اسناد معتبر ہے یعنی کلام بننے کیلئے مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کلام یا تو دو اسموں سے بنے گا۔ ان میں سے ایک مسند الیہ ہوگا اور دوسرا مسند جیسے زید قائم اس میں زید مسند الیہ ہے اور قائم مسند ہے اس کو جملہ اسمیہ کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اسکا پہلا جزء اسم ہے یا ایک فعل اور ایک اسم سے بنے گا جن میں سے اسم مسند الیہ ہوگا اور فعل مسند جیسے قام زید اس میں قام مسند ہے اور زید مسند الیہ ہے اس کو جملہ فعلیہ کہتے ہیں اس لئے کہ اسکا پہلا جزء فعل ہے۔

اِذْ لا یُوْجَدُ الْمُسْنَدُ وَالْمُسْنَدُ اِلَیْہِ مَعًا فِیْ غَیْرِھِمَا وَلَا بُدَّ لِلْکَلامِ مِنْھُمَا.

ترجمہ: اس لیے کہ مسند و مسند الیہ دونوں ایک ساتھ ان دوصورتوں کے غیر میں نہیں پائے جاتے حالانکہ کلام کے لئے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے۔

تشریح: اذ لا یو جد الخ. یہ جملہ تعلیلیہ ہے پچھلی عبارت لا یحصل کیلئے یعنی اذ لا یو جد، لایحصل کی علت ہے اور مصنفؒ کلام کی دو قسموں (جملہ اسمیہ و جملہ فعلیہ) میں منحصر ہونے کی وجہ بیان کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ کلام میں عقلی طور پر کل چھ احتمال ہیں (۱) دو اسموں سے مرکب ہوگا (۲) دو فعلوں سے مرکب ہوگا (۳) دو حرفوں سے مرکب ہوگا۔ (۴) ایک اسم اور ایک فعل سے مرکب ہوگا (۵) ایک فعل اور ایک حرف سے مرکب ہوگا (۶) ایک اسم اور ایک حرف سے مرکب ہوگا۔

لیکن کلام میں صرف یہ دو احتمال معتبر ہیں (۱) کلام دو اسموں سے مرکب ہو (۲) ایک فعل اور ایک اسم سے مرکب ہو باقی چار احتمال معتبر نہیں۔ اس لئے کہ کلام میں اسناد معتبر ہوتا ہے۔ اسناد تقاضا کرتا ہے مسند اور مسند الیہ کا اور مسند اور مسند الیہ دونوں ایک ساتھ صرف ان دونوں صورتوں میں پائے جاتے ہیں اور یہ مسند و مسند الیہ دونوں ایک ساتھ باقی چاروں صورتوں میں نہیں پائے جاتے۔

فَاِنْ قِیْلَ قَدْ نُوْقِضَ بِالنِّدَاءِ نَحْوُ یَا زَیْدُ. قُلْنَا حَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مُقَامَ اَدْعُوْ وَاَطْلُبُ وَھُوَ الْفِعْلُ فَلا نَقْضَ عَلَیْہِ.

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کہ تحقیق (کلام کا دوصورتوں میں حصر کرنا) ٹوٹ گیا نداء کے ساتھ جیسے یا زید. ہم کہیں گے کہ حرف نداء ادعوا اور اطلب کے قائم مقام ہے اور ان میں سے ہر ایک فعل ہے پس اس دعویٰ پر کوئی نقض نہیں۔

تشریح: فان قیل الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دینا ہے۔

اعتراض: کی تقریر یہ ہے کہ آپ کا حصر کا یہ دعوٰی کرنا کہ "کلام صرف دوصورتوں (دو اسموں یا ایک اسم اور ایک فعل) سے مرکب

ہوتی ہے'' باطل ہے۔ اس لئے کہ یا زیدٌ بالاتفاق ایک کلام ہے حالانکہ یہ نہ دواسموں سے مرکب ہے نہ ایک اسم اور ایک فعل سے مرکب ہے۔ بلکہ یہ ایک حرف اور ایک اسم سے مرکب ہے۔

جواب: کا حاصل یہ ہے کہ یَا زیدُ میں اسناد کی دونوں طرفیں یعنی مسند اور مسند الیہ محذوف ہیں اس لئے کہ یَا حرفِ نداء ہے جو قائم مقام اَدعُو یا اَطلُبُ کے ہے اور یا زیدُ کی تقدیر اَدعو زیدًا یا اطلبُ زیداً ہے اور اَدعو یا اطلب فعل ہیں۔ پس یا زید درحقیقت ایک حرف اور اسم سے مرکب نہیں بلکہ ایک فعل یعنی ادعوا اور ایک اسم سے مرکب ہے جو اَدعو کے اندر پوشیدہ ہے یعنی اَنَا ضمیر اور زیداً مفعول بہ زائد ہے جو نہ مسند الیہ ہے نہ مسند۔

وَاِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمُقَدِّمَةِ فَلْنَشْرَعْ فِی الْاَقْسَامِ الثَّلٰثَةِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ. اَلْقِسْمُ الْاَوَّلُ فِی الْاِسْمِ وَقَدْ مَرَّ تَعْرِیْفُه وَهُوَ یَنْقَسِمُ اِلَی الْمُعْرَبِ وَالْمَبْنِیِّ. فَلْنَذْكُرْ اَحْكَامَهُ فِیْ بَابَیْنِ وَخَاتِمَةٍ.

ترجمہ: اور جب ہم مقدمہ سے فارغ ہوگئے تو ہمیں چاہئے کہ اقسام ثلاثہ میں شروع ہوں اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ پہلی قسم اسم میں ہے اور اس کی تعریف گزر چکی ہے اور وہ (اسم) معرب و مبنی کیطرف تقسیم ہوتا ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم اس اسم کے احکام دو بابوں میں اور ایک خاتمہ میں ذکر کریں۔

تشریح: **القسم الاول الخ**. یہاں سے مصنفؒ اسم کی بحث کو شروع کررہے ہیں۔

وقد مرّ تعریفه الخ. یہاں سے یہ بتایا کہ چونکہ اس کی تعریف پہلے گذر چکی لہٰذا اب اس کی تقسیم کرنا ٹھیک ہے۔

وهو ینقسم الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض اعراب اور بناء کے اعتبار سے اسم کی تقسیم کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اعراب اور بناء کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں (۱) معرب (۲) مبنی۔

بابین الخ. پہلا باب اسم معرب کی تعریف، اس کے احکام اور اس کی اقسام کے بیان میں ہے اور دوسرا باب اسم مبنی اس کے احکام اور اس کی اقسام کے بیان میں ہے۔

خاتمة الخ. خاتمہ ان احکام کے بیان میں ہے جو معرب اور مبنی میں مشترک ہیں۔

اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِی الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ وَفِیْهِ مُقَدِّمَةٌ وَثَلٰثَةُ مَقَاصِدَ وَخَاتِمَةٌ. اَمَّا الْمُقَدِّمَةُ فَفِیْهَا فُصُوْلٌ.

ترجمہ: پہلا باب اسم معرب میں ہے اور اس میں ایک مقدمہ اور تین مقاصد اور ایک خاتمہ ہے لیکن مقدمہ پس اس میں چند فصل ہیں۔

تشریح: **مقدمة الخ**. مقدمہ میں چار فصلیں ہیں۔ پہلی فصل معرب کی تعریف کے بیان میں ہے، دوسری فصل معرب کے احکام کے بیان میں، تیسری فصل معرب کے اعراب کی اقسام کے بیان میں اور چوتھی فصل منصرف وغیر منصرف کی طرف معرب کی تقسیم کے بیان میں ہے۔

ثلٰثة مقاصد الخ. اس میں تین مقصد اور ایک خاتمہ ہے (۱) پہلا مقصد مرفوعات کے بیان میں (۲) دوسرا مقصد

منصوبات کے بیان میں (۳) تیسرا مقصد مجرورات کے بیان میں اور خاتمہ توابع کے بیان میں ہوگا۔

فصل: فِیْ تَعْرِیْفِ الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ رُكِّبَ مَعَ غَيْرِهٖ وَلَا يُشْبِهُ مَبْنِيَّ الْاَصْلِ اَعْنِي الْحَرْفَ وَالْاَمْرَ الْحَاضِرَ وَالْمَاضِيَ نَحْوُ زَيْدٌ فِيْ قَامَ زَيْدٌ لَا زَيْدٌ وَحْدَهٗ لِعَدَمِ التَّرْكِيْبِ وَلَا هٰؤُلَاءِ فِيْ قَامَ هٰؤُلَاءِ لِوُجُوْدِ الشِّبْهِ وَيُسَمّٰى مُتَمَكِّناً.

ترجمہ: فصل: اسم معرب کی تعریف کے بیان میں اور اسم معرب ہر وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو اور میں (مبنی الاصل سے) حرف اور امر حاضر اور ماضی مراد لیتا ہوں۔ جیسے وہ زید جو قام زید میں واقع ہے نہ کہ اکیلا زید بوجہ مرکب نہ ہونے کے اور نہ ہی ھؤلاء جو ہونے والا ہے قام ھؤلاء میں بوجہ مشابہت کے پائے جانے کے اور اسم معرب کا نام متمکن (بھی) رکھا جاتا ہے۔

تشریح: کل اسم الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض اسم معرب[1] کی تعریف کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم معرب ہر وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو۔ گویا کہ اسم کے معرب ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں (۱) ترکیب مع الغیر (۲) عدم مشابہت بالمبنی الاصل۔

اعنی الخ: یہاں سے مبنی الاصل کو واضح کر رہے ہیں فرماتے ہیں کہ مبنی الاصل تین چیزیں ہیں۔ فعل، ماضی، امر حاضر معروف اور تمام حروف۔

رُکّب مع غیرہ: میں ترکیب سے مراد ترکیب مع العامل ہے جب ترکیب سے مراد ترکیب مع العامل ہے تو غلامُ زید میں غلامُ بسکون المیم معرب کی تعریف سے خارج ہے اس لئے کہ یہ ترکیب مع العامل نہیں اگر ترکیب مع العامل ہوتا تو مرفوع یا منصوب یا مجرور ہوتا۔

نحو زید الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض اسم معرب کی ایک مطابقی مثال اور دو احترازی مثالیں بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ زیدٌ جو کہ قام زید میں واقع ہے یہ معرب ہے۔ اس لئے کہ اس پر اسم معرب کی تعریف صادق آتی ہے وہ اس طرح کہ یہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہے اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں۔ اور تنہا زید معرب نہیں اسلئے کہ یہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب نہیں اور ھٰؤلآء جو کہ قام ھٰؤلآء میں واقع ہے یہ بھی معرب نہیں اس لئے کہ اگرچہ یہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہے لیکن مبنی الاصل یعنی حرف کے مشابہ ہے۔ وجہ مشابہت یہ ہے کہ جس طرح حرف دوسرے کلمہ کے ملانے کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی طرح اسم اشارہ، مشار الیہ کا محتاج ہوتا ہے۔

ویسمّٰی متمکّناً الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض ایک اصطلاح کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نحویوں کی اصطلاح میں اسم معرب کو اسم متمکن بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ متمکن مشتق ہے تمکّن سے اور تمکّن کا معنی ہے جگہ دینا اور متمکن کا معنی ہے جگہ دینے والا، چونکہ یہ اسم بھی اعراب کو جگہ دیتا ہے اس لئے اس کو متمکن کہتے ہیں۔

فَصْلٌ: حُكْمُهٗ اَنْ يَّخْتَلِفَ اٰخِرُهٗ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ اخْتِلَافًا لَفْظِيًّا نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَرَأَيْتُ زَيْداً

وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ اَوْ تَقْدِيْرِيًّا نَحْوُ جَاءَ نِيْ مُوْسٰى وَرَأَيْتُ مُوسٰى وَمَرَرْتُ بِمُوْسٰى.

ترجمہ: فصل، اسم معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے مختلف ہونے کے سبب مختلف ہوجائے اختلاف لفظی جیسے جاءنی زید، رأیت زیداً، مررت بزید اختلاف تقدیری جیسے جاءنی موسٰی، رأیت موسیٰ. مررت بموسیٰ۔

تشریح: **حکمه الخ.** حکمهٗ[۱] سے مصنفؒ کی غرض اسم معرب کا حکم بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا حکم یہ ہے کہ عوامل کے مختلف ہونے سے اس کا آخر مختلف وتبدیل ہوتا ہے۔خواہ وہ اختلاف وتبدیلی لفظاً ہو یا تقدیراً، لفظاً ہو جیسے جاء نی زیدٌ و رأیتُ زیداً و مررتُ بزیدٍ، اس میں زید کے آخری حرف کی حرکت عامل کے بدلنے سے لفظاً بدلتی رہی یا اختلاف وتبدیلی تقدیراً ہو جیسے جاء نی موسٰی ورایتُ موسٰی و مررتُ بموسٰی، اس میں موسٰی کے آخری حرف کی حرکت عامل کے بدلنے سے تقدیراً[۲] بدلتی رہی۔لفظاً تبدیل نہیں ہوئی۔

فائدہ: اسم معرب کے آخر میں جو تبدیلی ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں (۱) اختلاف لفظی جو زبان سے ادا ہو (۲) اختلافِ تقدیری جو زبان سے ادا نہ ہو۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں (۱) ذاتی: یعنی معرب کا آخری حرف دوسرے حرف سے بدل جائے یہ اس وقت ہوگا جب معرب پر اعراب بالحرف ہو جیسے جاءنی ابوک، رأیت اباک، مررت بابیک۔ (۲) وصفی: یعنی معرب کے آخری حرف کی حرکت دوسری حرکت سے بدل جائے اور یہ اس وقت ہوگا جب معرب پر اعراب بالحرکت ہو جیسے جاءنی زیدٌ رأیت زیداً، مررت بزیدٍ۔

فائدہ: عوامل کے مختلف ہونے سے مراد یہ ہے کہ عوامل عمل میں مختلف ہوں یعنی ایک رفع دینے والا اور دوسرا نصب دینے والا اور تیسرا جر دینے والا ہو۔

اَلْاِعْرَابُ مَابِهٖ يَخْتَلِفُ آخِرُ الْمُعْرَبِ كَالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ وَالْكَسْرَةِ وَالْوَاوِ وَالْاَلِفِ وَالْيَاءِ.

ترجمہ: اعراب وہ ہے جس کے سبب سے معرب کا آخر مختلف ہوجائے مثل ضمہ، فتحہ، کسرہ، اور واؤ، الف اور یاء کے۔

تشریح: **الاعراب ما به[۳] الخ.** یہاں سے مصنفؒ کی غرض اعراب کی تعریف کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اعراب وہ حرف یا حرکت ہے جس کے سبب سے معرب کا آخر تبدیل ہوجائے۔ پھر اعراب کی دو قسمیں ہیں (۱) حرکتی جیسے ضمہ، فتحہ، کسرہ (۲) حرفی جیسے واؤ، الف یاء۔

فائدہ: ضمہ، فتحہ، کسرہ جب ''تاء'' کے ساتھ ہوں تو معرب ومبنی دونوں کے اعراب پر بولے جاتے ہیں اور مبنی کے اعراب کیلئے ضمٌّ، فتحٌ، کسرٌ (بدون التاء) بولے جاتے ہیں اور معرب کے اعراب کیلئے رفع، نصب جر بولے جاتے ہیں۔

وَاِعْرَابُ الْاِسْمِ عَلٰى ثَلاَ ثَةِ اَنْوَاعٍ رَفْعٍ وَّنَصْبٍ وَّجَرٍ.

ترجمہ: اور اسم کا اعراب تین قسم پر ہے رفع نصب جر۔

اعراب الاسم الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض اسم کے اعراب کی اقسام کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم کے اعراب کی تین قسمیں ہیں۔ رفع، نصب، جر، رفع ونصب یہ اسم اور فعل کے درمیان مشترک ہیں اور جر اسم کے ساتھ اس طرح خاص ہے جس طرح جزم فعل کے ساتھ خاص ہے۔

وَالْعَامِلُ مَا بِهٖ رَفْعٌ اَوْ نَصْبٌ اَوْ جَرٌّ.

ترجمہ: اور عامل وہ ہے جس کی وجہ سے رفع یا نصب یا جر آئے۔

تشریح: العامل الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض عامل کی تعریف کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عامل وہ ہے جس کی وجہ سے رفع یا نصب یا جر حاصل ہو۔ جیسے جاءنی زید میں جاء عامل ہے جس کے سبب سے زید پر رفع آیا ہے۔ رأیت زیداً میں رأیتُ عامل ہے جس کی وجہ سے زیداً پر نصب ہے۔ مررت بزید میں باء عامل ہے جس کی وجہ سے زید پر جر ہے۔

وَمَحَلُّ الْاِعْرَابِ مِنَ الْاِسْمِ هُوَ الْحَرْفُ الْاَخِيْرُ مِثَالُ الْكُلِّ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ فَقَامَ عَامِلٌ وَزَيْدٌ مُعْرَبٌ وَالضَّمَّةُ اِعْرَابٌ وَالدَّالُ مَحَلُّ الْاِعْرَابِ.

ترجمہ: اور اسم کے اعراب کا محل وہ حرف اخیر ہے تمام کی مثال، مثل قام زید کے ہے پس قام عامل ہے اور زید معرب ہے اور ضمہ اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے۔

تشریح: محل الاعراب الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض اسم کے اعراب کا محل بتانا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم کے اعراب کا محل اسم کا آخری حرف ہے۔

مثال الکل: یہاں سے مصنفؒ کی غرض عامل، معرب، اعراب اور محل اعراب کی مثال بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان سب کی مثال قام زیدٌ ہے اس میں قام عامل ہے زیدٌ معرب ہے ضمہ اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے۔

فائدہ: ذات کے اعتبار سے اعراب کی ابتداءً دو قسمیں ہیں۔ (۱) اعراب بالحرکت (۲) اعراب بالحرف یعنی اگر معرب کے آخر میں اعراب حرکت کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کو اعراب بالحرکت کہتے ہیں اور اس کا دوسرا نام اعراب حرکتی اور اعراب بالاصل ہے اور اگر معرب کے آخر میں اعراب حرف کے ساتھ پڑھا جائے اس کو اعراب بالحرف کہتے ہیں اور اس کا دوسرا نام اعراب حرفی اور اعراب بالفرع ہے۔

پھر ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ لفظی جو زبان سے پڑھا جائے اور تقدیری جو زبان سے نہ پڑھا جائے لیکن عقل سے سمجھا جائے

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَايُعْرَبُ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ اِلَّا الْاِسْمُ الْمُتَمَكِّنُ وَالْفِعْلُ الْمُضَارِعُ وَسَيَجِيْءُ حُكْمُهٗ فِي الْقِسْمِ الثَّانِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

ترجمہ: اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ کلام عرب میں معرب نہیں ہے مگر اسم متمکن اور فعل مضارع اور اس (فعل مضارع) کا حکم عنقریب قسم ثانی میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تشریح: **واعلم انّه الخ:** یہاں سے مصنفؒ کی غرض ایک فائدہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کلام عرب میں مطلق معرب فقط دو ہیں (۱) اسماء میں سے اسم متمکن معرب ہے بشرطیکہ ترکیب میں واقع ہو۔

فائدہ: اگر اسم متمکن ترکیب میں واقع نہ ہو تو مبنی ہوگا اور اسم غیر متمکن بھی مبنی ہے۔

(۲) افعال میں سے فعل مضارع معرب ہے بشرطیکہ نون جمع مؤنث اور نون تاکید سے خالی ہو، فعل مضارع کا حکم عنقریب دوسری قسم میں آئے گا۔

فائدہ: اگر فعل مضارع کے ساتھ نون جمع مؤنث یا نون تاکید (نون ثقیلہ، نون خفیفہ) ملا ہوا ہو تو مبنی ہونگے، اسی طرح فعل ماضی، امر حاضر معروف بھی مبنی ہیں۔

فَصُلٌ فِیْ اَصْنَافِ اِعْرَابِ الْاِسْمِ وَهِیَ تِسْعَةُ اَصْنَافٍ. اَلْاَوَّلُ اَنْ یَكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِالْكَسْرَةِ

ترجمہ: یہ فصل اسم معرب کے اعراب کی اقسام میں ہے اور وہ نو اقسام ہیں۔ اول قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ ہو۔

تشریح: **فصل فی اصناف الخ۔** یہاں سے مصنفؒ کی غرض اسم معرب کے اعراب کی اقسام بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم متمکن کے اعراب کی نو اقسام ہیں اور اسماء معربہ متمکنہ کی سولہ اقسام ہیں۔

وَیُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الْمُنْصَرِفِ الصَّحِیْحِ وَهُوَ عِنْدَ النُّحَاةِ مَا لَا یَكُوْنُ فِیْ اٰخِرِهٖ حَرْفُ عِلَّةٍ كَزَیْدٍ وَبِالْجَارِیْ مَجْرَی الصَّحِیْحِ وَهُوَ مَا یَكُوْنُ فِیْ اٰخِرِهٖ وَاوٌ اَوْ یَاءٌ مَا قَبْلَهُمَا سَاكِنٌ كَدَلْوٍ وَظَبْیٍ وَبِالْجَمْعِ الْمُكَسَّرِ الْمُنْصَرِفِ كَرِجَالٍ تَقُوْلُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَدَلْوٌ وَظَبْیٌ وَ رِجَالٌ وَرَأَیْتُ زَیْداً وَدَلْوًا وَظَبْیًا وَ رِجَالاً وَمَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَدَلْوٍ وَظَبْیٍ وَ رِجَالٍ.

ترجمہ: اور یہ اعراب مفرد منصرف صحیح کے ساتھ مختص ہے اور وہ نحویوں کے ہاں وہ ہے کہ اس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے زید اور (یہ اعراب) جاری مجری صحیح کے ساتھ (مختص ہے) اور وہ یہ ہے کہ اس کے آخر میں ایسی واؤ یا یاء ہو کہ جن کا ماقبل ساکن ہو جیسے **دلو** و ظبی اور جمع مکسر منصرف کے ساتھ (مختص ہے) جیسے رجال تو کہے گا جاءنی **زید ودلو وظبی ورجال الخ۔**

تشریح: **الاول[۱] الخ:** اعراب کی پہلی قسم یہ ہے کہ رفع، ضمہ کے ساتھ، نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ ہو، یعنی جب رفع دینے والا عامل ہو تو اس حالت میں اسم معرب پر ضمہ ہو اور جب نصب دینے والا عامل ہو تو اسم معرب پر فتحہ ہو اور جب جر دینے والا عامل ہو تو اسم معرب پر کسرہ ہو، اعراب کی اس قسم کے تین محل ہیں یعنی اسماء معربہ متمکنہ کی سولہ اقسام میں درج ذیل تین اقسام کے ساتھ یہ اعراب مختص ہے۔

(۱) مفرد[۲] منصرف صحیح (۲) جاری مجری صحیح (۳) جمع مکسر[۳] منصرف۔

وهو عند النحاة الخ. چونکہ صحیح کی تعریف میں نحویوں اور صرفیوں کا اختلاف ہے۔ اس لئے **وهو عند النحاة** سے صحیح عند النحاۃ کی تعریف کرتے ہیں کہ نحاۃ کے ہاں صحیح وہ ہے کہ جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے زیدٌ۔

وهو ما يكون الخ: سے مصنفؒ کی غرض جاری مجری صحیح کی تعریف کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جاری مجرٰی صحیح وہ اسم ہے کہ اس کے آخر میں واوٗ یا یاء ہو اور اس کا ماقبل ساکن ہو، جیسے دَلْوٌ، ضَبْيٌ۔

جمع المكسر المنصرف: وہ اسم ہے کہ جس میں واحد کا صیغہ سلامت نہ رہے جیسے رجالٌ، سب کی مشترکہ مثالیں جیسے جاءنی زیدٌ و دَلْوٌ و ظَبْیٌ و رجالٌ، رأیتُ زیدًا و دلوًا وضبیًا و رجالًا، مررتُ بزیدٍ ودلوٍ و ظبیٍ و رجالٍ۔

اَلثَّانِیُ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْکَسْرَةِ وَیُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ تَقُوْلُ هُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرَاَیْتُ مُسْلِمَاتٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ۔

ترجمہ: دوسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب و جر کسرہ کے ساتھ ہو اور یہ اعراب جمع مؤنث سالم کے ساتھ مختص ہے تو کہے گا هن مسلمات ورأيت مسلمات ومررت بمسلمات۔

تشریح: الثاني الخ: اعراب کی دوسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب اور جر کسرہ کے ساتھ ہو۔ اعراب کی اس قسم کا ایک محل ہے یعنی اسمائے معربہ متمکنہ کی سولہ اقسام میں سے ایک قسم کے ساتھ یہ اعراب مختص ہے۔ اور وہ جمع مؤنث سالم ہے۔ جمع مؤنث سالم وہ ہے کہ جس کے آخر میں الف اور تاء ہو جیسے هُنّ مسلماتٌ، رأيتُ مسلماتٍ، مررتُ بمسلماتٍ۔

اَلثَّالِثُ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْفَتْحَةِ وَیُخْتَصُّ بِغَیْرِ الْمُنْصَرِفِ کَعُمَرَ تَقُوْلُ جَاءَنِیْ عُمَرُ وَرَأَیْتُ عُمَرَ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ۔

ترجمہ: تیسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب و جر فتحہ کے ساتھ ہو اور یہ غیر منصرف کے ساتھ مختص ہے جیسے عمر تو کہے گا جاءنی عمر ورأيت عمر ومررت بعمر۔

تشریح: الثالث الخ: اعراب کی تیسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب اور جر فتحہ کے ساتھ ہو۔ اعراب کی اس قسم کا بھی ایک ہی محل ہے یعنی اسمائے معربہ متمکنہ میں سے ایک اسم کے ساتھ یہ اعراب مختص ہے اور وہ غیر منصرف ہے۔ غیر منصرف وہ اسم ہے کہ جس میں اسبابِ منع صرف میں سے دو سبب پائے جائیں یا ایک ایسا سبب پایا جائے جو دو سببوں کے قائم مقام ہو جیسے جاءنی عمرُ، رأيتُ عمرَ، مررتُ بعَمرَ۔

اَلرَّابِعُ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ وَالنَّصْبُ بِالْاَلِفِ وَالْجَرُّ بِالْیَاءِ وَیُخْتَصُّ بِالْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُکَبَّرَةً مُوَحَّدَةً مُضَافَةً اِلٰی غَیْرِ یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ وَهِیَ اَخُوْکَ وَاَبُوْکَ وَهَنُوْکَ وَحَمُوْکِ وَفُوْکَ وَذُوْمَالٍ تَقُوْلُ جَاءَنِیْ اَخُوْکَ وَرَأَیْتُ اَخَاکَ وَمَرَرْتُ بِاَخِیْکَ وَکَذَا الْبَوَاقِیُّ.

ترجمہ: چوتھی قسم یہ ہے کہ رفع واوٗ کے ساتھ ہو اور نصب الف کے ساتھ ہو اور جر یاء کے ساتھ اور یہ اعراب اسمائے ستہ مکبرہ کے ساتھ

مختص ہے دراں حالیکہ وہ (اسماء) مکبرہ ہوں موحدہ ہوں اور یائے متکلم کے علاوہ کسی اور کی طرف مضاف ہوں اور وہ (اسمائے ستہ مکبرہ) **اخوک، ابوک، ھنوک، حموک، فوک اور ذومال** ہیں تو کہے گا۔ **جاءنی اخوک رأیت اخاک مررت باخیک** اور اسی طرح باقی ہیں۔

حل ترکیب: (۲) واؤ استینا فیہ یختص فعل ھو ضمیر نائب الفاعل باء جار الاسماء الستۃ موصوف صفت ملکر ذوالحال مکبّرۃ حال اول موحدۃ حال ثانی مضافۃ حال ثالث الی غیر یاء المتکلم جار مجرور متعلق مضافۃ۔ ذوالحال اپنے تینوں حال سے ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یختص کے فعل مجہول اپنے نائب الفاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

حل ترکیب: (۳) واؤ عاطفہ یا استینا فیہ یا اعتراضیہ ھی ضمیر غائب راجع بسوئے اسماء الستۃ مرفوع محلاً مبتداء اخوک معطوف علیہ واؤ عاطفہ ابوک معطوف واؤ عاطفہ ھنوک معطوف واؤ عاطفہ حموک معطوف الخ تمام معطوفات ملکر خبر ہے مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ و کذا البواقیُّ کذا جار مجرور ثابتۃ کے متعلق جو کہ اپنے فاعل سے ملکر خبر مقدم البواقی مبتداء مؤخر مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف ہوا۔

تشریح: الرابع: اعراب کی اقسام تسعہ میں سے چوتھی قسم یہ ہے کہ رفع واؤ کے ساتھ ہو اور نصب الف کے ساتھ ہو اور جر یاء کے ساتھ ہو، اعراب کی اس قسم کا ایک محل ہے یعنی اسمائے معربہ متمکنہ میں سے ایک اسم کے ساتھ یہ اعراب مختص ہے اور وہ اسمائے ستّہ ہیں درانحالیکہ وہ مکبّرہ ہوں، موحّدہ ہوں اور یاء متکلم کے غیر کی طرف مضاف ہوں وہ اسماءِ ستہ یہ ہیں۔ **اخوک، ابوک، ھنوک، حموکِ، فوک اورذو مالٍ** جیسے **جاءنی ابوک، رأیت اباک، مررت بابیک**، اسماء ستہ مکبرہ کا یہ اعراب اس وقت ہوگا جب ان میں چار شرطیں پائی جائیں۔ اور وہ یہ ہیں:

(۱) **مکبّرةً:** پہلی شرط یہ ہے کہ یہ اسم مکبرہ ہوں، مصغرہ نہ ہوں اس لئے کہ اگر یہ مکبرہ نہ ہوں بلکہ مصغرہ ہوں تو ان کا اعراب بالحرکت ہوگا جیسے **جاءنی اُخیُّک، رأیتُ اُخیَّک، مررت بأخیّک**،

(۲) **موحّدةً:** دوسری شرط یہ ہے کہ یہ موحدہ ہوں اس لئے کہ اگر یہ موحدہ نہ ہوں بلکہ تثنیہ یا جمع ہوں تو پھر ان کا اعراب یہ نہیں ہوگا بلکہ تثنیہ اور جمع والا ہوگا جیسے تثنیہ کی مثال **جاء نی اخواک، رأیتُ اخویکَ مررتُ باخویکَ**، جمع کی مثال جیسے **جاءنی اخوتُک، رایتُ اخوتَک، مررت باخوتِک**،

(۳) **مضافًا:** تیسری شرط یہ ہے کہ یہ مضاف ہوں اسلئے کہ اگر یہ مضاف نہ ہوں تو پھر ان کا اعراب یہ نہیں ہوگا بلکہ ان کا اعراب مفرد منصرف صحیح والا اعراب بالحرکت ہوگا جیسے **جاءنی اخٌ، رأیتُ اخًا، مررت باخٍ**،

(۴) **الی غیر یاء متکلم،** چوتھی شرط یہ ہے کہ یہ یاء متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف مضاف ہوں خواہ وہ اسم ظاہر ہو یا اسم ضمیر، اس لئے کہ اگر یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان کا اعراب یہ نہ ہوگا بلکہ تینوں حالتوں میں اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا جیسے **جاءنی اخِیُ، رأیتُ اخِیُ، مررتُ باخِیُ**، پس جب یہ چار شرائط ان میں موجود ہونگی تو پھر ان کا یہ اعراب (رفع واؤ کے ساتھ، نصب الف کے ساتھ، اور جر یاء کے ساتھ) ہوگا جیسے **جاء ابوک، رأیت اباک، مررتُ بابیک**۔

اَلْخَامِسُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْاَلِفِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ الْمَفْتُوحِ مَا قَبْلَهَا وَيُخْتَصُّ بِالْمُثَنّٰى وَكِلَا مُضَافًا اِلٰى مُضْمَرٍ وَاثْنَانِ وَاثْنَتَانِ تَقُولُ جَاءَنِى الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَاثْنَانِ وَاثْنَتَانِ وَرَأَيْتُ الرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاثْنَيْنِ وَاثْنَتَيْنِ وَمَرَرْتُ بِالرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاثْنَيْنِ وَاثْنَتَيْنِ.

ترجمہ: پانچویں قسم یہ ہے کہ رفع الف کے ساتھ ہو اور نصب و جر یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ اور یہ اعراب تثنیہ اور کلا کے ساتھ مختص ہے۔ درانحالیکہ وہ (کلا) کی طرف مضاف ہو اور اثنان و اثنتان کے ساتھ مختص ہے۔ کہے گا تو جاء نی الرجلان کلاھما و اثنان و اثنتان الخ۔

تشریح: **الخامس**: معرب کے اعراب کی اقسامِ تسعہ میں سے پانچویں قسم یہ ہے کہ رفع الف کے ساتھ ہو اور نصب اور جر یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ اور اعراب کی اس قسم کے تین محل ہیں (۱) مثنّٰی جیسے رجلان (۲) کلا بشرطیکہ مضاف ہو ضمیر کی طرف (۳) اثنان و اثنتان جیسے جاءنی رجلان کلاھما و اثنان و اثنتان، رأیتُ رجلَین کلیھما و اثنین و اثنتین مررتُ برجلَین کلیھما و اثنین و اثنتین۔

کلا مضافًا الٰی مضمر: یعنی کِلا کا یہ اعراب اس وقت ہوگا جب وہ ضمیر کی طرف مضاف ہو اس لئے کہ اگر کِلا اسم ضمیر کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو تو پھر اس کا یہ اعراب نہ ہوگا بلکہ تینوں حالتوں میں اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا۔ جیسے جاءنی کلا الرجلین رأیت کلا الرجلین، مررت بکلا الرجلین۔

اَلسَّادِسُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِالْمَضْمُوْمِ مَا قَبْلَهَا وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ الْمَكْسُوْرِ مَا قَبْلَهَا وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَاُولُوْ وَعِشْرُوْنَ مَعَ اَخَوَاتِهَا تَقُولُ جَاءَنِىْ مُسْلِمُوْنَ وَعِشْرُوْنَ وَاُولُوْ مَالٍ وَرَأَيْتُ مُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ وَاُولِىْ مَالٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ وَاُولِىْ مَالٍ الخ.

ترجمہ: چھٹی قسم یہ ہے کہ رفع واؤ ماقبل مضموم کے ساتھ ہو اور نصب و جر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ اور یہ اعراب جمع مذکر سالم کے ساتھ مختص ہے جیسے مسلمون اور اُوْلُوْ اور عشرون مع نظائرھا کے ساتھ تو کہے گا جاءنی مسلمون و عشرون و اُوْلُوْ مال الخ۔

تشریح: **السادس**: معرب اعراب کی اقسامِ تسعہ میں سے چھٹی قسم یہ ہے کہ رفع واؤ ماقبل مضموم کے ساتھ ہو اور نصب و جر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ ہو۔ اعراب کی اس قسم کے تین محل ہیں (۱) جمع مذکر سالم جیسے مسلمون (۲) اُولو (۳) عشرون اور اس کے نظائر یعنی ہم مثل جیسے ثلثون تا تسعون جیسے جاءنی مسلمون و عشرون و اولو مالٍ، رأیت مسلمین و عشرین و اولی مالٍ، مررت بمسلمین و عشرین و اولی مالٍ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ نُونَ التَّثْنِيَّةِ مَكْسُوْرَةٌ اَبَدًا وَنُوْنَ جَمْعِ السَّلاَمَةِ مَفْتُوْحَةٌ اَبَداً وَكِلاَهُمَا تَسْقُطَانِ عِنْدَالْاِضَافَةِ تَقُوْلُ جَاءَنِىْ غُلاَمَا زَيْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرٍ.

ترجمہ: اور جان تو کہ بے شک نون تثنیہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور نون جمع سالم ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور یہ دونوں اضافت کے وقت گر جاتے ہیں تو کہے گا جاءنی غلاما زید و مسلمو مصر (آئے میرے پاس زید کے دو غلام اور مصر کے مسلمان)۔

تشریح: واعلم الخ: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ تثنیہ کا نون احوالِ ثلٰثہ میں ہمیشہ مکسور ہوتا ہے
قوله نون جمع السلامة الخ. جمع سالم کا نون احوال ثلٰثہ (رفع، نصب، جر) میں ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔
كلاهما تسقطان الخ: نونِ تثنیہ اورنونِ جمع اضافت کے وقت گر جاتے ہیں۔

اَلسَّابِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ وَيُخْتَصُّ بِالْمَقْصُوْرِ وَهُوَ مَا فِيْ آخِرِهٖ اَلِفٌ مَقْصُوْرَةٌ كَعَصَا وَ بِالْمُضَافِ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ غَيْرِ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ كَغُلَامِيْ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ عَصًا وَغُلَامِيْ وَرَأَيْتُ عَصًا وَغُلَامِيْ وَمَرَرْتُ بِعَصًا وَغُلَامِيْ.

ترجمہ: ساتویں قسم یہ ہے کہ رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ اور نصب تقدیری فتحہ کیساتھ اور جر تقدیری کسرہ کیساتھ ہو اور یہ اعراب اسم مقصور کے ساتھ مختص ہے اور وہ وہ ہے کہ اس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے **عصا** اور یہ اعراب اس اسم کیساتھ (مختص ہے) جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اس حال میں کہ وہ اسم جمع مذکر سالم کا غیر ہو جیسے غلامی کہے گا تو **ھذا عصا و غلامی** (یہ لاٹھی ہے اور یہ میرا غلام ہے) **رأیت عصا و غلامی** دیکھا میں نے لاٹھی اور اپنے غلام کو **مررت بعصا و غلامی** (گذرا میں لاٹھی اور اپنے غلام کیساتھ)

تشریح: والسابع الخ: اسم معرب کے اعراب کی اقسامِ تسعہ میں سے ساتویں قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ ہو نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور جر کسرہ تقدیری کے ساتھ اور اعراب کی اس قسم کے دو محل ہیں (۱) الف مقصور (۲) غیر جمع مذکر سالم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو (خواہ وہ اسم مفرد ہو یا جمع مکسر ہو جمع مؤنث سالم ہو جیسے **غُلامی** چونکہ اس کا آخر ''یاء'' ہے جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ میرا ماقبل مکسور ہو تو اس کے تقاضے کی بناء پر اس کے ماقبل پر ہمیشہ کسرہ ہوگا) جیسے **جاءنی عصًا و غلامی، رأیت عصًا و غلامی، مررت بعصًا و غلامی.**

وھو ما الخ سے اسم مقصور کی تعریف کر رہے ہیں۔ اسم مقصور: وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عصی، العلٰی۔

اَلثَّامِنُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَيُخْتَصُّ بِالْمَنْقُوْصِ وَهُوَ مَا فِيْ اٰخِرِهٖ يَاءٌ مَا قَبْلَهَا مَكْسُوْرٌ كَالْقَاضِيْ تَقُوْلُ جَاءَنِي الْقَاضِيْ وَرَأَيْتُ الْقَاضِيَ وَمَرَرْتُ بِالْقَاضِيْ.

ترجمہ: آٹھویں قسم یہ ہے کہ رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ ہو اور جر تقدیری کسرہ کے ساتھ اور نصب فتحہ کیساتھ ہو درانحالیکہ وہ فتحہ لفظی ہو اور یہ اعراب اسم منقوص کے ساتھ مختص ہے اور اسم منقوص وہ ہے کہ اس کے آخر میں ایسی یاء ہو جس کا ماقبل مکسور ہو جیسے **القاضی** کہے گا تو **جاءنی القاضی و مررت بالقاضی۔**

تشریح: والثامن الخ: اسم معرب کے اعراب کی اقسام تسعہ میں سے آٹھویں قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ ہو نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ ہو اور اعراب کی اس قسم کا ایک محل ہے یعنی اسم منقوص، جیسے **جاء نی القاضی، رأیت**

القاضی، مررتُ بالقاضی.

وھو ما الخ سے اسم منقوص کی تعریف کررہے ہیں کہ اسم منقوص وہ اسم ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو جیسے القاضی.

اَلتَّاسِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الْوَاوِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ لَفْظًا وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ مُضَافًا اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ تَقُوْلُ جَاءَنِىْ مُسْلِمِيَّ تَقْدِيْرُهٗ مُسْلِمُوْىَ اِجْتَمَعَتِ الْوَاوُ وَالْيَاءُ وَالْاُوْلٰى مِنْهُمَا سَاكِنَةٌ فَقُلِبَتِ الْوَاوُ يَاءً وَاُدْغِمَتِ الْيَاءُ فِى الْيَاءِ وَاُبْدِلَتِ الضَّمَّةُ بِالْكَسْرَةِ لِمُنَاسَبَةِ الْيَاءِ فَصَارَ مُسْلِمِيَّ وَرَاَيْتُ مُسْلِمِيَّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيَّ۔

ترجمہ: نویں قسم یہ ہے کہ رفع تقدیری واؤ کے ساتھ ہو اور نصب وجر یاء کے ساتھ درانحالیکہ وہ یاء لفظی ہو اور یہ اعراب جمع مذکر سالم کے ساتھ مختص ہے درانحالیکہ وہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو تو کہے گا جاءنی مسلمیَّ اصل اس کی مسلموی تھی واؤ اور یاء جمع ہوگئیں اور اول ان میں سے ساکن ہے پس واؤ کو یاء سے تبدیل کیا گیا اور یا کو یاء میں مدغم کیا گیا اور یاء کی مناسبت کی وجہ سے ضمہ کو کسرہ سے بدلا گیا پس مسلمی ہوگیا اور رأیت مسلمی اور مررت بمسلمی۔

تشریح: التاسع الخ: اسم معرب کے اعراب کی اقسام تسعہ میں سے نویں قسم یہ ہے کہ رفع واؤ تقدیری کے ساتھ ہو، نصب اور جر یاء لفظی کے ساتھ ہو اور اعراب کی اس قسم کا ایک محل ہے یعنی جمع مذکر سالم جبکہ وہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے مسلمی جو اصل میں مسلمُون تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا تو مسلموئ ہوگیا واؤ اور یاء جمع ہوگئے جن میں سے پہلا ساکن تھا واؤ کو یاء کیا پھر یاء کا یاء میں ادغام کردیا تو مسلُمیّ ہوگیا پھر یاء کی مناسبت سے یاء کے ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا تو مسلِمیّ ہوگیا جیسے جاءنی مسلِمیَّ، رأیت مسلِمیَّ مررت بمُسلِمیَّ۔

فائدہ: مضافا الی یاء المتکلم یہ جمع المذکر السالم سے حال ہے۔

<u>فَصْلٌ</u>: اَلْاِسْمُ الْمُعْرَبُ عَلٰى نَوْعَيْنِ مُنْصَرِفٌ وَهُوَ مَا لَيْسَ فِيْهِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ يَقُوْمُ مَقَامَهُمَا مِنَ الْاَسْبَابِ التِّسْعَةِ كَزَيْدٍ وَيُسَمَّى الْاِسْمَ الْمُتَمَكِّنَ وَحُكْمُهٗ اَنْ يَّدْخُلَهُ الْحَرَكَاتُ الثَّلٰثُ مَعَ التَّنْوِيْنِ تَقُوْلُ جَاءَنِىْ زَيْدٌ وَرَاَيْتُ زَيْداً وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَغَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَهُوَ مَا فِيْهِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ مِّنْهَا يَقُوْمُ مَقَامَهُمَا.

وَالْاَسْبَابُ التِّسْعَةُ هِىَ الْعَدْلُ وَالْوَصْفُ وَالتَّانِيْثُ وَالْمَعْرِفَةُ وَالْعُجْمَةُ وَالْجَمْعُ وَالتَّرْكِيْبُ وَالْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ وَوَزْنُ الْفِعْلِ وَحُكْمُهٗ اَنْ لَّا يَدْخُلَهُ الْكَسْرَةُ وَالتَّنْوِيْنُ وَيَكُوْنُ فِىْ مَوْضِعِ الْجَرِّ مَفْتُوْحًا اَبَدًا تَقُوْلُ جَاءَنِىْ اَحْمَدُ وَرَاَيْتُ اَحْمَدَ وَمَرَرْتُ بِاَحْمَدَ.

ترجمہ: اسم معرب دو قسم پر ہے (۱) منصرف اور وہ وہ ہے کہ اس میں اسباب تسعہ میں سے دو سبب یا ایک ایسا سبب جو دو کے قائم مقام ہو نہ پایا جائے جیسے زید اور اس کا نام اسم متمکن رکھا جاتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ داخل ہوتی ہیں اس پر تینوں حرکتیں تنوین سمیت تو کہے گا جاءنی زید الخ اور غیر منصرف اور وہ وہ ہے کہ اس میں ان (نو اسباب) میں سے دو سبب ہوں یا ایک ایسا سبب ہو جو دو کے قائم

مقام ہو اور وہ نو اسباب عدل اور وصف اور تانیث الخ ہیں اور اس (غیر منصرف) کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین داخل نہیں ہوتے اور جر کے موقع میں ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے تو کہے گا جاءنی **احمد** الخ۔

تشریح: **فصل الاسم المعرب الخ.** یہاں سے مصنفؒ انصراف وعدمِ انصراف کے اعتبار سے اسم معرب کی تقسیم فرما رہے ہیں، انصراف وعدمِ انصراف کے اعتبار سے اسم معرب کی دو قسمیں ہیں (۱) منصرف[۱] (۲) غیر منصرف۔

وھو ما لیس الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض منصرف کی تعریف کرنا ہے۔

منصرف: وہ اسم ہے جس میں منع صرف کے اسبابِ تسعہ میں سے دو سبب یا ایک ایسا سبب جو دو سببوں کے قائم مقام ہو، نہ پایا جائے جیسے زید منصرف ہے اس لئے کہ اس میں اسبابِ تسعہ میں سے دو سبب یا ایک ایسا سبب جو دو سببوں کے قائم مقام ہو نہیں پایا جاتا۔

ویسمّٰی الخ: سے مصنفؒ کی غرض ایک اصطلاح کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم منصرف کو اسم متمکن بھی کہتے ہیں۔

احکمه الخ: سے مصنفؒ کی غرض منصرف کا حکم بیان کرنا ہے۔ منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکتیں مع تنوین کے داخل ہوتی ہیں جیسے **جاءنی زید، رأیت زیداً، مررت بزید**، اس میں زید منصرف ہے اس لئے کہ اس پر تینوں حرکتیں مع تنوین کے داخل ہیں

وھو ما فیه الخ: سے مصنفؒ کی غرض غیر منصرف کی تعریف کرنا ہے۔

غیر منصرف: وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب موجود ہوں یا ایک ایسا سبب موجود ہو جو دو سببوں کے قائم مقام ہو۔

اسبابِ تسعہ یہ ہیں عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ، جمع، ترکیب، وزن فعل، الف ونون زائدتان۔

وحکمه الخ: سے مصنفؒ کی غرض غیر منصرف کا حکم بیان کرنا ہے۔

غیر منصرف کا حکم: یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین[۲] نہیں اور جر کی حالت میں ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے جیسے **جاءنی احمدُ، رأیت احمد مررت باحمَد**، اس میں **احمد** غیر منصرف ہے اس لئے کہ اس پر تنوین وکسرہ نہیں داخل ہوا۔

غیر منصرف پر چونکہ جر تو آتی ہے لیکن فتحہ کے ساتھ آتی ہے اس لئے مصنفؒ نے **ان لا یدخله الکسرة** کہا۔

اَمَّا الْعَدْلُ فَهُوَ تَغَيُّرُ اللَّفْظِ مِنْ صِيْغَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ اِلٰى صِيْغَةٍ اُخْرىٰ تَحْقِيْقًا اَوْ تَقْدِيْرًا

ترجمہ: لیکن عدل پس وہ لفظ کا اپنی اصل شکل سے دوسری شکل کی طرف تبدیل ہونا ہے تحقیقی طور پر یا تقدیری طور پر۔

تشریح: **امّا العدل[۱] الخ.** مصنفؒ اسبابِ تسعہ کو اجمالاً بیان کرنے کے بعد ان کو مفصّلاً بیان فرما رہے ہیں۔

عدل کا لغوی معنی ہے پھیرنا اور **اصطلاحی معنی**: لفظ کا اپنے اصلی صیغہ (شکل) سے دوسرے صیغہ (شکل) کی طرف چلے جانا اور تبدیل ہونا ہے خواہ وہ تبدیلی تحقیقی ہو یا تقدیری۔

فائدہ: عدل کی تعریف میں دو شرطیں معتبر ہیں ۱۔ مادہ اصلیہ باقی رہے ۔۲۔ تبدیلی صرفی ونحوی قاعدہ کے تحت نہ ہو لہذا مقول جو مقوول سے نکلا ہے اس میں عدل نہ ہوگا اس لیے کہ یہ تبدیلی صرفی قاعدہ کے تحت ہوئی ہے۔

تحقیقًا او تقدیرًا. ان کے نصب میں کئی احتمال ہیں۔

(۱) یہ منصوب ہیں فعل محذوف "حُقِّق اور قُدِّر کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے اصل میں عبارت یوں تھی حُقِّق تحقیقًا او قُدِّر تقدیرًا۔

(۲) یہ منصوب ہیں اس بناء پر کہ یہ صفت ہیں موصوف محذوف کی جو کہ تغیراً ہے اصل میں عبارت یوں تھی "هو تغیر اللفظ عن صیغته الاصلیة الی صیغة اخریٰ تغیرًا تحقیقًا او تغیرا تقدیراً اور یہ اس وقت اسم مفعول کے معنی میں ہونگے یعنی تغیراً محققًا او تغیراً مقدرًا۔ اس صورت میں بھی موصوف صفت ملکر تغیر اللفظ کا مفعول مطلق ہونگے۔

(۳) یہ منصوب ہیں اس بناء پر کہ یہ تغیر اللفظ سے تمیز ہیں۔

مصنفؒ کی غرض اس تعمیم سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ عدل کی دو قسمیں ہیں: (۱) عدل تحقیقی (۲) عدل تقدیری۔

عدل تحقیقی: جس کی واقعی کوئی اصل ہو محض فرض نہ کر لی گئی ہو اسم کے خروج کا ایسے معدول عنہ سے اعتبار کریں جو خارج میں موجود اور محقق ہو، معدول عنہ کے خارج میں موجود اور محقق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسم معدول کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ کوئی اور مستقل دلیل معدول عنہ کے وجود پر دلالت کرے۔

عدل تقدیری: اسم کے خروج کا ایسے معدول عنہ سے اعتبار کریں جو خارج میں موجود نہ ہو بلکہ مفروض اور مقدر ہو، معدول عنہ کے مفروض اور مقدر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسم معدول کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ کوئی اور مستقل دلیل معدول عنہ کے وجود پر دلالت نہ کرے۔ بلکہ اس کا غیر منصرف پڑھا جانا ہی اس کے معدول ہونے کی دلیل ہو اور اس کا غیر منصرف پڑھا جانا ہی اس بات کی دلیل ہو کہ اس کا کوئی معدول عنہ موجود ہے۔

وَلاَ يَجْتَمِعُ مَع وَزْنِ الْفِعْلِ اَصْلاً وَيَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ كَعُمَرَ وَزُفَرَ وَمَعَ الْوَصْفِ كَثُلاَثَ وَمَثْلَثَ وَاُخَرَ وَجُمَعَ۔

ترجمہ: اور عدل وزن فعل کیساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اور علمیت کیساتھ جمع ہوتا ہے۔ جیسے عمر اور زفر اور وصف کے ساتھ (جمع ہوتا ہے) جیسے ثلٰث اور مثلث اور اخر اور جمع۔

تشریح: ولا یجتمع مع وزن الفعل الخ: عدل، وزن فعل کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوسکتا یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ کسی اسم کے غیر منصرف ہونے کا ایک سبب عدل ہو اور دوسرا وزن فعل ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عدل کے اوزان میں سے کوئی وزن بھی وزن فعل نہیں ہے۔ جب عدل کے اوزان میں سے کوئی وزن، وزنِ فعل نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ عدل، وزنِ فعل کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔

ویجتمع مع العلميّة: یعنی عدل علمیت کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے یعنی ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی اسم کے غیر منصرف ہونے کا ایک سبب عدل ہو اور دوسرا علمیت ہو۔

عمر و زُفر الخ. یہ دونوں عدل تقدیری کی اور عدل کے علمیت کے ساتھ جمع ہونے کی مثالیں ہیں وہ اس طرح کہ یہ دونوں کلامِ عرب میں غیر منصرف استعمال ہوتے ہیں اور ان میں غیر منصرف ہونے کا صرف ایک سبب علمیت ہے اور ایک سبب کلمہ کو غیر منصرف نہیں بنا سکتا اور یہ ایک سبب دو سببوں کے قائم مقام بھی نہیں تو استعمال کا لحاظ کرتے ہوئے ان میں ایک اور سبب عدل[1] فرض کر

لیا گیا اور مان لیا گیا ہے یعنی یہ فرض کر لیا گیا کہ ان میں عدل ہے پھر چونکہ عدل کا اعتبار کرنا موقوف ہے معدول عنہ کے وجود پر لیکن یہاں ان کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ کوئی اور دلیل ان کے معدول عنہ کے وجود پر دلالت نہیں کرتی اس لئے فرض کر لیا گیا کہ عُمر کی اصل عامِر ہے اور زُفر کی اصل زافِر ہے یعنی عُمر معدول ہے اور عامِر سے اور زُفر معدول ہے زافِر سے پھر یہ عدل تقدیری ہیں کیونکہ عمر و زُفر کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ کوئی اور مستقل دلیل معدول عنہ کے وجود پر دلالت نہیں کرتی۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ان میں غیر منصرف ہونے کے دوسبب علمیت اور عدل تقدیری ہیں۔

و مع الوصف: یعنی عدل وصف کے ساتھ بھی جمع ہوسکتا ہے یعنی ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی اسم کے غیر منصرف ہونے کا ایک سبب عدل ہو اور دوسرا وصف۔

قوله ثلٰث و مثلث الخ. یہ دونوں عدل تحقیقی کی اور عدل کے وصف کے ساتھ جمع ہونے کی مثالیں ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ دونوں کلام عرب میں غیر منصرف استعمال ہوتے ہیں اور ان میں غیر منصرف ہونے کا ایک سبب وصف پایا جاتا ہے لیکن ایک سبب سے اسم غیر منصرف نہیں ہوسکتا اور یہ ایک سبب دوسببوں کے قائم مقام بھی نہیں تو استعمال کا لحاظ کرتے ہوئے ان میں عدل کو مان لیا گیا ہے کیونکہ ثلاث و مثلث میں تکرارِ معنی ہے کیونکہ ان کا معنی ہے ''تین تین'' اور تکرارِ معنی تقاضا کرتا ہے تکرارِ لفظ کا۔ پس یہ تکرارِ معنی اس بات کی دلیل اور شاہد ہے کہ ان کی اصل ثلاثۃٌ، ثلاثۃٌ ہے پس ثُلاث اور مثلث ثلاثۃٌ، ثلاثۃٌ سے معدول ہیں اور یہ عدل تحقیقی ہیں کیونکہ ان کی اصل شکل یعنی معدول عنہ کے وجود پر ان کے غیر منصرف ہونے کے علاوہ مستقل دلیل موجود ہے اور وہ مستقل دلیل تکرارِ معنی ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ان میں دوسبب پائے جاتے ہیں عدل تحقیقی اور وصف۔

اُخر الخ. یہ عدل تحقیقی کی اور عدل کے وصف کے ساتھ جمع ہونے کی مثال ہے۔ وصف اس طرح پایا جاتا ہے کہ یہ اسمِ تفضیل ہے۔ اور اسم تفضیل میں زیادتی والا معنی وصفی معنی ہوتا ہے اور عدل اس طرح پایا جاتا ہے کہ اُخر جمع ہے اُخریٰ کی اور اُخریٰ مؤنث ہے اُخر کی اور آخر اسم تفضیل ہے تو جب آخر اسم تفضیل ہے تو اس کی مؤنث کی جمع اُخر بھی اسم تفضیل ہوگی۔ اور اسم تفضیل کا قانون یہ ہے کہ اس کا استعمال تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے ہوتا ہے (۱) الف لام کے ساتھ (۲) مِن کے ساتھ (۳) اضافت کے ساتھ، لیکن اُخر ان میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ بھی مستعمل نہیں ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ (اُخَر) ان تینوں میں سے کسی ایک سے معدول ہے پھر بعض نے کہا اُخر من القوم سے معدول ہے لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ اصل میں اُخر القوم تھا یعنی مستعمل بالاضافۃ تھا اور اسی سے معدول[1] ہے اور یہ عدلِ تحقیقی ہے کیونکہ اصلی شکل یعنی معدول عنہ کے وجود پر اُخر کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ مستقل دلیل موجود ہے۔ اور وہ مستقل دلیل اسم تفضیل کے استعمال والا قاعدہ اور ضابطہ ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ اس میں دوسبب پائے جاتے ہیں یعنی عدل تحقیقی اور وصف۔

جُمع الخ. یہ عدل تحقیقی کی اور عدل کے وصف کے ساتھ جمع ہونے کی مثال ہے۔ اس میں وصف تو اس طرح پایا جاتا ہے کہ غالب یہی ہے کہ فَعُلاء صفتی کی جمع ہے اور عدل اس طرح پایا جاتا ہے کہ جُمع یہ جمع ہے جَمعاء کی اور جمعاء مونث ہے اَجمع کی اور فعلاء[2] افعل کی دوقسمیں ہیں (۱) صفتی (۲) اسمی، اور قاعدہ ہے کہ فعلاء افعل صفتی کی جمع فُعُلٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے حمراء

وصغی کی جمع حُمُر آتی ہے اور فعلاء اسم ذات کی فعالیٰ یا فعلا وات کے وزن پر آتی ہے جیسے صحراء (اسمی) کی جمع صحاریٰ یا صحراوات آتی ہے لہٰذا قاعدہ کے مطابق جمعاء کی جمع، جُمُعٌ یا جماعَی یا جمعاوات کے وزن پر آنی چاہیے۔ حالانکہ جُمع ان تینوں میں سے کسی وزن پر بھی نہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ ان تینوں میں سے کسی ایک سے معدول ہے اگر جُمَعَ جَمْعَاءُ فَعْلاءُ صفتی کی جمع ہو تو پھر یہ جُمَعُ معدول ہوگی جُمْع سے اور اگر جمعاء اسم ذات کی جُمَعَ جَمْعَاءُ ہو تو پھر جُمَعُ جمعاء معدول ہوگی جماعیٰ یا جمعاوات سے اور یہ عدل تحقیقی ہے کیونکہ معدول عنہ کے وجود پر جُمع کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ مستقل دلیل موجود ہے اور وہ مستقل دلیل فعلاء صفتی یا فعلاء اسم ذات کی جمع کا قاعدہ ہے پس معلوم ہوا کہ جُمع میں دو سبب پائے جاتے ہیں یعنی عدل تحقیقی اور وصف۔

اَمَّا الْوَصْفُ فَلاَ يَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ اَصْلاً وَشَرْطُهُ اَنْ يَكُوْنَ وَصْفًا فِيْ اَصْلِ الْوَضْعِ فَاَسْوَدُ وَاَرْقَمُ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَاِنْ صَارَا اِسْمَيْنِ لِلْحَيَّةِ لِاِصَالَتِهِمَا فِي الْوَصْفِيَّةِ.

ترجمہ: لیکن وصف پس وہ علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ اصل وضع میں وصف ہو پس اسود اور ارقم غیر منصرف ہیں اگر چہ یہ سانپ کے دو نام ہو چکے ہیں۔ بوجہ اصل ہونے ان کے وصفیت میں۔

تشریح: **اما الوصف الخ**. وصف کا لغوی معنی ہے تعریف کرنا اور اصطلاح میں اس کے دو معنی ہیں۔

(۱) وصف وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کی یا اپنے متبوع کے متعلق کی اچھی یا بری حالت کو ظاہر کر دے جیسے جاءنی رجل عالم میں عالمٌ وصف ہے جو رجلٌ کی اچھی حالت کو ظاہر کر رہا ہے۔

(۲) اسم کا ایسی ذاتِ مبہمہ پر دلالت کرنے والا ہونا جس میں کسی نہ کسی وصفی معنی کا لحاظ ہو جیسے احمر (سرخ رنگ والا) کہ یہ ایسی ذاتِ مبہمہ پر دلالت کرتا ہے جس میں صفتِ حُمرت کا لحاظ ہو۔ یہاں منع صرف کے باب میں وصف سے اس کا دوسرا معنی مراد ہے جبکہ توابع کے باب میں وصف سے اسکا پہلا معنی مراد ہے۔

فلايجتمع مع العلميّة اصلاً الخ. وصف علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوسکتا یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ کسی اسم کے غیر منصرف ہونے کا ایک سبب وصف ہو اور دوسرا علمیت،

وشرطه ان يكون الخ. یہاں سے مصنفؒ وصف کے غیر منصرف میں مؤثر ہونے کی اور غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ وصف وضعی ہو، وصف عارضی نہ ہو، جس کی وضاحت یہ ہے کہ وصف کی دو قسمیں ہیں (۱) وصف وضعی (۲) وصف عارضی۔

وصفِ وضعی: وہ ہے جس کی وضع ہی ایسی ذات مبہمہ پر دلالت کرنے کیلئے ہو جس میں کسی نہ کسی صفت کا لحاظ ہو یعنی وہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو جیسے اَسْوَدُ، اَحْمَرُ، ضَارِبٌ، مَضْرُوب۔

وصفِ عارضی: وہ وصف ہے کہ اس کی اصل وضع تو ذاتِ معین کیلئے ہو البتہ استعمال میں اس کو وصفیت عارض ہوگئی ہو جیسے وہ اربع جو کہ ''مررت بنسوةٍ اربع'' میں واقع ہے، اس کی اصل وضع تو ذاتِ معین کیلئے ہے اس لئے کہ یہ اصل میں موضوع ہے عدد معین کیلئے جو تین سے اوپر اور پانچ سے نیچے ہے لیکن ترکیب میں اس کو وصفیت عارض ہوگئی ہے تو وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے شرط یہ

ہے کہ وہ وصف عارضی نہ ہو بلکہ وضعی اور اصلی ہو خواہ استعمال میں وہ وصف باقی رہے یا نہ رہے۔

فاسود وارقم الخ. وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط پر تفریع باندھ رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اسود اور ارقم یہ دونوں غیر منصرف ہیں اس لئے کہ اگر چہ یہ دونوں اب خاص سانپ کے نام ہو گئے ہیں، لیکن یہ دونوں اصلِ وضع کے اعتبار سے وصف ہیں اس لئے کہ اسود کو واضع نے وضع کیا ہے ایسی ذاتِ مبہمہ کیلئے جس میں سیاہی والی صفت ہو اور ارقم کو واضع نے وضع کیا ہے ایسی ذاتِ مبہمہ کیلئے جس میں سیاہی اور سفیدی والی دونوں صفتیں ہوں تو چونکہ یہ دونوں اصلِ وضع کے اعتبار سے وصف ہیں۔ اگر چہ استعمال میں وہ وصف باقی نہیں رہے بلکہ یہ دونوں نام بن گئے۔ لہٰذا یہ دونوں وزنِ فعل اور وصف کے پائے جانے کی وجہ سے غیر منصرف ہوں گے۔

وَاَرْبَعٌ فِیْ مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ مُنْصَرِفٌ مَعَ اَنَّهٗ صِفَةٌ وَوَزْنُ الْفِعْلِ لِعَدَمِ الْاِصَالَةِ فِی الْوَصْفِيَّةِ

ترجمہ: اور وہ اربع جو مررت بنسوة اربع میں واقع ہے منصرف ہے باوجودیکہ یہ وصف اور وزن فعل ہے بوجہ وصفیت میں اصل نہ ہونے کے۔

تشریح: واربع الخ. مصنفؒ فرماتے ہیں کہ وہ اربع جو کہ مررت بنسوةٍ اربعٍ میں واقع ہے یہ منصرف ہے حالانکہ اس میں دو سبب پائے جاتے ہیں (۱) وصف (۲) وزن فعل لیکن اس کے باوجود اس کے منصرف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں وصف عارضی ہے۔ وصف وضعی نہیں یعنی وضع کے لحاظ سے اس میں وصفی معنی بالکل نہیں کیونکہ اسکی اصل وضع ذاتِ معین کیلئے ہے، ذاتِ مبہمہ کیلئے نہیں اگر چہ ترکیبی لحاظ سے اس میں وصفیت آ گئی ہے کہ یہ نسوة کی صفت ہے لیکن وصف عارضی کا باب منع صرف میں کوئی اعتبار نہیں۔

اَمَّا التَّانِيْثُ بِالتَّاءِ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَكُوْنَ عَلَمًا كَطَلْحَةَ وَكَذَالِكَ الْمَعْنَوِيُّ.

ترجمہ: لیکن تانیث بالتاء تو اس (کے غیر منصرف کا سبب بننے) کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے طلحة اور اسی طرح معنوی ہے۔

تشریح: امّا التانیث الخ. تانیث کی ابتداءً دو قسمیں ہیں (۱) تانیث بالتاء (۲) تانیث بالالف المقصورہ والممدودہ، پھر تانیث بالتاء کی دو قسمیں ہیں (۱) تانیث بالتاء اللفظی (۲) تانیث بالتاء المعنوی۔

تانیث بالتاء اللفظی کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو خواہ وہ مذکر کا علم ہو جیسے طلحة خواہ وہ مؤنث کا علم ہو جیسے فاطمة۔

وکذلک الخ. یعنی جس طرح تانیث بالتاء اللفظی کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو اسی طرح تانیث بالتاء المعنوی کے بھی منع صرف میں مؤثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ تانیث بالتاء اللفظی منع صرف میں وجوبی طور پر مؤثر ہوتی ہے یعنی محض علمیت کے ملنے سے تانیث بالتاء اللفظی والے کلمہ کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے جیسے فاطمة، طلحة علمیت کے ملنے سے تانیث بالتاء المعنوی منع صرف میں جوازی طور پر مؤثر ہوتی ہے یعنی محض علمیت کے

ملنے سے تانیث بالتاء المعنوی والے کلمہ کو غیر منصرف پڑھنا بھی جائز ہے اور منصرف بھی۔ تانیث معنوی کے منع صرف کا وجوبی طور پر سبب بننے کیلئے علمیت کے ساتھ ایک اور شرط بھی ہے جس کو مصنفؒ ثم المعنوی سے بیان کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ تانیث بالتاء المعنوی منع صرف میں وجوبی طور پر تب مؤثر ہوگی جب اس میں علمیت کے ساتھ ساتھ ان تینوں باتوں میں سے کوئی سی ایک بات پائی جائے۔ اور وہ تین باتیں یہ ہیں۔

(۱) اسم زائد علی الثلثہ ہو جیسے زینب (۲) اسم ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے سَقَر (دوزخ کے ایک طبقے کا نام ہے) (۳) اسم ثلاثی ساکن الاوسط عجمی ہو جیسے ماہ و جُور (دوشہروں کے نام ہیں) الغرض ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ علمیت کے ملنے سے تانیث بالتاء اللفظی بغیر کسی شرطِ زائد کے منع صرف میں وجوبی طور پر مؤثر ہوتی ہے لیکن تانیث بالتاء المعنوی محض علمیت کے ملنے سے منع صرف میں جوازی طور پر مؤثر ہوتی ہے۔

ان چاروں کلمات کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے اس لئے کہ ان میں دو سبب علمیت اور تانیث معنوی وجوبِ تاثیر کی شرط کے ساتھ پائے گئے ہیں۔

ثُمَّ الْمَعْنَوِيُّ اِنْ كَانَ ثُلاَثِيًّا سَاكِنَ الْاَوْسَطِ غَيْرَ اَعْجَمِيٍّ يَجُوْزُ صَرْفُهٗ وَتَرْكُهٗ لِاَجْلِ الْخِفَّةِ وَوُجُوْدِ السَّبَبَيْنِ كَهِنْدٍ وَاِلَّا يَجِبُ مَنْعُهٗ كَزَيْنَبَ وَسَقَرَ وَمَاهَ وَجُوْرَ.

ترجمہ: پھر معنوی اگر ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی ہے تو اس کا انصراف اور ترک انصراف (دونوں) جائز ہیں بوجہ خفت کے اور بوجہ موجود ہونے دو سببوں کے جیسے ہند اور اگر (معنوی) ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی نہ ہو تو اس کا منع صرف واجب ہے۔ جیسے زینب وسقر وماہ وجور۔

تشریح: ثم المعنوی ان کان ثلاثیا الخ. اور اگر کوئی اسم ایسا ہو جس میں علمیت اور تانیث معنوی تو پائی جائے لیکن تین باتوں میں سے کوئی بھی نہ پائی جائے۔ یعنی اسم نہ زائد علی الثلثہ ہو، نہ ثلاثی متحرک الاوسط ہو اور نہ ثلاثی ساکن الاوسط عجمی ہو بلکہ ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی یعنی عربی ہو جیسے ھندؔ کہ اس میں تانیث معنوی بھی ہے اور علمیت بھی لیکن مذکورہ بالا تین شرائط میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاتی تو اسے منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ منصرف تو اس وجہ سے کہ ایسے کلمہ میں نہایت خفّت پائی جاتی ہے اور غیر منصرف اس وجہ سے کہ دو سبب (علمیت، تانیث معنوی) پائے جاتے ہیں لیکن غیر منصرف پڑھنا واجب نہیں کیونکہ تانیث معنوی کی وجوبِ تاثیر کی شرط نہیں پائی جاتی۔

و لا یجب منعہ: یعنی اگر تانیث بالتاء المعنون والا اسم ثلاثی ساکن الاوسط عربی نہ ہو عام از یں کہ زائد علی الثلاۃ ہو جیسے زینب یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے سقر یا ثلاثی ساکن الاوسط عجمی ہو جیسے **ماہ، جُوْر** تو پھر اس کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے۔

وَالتَّانِيْثُ بِالْاَلِفِ الْمَقْصُوْرَةِ كَحُبْلٰى وَالْمَمْدُوْدَةِ كَحَمْرَاءَ مُمْتَنِعٌ صَرْفُهُمَا اَلْبَتَّةَ لِاَنَّ الْاَلِفَ

قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَیْنِ التَّانِیْثِ وَلُزُوْمُهٗ.

ترجمہ: اور تانیث الف مقصورہ کے ساتھ جیسے حبلی (حاملہ عورت) اور الف ممدودہ کے ساتھ جیسے حمراء (سرخ عورت) ان دونوں کا منصرف ہونا ممتنع ہے یقیناً اسلئے کہ الف قائم مقام ہے دوسببوں کے یعنی ایک تانیث اور دوسرا لزوم تانیث کے۔

تشریح: والتانیث بالالف المقصورۃ الخ. تانیث بالالف المقصورہ جیسے حبلیٰ اور تانیث بالالف الممدودہ جیسے حمراء، ان دونوں کو ہمیشہ ہر حالت میں غیر منصرف پڑھنا واجب ہے اسلئے کہ تانیث بالالف دوسببوں کے قائم مقام ہے ایک تانیث اور دوسرے لزومِ تانیث، وہ اس طرح کہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ وضع کے لحاظ سے کلمہ کو لازم ہیں حتی کہ اپنے مدخول سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ پس یہ الف اپنے لزوم کی وجہ سے بمنزلہ دوسری تانیث کے ہیں گویا کہ ان میں تانیث مکرر ہے پس الف مقصورہ اور الف ممدودہ اکیلا ایک سبب دو کے قائم مقام ہو گیا۔

اَمَّا الْمَعْرِفَةُ فَلاَ یُعْتَبَرُ فِیْ مَنْعِ الصَّرْفِ مِنْهَا اِلَّا الْعَلَمِیَّةُ وَتَجْتَمِعُ مَعَ غَیْرِ الْوَصْفِ.

ترجمہ: لیکن معرفہ پس منع صرف اس (معرفہ) سے صرف علمیت ہی معتبر ہے اور وہ (علمیت) غیر وصف کے ساتھ جمع ہوتی ہے۔

تشریح: اما المعرفۃ. یہاں سے مصنفؒ منع صرف کے اسباب تسعہ میں سے چوتھا سبب معرفہ بیان کر رہے ہیں۔

فلا یعتبر الخ: یہاں سے معرفہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ معرفہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ معرفہ بصورتِ علم ہو یعنی معرفہ کی اقسامِ سبعہ میں سے فقط علمیت ہی منع صرف میں معتبر ہے باقی کوئی قسم معتبر نہیں یعنی فقط علمیت ہی غیر منصرف کا سبب بن سکتا ہے کوئی اور قسم غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتا۔

وتجتمع مع غیر الوصف: یعنی علمیت وصف کے غیر کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے لیکن وصف کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ علمیت میں تعیین ہوتی ہے اور وصف میں ابہام ہوتا ہے اور تعیین وابہام میں منافاۃ ہے لہذا یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

اَمَّا الْعُجْمَةُ فَشَرْطُهَا اَنْ تَکُوْنَ عَلَمًا فِی الْعُجْمَةِ وَزَائِدَةً عَلٰی ثَلٰثَةِ اَحْرُفٍ کَاِبْرَاهِیْمَ اَوْثُلاَثِیًّا مُتَحَرِّکَ الْاَوْسَطِ کَشَتَرَ فَلِجَامٌ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِیَّةِ وَنُوْحٌ مُنْصَرِفٌ لِسُکُوْنِ الْاَوْسَطِ۔

ترجمہ: لیکن عجمہ پس شرط اس کی یہ ہے کہ وہ لغتِ عجم میں علم ہو اور تین حرفوں سے زائد ہو جیسے ابراھیم یا تین حرفی متحرک الاوسط ہو جیسے شتر پس لجام علمیت کے نہ ہونے کی وجہ سے منصرف ہے اور نوح ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے منصرف ہے۔

تشریح: امّا العجمۃ الخ. یہاں سے مصنفؒ منع صرف کے اسبابِ تسعہ میں سے پانچواں سبب عجمہ بیان کر رہے ہیں، عجمہ کا لغوی معنی ہے ''کند زبان ہونا اور گونگا ہونا'' اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ لفظ کا ان الفاظ میں سے ہونا جن کو غیر عرب نے وضع کیا ہو۔

فشرطها الخ. یہاں سے عجمہ کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی شرطیں بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ عجمہ کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی دو شرطیں ہیں:

اوّل: لغتِ عجم میں علم ہو خواہ حقیقۃً علم ہو جیسے ابرٰھیم یہ لغتِ عرب کی طرف منتقل ہونے سے پہلے لغتِ عجم میں حقیقۃً علم تھا

اور بغیر کسی تغیّر وتبدل کے لغتِ عرب کی طرف منتقل ہو گیا یا حکماً علم ہو جیسے قالُون، یہ لغتِ عرب کی طرف منتقل ہونے سے قبل لغتِ عجم میں علَم نہ تھا

ثانی: دو باتوں میں سے کوئی ایک بات پائی جائے وہ دو باتیں یہ ہیں (۱) اسم زائد علی الثلٰثۃ ہو جیسے ابراھیم (۲) ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے شَتَرُ (دیارِ بکر کے ایک قلعہ کا نام ہے)

فلجام الخ. فاء تفریعیّہ ہے اور شرط اول پر تفریع ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لِجام منصرف ہے کیونکہ اگر چہ اس میں شرطِ ثانی پائی جاتی ہے یعنی اسم زائد علی الثلٰثۃ ہے لیکن شرطِ اول نہیں پائی جاتی کیونکہ یہ لغت عجم میں علَم نہیں نہ حقیقۃً، نہ حکماً۔ حقیقۃً علَم نہ ہونا تو واضح ہے کہ عجمہ میں ہر لگام کو لجام کہتے تھے اور یہ اسم جنس تھا اور حکمًا بھی علم نہیں کیونکہ لغتِ عرب کی طرف منتقل ہوتے ہی علَم نہیں بنا بلکہ پہلے اپنے جنسی معنی میں استعمال ہوتا رہا اب اگر کسی کا نام لجام رکھ دیں تو بھی منصرف رہے گا۔

نوح الخ. یہ شرطِ ثانی پر تفریع ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نوح منصرف ہے کیونکہ اگر چہ اس میں شرطِ اول پائی جاتی ہے یعنی یہ لغت عجم میں علَم ہے لیکن شرطِ ثانی نہیں پائی جاتی یعنی نہ یہ اسم زائد علی الثلٰثۃ ہے اور نہ ثلاثی متحرک الاوسط ہے بلکہ ثلاثی ساکن الاوسط ہے۔

اَمَّا الْجَمْعُ فَشَرْطُهٗ اَنْ یَکُوْنَ عَلٰی صِیْغَةِ مُنْتَهَى الْجُمُوْعِ وَهُوَ اَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَ اَلِفِ الْجَمْعِ حَرْفَانِ کَمَسَاجِدَ اَوْحَرْفٌ مُشَدَّدٌ مِثْلُ دَوَابُّ اَوْ ثَلاَ ثَةُ اَحْرُفٍ اَوْسَطُهَا سَاکِنٌ غَیْرَ قَابِلٍ لِلْهَاءِ کَمَصَابِیْحَ فَصِیَاقِلَةٌ وَفَرَازِنَةٌ مُنْصَرِفٌ لِقُبُوْلِهِمَا الْهَاءَ.

ترجمہ: لیکن جمع تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور وہ یہ ہے کہ الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مساجد یا ایک حرف مشدد ہو جیسے دواب یا ایسے تین حرف ہوں کہ ان کا درمیان والا حرف ساکن ہو۔ اس حال میں کہ وہ ھاء کو قبول کرنے والا نہ ہو۔ جیسے مصابیح پس صیاقلۃ اور فرازنہ منصرف ہیں بوجہ قبول کرنے ان دونوں کے ہاء کو۔

تشریح: **امّا الجمع الخ.** یہاں سے مصنفؒ اسبابِ منع صرف میں سے چھٹا سبب ''جمع'' کو بیان فرما رہے ہیں۔ جمع کا لغوی معنی ہے ''اکٹھا کرنا'' اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ کسی اسم کا بہت سارے افراد پر دال ہونا مفرد میں تبدیلی کرنے کی وجہ سے۔

فشرطه الخ. یہاں سے مصنفؒ جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرطیں بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دو شرطیں ہیں

شرطِ اوّل: وہ جمع، منتہی الجموع کے وزن پر ہو۔

وھو ما یکون الخ: سے مصنف علام کی غرض منتہی الجموع کے اوزان بیان کرنا ہے اوزان سے قبل منتہی الجموع کا لغوی اور اصطلاحی معنی معلوم کر لینا مناسب ہے، منتہی الجموع کا لغوی معنی ہے ''جمعوں کی آخری جمع'' یعنی اس کے بعد کوئی اور جمع نہ ہو اور اصطلاح میں منتہی الجموع وہ جمع ہے جس کے بعد کوئی دوسری جمع تکسیر نہ آئے گویا یہ آخری جمع ہی ہے اور اس کے اوزان یہ ہیں۔ (۱) الف

جمع کے بعد دو حرف متحرک ہوں جن میں سے پہلا مکسور ہو جیسے مَسَاجِد (۲) یا الف جمع کے بعد ایک حرف مشدّد ہو جیسے دوابّ (۳) یا الف جمع کے بعد تین حرف ہوں اور پہلا مکسور اور درمیان کا حرف ساکن ہو جیسے مَفَاتِیْحُ۔

شرطِ ثانی: وہ جمع ہاء کو قبول کرنے والا نہ ہو یعنی اس کے آخر میں ایسی تاء نہ ہو جو حالتِ وقف میں ہاء بن جاتی ہے اور اس سے مراد تائے تانیث ہے کہ وہ وقف کے وقت ھاء سے بدل جاتی ہے۔

کمصابیح. مصنفؒ اتفاقی مثال بیان کر رہے ہیں کہ مصابیح غیر منصرف ہے اس لئے کہ اس میں دونوں شرطیں پائی جاتی ہیں کیونکہ یہ منتہی الجموع کے وزن پر بھی ہے اور اس کے آخر میں ایسی تاء بھی نہیں جو حالتِ وقف میں ہاء ہو جائے۔

وفصیاقلة فرازنة الخ: یہاں سے مصنفؒ دوسری شرط پر تفریع باندھ رہے ہیں کہ صیاقلة اور فرازنة یہ دونوں منصرف ہیں اس لئے کہ اگرچہ شرطِ اول ان میں پائی جاتی ہے یعنی یہ دونوں منتہی الجموع کے وزن پر ہیں لیکن شرطِ ثانی نہیں پائی جاتی کیونکہ ان کے آخر میں ایسی تاء ہے جو حالتِ وقف میں ہاء بن جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وَهُوَ اَيْضًا قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَيْنِ الْجَمْعِيَّةُ وَلُزُوْمُهَا وَامْتِنَاعِ اَنْ يُّجْمَعَ مَرَّةً اُخْرىٰ جَمْعَ التَّكْسِيْرِ فَكَاَنَّهٗ جُمِعَ مَرَّتَيْنِ.

ترجمہ: اور وہ (جمع منتہی الجموع) بھی دو سببوں کے قائم مقام ہے (ایک) جمعیت اور (دوسرا) لزوم جمعیت اور ممتنع ہونا اس بات کا کہ دوسری مرتبہ اس کی مکسر بنائی جائے پس گویا کہ وہ دو مرتبہ جمع لائی گئی ہے۔

تشریح: وھو ایضًا الخ. یہاں سے مصنفؒ علیہ الرحمۃ ایک فائدہ بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ تانیث بالالف المقصورہ اور تانیث بالالف الممدودہ کی طرح جمع منتہی الجموع بھی دو سببوں کے قائم مقام ہے ایک جمعیت اور دوسرا لزوم جمعیت،

امتناع ان یجمع الخ. یہاں سے مصنفؒ لزومِ جمعیت کا مطلب بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسم جو جمعیت کی بناء پر غیر منصرف ہے، ایسا ہو کہ اس کی مزید جمع تکسیر بنانا ممتنع ہو اور جب جمع تکسیر بنانا ممتنع ہو جائے گا تو اس میں موجود جمعیت لازم ہو جائے گی بایں طور کہ اب اس کو مفرد فرض کر کے دوبارہ جمع تکسیر نہ لائیں گے پس اس کی جمعیت بمنزلۂ ایک سبب کے ہے اور اس کے بعد جمع تکسیر کا نہ بننا بمنزلۂ دوسرے سبب کے ہے گویا کہ اس میں دو سبب پائے جاتے ہیں (۱) جمعیت (۲) لزومِ جمعیت، اس بات کی طرف مصنفؒ نے اپنے قول "**فکانه جُمع مرّتین**" سے اشارہ کیا ہے کہ اس جمع کے بعد جمع تکسیر نہیں بنائی جا سکتی گویا کہ یہ جمع دو مرتبہ بنائی گئی ہے۔ یعنی اس میں جمع کا تکرار ہوتا ہے کبھی حقیقۃً جیسے اکالیب جمع ہے اَکْلُبٌ کی اور اَکْلُبٌ جمع ہے کَلْبٌ کی اور کبھی حکماً تکرار ہوتا ہے یعنی اس جمع کی طرح ہوتا ہے جس میں حقیقۃً تکرار ہوتا ہے جیسے مَسَاجِد اکالب کی طرح ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اَمَّا التَّرْكِيْبُ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا بِلاَ اِضَافَةٍ وَّلاَ اِسْنَادٍ كَبَعْلَبَكَّ فَعَبْدُ اللّٰهِ مُنْصَرِفٌ وَمَعْدِيْكَرِبُ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَشَابَ قَرْنَاهَا مَبْنِيٌّ.

ترجمہ: لیکن ترکیب تو اس کی شرط یہ ہے کہ بغیر اضافت اور بغیر اسناد کے علم ہو جیسے بعلبک پس عبداللہ منصرف ہے اور معدیکرب

غیر منصرف ہے اور شاب قرناھا مبنی ہے۔

تشریح: امّا الترکیب الخ. یہاں سے اسبابِ منع صرف میں سے ساتواں سبب ترکیب بیان کر رہے ہیں۔ ترکیب کا لغوی معنی ہے مرکب کرنا، جوڑنا اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ دو یا زیادہ کلموں کا ایک ہونا بغیر کسی حرف کے جزء ہونے کے۔

فشرطهٔ الخ. یہاں سے ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دو شرطیں ہیں (۱) وہ اسمِ مرکب علم ہو (۲) اس میں ترکیب اضافی اور ترکیبِ اسنادی نہ ہو جیسے بعلبکّ جو بعل اور بکّ سے مرکب ہے اور غیر منصرف ہے اس لئے کہ یہ ایک شہر کا علم ہے اور اس میں ترکیب اضافی اور ترکیبِ اسنادی بھی نہیں لہٰذا علمیت اور ترکیب کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور جیسے عبداللہ، یہ شرطِ ثانی کی قسمِ اول پر تفریع ہے کہ عبداللہ منصرف ہے اس لئے کہ اگرچہ شرطِ اول پائی جاتی ہے کہ یہ علم ہے لیکن شرطِ ثانی نہیں پائی جاتی کیونکہ اس میں ترکیبِ اضافی ہے اور جیسے معد یکرب جو معدی اور کَرَبُ سے مرکب ہے۔ یہ غیر منصرف ہے اس لئے کہ یہ ایک مرد کا علم ہے اور اس میں ترکیبِ اضافی اور ترکیبِ اسنادی بھی نہیں لہٰذا علمیت اور ترکیب کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ شاب قرناھا یہ شرطِ ثانی کی قسمِ ثانی پر تفریع ہے کہ شاب قرناھا مبنی ہے، غیر منصرف نہیں اس لئے کہ اگرچہ اس میں شرط اول پائی جاتی ہے کہ یہ ایک عورت کا علم ہے لیکن شرطِ ثانی نہیں پائی جاتی کیونکہ اس میں ترکیبِ اسنادی ہے۔ وہ اس طرح کہ شاب فعل ہے اور قرناھا مضاف، مضاف الیہ ملکر فاعل ہے اور اسکا معنی ہے کہ اس عورت کے گیسو سفید ہوگئے تو جس عورت کے گیسو سفید ہوگئے اس عورت کا نام شاب قرناھا رکھ دیا گیا۔

اَمَّا الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ اِنْ کَانَتَا فِی اِسْمٍ فَشَرْطُهٗ اَنْ یَّکُوْنَ عَلَمًا کَعِمْرَانَ وعُثْمَانَ فَسَعْدَانٌ اِسْمُ نَبْتٍ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِیَّةِ وَاِنْ کَانَتَا فِی صِفَةٍ فَشَرْطُهٗ اَنْ لَا یَکُوْنَ مُؤَنَّثُهٗ عَلٰی فَعْلاَنَةٍ کَسَکْرَانَ فَنَدْمَانٌ مُنْصَرِفٌ لِوُجُوْدِ نَدْمَانَةٍ.

ترجمہ: لیکن الف ونون زائدتان اگر یہ اسم میں ہوں تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو جیسے عمران و عثمان پس سعدان جو ایک بوٹی کا نام ہے منصرف ہے۔ علمیت کے نہ ہونے کی وجہ سے صفت میں ہوں تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس صفت کی مؤنث فعلانة کے وزن پر نہ ہو جیسے سکران پس ندمان منصرف ہے ندمانة کے موجود ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: امّا الالف والنون زائد تان الخ. یہاں سے مصنفؒ اسبابِ منع صرف میں سے آٹھواں سبب الف ونون زائدتان بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ الف ونون زائدتان کا کسی اسم کے آخر میں آنا بھی غیر منصرف کا سبب ہے۔

۱؎ اس قسم کو باقی اقسام پر اس لیے مقدم کیا کہ یہ اعراب بالحرکت ہے اور اعراب بالحرکت اعراب بالحرف کے مقابلہ میں اصل ہے۔ اسی طرح یہ اعراب تین حالتوں میں تینوں حرکتوں کے ساتھ ہے اور تین حرکتوں کے ساتھ اعراب اصل ہے۔ بنسبت دو حرکتوں کے ساتھ اعراب کے اور اصل فرع پر طبعاً مقدم ہوتا ہے تو مصنف نے وضعاً بھی مقدم کر دیا تا کہ وضع طبع کے موافق ہو جائے۔ ۲؎ مفرد کبھی مرکب کے مقابلے میں آتا ہے۔ کبھی تثنیہ و جمع کے مقابلے میں آتا ہے، کبھی مضاف، شبہ مضاف کے مقابلے میں آتا ہے اور کبھی جملہ، شبہ جملہ کے مقابلے میں آتا ہے اور یہاں مفرد صحیح میں مفرد، تثنیہ جمع کے مقابلے میں ہے تو گویا کہ مفرد کہہ کر تثنیہ و جمع سے احتراز کیا ہے کیونکہ ان کا اعراب آگے آرہا ہے اور منصرف کہہ کر غیر منصرف سے احتراز کیا ہے کہ اس کا اعراب بھی آگے آرہا ہے اور صحیح کہہ کر غیر صحیح (یعنی اسمائے ستہ مکبرہ) سے احتراز کیا ہے کہ انکا اعراب بھی آگے آرہا ہے۔۱۲ ۳؎ مکسر کی قید سے جمع سالم سے احتراز کیا ہے کہ اسکا اعراب آگے آرہا ہے۔۱۲

ان کانتا فی اسم الخ. یہاں سے الف ونون زائدتان کے غیرمنصرف کا سبب بننے کی شرائط کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر اسم کے آخر میں ہوں تو عدم انصراف میں ان کے مؤثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو جیسے عمران، عثمان، یہ دونوں غیرمنصرف ہیں۔ اس لئے کہ یہ دونوں اسم ہیں اور ان کے آخر میں الف ونون زائدتان ہیں اور یہ دونوں علم بھی ہیں لہٰذا یہ دونوں علمیت اور الف ونون زائدتان کی وجہ سے غیرمنصرف ہیں۔

فسعدان الخ. یہ احترازی تفریع ہے کہ سعدان (جو گھاس کا نام ہے) منصرف ہے اس لئے کہ یہ علم نہیں بلکہ اسم جنس ہے۔

و ان کانتا فی صفة الخ. اگر الف ونون زائدتان صفت کے آخر میں ہوں تو ان کے غیرمنصرف میں مؤثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس صفت کی مؤنث فعلانةٌ کے وزن پر نہ ہو جیسے سکرانُ یہ غیرمنصرف ہے اس لئے کہ یہ صفت ہے جس کے آخر میں الف ونون زائدتان ہے اور اس کی مؤنث فعلانةٌ کے وزن پر نہیں آتی اس لئے کہ سکرانٌ کی مؤنث سکریٰ آتی ہے، سکرانۃٌ نہیں آتی۔ لہٰذا یہ وصفیت اور الف ونون زائدتان کی وجہ سے غیرمنصرف ہوا۔

فندمان الخ: یہ شرطِ ثانی پر تفریع ہے کہ ندمانٌ (بمعنی ندیم، شراب کا ساتھی) منصرف ہے اس لئے کہ اس کی مؤنث ندمانۃٌ بروزن فعلانۃٌ آتی ہے، اگرچہ اس میں الف ونون زائدتان اور وصف دو سبب پائے جاتے ہیں۔ لیکن الف ونون زائدتان کے مؤثر ہونے کی شرط یہ تھی کہ اس کی مؤنث فعلانہ کے وزن پر نہ آتی ہو تو چونکہ یہ شرط نہیں پائی جا رہی لہٰذا الف ونون زائدتان منع صرف میں مؤثر نہ ہوگا۔

فائدہ: اگر ندمان بمعنی نادم ہو تو پھر یہ غیرمنصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث ندمیٰ آتی ہے نہ کہ ندمانۃ۔

اَمَّا وَزْنُ الْفِعْلِ فَشَرْطُهُ اَنْ يَخْتَصَّ بِالْفِعْلِ وَلَايُوْجَدُ فِي الْاِسْمِ اِلَّا مَنْقُوْلاً عَنِ الْفِعْلِ كَشَمَّرَ وَضُرِبَ وَاِنْ لَمْ يُخْتَصَّ بِهٖ فَيَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ فِيْ اَوَّلِهٖ اِحْدٰى حُرُوْفِ الْمُضَارِعَةِ وَلَا يَدْخُلَهُ الهَاءُ كَاَحْمَدَ وَيَشْكُرَ وَتَغْلِبَ وَنَرْجِسَ فَيَعْمَلٌ مُنْصَرِفٌ لِقُبُوْلِهَا الْهَاءَ كَقَوْلِهِمْ نَاقَةٌ يَعْمَلَةٌ.

ترجمہ: لیکن وزن فعل تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ (وزن) فعل کے ساتھ مختص ہو اور وہ وزن اس میں نہ پایا جائے مگر فعل سے منقول ہو کر جیسے شَمَّرَ اور ضُرِبَ اور اگر فعل کے ساتھ مختص نہ ہو تو پھر ضروری ہے کہ اس کے اول میں حروف مضارعۃ میں سے کوئی ایک حرف ہو اور اس کے آخر میں ھاء داخل نہ ہو۔ احمد اور یشکر اور تغلب اور نرجس پس یعمل منصرف ہے بوجہ قبول کرنے اس کے ھاء کو جیسا کہ اہل عرب کا قول ہے ناقة یعملة۔

تشریح: امّا وزن الفعل الخ. یہاں سے سے مصنف اسبابِ منع میں سے نواں سبب وزن فعل بیان کر رہے ہیں۔ وزن فعل کا مطلب یہ ہے کہ اسم ایسے وزن پر ہو جو وزن اوزانِ فعل میں سے شمار ہوتا ہو۔

فشرطهٗ الخ. یہاں سے وزنِ فعل کے غیرمنصرف کا سبب بننے کی شرط بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ

وزن فعل کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ فعل کے ساتھ مختص ہو اور یہ وزن اسم میں فعل سے منقول ہو کر ہی پایا جائے، اور دو وزن، فعل کے ساتھ خاص ہیں (۱) ثلاثی مجرد ماضی مجہول کا وزن جیسے ضُرِبَ (۲) ثلاثی مزید فیہ ماضی معلوم کا وزن جیسے شَمَّر۔

وزنِ فعل کی مثال جیسے شمَّر اور ضُرِبَ، شَمَّر یہ ماضی معروف کا صیغہ ہے یہ وزن، فعل کے ساتھ مختص ہے پھر اس کو فعل سے اسم کی طرف نقل کر کے تیز رفتار گھوڑے کا نام رکھ دیا گیا ہے لہٰذا یہ علمیت اور وزنِ فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور ضُرِب یہ ماضی مجہول کا صیغہ ہے یہ وزن بھی فعل کے ساتھ مختص ہے اب اگر اس کو فعل سے اسم کی طرف نقل کر کے کسی مرد کا نام رکھ دیا جائے تو یہ علمیت اور وزنِ فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا۔

ولا یوجد الخ. یہاں سے ایک فائدہ ذکر کیا کہ اصلِ وضع کے اعتبار سے تو وہ فعل کے ساتھ مختص ہے لیکن اسم میں فعل سے منقول ہو کر پایا جائے گا اور غیر منصرف کا سبب بنے گا۔

وان لم یختص الخ. اور اگر وہ وزن، فعل کے ساتھ مختص نہ ہو بلکہ اسم وفعل کے درمیان مشترک ہو تو اس کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی دو شرطیں ہیں۔

(۱) اس کے شروع میں حروفِ مضارعۃ یعنی حرف اَتَیْن میں سے کوئی حرف پایا جائے۔

(۲) اس کے آخر میں ہاء نہ آتی ہو یعنی اس کے آخر میں ایسی تاءِ تانیث متحرکہ نہ آتی ہو جو حالتِ وقف میں ھاء بن جاتی ہے۔ جیسے اَحْمَدُ، یَشْکُرُ، تَغْلِبُ، نَرْجِسُ، ان میں سے پہلے تین مردوں کے نام ہیں اور نَرْجِسُ بھی مردِ معین کا نام ہے اور یہ چاروں غیر منصرف ہیں۔ اس لئے کہ ان کے شروع میں حروف مضارعۃ میں سے ایک حرف پایا جاتا ہے اور ان کے آخر میں ایسی تاء بھی نہیں آتی جو حالتِ وقف میں ھاء بن جائے۔ لہٰذا یہ علمیتِ اور وزنِ فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہوئے۔

فیعمل الخ. یہ منصرف ہے (حالانکہ اس میں دو سبب یعنی وزن فعل اور وصفِ اصلی پائے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود) منصرف ہے اس لیے کہ اس کے آخر میں ایسی تاء آجاتی ہے جو حالتِ وقف میں ھاء بن جاتی ہے اس لئے کہ عرب کا قول ہے ''ناقةٌ یعملة''۔

وَاعْلَمْ اَنَّ كُلَّ مَا شُرِطَ فِيْهِ الْعَلَمِيَّةُ وَهُوَ الْمُؤَنَّثُ بِالتَّاءِ وَالمَعْنَوِيُّ وَالْعُجْمَةُ وَالتَّرْكِيْبُ وَالْاِسْمُ الَّذِيْ فِيْهِ الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدتَانِ اَوْ لَمْ يُشْتَرَطْ فِيْهِ ذٰلِکَ وَاجْتَمَعَ مَعَ سَبَبٍ وَاحِدٍ فَقَطْ وَهُوَ الْعَلَمُ الْمَعْدُوْلُ وَوَزْنُ الْفِعْلِ اِذَا نُكِّرَ صُرِفَ اَمَّا فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلِبَقَاءِ الْاِسْمِ بِلاَ سَبَبٍ وَاَمَّا فِي الثَّانِيْ فَلِبَقَائِهٖ عَلٰى سَبَبٍ وَاحِدٍ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ طَلْحَةُ وَ طَلْحَةٌ آخَرُ وَقَامَ عُمَرُ وَعُمَرٌ آخَرُ وَ ضَرَبَ اَحْمَدُ وَاَحْمَدٌ اٰخَرُ.

ترجمہ: اور جان تو کہ تحقیق ہر وہ اسم غیر منصرف جس میں علمیت شرط ہے اور وہ مؤنث بالتاء اور تانیث معنوی اور عجمہ اور ترکیب اور وہ اسم جس میں الف ونون زائدتان ہوں ہے۔ وہ (اسم غیر منصرف) کہ جس میں علمیت شرط تو نہیں لیکن دوسرے سبب کیساتھ فقط جمع ہوتی

ہے اور وہ علم معدول اور وزن فعل ہے جب اس کو نکرہ کیا جائے گا تو منصرف ہو جائے گا لیکن پہلی قسم میں پس بوجہ باقی رہنے اس کے بغیر سبب کے اور لیکن دوسری قسم میں پس بوجہ باقی رہنے اس کے ایک سبب پر تو کہے گا جاء نی **طلحۃُ و طلحۃٌ آخر** (آیا میرے پاس طلحہ اور ایک دوسرا طلحہ) اور **قام عمرُ و عمرٌ آخر** (کھڑا ہوا عمر اور ایک دوسرا عمر) اور **ضرب احمدُ و احمدٌ آخرُ** (مارا احمد نے اور ایک دوسرے احمد نے)

تشریح: واعلم الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض ایک ضابطہ کو بیان کرنا ہے اس ضابطہ کو سمجھنے سے پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ اسباب منع صرف کی چار قسمیں ہیں (۱) کچھ اسباب تو وہ ہیں جن کے ساتھ علمیت جمع ہی نہیں ہوتی اور وہ وصف ہے (۲) کچھ اسباب وہ ہیں جن کے ساتھ علمیت جمع تو ہوتی ہے لیکن علمیت اسم کے غیر منصرف ہونے میں مؤثر نہیں ہوتی اور وہ اسباب یہ ہیں تانیث بالالف المقصورہ، تانیث بالالف الممدودہ اور جمع منتہی الجموع کیونکہ ان میں سے ہر ایک سبب دو سببوں کے قائم مقام ہے (۳) کچھ اسباب وہ ہیں جن کے ساتھ علمیت سببِ محض بن کر جمع ہوتی ہے اور وہ عدل اور وزنِ فعل ہیں (۴) کچھ اسباب وہ ہیں جن کے ساتھ علمیت خود سبب بن کر اور دوسرے سبب کیلئے شرط بن کر جمع ہوتی ہے اور وہ اسباب یہ ہیں، تانیث بالتاء اللفظی تانیث بالتاء المعنوی، عجمہ، ترکیب اور الف ونون زائدتان اگر یہ اسم میں ہوں۔ لیجئے آمدم برسرِ مطلب۔

ضابطہ: یہ ہے کہ ہر وہ اسم غیر منصرف جس میں علمیت سبب مع الشرط ہو کر جمع ہو یعنی خود سبب ہو اور دوسرے سبب کیلئے شرط ہو (اور وہ مؤنث بالتاء اللفظی، مؤنث بالتاء المعنوی، عجمہ، ترکیب اور وہ اسم جس میں الف ونون زائدتان ہوں، ہیں) اسی طرح ہر وہ اسم غیر منصرف جس میں علمیت سببِ محض ہو کر جمع ہو یعنی سبب تو ہو لیکن دوسرے سبب کیلئے شرط نہ ہو (اور وہ علم معدول اور وزن فعل ہیں) جب ایسے اسم کو نکرہ بنا دیا جائے تو یہ اسم منصرف ہو جائے گا۔

اَمّا فی القسم الاول الخ. یعنی وہ اسم جس میں علمیت خود سبب ہو اور دوسرے سبب کیلئے شرط ہو جب ایسے اسم کو نکرہ بنا دیا جائے گا تو وہ اسم منصرف ہو جائے گا کیونکہ وہ اسم بغیر کسی سببِ مؤثر کے رہ جائے گا اس لئے کہ اس میں دو سبب پائے جاتے تھے ایک علمیت اور دوسرا وہ سبب جس کی تاثیر کیلئے علمیت شرط تھی۔ پس جب ایسے اسم کو نکرہ بنا دیا جائے گا تو اس سے علمیت زائل ہو جائے گی اور جب علمیت زائل ہو جائے گی تو وہ سبب جس کی تاثیر کیلئے علمیت شرط تھی وہ سبب بھی مؤثر نہیں رہے گا اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ ''اذا فات الشرط فات المشروط'' (یعنی جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے) لہٰذا یہ اسم منصرف ہو جائے گا کیونکہ اس میں کوئی سببِ مؤثر باقی نہیں رہا۔

القسم الثانی الخ. یعنی وہ اسم جس میں علمیت محض سبب ہو اور دوسرے سبب کیلئے شرط نہ ہو جب ایسے اسم کو نکرہ بنا دیا جائے گا تو وہ بھی منصرف ہو جائے گا کیونکہ اس میں صرف ایک سبب باقی رہے گا کیونکہ جب اسے نکرہ بنا دیا جائیگا تو علمیت زائل ہو جائے گی تو ایک سبب رہ جائے گا اور ایک سبب کلمہ کو غیر منصرف نہیں بنا سکتا۔ لہٰذا یہ منصرف ہوا۔

جاءنی طلحۃُ و طلحۃٌ اٰخر: اس میں پہلا طلحہ معرفہ ہے اور غیر منصرف ہے اور دوسرا طلحہ نکرہ ہے اور منصرف ہے۔ اور **قام عُمر و عمرٌ اٰخر**، اس میں پہلا عُمر معرفہ ہے اور غیر منصرف ہے اور دوسرا عُمر نکرہ ہے اور منصرف ہے۔ **ضَرَبَ احمدُ و احمدٌ**

اٰخر، اس میں پہلا احمد معرفہ ہے اور غیر منصرف ہے اور دوسرا احمد نکرہ ہے اور منصرف ہے۔

وَكُلُّ مَا لاَ يَنْصَرِفُ اِذَا اُضِيْفَ اَوْ دَخَلَهُ اللاَّمُ فَدَخَلَهُ الْكَسْرَةُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِاَحْمَدِكُمْ وَ بِالْاَحْمَدِ.

ترجمہ: اور ہر وہ اسم جو غیر منصرف ہے جب اس کی اضافت کی جائے یا اس پر الف لام داخل ہو جائے تو اس کے آخر میں کسرہ آ جائے گا جیسے مررت باحمدکم (گذرا میں تمہارے احمد کے ساتھ) اور بالاحمد (گذرا میں احمد کے ساتھ)۔

تشریح: **وکل ما لا ینصرف الخ**. یہاں سے مصنفؒ ایک اور ضابطہ بیان کر رہے ہیں۔

ضابطہ: ہر اسم غیر منصرف جب اس کو دوسرے اسم کی طرف مضاف کیا جائے یا اس پر الف لام داخل ہو تو حالتِ جری میں اس پر کسرہ آ جاتا ہے جیسے **مررت باحمدکم وبالاحمد،**

باحمدکم: یہ اس اسم غیر منصرف کی مثال ہے جس پر اضافت کی وجہ سے حالتِ جری میں کسرہ آ گیا ہے۔

بالاحمد: یہ اس اسم غیر منصرف کی مثال ہے جس پر الف لام کے داخل ہونے کی وجہ سے حالتِ جری میں کسرہ آ گیا۔

اَلْمَقْصَدُ الْاَوَّلُ فِيْ الْمَرْفُوْعَاتِ

اَلْمَقْصَدُ الْاَوَّلُ فِي الْمَرْفُوْعَاتِ اَلْاَسْمَاءُ الْمَرْفُوْعَاتُ ثَمَانِيَةُ اَقْسَامٍ اَلْفَاعِلُ وَمَفْعُوْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ وَالْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ وَخَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَاِسْمُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَاِسْمُ مَا وَلاَ الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ وَ خَبَرُ لاَ الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ.

ترجمہ: مقصد اول مرفوعات کے بیان میں ہے، اسمائے مرفوعہ آٹھ اقسام ہیں فاعل اور مفعول مالم یسم فاعلہ اور مبتدا اور خبر اور ان اور اس کے نظائر کی خبر اور کان اور اس کے نظائر کا اسم اور ما اور لا المشبہتین بلیس کا اسم، اور لانفی جنس کی خبر۔

تشریح: **المقصدالاول فی المرفوعات**

مصنفؒ مقدمہ سے فارغ ہونے کے بعد اب مقاصدِ ثلٰثہ کو بیان کر رہے ہیں اور پہلا مقصد مرفوعات کے بیان میں ہے۔

مرفوعات یہ جمع ہے مرفوع کی باقی رہا یہ سوال کہ مرفوعات جمع مؤنث ہے تو اس کا مفرد بھی مؤنث ہونا چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرفوع ہونا یہ ''اسم'' کی صفت ہے اور ''اسم'' مذکر غیر عاقل ہے اور اور قاعدہ ہے کہ اسم مذکر غیر عاقل کی صفت کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے اس لئے مرفوعٌ کی جمع الف اور تاء کے ساتھ لائی گئی ہے جیسے یوم مذکر لایعقل ہے تو اس کی صفت ''**الخالی**'' کی جمع خالیات آتی ہے اور یوں کہا جاتا ہے **الایام الخالیات**۔

اسم مرفوع کی تعریف: اسم مرفوع وہ اسم ہے جو فاعل کی علامت (ضمہ، واوٴ، الف) پر مشتمل ہو جیسے **جاء زید، جاء ابوک** اور **جاء الرجلان**۔

قوله الاسماء المرفوعة ثمانية الخ: مرفوعات کل آٹھ ہیں (۱)فاعل (۲)مفعول مالم یسم فاعلہ (۳)مبتدا (۴)خبر (۵)انّ وغیرہ کی خبر (۶)کان وغیرہ کا اسم (۷)ماولا مشبّہ بلیس کا اسم (۸)اور لائے نفی جنس کی خبر۔

فَصْلٌ: اَلْفَاعِلُ كُلُّ اِسْمٍ قَبْلَهُ فِعْلٌ اَوْصِفَةٌ اُسْنِدَ اِلَيْهِ عَلٰى مَعْنىً اَنَّهٗ قَامَ بِهٖ لاَ وَقَعَ عَلَيْهِ نَحوُ قَامَ زَيْدٌ وَ زَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًوا وَمَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا.

ترجمہ: فصل فاعل ہر وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا صیغہ صفت ہوایسا فعل یا صیغہ صفت جس کی اس اسم کی طرف اس طور پر نسبت کی گئی ہو کہ تحقیق وہ فعل یا صیغہ صفت اس اسم کے ساتھ قائم ہو نہ کہ اس پر واقع ہو جیسے قام زید(کھڑا ہے زید)اور زید ضارب ابوہ عمروا(زید مارنے والا ہے اس کا باپ عمرو کو)اور ماضرب زید عمروا(نہیں مارا زید نے عمرو کو)۔

تشریح: فصل، الفاعل الخ. الفاعل کل اسم الخ. یہاں سے مصنفؒ فاعل کی تعریف کر رہے ہیں۔

فاعل کی تعریف: فاعل ہر وہ اسم[1] ہے کہ جس سے پہلے فعل یا صیغۂ صفت[2] ہواور وہ فعل یا صیغۂ صفت اس اسم کی طرف اس طرح مسند[3] ہو کہ وہ فعل یا صیغۂ صفت اس اسم کے ساتھ قائم ہو، اس پر واقع نہ ہو جیسے قام زیدٌ میں زیدٌ فاعل ہے اس لئے کہ یہ اسم ہے اور اس سے پہلے قامَ فعل ہے اور وہ فعل اُس اسم کی طرف اس طرح مسند ہے کہ یہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہے اور اس پر واقع نہیں اور یہ ایسے فاعل کی مثال ہے جس سے پہلے فعل ہے۔

زید ضارب ابوہ عمروً: میں ابوہ فاعل ہے اس لئے کہ یہ اسم ہے اور اس سے پہلے ضاربٌ صیغہ صفت ہے جو اس اسم کی طرف اس طرح مسند ہے کہ اس کے ساتھ قائم ہے اور اس پر واقع نہیں اور یہ ایسے فاعل کی مثال جس سے پہلے صیغۂ صفت کا ہے۔

ماضرب زیدٌ عمراً: میں زید فاعل ہے اس لئے کہ یہ اسم ہے اور اس سے پہلے ضَرَبَ فعل ہے اور یہ فعل اس اسم کی طرف اس طرح مسند ہے کہ اس اسم کے ساتھ قائم ہے اور اس پر واقع نہیں اور یہ ایسے فاعل کی مثال ہے جس سے پہلے فعل متعدی منفی ہے۔

فائدہ: مصنفؒ کے قول کہ ''فعل اس کے ساتھ قائم ہو'' میں تعمیم ہے خواہ اسی سے صادر ہو جیسے ضرب زیدٌ میں ضرب، زید سے صادر ہے یا اس کے ساتھ قائم ہو مگر اس سے صادر نہ ہو جیسے مات زیدٌ میں موت زید کے ساتھ قائم تو ہے مگر اس سے صادر نہیں۔

وَكُلُّ فِعْلٍ لاَ بُدَّ لَهٗ مِنْ فَاعِلٍ مَرْفُوْعٍ مُظْهَرٍ كَذَهَبَ زَيْدٌ اَوْ مُضْمَرٍ بَارِزٍ كَضَرَبْتُ زَيْداً اَوْ مُسْتَتِرٍ كَزَيْدٌ ذَهَبَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مُتَعَدِّيًا كَانَ لَهٗ مَفْعُوْلٌ بِهٖ اَيْضًا نَحوُ ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا.وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُظْهَرًا وُحِّدَ الْفِعْلُ اَبَدًا نَحوُ ضَرَبَ زَيْدٌ وَضَرَبَ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَ الزَّيْدُوْنَ وَاِنْ كَانَ مُضْمَراً وُحِّدَ لِلْوَاحِدِ نَحوُ زَيْدٌ ضَرَبَ وَثُنِّيَ لِلْمُثَنّٰى نَحوُ الزَّيْدَانِ ضَرَبَا وَجُمِعَ لِلْجَمْعِ نَحوُ الزَّيْدُوْنَ ضَرَبُوْا.

ترجمہ: اور ہر فعل کیلئے مرفوع مظہر فاعل ضروری ہے۔ جیسے ذھب زید یا مضمر بارز (فاعل) جیسے ضربت زیدا یا ضمیر مستتر (فاعل) جیسے زید ذھب اور اگر فعل متعدی ہو تو اس کیلئے مفعول بہ بھی ہوگا۔ جیسے ضرب زید عمروا اور اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا جیسے ضرب زیداور ضرب الزیدان اور ضرب الزیدون اور اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو فاعل واحد کیلئے فعل کو

واحد لایا جائے گا۔ جیسے زید ضرب فاعل تثنیہ کیلئے فعل کو تثنیہ لایا جائے گا۔ جیسے الزیدان ضربا اور فاعل جمع کیلئے فعل کو جمع لایا جائے گا۔ جیسے الزیدون ضربوا۔

تشریح: **وکل فعلٍ الخ.** یہاں سے مصنفؒ فاعل سے متعلق نو مسائل بیان کر رہے ہیں۔

مسئلہ نمبر 1: ہر فعل خواہ لازمی ہو یا متعدی اس کے لیے فاعلِ مرفوع کا ہونا ضروری ہے اور فاعل مرفوع میں تعمیم ہے خواہ مظہر ہو یا مضمر، پھر مضمر میں تعمیم ہے خواہ بارز ہو یا مستتر، فاعل مظہر کی مثال جیسے ذَهَبَ زیدٌ میں زیدٌ فاعل اسم مظہر ہے۔ فاعل مضمر بارز کی مثال جیسے ضربتُ، اس میں تاء ضمیر فاعل بارز ہے۔ فاعل مضمر مستتر کی مثال جیسے زیدٌ ذَهبَ اس میں ذَهب کا فاعل ھو ضمیر ہے جو ذھب میں مستتر ہے اور اگر فعل متعدی ہو تو اس کیلئے فاعل کے ساتھ ساتھ مفعول بہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ (کیونکہ فعل کا سمجھنا جس طرح فاعل پر موقوف ہے اسی طرح اسکا سمجھنا مفعول بہ پر بھی موقوف ہے) جیسے ضرب زید عمراً اس میں زیدٌ، ضرب کا فاعل ہے اور عمراً مفعول بہ ہے۔

وان کان الفاعل مظهراً الخ. **مسئلہ نمبر۲:** اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا۔ خواہ فاعل[1] واحد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو جیسے ضرب زیدٌ، ضرب الزیدان، ضرب الزیدون، پہلی مثال میں فاعل واحد ہے دوسری مثال میں فاعل تثنیہ ہے اور تیسری مثال میں فاعل جمع ہے اور تینوں مثالوں میں فعل واحد لایا گیا ہے اس لئے کہ فاعل اسم ظاہر ہے۔

وانکان الفاعل مضمرا الخ: اور اگر فعل کا فاعل ضمیر ہو تو فاعل واحد کیلئے فعل واحد اور فاعل تثنیہ کیلئے فعل تثنیہ اور فاعل جمع کیلئے فعل جمع لایا جائے[2] گا جیسے زید ضرب، الزیدان ضربا، الزیدون ضربوا، پہلی مثال میں فاعل ضمیر واحد کی ہے اس لئے فعل واحد لایا گیا ہے، دوسری مثال میں فاعل ضمیر تثنیہ کی ہے اس لئے فعل تثنیہ لایا گیا ہے اور تیسری مثال میں فاعل ضمیر جمع کی ہے اس لئے فعل جمع لایا گیا ہے۔

وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُؤَنَّثاً حَقِيْقِيًّا وَهُوَ مَا بِازَائِهٖ ذَكَرٌ مِنَ الْحَيَوَانِ اُنِّثَ الْفِعْلُ اَبَدًا اِنْ لَمْ تَفْصِلْ بَيْنَ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ نَحْوُ قَامَتْ هِنْدٌ وَاِنْ فَصَلْتَ فَلَكَ الْخِيَارُ فِي التَّذْكِيْرِ وَالتَّانِيْثِ نَحْوُ ضَرَبَ الْيَوْمَ هِنْدٌ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ ضَرَبَتِ الْيَوْمَ هِنْدٌ وَكَذٰلِكَ فِي الْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ نَحْوُ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ طَلَعَ الشَّمْسُ هٰذَا اِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُسْنَدًا اِلَى الْمُظْهَرِ وَاِنْ كَانَ مُسْنَدًا اِلَى الْمُضْمَرِ اُنِّثَ اَبَدًا نَحْوُ الشَّمْسُ طَلَعَتْ وَجَمْعُ التَّكْسِيْرِ كَالْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ تَقُوْلُ قَامَ الرِّجَالُ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ قَامَتِ الرِّجَالُ وَالرِّجَالُ قَامَتْ وَيَجُوْزُ فِيْهِ الرِّجَالُ قَامُوْا.

ترجمہ: اور اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور مؤنث حقیقی وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو تو فعل کو ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا۔ اگر تو فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ نہ لائے جیسے قامت ھند (ہند کھڑی ہے) اور اگر تو فاصلہ لائے تو مذکر و مؤنث لانے میں تیرے لئے اختیار ہے۔ جیسے ضرب الیوم ھند اور اگر تو چاہے تو کہے ضربت الیوم ھند اور اسی طرح مؤنث غیر حقیقی میں ہے جیسے طلعت الشمس اور اگر تو چاہے تو کہے طلع الشمس یہ اس وقت ہوگا جب فعل اسم ظاہر کی طرف مسند ہو اور اگر اسم ضمیر کی طرف

[1] اس کی وجہ یہ ہے کہ نون تثنیہ اور نون جمع تنوین کے عوض میں ہوتے ہیں اور تنوین اضافت کے وقت گر جاتی ہے پس جب معوّض عنہ گر جاتا ہے تو عوض کو بھی گر جانا چاہیے۔

مسند ہوتو (فعل کو) ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا۔ جیسے الشمس طلعت اور جمع مکسر مثل مؤنث غیر حقیقی کے ہے تو کہے گا قام الرجال اور اگر تو چاہے تو تو کہے قامت الرجال و الرجال قامت اور اس میں الرجال قاموا جائز ہے۔

تشریح: وان کان الفاعل مؤنثاً الخ. مسئلہ نمبر۳: اور اگر فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو (خواہ واحد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع) تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائیگا بشرطیکہ فعل اور فاعل کے درمیان کچھ فاصلہ نہ ہو جیسے قامتْ ھند میں فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہے اور فعل وفاعل کے درمیان کچھ فاصلہ بھی نہیں لہٰذا اس کی طرف منسوب کئے گئے فعل کو مؤنث لانا ضروری ہے اور قام ھند کہنا جائز نہیں ہے۔

وھو ما بازائه الخ. یہاں سے مصنفؒ مؤنث حقیقی کی تعریف کر رہے ہیں کہ

مؤنث حقیقی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلہ میں جاندار مذکر ہو جیسے امرأۃ کہ اس کے مقابلے میں رجل ہے۔

مؤنث غیر حقیقی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں جاندار مذکر نہ ہو جیسے ''عینٌ'' مؤنث غیر حقیقی ہے کہ اس کے مقابلے میں جاندار مذکر نہیں ہے۔ اور اگر فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو لیکن فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ ہو تو فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے ضرب الیومَ ھندٌ اور ضربتِ الیومَ ھندٌ۔

وکذلک فی المؤنث الغیر الحقیقی الخ: اور اگر فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں خواہ فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ ہو یا نہ ہو جیسے طلع الشمسُ و طلعتِ الشمسُ۔

ھذا اذا کان الخ. یہ تفصیل مذکور اس وقت ہوگی جب فعل کا اسناد اسم ظاہر مؤنث کی طرف ہو یعنی جب فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی یا مؤنث غیر حقیقی ہو لیکن اگر فاعل مؤنث کی ضمیر ہو (خواہ مؤنث حقیقی کی ضمیر ہو یا مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر ہو) تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائیگا جیسے ھندٌ قَامَتْ اور الشمس طَلَعَتْ یہاں ھندٌ قام اور الشمس طلع کہنا جائز نہیں۔

و جمع التکسیر الخ. مسئلہ نمبر۴: اگر فعل کا فاعل جمع مکسر ہو تو اس جمع مکسر کا حکم مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے یعنی جس طرح فعل کا فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کو مذکر اور مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں اسی طرح اگر فعل کا فاعل ظاہر جمع مکسر ہو تو بھی فعل کو مذکر اور مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے قام الرجالُ اور قامتِ الرجال، قال نسوۃ اور قالتْ نسوۃٌ، ذھب الجمال و ذھبتِ الجمال.

قولہ و الرجال قامت الخ. مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر فاعل جمع مکسر کی ضمیر ہو تو اس کا حکم مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر کی طرح نہیں ہے یعنی اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر ہو تو فعل کو مؤنث لانا ضروری ہوتا ہے لیکن اگر فاعل جمع مکسر کی ضمیر ہو تو فعل کو واحد مؤنث اور جمع مذکر دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے الرجال قامت، الرجال قاموا۔

وَيَجِبُ تَقْدِيْمُ الْفَاعِلِ عَلَى الْمَفْعُوْلِ اِذَا كَانَا مَقْصُوْرَيْنِ وَخِفْتَ اللُّبْسَ نَحْوُ ضَرَبَ مُوْسٰى عِيْسٰى وَ يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ الْمَفْعُوْلِ عَلَى الْفَاعِلِ اِنْ لَمْ تَخَفِ اللُّبْسَ نَحوُ اَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰى وَضَرَبَ عَمْرًوا زَيْدٌ.

ترجمہ: اور فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے وہ دونوں اسم مقصور ہوں اور تو التباس کا خوف کرے۔ جیسے ضرب موسی عیسی اور مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے اگر تو التباس کا خوف نہ کرے تو جیسے اَکَلَ الْکُمَّثریٰ یحییٰ و ضرب عَمْرًوا زیدٌ۔

تشریح: ویجب تقدیم الفاعل الخ. : جب فاعل اور مفعول دونوں اسم مقصور ہو یعنی دونوں کے آخر میں الف مقصورہ ہو اور ان دونوں کے درمیان التباس کا خوف ہو بایں طور کہ ایک کے فاعل ہونے اور دوسرے کے مفعول ہونے کا کوئی قرینہ نہ پایا جائے تو فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے ضَرَبَ موسٰی عیسٰی، ان دونوں سے اعراب لفظی[1] منتفی ہے کہ دونوں اسم مقصور ہیں اور ایک کے فاعل ہونے اور دوسرے کے مفعول ہونے کا کوئی قرینہ بھی نہیں پایا جاتا کیونکہ ہر ایک میں فاعل بننے کی اور ہر ایک میں مفعول بننے کی صلاحیت موجود ہے اس لئے فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے پس جو مقدم ہوگا وہ فاعل ہوگا اور جو مؤخر ہوگا وہ مفعول سمجھا جائے گا۔

ویجوز تقدیم المفعول الخ. مسئلہ نمبر ٦: اگر فاعل اور مفعول کے درمیان التباس کا خوف نہ ہو بایں طور کہ ان دونوں میں سے ایک کے فاعل ہونے اور دوسرے کے مفعول ہونے کا کوئی قرینہ لفظیہ یا کوئی قرینہ معنویّہ موجود ہو تو اس صورت میں مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے، قرینہ معنویہ کی مثال جیسے اَکَلَ الکُمَّثریٰ یحییٰ (یحییٰ نے امرود کھایا) میں کمثّری کے مفعول ہونے اور یحییٰ کے فاعل ہونے پر قرینہ معنویہ پایا جاتا ہے اور وہ قرینہ معنویہ یہ ہے کہ یحییٰ (جو نام ہے مرد کا) میں فاعل بننے کی صلاحیت ہے لیکن کمثریٰ میں فاعل بننے کی صلاحیت نہیں ہے لہٰذا یحییٰ بہر صورت فاعل ہوگا اگر چہ مؤخر ہو اس لئے مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے اور قرینہ لفظیہ (اعراب لفظی) کے پائے جانے کی مثال جیسے ضَرَبَ عمرًا زیدٌ میں عمراً کے مفعول ہونے اور زید کے فاعل ہونے پر قرینہ لفظیہ پایا جاتا ہے اور وہ قرینہ لفظیہ عمرا کا نصب اور زیدٌ کا رفع ہے۔

وَيَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ حَيْثُ كَانَتْ قَرِيْنَةٌ نَحْوُ زَيْدٌ فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ ضَرَبَ وَكَذَا يَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ مَعاً كَنَعَمْ فِي جَوَابِ مَنْ قَالَ اَقَامَ زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ الْفَاعِلُ وَيُقَامُ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهُ اِذَا كَانَ الْفِعْلُ مَجْهُوْلاً نَحْوُ ضُرِبَ زَيْدٌ وَهُوَ الْقِسْمُ الثَّانِي مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ.

ترجمہ: اور فعل کو حذف کرنا جائز ہے۔ جہاں قرینہ موجود ہو جیسے ''زید'' اس شخص کے جواب میں جو کہے من ضرب (کس نے مارا) اسی طرح فعل اور فاعل دونوں کو ایک ساتھ حذف کرنا جائز ہے جیسے نعم اس شخص کے جواب میں جو کہے اقام زید (کیا زید کھڑا ہے) اور کبھی کبھی فاعل کو حذف کیا جاتا ہے اور مفعول کو اس کی جگہ قائم کیا جاتا ہے۔ فعل مجہول ہو جیسے ضرب زید (مارا گیا زید) اور وہ مرفوعات کی دوسری قسم ہے۔

تشریح: ویجوز حذف الفعل الخ. مسئلہ نمبر ۷: ہر وہ فعل جو رافع للفاعل ہو تو اس کو حذف کرنا جائز ہے بشرطیکہ فعل محذوف کی تعیین پر کوئی قرینہ پایا جائے جیسے کوئی شخص کہے ''مَنْ ضَرَبَ؟'' (کس نے مارا) تو اس شخص کے جواب میں کہا جائیگا زیدٌ، تو زید فاعل ہے فعل محذوف کا جو کہ ضَرَبَ ہے جس پر قرینہ سائل کو سُوال ہے، اصل میں تھا ضَرَبَ زَیْدٌ تو چونکہ سائل کے

[1] چونکہ واؤ یاء سے بدل چکی ہے اور واؤ کا وجود نہیں رہا اس لئے رفع واؤ لفظی کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔١٢

سوال میں ضَرَبَ موجود ہے تو اس قرینہ کی وجہ سے فعل کو حذف کردیا گیا اور بجائے ضرب زیدٌ کے صرف زیدٌ کہا۔

وکذا یجوز حذف الفعل والفاعل معا الخ. مسئلہ نمبر ۸: یعنی جس طرح صرف فعل رافع للفاعل کو حذف کرنا جائز ہے اسی طرح کبھی کبھی فاعل اور مفعول دونوں کو حذف کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ ان کے حذف پر کوئی قرینہ پایا جائے جیسے کوئی شخص کہے ''اقام زیدٌ ؟'' (کیا زید کھڑا ہوا) تو اس کے جواب میں کہا جائیگا نَعَمْ یعنی نعم قَامَ زیدٌ تو یہاں فعل اور فاعل دونوں کو حذف کردیا گیا اس لئے کہ ان کے حذف پر قرینہ موجود ہے اور وہ قرینہ سائل کا سوال ہے۔

وقد یُحذف الفاعل الخ. مسئلہ نمبر ۹: کبھی فاعل کو حذف کرکے مفعول کو اس کے قائم مقام کردیتے ہیں یعنی فعل کا اِسناد بجائے فاعل کے مفعول کی طرف کردیا جاتا ہے بشرطیکہ وہ فعل مجہول ہو جیسے ضُرِبَ زیدٌ میں فاعل کو حذف کرکے مفعول کو اسکے قائم مقام بنادیا گیا اور اس کو نائب فاعل اور مفعول مالم یسم فاعلہ کہتے ہیں اور یہ مرفوعات کی قسم ثانی ہے۔

فَصْلٌ: اِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلاَنِ فِیْ اِسْمٍ ظَاهِرٍ بَعْدَهُمَا اَیْ اَرَادَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْفِعْلَیْنِ اَنْ یَّعْمَلَ فِیْ ذٰلِکَ الْاِسْمِ فَهٰذَا اِنَّمَا یَكُوْنُ عَلٰی اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ. اَلْاَوَّلُ اَنْ یَتَنَازَعَا فِی الْفَاعِلِیَّةِ فَقَطُ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمَنِیْ زَیْدٌ اَلثَّانِی اَنْ یَتَنَازَعَا فِی الْمَفْعُوْلِیَّةِ فَقَطُ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَیْدًا اَلثَّالِثُ اَنْ یَتَنَازَعَا فِی الْفَاعِلِیَّةِ وَالْمَفْعُوْلِیَّةِ وَیَقْتَضِی الْاَوَّلُ الْفَاعِلَ وَالثَّانِی الْمَفْعُوْلَ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ زَیْداً اَلرَّابِعُ عَكْسُهٗ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِیْ زَیْدٌ.

ترجمہ: فصل جس وقت دو فعل جھگڑا کریں۔ ایسے اسم ظاہر میں جو ان دونوں کے بعد ہو یعنی دو فعلوں میں سے ہر ایک ارادہ کرے یہ کہ وہ اس اسم ظاہر میں عمل کرے پس یہ تنازع سوائے اس کے نہیں کہ چار قسم پر ہے اول یہ کہ دونوں فعل فقط فاعلیت میں تنازع کریں۔ جیسے ضربنی واکرمنی زید دوسرا یہ کہ دونوں فعل فقط مفعولیت میں جھگڑا کریں۔ جیسے ضربت واکرمت زیدا تیسرا یہ کہ دونوں فعل فاعلیت اور مفعولیت میں جھگڑا کریں اول فعل فاعل کا تقاضا کرے اور دوسرا مفعول کا جیسے ضربنی واکرمت زیدا چوتھا اس کے برعکس ہے جیسے ضربت واکرمنی زید۔

تشریح: فصل، اذا تنازع الفعلان الخ. جب دو فعل ایسے اسم ظاہر میں (جو ان کے بعد واقع ہو) تنازع کریں یعنی دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل اس بات کا تقاضا کرے کہ وہ اس اسم ظاہر اس کا معمول ہے تو یہ تنازع چار قسم پر ہے۔

فائدہ: دو سے زیادہ فعل بھی ہوسکتے ہیں تنازع کرنے میں، یہ کم از کم مقدار بتائی۔ اور تنازع کرنے والے دو شبہ فعل بھی ہوسکتے ہیں۔

(۱) دونوں فعل فقط فاعلیت میں تنازع کریں یعنی دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل اس بات کا تقاضا کرے کہ اسم ظاہر میرا فاعل ہے جیسے ضَرَبَنی و اکرمنی زیدٌ، ضرب اور اکرم میں سے ہر ایک اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ زید میرا فاعل بنے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کا مفعول (ی) ضمیر موجود ہے۔

(۲) دونوں فعل فقط مفعولیت میں تنازع کریں یعنی دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل اس بات کا تقاضا کرے کہ اسم ظاہر میرا مفعول

بنے جیسے ضربتُ و اکرمتُ زیداً، ضربتُ اور اکرمتُ میں سے ہر ایک فعل اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسم ظاہر (زید) میرا مفعول بنے اس لئے کہ ان کی تاءضمیر فاعل موجود ہے۔

(۳) دونوں فعل فاعلیت اور مفعولیت میں تنازع کریں یعنی دونوں میں سے فعل اول اس بات کا تقاضا کرے کہ اسم ظاہر میرا فاعل بنے اور فعل ثانی اس بات کا تقاضا کرے کہ اسم ظاہر میرا مفعول بنے جیسے ضَرَبَنِی و اکرمتُ زیداً۔ اس میں فعل اول یعنی ضَرَبَ اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ زیدٌ میرا فاعل بنے اس لئے کہ اسکا مفعول ''ی'' ضمیر موجود ہے اور فعل ثانی یعنی اکرمتُ اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ اسم ظاہر میرا مفعول بنے اس لئے کہ اسکا فاعل ''تاء'' ضمیر موجود ہے۔

(۴) دونوں فعل مفعولیت اور فاعلیت میں تنازع کریں یعنی دونوں فعلوں میں سے فعل اول اس بات کا تقاضا کرے کہ اسم ظاہر میرا مفعول بنے اور فعل ثانی اس بات کا تقاضا کرے کہ اسم ظاہر میرا فاعل بنے جیسے ضربتُ و اکرمنی زیدٌ اس میں فعل اول یعنی ضربتُ اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ اسم ظاہر میرا مفعول بنے اس لئے کہ اسکا فاعل ''تاء'' ضمیر موجود ہے اور فعل ثانی یعنی اکرم اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ اسم ظاہر میرا فاعل بنے اس لئے کہ اسکا مفعول ''ی'' ضمیر موجود ہے۔

فی اسم ظاهر بعدها الخ. اس عبارت میں مصنفؒ نے تنازع کے متحقق ہونے کی دو شرطیں بیان کی ہیں۔

(۱) اسم ظاہر: اسم ظاہر کی قید اس لئے لگائی کہ اگر یہ اسم ظاہر نہ ہو بلکہ اسم ضمیر ہو تو اس میں تنازع نہیں ہوگا (۲) **بعدهما**: اس کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر اسم ظاہر فعلین کے بعد واقع نہ ہو بلکہ فعلین کے درمیان واقع ہو جیسے ضربتُ زیداً واکرمتُ یا فعلین سے مقدم ہو جیسے زیداً ضربتُ و اکرمتُ تو پھر اس میں تنازع نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ اسم ظاہر پہلے فعل کا معمول بنے گا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ فِیْ جَمِیْعِ هٰذِهِ الْاَقْسَامِ یَجُوْزُ اِعْمَالُ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ وَاِعْمَالُ الْفِعْلِ الثَّانِیْ خِلاَفًا لِلْفَرَّاءِ فِی الصُّوْرَةِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَةِ اِنْ اُعْمِلَ الثَّانِیْ وَدَلِیْلُهٗ لُزُوْمُ اَحَدِ الْاَمْرَیْنِ اِمَّا حَذْفُ الْفَاعِلِ اَوِ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّکْرِ وَکِلاَهُمَا مَحْظُوْرَانِ.

ترجمہ: اور جان تو کہ تحقیق شان یہ ہے کہ ان سب اقسام میں فعل اول کو عمل دینا اور فعل ثانی کو عمل دینا جائز ہے اختلاف ہے فراء کا پہلی اور تیسری صورت میں اگر دوسرے فعل کو عمل دیا جائے اور اس کی دلیل دو چیزوں میں سے ایک کا لازم آنا ہے یا فاعل کا حذف یا اضمار قبل الذکر اور وہ دونوں ناجائز ہیں۔

تشریح: اعلم ان فی جمیع الخ. امام فراء رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی تمام نحویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تنازع کی ان چاروں قسموں میں فعل اول کو عمل دینا بھی جائز ہے اور فعل ثانی کو بھی عمل دینا جائز ہے لیکن فراء نحوی تنازع کی دوسری اور چوتھی قسم میں تو جمہور کے ساتھ ہیں یعنی وہ یہ فرماتے ہیں کہ دوسری اور چوتھی قسم میں فعل اول کو بھی عمل دینا جائز ہے اور فعل ثانی کو بھی عمل دینا جائز ہے لیکن پہلی اور تیسری قسم میں جمہور کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تنازع کی پہلی اور تیسری قسم میں فعل ثانی کو عمل دینا جائز نہیں بلکہ فعل اول کو عمل دینا واجب ہے۔

قوله و دلیلهٗ الخ. فرّاء نحوی کی دلیل یہ ہے کہ پہلی اور تیسری صورت میں اگر فعل ثانی کو عمل دیا جائے تو فعل اول میں دو باتوں میں سے ایک بات لازم آئے گی یا فعل کا فاعل محذوف ماننا پڑے گا یا فعل کا فاعل اس میں ایسی ضمیر ماننی پڑے گی جو اپنے بعد والے اسم کی طرف لوٹے گی اور یہ دونوں باتیں جائز نہیں جیسے ضَرَبَنِی و اکرمنی زیدٌ میں زید کو اکرم کا فاعل بنا دیں تو فعل اول کے فاعل کی دو صورتیں ہیں یا فاعل کو محذوف ماننا پڑے گا اور فاعل کا حذف جائز نہیں یا اسکا فاعل اس میں ضمیر ہوگی اور یہ بھی جائز نہیں کہ اس کا مرجع پہلے مذکور نہیں جس کی وجہ سے اِضمار قبل الذکر لازم آئیگا اور اضمار قبل الذکر جائز نہیں۔ لہٰذا فعلِ اول کو عمل دینا واجب ہے۔

وَهٰذَا فِي الْجَوَازِ وَاَمَّا الْاِخْتِيَارُ فَفِيْهِ خِلاَفُ الْبَصْرِيِّيْنَ فَاِنَّهُمْ يَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الثَّانِىْ اِعْتِبَارًا لِلْقُرْبِ وَالْجَوَارِ وَالْكُوْفِيُّوْنَ يَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ مُرَاعَاةً لِلتَّقْدِيْمِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ.

ترجمہ: اور یہ (اختلاف) جواز میں ہے لیکن پسندیدہ بات تو اس میں بصریوں کا اختلاف ہے پس وہ بصری حضرات فعل ثانی کے عمل دینے کو پسند کرتے ہیں اور پڑوس کا اعتبار کرتے ہوئے اور کوفی حضرات فعل اول کے عمل دینے کو پسند کرتے ہیں۔ تقدیم اور استحقاق کا اعتبار کرتے ہوئے۔

تشریح: وهذا فی الجواز الخ. هٰذا کا مشار الیہ اختلاف الفرّاء ہے۔ یعنی فرّاء کا اختلاف جمہور کے ساتھ جواز میں ہے کہ جمہور کے نزدیک ان چار قسموں میں سے فعل اول کو عمل دینا بھی جائز ہے اور فعلِ ثانی کو بھی عمل دینا جائز ہے لیکن فرّاء نحوی اختلاف کرتے ہیں کہ تنازع کی پہلی اور تیسری قسم میں فعل ثانی کو عمل دینا جائز نہیں بلکہ فعلِ اول کو عمل دینا واجب ہے۔

امّا فی الاختیار الخ. نحاۃِ بصرہ اور نُحاۃِ کوفہ کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ چار قسموں میں دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل کو عمل دینا جائز ہے یعنی جواز میں اختلاف نہیں البتہ عمل دینا کس کو اولیٰ ہے اس میں نحاۃِ بصرہ اور کوفہ کا اختلاف ہے تو نحاۃِ بصرہ کے نزدیک فعلِ ثانی کو عمل دینا اولیٰ ہے (اگرچہ فعل اول کو عمل دینا بھی جائز ہے) اور نحاۃِ کوفہ کے نزدیک فعل اول کو عمل دینا اولیٰ ہے نحاۃِ بصرہ کی دلیل یہ ہے کہ فعلِ ثانی معمول کے زیادہ قریب ہے اور اس کے پڑوس میں ہے اور اقرب مطلوب کو حاصل کرنے کا زیادہ مستحق ہے۔ لہٰذا فعل ثانی کو عمل دینا اولیٰ ہے۔ اور نحاۃِ کوفہ کی دلیل یہ ہے کہ فعل اول معمول کی طلب میں مقدم ہے اور سابق مطلوب کو حاصل کرنے کا زیادہ مستحق ہے لہٰذا فعلِ اول کو عمل دینا اولیٰ ہے۔

فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِىَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِى الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَهٗ فِي الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمَنِىْ زَيْدٌ وَضَرَبَانِىْ وَاَكْرَمَنِى الزَّيْدَانِ وَضَرَبُوْنِىْ وَاَكْرَمَنِى الزَّيْدُوْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمْتُ زَيْداً وَضَرَبَانِىْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبُوْنِىْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ.

ترجمہ: پس اگر تو ثانی کو عمل دے تو دیکھ اگر فعل اول فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو تو فعل اول میں اس کی ضمیر لائے گا۔ جیسا کہ تو کہے گا متوافقین میں ضربنی واکرمنی زید الخ۔

تشریح: فان اعملت الخ. یہاں سے نحاۃِ بصرہ کے مذہب کے مطابق رفع تنازع[1] کے طریقہ کو بیان کر رہے

ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر نحاۃِ بصرہ کے مذہب کے مطابق فعل ثانی کو عمل دیں تو دیکھا جائے گا کہ فعل اول فاعل کا تقاضا کرتا ہے یا مفعول کا۔ اگر فعل اول فاعل کا تقاضا کرے[۲] تو فاعل کیلئے ضمیر لائی جائے گی جو کہ افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر وتانیث میں اسم ظاہر[۳] کے موافق ہوگی۔ جیسے متوافقین میں (یعنی جب دونوں فعل فاعل کا تقاضا کریں) تو تو یوں کہے گا ضَربَنی واکرمنی زیدٌ، ضَربَانی واکرمنی الزیدان، ضَربُونی واکرمنی الزیدونَ اور متخالفین میں (یعنی جب فعل اول فاعل کا تقاضا کرے اور فعل ثانی مفعول کا) تُو تو یوں کہے گا ضربنی واکرمتُ زیداً، ضربانی و اکرمتُ الزیدیْن، ضربُونی واکرمتُ الزیدِیْن۔

وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِي الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلاَنِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ حَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ مِنَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنَ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْداً وَ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ.

ترجمہ: اور اگر فعل اول مفعول کا تقاضا کرے اور دونوں فعل افعال قلوب سے نہ ہوں تو آپ فعل اول کے مفعول کو حذف کریں گے۔ جیسا کہ آپ کہیں گے متوافقین میں ضربت واکرمت زیدًا الخ اور متخالفین میں ضربت واکرمنی زیدٌ الخ۔

تشریح: **وان كان الفعل الاول يقتضى المفعول الخ.** اور اگر فعل اول مفعول کا تقاضا کرے (خواہ دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے یا فاعل کا) تو دیکھا جائے گا کہ دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہیں یا نہیں۔ اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو فعل اول کے مفعول کو محذوف مانا جائے گا[۱]۔ کیونکہ مفعول فُضلہ ہے اور فُضلہ کا حذف جائز ہے تو متوافقین میں (یعنی جب دونوں فعل مفعول کا تقاضا کریں) تو یوں کہے گا۔ ضربت واکرمت زیداً، ضربت و اکرمت الزیدَیْن، ضربت واکرمت الزیدِیْن اور جیسے تو متخالفین میں (یعنی جب فعل اول مفعول کا تقاضا کرے اور فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرے) یوں کہے گا۔ ضربت واکرمنی زیدٌ، ضربت واکرمنی الزیدان، ضربت واکرمنی الزیدون۔

نقشہ ملاحظہ فرمائیں:

وَاِنْ كَانَ الْفِعْلاَ نِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ يَجِبُ اِظْهَارُ الْمَفْعُوْلِ لِلْفِعْلِ الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِيْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَيْداً مُنْطَلِقًا اِذْ لاَ يَجُوْزُ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَاِضْمَارُ الْمَفْعُوْلِ قَبْلَ الذِّكْرِ هٰذَا هُوَ مَذْهَبُ الْبَصْرِيِّيْنَ.

ترجمہ: اور اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو فعل اول کے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ تو کہے گا حسبنی منطلقا وحسبت زیدا منطلقا اس لئے کہ افعال قلوب کے مفعول کو حذف کرنا اور مرجع کے ذکر کرنے سے پہلے مفعول کی ضمیر لانا جائز نہیں ہے۔ یہ ہے بصریوں کا مذہب۔

تشریح: وان کان الفعلان من افعال القلوب الخ. اور اگر بصریوں کے مذہب کے مطابق فعل ثانی کو عمل دیں اور فعل اول مفعول کا تقاضا کرے اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو فعل اول کے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہے، نہ حذف کرنا جائز ہے اور نہ ضمیر لانا جائز ہے، حذف کرنا تو اس لئے جائز نہیں کہ افعال قلوب کے دونوں مفعولوں میں سے کسی ایک کو حذف کرنا اور دوسرے کو ذکر کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ یا دونوں کو ذکر کیا جائے یا دونوں کو حذف کیا جائے اور ضمیر لانا اس لئے جائز نہیں کہ اس وقت اضمار قبل الذکر فی الفضلہ لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں۔ الغرض اس وقت فعل اول کے مقتضیٰ یعنی مفعول کو ذکر کرنا ضروری ہے جیسے حسبنی منطلقًا و حسبتُ زیداً منطلقا (گمان کیا زید نے مجھے چلنے والا اور میں نے گمان کیا زید کو چلنے والا) اصل میں عبارت یوں تھی حسبنی و حسبتُ زیدًا منطلقا،

اوّلاً: حَسبنی اور حسبتُ نے زیداً میں تنازع کیا حَسِبَنی یہ چاہتا تھا کہ زیداً میرا فاعل بنے کیونکہ یاء ضمیر مفعول موجود ہے اور حسبتُ یہ چاہتا تھا کہ زیداً میرا مفعول بنے کیونکہ تاء ضمیر فاعل کی موجود ہے تو ہم نے نحاۃِ بصرہ کے مذہب کے مطابق فعل ثانی کو عمل دیدیا اور فعل اول کے فاعل کیلئے ضمیر مان لی۔

ثانیاً: حسبنی اور حسبتُ نے منطلقاً میں تنازع کیا حسبنی یہ چاہتا تھا کہ منطلقاً میرا مفعولِ ثانی بنے اور حسبتُ یہ چاہتا تھا کہ منطلقًا میرا مفعول ثانی بنے۔ ہم نے نحاۃِ بصرہ کے مذہب کے مطابق منطلقًا کو فعل ثانی یعنی حسبت کا مفعول ثانی بنادیا۔ اور فعل اول کے مفعول ثانی کو ظاہر کردیا، حذف بھی نہیں کیا اور ضمیر بھی نہیں لائے۔ حذف اس لئے نہیں کیا کہ اگر حذف کرتے تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اکتفا لازم آتا جو کہ جائز نہیں اور ضمیر اس لئے نہیں لائے کہ اگر ضمیر لاتے تو فضلہ میں اضمار قبل الذکر لازم آتا جو کہ جائز نہیں لہٰذا ہم نے فعلِ اول کے مفعول کو ظاہر کردیا۔

وَاَمَّا اِنْ اَعْمَلْتَ الْفِعْلَ الْاَوَّلَ عَلٰی مَذْهَبِ الْكُوْفِيِّيْنَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِيْ يَقْتَضِي الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الْفِعْلِ الثَّانِيْ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَانِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمُوْنِي الزَّيْدُوْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَانِي الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمُوْنِي الزَّيْدِيْنَ.

ترجمہ: اور لیکن اگر تو کوفیوں کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دے تو اگر دوسرا فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو دوسرے فعل میں فاعل کی ضمیر لائے گا۔ جیسا کہ تو متوافقین میں کہے گا۔ ضربنی واکرمنی زید الخ اور متخالفین میں ضربت واکرمنی زیداً الخ۔

تشریح: وامّا ان اعملت الفعل الاول علی مذهب الکوفیین الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض نحاۃِ کوفہ کے مذہب کے مطابق رفعِ تنازع کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم نحاۃِ کوفہ کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دیں تو دیکھا جائے گا کہ فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرتا ہے یا مفعول کا۔ اگر فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرے تو فعل ثانی میں فاعل کیلئے ضمیر[1] لائی جائے گی جو افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں اسم ظاہر کے موافق ہوگی جیسے تو متوافقین میں (یعنی جب دونوں فعل فاعل کا تقاضا کریں) یوں کہے گا ضربنی واکرمنی زیدٌ، ضربنی واکرمانی الزیدا ن ضربنی واکرمونی الزیدون اور تو مخالفین میں

[1] کیونکہ فرض کیے جانے کے لائق صرف عدل ہی ہے۔ ۱۲

(یعنی جب فعل اول مفعول کا تقاضا کرے اور فعل ثانی فاعل کا) یوں کہے گا ضربتُ واکرمنی زیدا، ضربتُ واکرمانی الزیدَیْن، ضربتُ واکرمونی الزیدین۔

نقشہ ملاحظہ فرمائیں:

وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِيْ يَقْتَضِي الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلاَ نِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ حَذْفُ الْمَفْعُولِ وَالْاِضْمَارُ وَالثَّانِيْ هُوَ الْمُخْتَارُ لِيَكُوْنَ الْمَلْفُوْظُ مُطَابِقًا لِلْمُرَادِ اَمَّا الْحَذْفُ فَكَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْداً وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدٌ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدُوْنَ.

ترجمہ: اور اگر فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے اور دونوں فعل افعال قلوب سے نہ ہوں تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) مفعول کا حذف کرنا اور ضمیر لانا اور دوسری صورت ہی مختار ہے تاکہ ملفوظ مقصود کے مطابق ہو جائے رہا حذف تو جیسا کہ تو کہے متوافقین میں ضربت واکرمت زیدا الخ۔ اور متخالفین میں ضربنی واکرمت زید الخ۔

تشریح: **وان کان الفعل الثانی یقتضی المفعول الخ.** اگر فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے تو دیکھا جائے گا کہ وہ دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہیں یا نہیں۔ اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو فعل ثانی کے مفعول میں دو صورتیں جائز ہیں (۱) مفعول کا حذف[1] کرنا (۲) مفعول کی ضمیر لانا۔ لیکن مفعول کی ضمیر لانا مختار ہے تاکہ ملفوظ یعنی متنازع فیہ اسم ظاہر، ضمیر لانے کی وجہ سے مقصودِ متکلم کے موافق ہو جائے۔ کیونکہ متکلم کا مقصود یہ ہے کہ دونوں فعل اسی اسم ظاہر میں تنازع کریں۔ پس جب فعلِ ثانی میں مفعول کی ضمیر لائیں گے جو اسی اسم ظاہر کی طرف راجع ہوگی تو یہ ضمیر اس تنازع پر دلالت کرے گی۔ اور یہ ضمیر یہ بتائے گی کہ یہ دونوں فعل اسی اسم ظاہر میں جھگڑا کر رہے ہیں اور اگر فعل ثانی کے مفعول کو حذف کر دیں تو یہ پتہ نہیں چلے گا کہ دوسرے فعل کا مفعول یہ اسم ظاہر ہے یا نہیں بلکہ یہ وہم ہوگا کہ فعل ثانی کا مفعول یہ اسم ظاہر نہیں بلکہ کوئی اور اسم ہے مثلاً زید کے علاوہ بکر وغیرہ ہے جو محذوف ہے تو یہ صورت بابِ تنازع سے نہ رہے گی اور اس طرح مقصودِ متکلم کے خلاف لازم آئے گا۔ اس لئے ضمیر لانا اولیٰ ہے۔

امّا الحذف الخ. یہاں سے دونوں صورتوں کی مثالیں دے رہے ہیں۔ مفعول کو حذف کرنا جیسے تو متوافقین میں (یعنی جب دونوں فعل مفعول کا تقاضا کریں) یوں کہے گا ضربتُ واکرمت زیداً، ضربت واکرمت الزیدَیْن ضربت واکرمت الزیدِیْن اور تو متخالفین میں (یعنی جب فعل اول فاعل کا تقاضا کرے اور فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے) یوں کہے گا ضربنی واکرمت زیدٌ، ضربنی واکرمت الزیدان، ضربنی واکرمت الزیدون۔

نقشہ ملاحظہ فرمائیں:

وَاَمَّا الْاِضْمَارُ فَكَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُ زَيْداً وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَيْنِ

وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمُ الزَّيْدِيْنَ وَفِى الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمْتُهُ زَيْدٌ وَضَرَبَنِى وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمْتُهُمُ الزَّيْدُوْنَ.

ترجمہ: اورلیکن ضمیر لانا تو جیسا کہ تو متوافقین میں کہے گا ضربت واکرمته زیداً الخ اور متخالفین میں ضربنی واکرمته زید الخ۔

تشریح: **امّا الاضمار الخ.** یہاں سے حذفِ مفعول اور اضمار کی دونوں صورتوں میں سے دوسری صورت ''ضمیر لانے کی'' مثالیں دے رہے ہیں۔ جیسے تو متوافقین میں (یعنی جب دونوں فعل مفعول کا تقاضا کریں) یوں کہے گا ضربتُ و اکرمتُ زیداً، ضربتُ واکرمتُهما الزیدَین، ضربت واکرمتُهم الزیدِین اور تو متخالفین میں (یعنی جب فعل اول فاعل کا اور فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے) یوں کہے گا ضربنی واکرمتهٗ زید، ضربنی واکرمتُهما الزیدان، ضربنی واکرمتُهم الزیدون۔

فائدہ: اس صورت میں اضمار قبل الذکر صرف لفظاً لازم آ رہا ہے رتبۃً نہیں اور یہ جائز ہے۔

وَاَمَّا اِذَا كَانَ الْفِعْلاَنِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ فَلاَ بُدَّ مِنْ اِظْهَارِ الْمَفْعُوْلِ كَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِىْ وَحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَيْنِ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَذٰلِكَ لِاَنَّ حَسِبَنِىْ وَحَسِبْتُهُمَا تَنَازَعَا فِى مُنْطَلِقًا وَاَعْمَلْتَ الْاَوَّلَ وَهُوَ حَسِبَنِىْ وَاَظْهَرْتَ الْمَفْعُوْلَ فِى الثَّانِىْ فَاِنْ حَذَفْتَ مُنْطَلِقَيْنِ وَقُلْتَ حَسِبَنِىْ وَحَسِبْتُهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا يَلْزَمُ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى اَحَدِ الْمَفْعُوْلَيْنِ فِى اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ وَاِنْ اَضْمَرْتَ فَلاَ يَخْلُوْ مِنْ اَنْ تُضْمِرَ مُفْرَدًا وَتَقُوْلُ حَسِبَنِىْ وَحَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِيْنَئِذٍ لا يَكُوْنُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِىْ مُطَابِقًا لِلْمَفْعُوْلِ الْاَوَّلِ وَهُوَ هُمَا فِىْ قَوْلِكَ حَسِبْتُهُمَا وَلاَ يَجُوْزُ ذٰلِكَ اَوْ اَنْ تُضْمِرَ مُثَنّٰى وَتَقُوْلَ حَسِبَنِىْ وَحَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِيْنَئِذٍ يَلْزَمُ عَوْدُ الضَّمِيْرِ الْمُثَنّٰى اِلَى اللَّفْظِ الْمُفْرَدِ وَهُوَ مُنْطَلِقًا الَّذِىْ وَقَعَ فِيْهِ التَّنَازُعُ وَهٰذَا اَيْضًا لا يَجُوْزُ وَاِذَا لَمْ يَجُزِ الْحَذْفُ وَالْاِضْمَارُ كَمَا عَرَفْتَ وَجَبَ الْاِظْهَارُ.

ترجمہ: اورلیکن جب دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو مفعول کا اظہار ضروری ہے جیسا کہ تو کہے گا حسبنی وحسبتهما منطلقین الزیدان منطلقا اور یہ اس لئے کہ حسبنی اور حسبتهما نے منطلقا میں جھگڑا کیا اور تو نے فعل اول کو عمل دیا اور وہ حسبنی ہے اور تو نے فعل ثانی میں مفعول کو ظاہر کیا پس اگر تو منطلقین کو حذف کرے اور تو کہے حسبنی وحسبتهما الزیدان منطلقا تو افعال قلوب میں دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا لازم آتا ہے۔ اور یہ ناجائز ہے اور اگر تو ضمیر لائے تو اس بات سے خالی نہیں کہ تو مفرد کی ضمیر لائے گا یوں اور کہے گا حسبنی وحسبتهما اياه الزيدان منطلقا اور اس وقت مفعول ثانی مفعول اول کے مطابق نہیں ہوگا اور وہ هما ہے تیرے قول حسبتهما میں اور یہ جائز نہیں اور یا تو تثنیہ کی ضمیر لائے گا اور یوں کہے گا حسبنی وحسبتهما اياهما الزيدان منطلقا اور اس وقت تثنیہ کی ضمیر کا مفرد لفظ کی طرف لوٹنا لازم آئے گا اور وہ منطلقا ہے۔ جس میں تنازع واقع ہوا اور یہ بھی جائز نہیں اور جب حذف کرنا اور ضمیر لانا (دونوں) ناجائز ہیں جیسا کہ تو نے معلوم کرلیا تو ظاہر کرنا واجب ہوا۔

تشریح: **وامّا اذا كان الفعلان من افعال القلوب الخ.** اگر کوفیوں کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل

دیں اور فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرتا ہو اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو فعل ثانی کے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہے۔حذف کرنا بھی جائز نہیں اور ضمیر لانا بھی جائز نہیں جیسے **حسبنی و حسبتُھما منطلقین الزیدان منطلقا** (دو زیدوں نے مجھے چلنے والا گمان کیا اور میں نے ان دونوں کو چلنے والا گمان کیا) اصل میں عبارت یوں تھی **حسبنی و حسبتُ الزیدان منطلقًا**۔

اوّلاً: **حسبنی** اور **حسبتُ** نے **الزیدان** میں تنازع کیا۔فعل اول (**حسبنی**) چاہتا تھا کہ **الزیدان** میرا فاعل بنے کیونکہ اس کا مفعول ''ی''، ضمیر موجود ہے اور **حسبتُ** چاہتا تھا کہ **الزیدان** میرا مفعول بنے کیونکہ اسکا فاعل تاء ضمیر موجود ہے تو ہم نے نحاۃِ کوفہ کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دیدیا اور فعل ثانی کیلئے ''**ھما**'' ضمیر لے آئے جو کہ **الزیدان** کی طرف راجع ہے تو **حسبنی و حسبتُھما الزیدان منطلقًا** ہو گیا۔

ثانیاً: **حسبنی** اور **حسبتُ** نے **منطلقاً** میں تنازع کیا۔فعل اول (**حسبنی**) چاہتا تھا کہ **منطلقًا** میرا مفعول ثانی بنے اور فعل ثانی (**حسبتُ**) چاہتا تھا کہ **منطلقًا** میرا مفعول ثانی بنے تو ہم نے نحاۃِ کوفہ کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دیدیا اور فعل ثانی کے مفعول کو ظاہر کر دیا تو **حسبنی و حسبتُھما منطلقین الزیدان منطلقًا** ہو گیا۔

الغرض ہم نے فعل ثانی کے مفعول ثانی کو ظاہر کیا۔ضمیر بھی نہیں لائے اور حذف بھی نہیں کیا، حذف اس لئے نہیں کیا کہ اگر حذف کرتے تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اکتفا لازم آتا جو کہ جائز نہیں اور ضمیر اس لئے نہیں لائے کہ اگر ضمیر لاتے تو اس کی ''دو صورتیں[1] تھیں، مفرد کی ضمیر لاتے یا تثنیہ کی ضمیر لاتے چونکہ اس ضمیر کا مرجع **منطلقًا** مفرد ہے تو مرجع کی مطابقت کی وجہ سے اگر مفرد کی ضمیر لاتے اور یوں کہتے ''**حسبنی و حسبتُھما ایّاہ الزیدان منطلقًا**'' تو یہ جائز نہ ہوتا۔اس لئے کہ **حسبت** کا مفعول اوّل تثنیہ کی ضمیر ہے اور مفعول ثانی واحد کی ضمیر ہے حالانکہ قاعدہ ہے کہ افعال قلوب کے دونوں مفعولوں میں افراد، تثنیہ جمع اور تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہے اور یہاں مطابقت پائی نہیں جا رہی لہٰذا یہ صورت بھی باطل تھی اور اگر افعال قلوب کے دونوں مفعولوں کے درمیان مطابقت کرنے کے لیے تثنیہ کی ضمیر لاتے اور یوں کہتے **حسبنی و خسبتھما ایاھما الزیدان منطلقا** تو یہ بھی جائز نہ ہوتا۔اس لئے کہ اس صورت میں اگرچہ افعال قلوب کے مفعولوں کے درمیان مطابقت ہو جاتی لیکن راجع اور مرجع میں مطابقت نہ ہوتی کیونکہ **ایّاھما** ضمیر تثنیہ کی ہے اور اسکا مرجع **منطلقًا** مفرد ہے حالانکہ راجع اور مرجع کے درمیان بھی افراد تثنیہ جمع اور تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہے الغرض حذف اور اضمار دونوں صورتوں میں خرابی لازم آتی ہے اس لئے فعل ثانی کے مفعول ثانی کو ذکر کرنا ضروری ہے (**فافھم و لا تکن من الغافلین**)۔

فصلٌ: **مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ وَهُوَ كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ وَاُقِيْمَ هُوَ مَقَامَهٗ نَحْوُ ضُرِبَ زَيْدٌ وَحُكْمُهٗ فِي تَوْحِيْدِ فِعْلِهٖ وَتَثْنِيَّتِهٖ وَجَمْعِهٖ وَتَذْكِيْرِهٖ وَتَانِيْثِهٖ عَلٰى قِيَاسِ مَا عَرَفْتَ فِي الْفَاعِلِ.**

ترجمہ: فعل مفعول **مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ** یعنی ایسے فعل یا شبہ فعل کا مفعول جس کا فاعل ذکر نہ کیا گیا ہو اور وہ ہر وہ مفعول ہے کہ اس کے

---

[1] یہ دونوں اتفاقی مثالیں ہیں اور اربع احترازی مثال ہے۔۱۲

فاعل کوحذف کیا گیا ہو اور اس کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہو۔ جیسے ضرب زید اور اس کا حکم اس کے فعل کے مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث لانے میں اس قاعدہ پر ہے۔ جو آپ فاعل میں پہچان چکے ہیں۔

تشریح: فصل، مفعول مالم یسمَّ الخ

یعنی مفعولُ فعل اور شبۂ فعل لم یُذکر فاعله یعنی ایسے فعل یا شبہ فعل کا مفعول جسے نائب فاعل بھی کہتے ہیں کہ جس کا فاعل ذکر نہ کیا گیا ہو۔

وھو کل مفعولٍ: یہاں سے مفعول مالم یسم فاعلہٗ کی تعریف کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہر وہ مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کر کے اس مفعول کو اس فاعل کے قائم مقام کر دیا گیا ہو جیسے ضُرب زید اس میں زید مفعول مالم یسم فاعلہٗ ہے اس لئے اس کی اصل ضَرَبَ عمروٌ زیدًا ہے ضَرَبَ فعل کو فعل مجہول بنا کر اس کے فاعل عمروٌ کو حذف کر دیا گیا اور اس کے مفعول زیداً کو فاعل کے قائم مقام کر دیا گیا پس ضُرب زید ہو گیا۔

حکمهٗ الخ. یہاں سے غرض مفعول مالم یسم فاعلہٗ کا حکم بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ فعل کے واحد تثنیہ جمع، مذکر و مؤنث لانے میں مثل فاعل کے ہے۔

(۱) یعنی اگر نائب فاعل اسم مظہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا خواہ نائب فاعل مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع جیسے ضُرب زیدٌ، ضُرب الزیدان، ضُرب الزیدون۔

(۲) اگر نائب فاعل اسم مضمر ہو تو نائب فاعل واحد کیلئے فعل واحد اور نائب فاعل تثنیہ کیلئے فعل تثنیہ اور نائب فاعل جمع کیلئے فعل جمع لایا جائے گا جیسے زیدٌ ضُرب، الزیدان ضُربا، الزیدون ضُربوا۔

(۳) اگر نائب فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو اور فعل اور نائب فاعل کے درمیان کچھ فاصلہ نہ ہو تو فعل کو مؤنث لانا ضروری ہے اور اگر نائب فاعل مؤنث حقیقی کی ضمیر ہو تو بھی فعل کو مؤنث لانا ضروری ہے جیسے ضُربت هندٌ و هندٌ ضُربت۔

(۴) اگر نائب فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو اور فعل اور نائب فاعل کے درمیان کچھ فاصلہ ہو یا نائب فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو خواہ فاصلہ ہو یا نہ ہو تو فعل کو مذکر بھی لا سکتے ہیں اور مؤنث بھی جیسے ضُرب الیوم هندٌ و ضُربت الیوم هند، رُأی الشمس، رُأیتِ الشمس۔

(۵) اگر نائب فاعل مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر ہو تو فعل کو مؤنث لائیں گے جیسے اذا الشمس کُوّرت۔

فَصْلٌ: اَلْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ هُمَا اِسْمَانِ مُجَرَّدَانِ عنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ اَحَدُهُمَا مُسْنَدٌ اِلَيْهِ وَيُسَمّٰى الْمُبْتَدَأُ وَالثَّانِىُ مُسْنَدٌ بِهٖ وَيُسَمَّى الْخَبَرُ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ.

ترجمہ: مبتدا اور خبر وہ دو ایسے اسم ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہیں۔ ان میں سے ایک مسند الیہ ہوتا ہے۔ اور اس کا نام مبتدا رکھا جاتا

ہے اور دوسرا مسند بہ ہوتا ہے اور اس کا نام خبر رکھا جاتا ہے۔ خبر جیسے زید قائم۔

تشریح: المبتدأ[1] والخبر الخ.

یہاں سے مصنفؒ مرفوعات کی قسمِ ثالث ورابع یعنی مبتدأ وخبر کو بیان کررہے ہیں۔

هُما اِسمان یہاں سے ان دونوں کی تعریف کررہے ہیں۔

مبتدا وخبر کی تعریف: مبتدا وخبر یہ دونوں ایسے اسم ہیں جو عواملِ لفظیہ سے خالی ہوں ان میں سے ایک مسند الیہ ہوتا ہے جس کا نام مبتدا رکھا جاتا ہے اور دوسرا مسند بہ ہوتا ہے جس کا نام خبر رکھا جاتا ہے جیسے زیدٌ قائمٌ یہ دونوں اسم ہیں اور عامل لفظی سے خالی ہیں زیدٌ مسند الیہ ہے اور مبتدا ہے اور قائم مسند بہ ہے اور خبر ہے۔

وَالْعَامِلُ فِیْهِمَا مَعْنَوِیٌّ وَهُوَ الْاِبْتِدَاءُ.

ترجمہ: اور عامل ان دونوں میں معنوی ہے اور وہ ابتداء ہے۔

تشریح: والعامل فیهما معنوی الخ. ان دونوں میں عامل معنوی ہوتا ہے یعنی ان دونوں کو رفع دینے والا عامل معنوی ہوتا ہے۔

عامل معنوی: وہ عامل ہے جو عقل کے ذریعے پہچانا جائے اور لفظوں میں ظاہر وموجود نہ ہو۔

عامل لفظی: وہ عامل ہے جس کا تلفظ کیا جائے یعنی وہ لفظوں میں موجود ہو اور یہاں پر وہ عامل معنوی ابتداء ہے یعنی اسم کا عواملِ لفظیہ سے خالی ہونا۔ پس اسم کا عواملِ لفظیہ سے خالی ہونا تا کہ وہ[2] اسم مسند الیہ ہو۔

یہ مبتدا میں عامل ہے اور اسم کا عواملِ لفظیہ سے خالی ہونا تا کہ وہ اسم مسند ہو یعنی اس اسم کا دوسری شے کی طرف اسناد کیا جائے یہ خبر میں عامل ہے۔ جیسے زید قائم میں زید مبتدا ہے اور اس کو رفع دینے والا عامل معنوی ہے اور وہ ابتداء ہے یعنی زید کا عواملِ لفظیہ سے خالی ہونا تا کہ یہ مسند الیہ بنے۔ یہی چیز اس کو رفع دے رہی ہے اور قائم خبر ہے اور اس کا رافع بھی عامل معنوی یعنی ابتداء ہے یعنی قائم کا عواملِ لفظیہ سے خالی ہونا تا کہ مسند بنے تو یہی چیز اس کو رفع دے رہی ہے۔

وَاَصْلُ الْمُبْتَدَاِ اَنْ یَّکُوْنَ مَعْرِفَةً وَاَصْلُ الْخَبَرِ اَنْ یَّکُوْنَ نَکِرَةً. وَالنَّکِرَةُ اِذَا وُصِفَتْ جَازَ اَنْ تَقَعَ مُبْتَدَاً نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِنْ مُشْرِکٍ.

ترجمہ: اور مبتدا کی اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور خبر کی اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو اور نکرہ جب کسی صفت کے ساتھ موصوف ہو تو اس کا مبتدا بننا تو جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ولعبد مؤمن خیر من مشرک (البتہ مومن غلام بہتر ہے مشرک سے)

تشریح: اصل المبتدأ الخ. مبتدا کی اصل معرفہ ہونا ہے یعنی اصل تو یہ ہے کہ مبتدا معرفہ ہو اور خبر نکرہ ہو۔

والنکرة اذا وصفت الخ. مصنفؒ کے قول "اصل المبتدأ ان یکون معرفةً" سے یہ وہم پیدا ہو رہا تھا کہ شاید نکرہ مبتدا بن ہی نہیں سکتا تو والنکرة اذا وصفت الخ سے مصنفؒ اس وہم کو دور کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جب نکرہ کسی صفت کے ساتھ موصوف ہو تو اس کا مبتدا بننا جائز ہے کیونکہ نکرہ جب کسی صفت کے ساتھ موصوف ہو تو اس میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے

اوراشتراک کم ہوجاتا ہےتواس تخصیص اورقلّتِ اشتراک کی وجہ سےنکرہ موصوفہ اگر چہ معرفہ نہیں بنتا لیکن معرفہ کےقریب ہوجاتا ہے۔ اورقریب الشئ کیلئےاس شے کاحکم ہوتا ہے جیسے ’’ولعبدٌ مؤمن خيرٌ من مشركٍ‘‘ میں عبدٌنکرہ مخصّصہ مبتدا بن رہا ہے۔اس لئے کہ عبدٌ نکرہ اور عام تھا جوعبدمؤمن اورعبدکافرسب کوشامل تھااوراس وقت اس کا مبتداء بننا جائز نہ تھا لیکن جب اسکوصفتِ مؤمن کے ساتھ موصوف کردیا گیاتواس میں تخصیص پیدا ہوگئی اوراشتراک کم ہوگیااوروہ معرفہ کےقریب ہوگیا لہٰذااب اس کا مبتداء بننا جائز ہے۔

وَكَذَا اِذَا تَخَصَّصَتْ بِوَجْهٍ اٰخَرَ نَحْوُ اَرَجُلٌ فِي الدَّارِ اَمِ امْرَأَةٌ وَمَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِنْكَ وَشَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ، وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلاَمٌ عَلَيْكَ.

ترجمہ: اوراسی طرح جب نکرہ کسی اوروجہ سے خاص کیا جائے (تو بھی مبتدا واقع ہوسکتا ہے) جیسے اَرَجُلٌ فِي الدَّارِ اَمِ امْرَأَةٌ (کیا گھر میں مرد ہے یا عورت) اورما احد خير منك (کوئی بہتر نہیں تجھ سے) اور شر اهر ذا ناب (شر نے کتے کو بھنکوایا) اور فی الدار رجل (گھر میں آدمی ہے) اورسلام عليك (تیرے اوپر سلام ہو)۔

تشریح: وكذا اذا تخصّصت الخ.

جس طرح نکرہ موصوفہ مبتدا بن سکتا ہے اسی طرح وہ نکرہ بھی مبتدا بن سکتا ہے جس میں صفت کے علاوہ اسبابِ تخصیص میں سے کسی اورسبب کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوجائے۔اورمواضعِ تخصیص جیسا کہ مصنفؒ نے بیان کئے،کل چھ ہیں۔

(۱)ان میں سے ایک کا بیان گذر چکا ہے یعنی وہ نکرہ جس میں صفتِ ملفوظہ کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہو۔

(۲)وہ نکرہ جواس ہمزہ کے بعد واقع ہو جو ہمزہ اَم متصلہ کے ساتھ استعمال کیا جارہا ہوتواس نکرہ میں بھی تخصیص آجاتی ہے جیسے اَرجلٌ في الدار اَمْ امرأةٌ،اس میں رجلٌ اور امرأة نکرہ مخصّصہ ہوکرمبتدا بن رہے ہیں اس لئے کہ ان میں ’’عِلم متکلم کی وجہ سے‘‘ تخصیص پیدا ہوگئی کیونکہ متکلم جانتا ہے کہ گھر میں مرداورعورت میں سے ایک ضرورموجود ہےاوروہ مخاطب سےصرف تعیین کا سوال کررہا ہے کہ گھر میں مرد ہے یا عورت کیونکہ ہمزہ کا استعمال اَم متصلہ کے ساتھ عِلم باحدھما کے بعد تعیین کیلئے آتا ہے اسی وجہ سے جواب میں رجل او امرأة کہا جائے گا تاکہ متکلم کا مقصود یعنی تعیین حاصل ہوجائے۔ نَعَمْ نہیں کہا جائے گا۔پس رجل اور امرأة میں عِلم متکلم کی وجہ

---

۱ التانیث ولزومہ کی حسب معمول تین ترکیبیں ہوسکتی ہیں (۱) یہ خبر ہیں مبتدا محذوف احدھما وثانیھما کی (۲) یہ مفعول بہ ہیں فعل محذوف اعنی کے (۳) یہ بدل ہی السببین سے یہی ترکیب بہتر ہے کیونکہ اس میں حذف نہیں ماننا پڑتا۔ ۲ یہاں معرفہ سے مرادتعریف ہے یعنی کسی اسم کا معرفہ ہونا غیرمنصرف کے اسباب میں سے ایک سبب ہےاور یہاں معرفہ سے مراد وہ نہیں جونکرہ کے مقابلہ میں ہوتا ہے کیونک نکرہ کے مقابلے میں جومعرفہ ہوتا ہے وہ اسم ہے جوذاتِ معین کیلئے موضوع ہو یہ ذاتِ معرفہ غیرمنصرف کا سبب نہیں ہوسکتا کیونکہ غیرمنصرف کے تمام اسباب میں مصدری معنی پایا جاتا ہے پس معرفہ سے مرادتعریف ہے یعنی اسم کا معرفہ ہونا اورذاتِ معین پردلالت کرنے والا ہونا۔۱۲ ۳ جس کی وضاحت یہ ہے کہ مضمرات،اسمائے اشارہ اوراسمائے موصولہ یہ تینوں مبنی کی قسمیں ہیں اورغیرمنصرف معرب کی قسم ہےاور معرب اورمبنی یہ دونوں ایک دوسرے کی ضدیں ہیں اورکوئی شے اپنی ضد کا سبب نہیں بن سکتی،اس لئے مضمرات،اسمائے اشارہ اوراسمائے موصولہ غیرمنصرف کا سبب نہیں بن سکتے اسی طرح تعریف باللام اورتعریف بالاضافت بھی غیرمنصرف کا سبب نہیں بن سکتے۔کیونکہ یہ دونوں غیرمنصرف کومنصرف کردیتے ہیں یا غیرمنصرف کومنصرف کے حکم میں کردیتے ہیں۔لہٰذا یہ دونوں بھی غیرمنصرف کا سبب نہیں بن سکتے۔اورمعرفہ بہ نداء یہ تعریف باللام کے حکم میں ہے لہٰذا یہ بھی غیرمنصرف کا سبب نہیں بن سکتا پس معرفہ کی سات قسموں میں سے صرف علمیت بچ گیا یعنی معرفہ کے اقسامِ سبعہ میں سے فقط علمیت ایک ایسا سبب ہے جوغیرمنصرف کا سبب بن سکتا ہے۔

سے تخصیص پیدا ہوگئی اور وہ معرفہ کے قریب ہوگئے اس لئے انکا مبتدا بننا جائز ہے۔

(۳) وہ نکرہ جس میں صفتِ عموم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہو جیسے ''ما احدٌ خیرٌ منک''اس میں احدٌ نکرہ مخصّصہ مبتدا بن رہا ہے اس لئے کہ اس میں ''صفتِ عموم کی وجہ سے'' تخصیص پیدا ہوگئی ہے وہ اس طرح کہ احدٌ نکرہ تھا اور اسکا اطلاق افراد میں سے ایک فردِ غیر معین پر تھا لیکن جب اس کے شروع میں ''مَا'' آ گیا تو اس سے احدٌ میں عموم پیدا ہوگیا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب نکرہ تحت النفی واقع ہو تو وہ عموم اور شمول کا فائدہ دیتا ہے تو اس مثالِ مذکور میں بھی ''احدٌ'' نکرہ تحت النفی واقع ہو کر تمام افراد کو شامل ہوگیا اور تمام افراد میں تعدّد نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ مجموعۂ افراد بمنزلۂ شے واحد اور مفردِ معین کے ہوتا ہے۔ پس احدٌ میں صفتِ عموم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی اور یہ معرفہ کے قریب ہوگیا۔ لہٰذا اس کا مبتدا بننا جائز ہے۔

(۴) وہ نکرہ جس میں صفتِ مقدرہ کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہو جیسے شرٌّ اَھَرَّ ذاناب ٍ(کسی بڑے شَر نے کتے کو بھونکوایا) اس میں شرٌّ نکرہ مخصصہ ہو کر مبتدا بن رہا ہے اس لئے کہ اس میں ''صفتِ مقدرہ کی وجہ سے'' تخصیص پیدا ہوگئی[۲]۔ وہ اس طرح کہ شَرٌّ میں تنوین تعظیم کی ہے تو شر موصوف ہے اور عظیم صفت ہے جو کہ مقدر ہے اب معنی یہ ہوگا ''شر عظیم اَھَرَّ ذاناب ٍ'' الغرض شر میں صفتِ مقدرہ کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی لہٰذا اس کا مبتدا بننا جائز ہے۔

(۵) وہ نکرہ جس میں خبر کی تقدیم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہو جیسے فی الدار رجلٌ، اس مثال میں رجلٌ نکرہ مخصّصہ مبتدا بن رہا ہے اس لئے کہ اس میں خبر یعنی فی الدار ظرف کی تقدیم کی وجہ سے تخصیص[۳] پیدا ہوگئی تقدیمِ خبر بمنزلۂ تخصیص بالصفت کے ہوتی ہے الغرض رجل میں تقدیم خبر کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی اور یہ معرفہ کے قریب ہوگیا لہٰذا اس کا مبتدا بننا جائز ہے۔

(۶) وہ نکرہ جس میں نسبت الی المتکلم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہو جیسے سلام علیک اس مثال میں سلام نکرہ مخصصہ مبتدا بن رہا ہے۔ اس لیے کہ اس میں ''نسبت الی المتکلم کی وجہ سے'' تخصیص پیدا ہوگئی وہ اس طرح کہ یہ اصل میں سلّمت سلامًا علیک تھا۔ فعل کو حذف کر دیا تو سلامًا علیک ہوگیا۔ اور پھر سلامًا کے نصب کو رفع سے تبدیل کر دیا تا کہ یہ جملہ اسمیہ ہو کر استمرار و دوام کا فائدہ دے تو سلامٌ علیک ہوگیا تو معلوم ہوا کہ سلام علیک میں سلام عام نہیں بلکہ وہ سلام ہے جو منسوب الی المتکلم ہے گویا کہ متکلم نے سَلامِیُ علیک یعنہا ہے تو اس طرح ''سلام'' میں نسبت الی المتکلم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی اور یہ معرفہ کے قریب ہوگیا لہٰذا اس کا مبتدا بننا جائز ہے۔

ﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧ

وَاِنْ كَانَ اَحَدُ الْاِسْمَيْنِ مَعْرِفَةً وَالْآخَرُ نَكِرَةً فَاجْعَلِ الْمَعْرِفَةَ مُبْتَدَاً وَالنَّكِرَةَ خَبْرًا اَلْبَتَّةَ كَمَا مَرَّ وَاِنْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ فَاجْعَلْ اَيَّهُمَا شِئْتَ مُبْتَدَاً وَالْآخَرَ خَبَراً نَحْوُ اَللّٰهُ اِلٰهُنَا وَمُحَمَّدٌ نَبِيُّنَا وَآدَمُ اَبُوْنَا.

ترجمہ: اور دو اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ ہو تو تو معرفہ کو مبتدا اور نکرہ کو خبر بنا ہر حال میں جیسا کہ گذرا اور اگر دونوں معرفہ ہوں تو تو ان دونوں میں سے جس کو چاہے مبتدا اور دوسرے کو خبر بنا جیسے اللّٰہ الٰھنا (اللہ ہمارا معبود ہے) و محمد نبینا ﷺ

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی ہیں) وآدم ابونا (اور آدم علیہ السلام ہمارے باپ ہیں)۔

تشریح: **وان کان احد الاسمین الخ.** اگر دو اسم ایسے ہوں کہ ان میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ ہو تو یقینی طور پر معرفہ کو مبتدا بنائیں گے اور نکرہ کو خبر بنائیں گے اس لئے کہ مبتدا کی اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور خبر کی اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو جیسے **زید قائم**، اس میں زید معرفہ ہے اور قائم نکرہ ہے۔ اس لئے زید کو (جو کہ معرفہ ہے) مبتدا بنا دیا جائے گا اور قائم کو (جو کہ نکرہ ہے) خبر بنا دیا جائے گا۔

البتّۃ کی ترکیب: (۱) یہ مفعول فیہ ہے اِجْعَلْ فعل کا۔ پھر یا ظرف زمان ہے یا ظرف مکان ہے اگر ظرف زمان ہو تو تقدیرِ عبارت یوں ہوگی "اِجْعَلِ المعرفَة مبتداً فی کل وقتٍ وَقَعتْ" اور اگر ظرفِ مکان ہو تو تقدیرِ عبارت یوں ہوگی "اِجعل المعرفةَ مبتداءً فی کل ترکیبٍ وقعتْ"۔

(۲) یہ مفعول مطلق ہے فعل مقدر "بتّ" کا۔

وان کانا معرفتین الخ. اگر دو اسم ایسے ہوں کہ وہ دونوں معرفہ ہوں تو ان میں سے جس کو چاہے مبتدا بنا لو اور دوسرے کو خبر بنا دو۔ اس لئے کہ معرفہ ہونے کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک مبتدا بننے کی صلاحیت رکھتا ہے پس جس کو مبتدا بنانا چاہو اس کو مقدم کر دو اور جس کو خبر بنانا چاہو اس کو مؤخر کر دو یعنی جو مقدم ہوگا وہ مبتدا ہوگا اور جو مؤخر ہوگا وہ خبر ہوگی جیسے "اللّٰه الٰهنا و محمدٌ نبیُّنا و اٰدم ابونا" ان تینوں مثالوں میں پہلا اسم معرفہ ہے علمیت کی وجہ سے اور دوسرا اسم معرفہ ہے ضمیر کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے پس جس کو مبتدا بنانا چاہو اس کو مقدم کر دو اور جس کو خبر بنانا چاہو اس کو مؤخر کر دو۔

وَقَدْ يَكُوْنُ الْخَبَرُ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ اَو فِعْلِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ اَو شَرْطِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ اِنْ جَاءَنِيْ فَاَكْرَمْتُهُ اَوْ ظَرْفِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ خَلْفَكَ وَعَمْرٌو فِي الدَّارِ. وَالظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِجُمْلَةٍ عِنْدَ الْاَكْثَرِ وَهِيَ اِسْتَقَرَّ مَثَلاً تَقُوْلُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ تَقْدِيْرُهُ زَيْدُن اسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ وَلاَ بُدَّ فِي الْجُملَةِ مِنْ ضَمِيْرٍ يَعُوْدُ اِلَى الْمُبْتَدَاِ كَالْهَاءِ فِي مَا مَرَّ.

ترجمہ: اور کبھی خبر جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے **زید ابوہ قائم** (زید اس کا باپ کھڑا ہونے والا ہے) یا فعلیہ (ہوتی ہے) جیسے **زید قام ابوہ** (زید کھڑا ہے اس کا باپ) یا شرطیہ (ہوتی ہے) جیسے **زید ان جاءنی فاکرمتہ** (زید اگر وہ آیا میرے پاس تو میں اس کا اکرام کروں گا) یا ظرفیہ (ہوتی ہے) جیسے **زید خلفک وعمرو فی الدار** (زید ثابت ہے تیرے پیچھے اور عمر ثابت ہے گھر میں) اور ظرف اکثر کے ہاں جملہ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔ اور وہ جملہ استقر ہے مثلاً آپ کہیں گے **زید فی الدار** اس کی اصل ہے **زید استقر فی الدار** یعنی زید ثابت ہے (مستقر ہے) دار میں اور جملہ میں ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے جیسے ھو ضمیر اسی مثال میں جو گذر چکی ہے۔

تشریح: **وقد یکون الخبر جملة اسمیة الخ.** خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ مفرد ہو یعنی مرکب تام نہ ہو خواہ خالص مفرد ہو جیسے **زید قائم** یا مرکب ناقص ہو جیسے **هذا غلامُ رجلٍ**، لیکن کبھی خبر جملہ بھی ہوتی ہے اور جملہ عام ہے خواہ اسمیّہ ہو یا فعلیہ ہو

یا ظرفیہ ہو یا شرطیہ ہو۔ جملہ اسمیہ ہو جیسے زیدٌ ابوہ قائم، جملہ فعلیہ ہو جیسے زید قام ابوہ، جملہ شرطیہ ہو جیسے زیدانْ جاء نی فاکرمتُہٗ، اس مثال میں شرط و جزاء ملکر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوکر خبر ہوگی مبتدا زیدٌ کی۔ اور جملہ ظرفیہ ہو جیسے زیدٌ خلفک اور عمروٌ فی الدار یعنی ظرفیہ عام ہے خواہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان ہو یا قائم مقام ظرف کے ہو (جار مجرور ملکر قائم مقام ظرف کے ہوتا ہے) عمروٌ فی الدار میں خبر فی الدار ہے جو قائم مقام ظرف کے ہے۔

الظرف متعلق بجملة الخ. خبر جب ظرف ہو (خواہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان ہو یا قائم مقام ظرف ہو) تو اس کے لئے متعلَّق کا ہونا ضروری ہے اور ظرف کے متعلَّق میں اختلاف ہے۔ جمہور یعنی نحاۃِ بصرہ کے نزدیک ظرف کا متعلَّق جملہ فعلیہ[1] ہوتا ہے یعنی فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ بنتا ہے اور بعض نحاۃ یعنی نحاۃِ کوفہ کے نزدیک ظرف کا متعلَّق مفرد[2] ہوتا ہے۔ یعنی شبہ فعل یعنی اسم فاعل یا اسم مفعول ہوتا ہے کیونکہ اسم فاعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ نہیں بنتا بلکہ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے جیسے زیدٌ فی الدار کی تقدیر نحاۃِ بصرہ کے نزدیک زیدٌن استَقرَّ فی الدار ہے۔ فی الدار، استقر کے متعلق ہے اور وہ استقر اپنے فاعل سے ملکر جملہ بنتا ہے اور کوفیوں کے نزدیک اس کی تقدیر زیدٌ مستقرٌ فی الدار ہے۔ اس میں فی الدار، مستقرٌ کے متعلق ہے اور مستقر اپنے فاعل سے ملکر جملہ نہیں ہوتا بلکہ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے۔

فائدہ: پھر ظرف کا متعلَّق اگر لفظوں میں موجود ہو تو اسے ظرف لغو کہتے ہیں اور اگر محذوف ہو تو ظرف مستقر کہتے ہیں پھر یہ متعلق یا تو افعالِ عامہ (کون، ثبوت وجود، حصول) میں سے کوئی ایک مفرد مانا جائے گا یا پھر کسی قرینہ کی بناء پر کوئی خاص فعل مقدر مانیں گے۔

و لا بدّ فی الجملة الخ. خبر جب جملہ ہو تو خبر میں ایسی ضمیر کا لانا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے اس لئے کہ جملہ مستقل بنفسھا ہوتا ہے اور وہ کسی شے کی طرف ارتباط کا محتاج نہیں ہوتا جبکہ خبر مبتدا کے ساتھ مرتبط ہوتی ہے اس لئے جب خبر جملہ ہو تو اس میں ضمیر کا لانا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے تاکہ خبر مبتدا کے ساتھ مرتبط ہو جائے جیسے زید قام ابوہ، زید ابوہ قائم اور زیدٌ اِنْ جاء نی فاکرمتُہٗ میں ''ہٗ'' ضمیر عائد ہے جو مبتدا کی طرف لوٹ رہی ہے۔

وَيَجُوزُ حَذْفُهُ عِنْدَ وُجُودِ قَرِيْنَةٍ نَحوُ اَلسَّمَنُ مَنْوَانِ بِدِرْهَمٍ وَالْبُرُّ الكُرُّ بِسِتِّيْنَ دِرْهَمًا.

ترجمہ: اور قرینہ کے پائے جانے کے وقت اس (ضمیر) کا حذف کرنا جائز ہے جیسے السمن منوان بدرهم (گھی دو سیر ایک درہم کے بدلہ میں ہے) اور البر الكر بستين درهما (گندم کا ایک کر ساٹھ درہم کے بدلے میں ہے)۔

تشریح: ويجوز حذفهٗ الخ. خبر جب جملہ ہو تو اس میں ضمیر عائد کو حذف کرنا جائز ہے جب کہ اس کے حذف پر کوئی قرینہ پایا جائے (قرینہ کا لغوی معنی ہے علامت اور اصطلاحی معنی ہے وہ چیز جو بلا وضع کے کسی شے کی تعیین پر دلالت کرے) جیسے السمنُ منوان بدرهم یہ اصل میں السمنُ منوان منه بدرهم تھا جس کی ترکیب ہے السمنُ مبتدا اول عنوانِ موصوف، منه کائنانِ کے متعلَق ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے ملکر مبتدا ثانی، بدرهم ظرف مستقر ہوکر خبر ہوئی مبتدا ثانی کی، مبتدا اپنی خبر سے

[1] غیر یا تو منصوب ہے یکون اول کی خبر ثانی ہونے کی بناء پر یا یکون اول کی ضمیر سے حال ہونے کی بناء پر یا مرفوع ہے مبتدا محذوف (ذلک الجمع) کی خبر ہونے کی بناء پر۔۱۲

ملکر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوکر خبر ہوئی مبتدا اول کی، مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔ ۂ ضمیر کو حذف کر دیا اس لئے کہ اس کے حذف پر قرینہ موجود ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ جب بیچنے والے نے گھی کے ذکر سے ابتداء کی تو معلوم ہوا کہ گھی ہی کے دو سیر درہم کے بدلے میں ہیں نہ کہ کسی اور چیز کے یعنی جب متکلم نے گھی کا ذکر کیا تو آگے نرخ بھی یقیناً گھی کا ہی بتلایا ہوگا نہ کہ کسی اور چیز کا۔

البُرّ الکُرّ بستّین درھمًا۔ یہ اصل میں البُرّ الکُرّ منه بِسُتّین درھمًا تھا، اس کی ترکیب یہ ہے البُرُّ مبتدا اوّل، الکرّ ذوالحال، منهُ کائنًا کے متعلق ہوکر حال، ذوالحال حال مل کر مبتدا ثانی بستّین درھماً ظرفِ مستقر ہوکر مبتدا ثانی کی خبر، پھر ''ہ'' ضمیر کو حذف کر دیا گیا اس لئے کہ اس کے حذف کرنے کا قرینہ موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بیچنے والے نے گندم کے ذکر کے ساتھ ابتدا کی تو اس سے معلوم ہوا کہ گندم ہی کا ایک کُرُ ساٹھ درہم کے بدلے میں ہے نہ کہ کسی اور چیز کا۔ یعنی جب متکلم نے (مثلاً بیچنے والے نے) گندم کا ذکر کیا تو آگے یقیناً نرخ بھی گندم ہی کا بتلایا ہوگا نہ کہ کسی اور چیز کا۔

وَقَدْ يَتَقَدَّمُ الْخَبَرُ عَلَى الْمُبْتَدَأِ نَحْوُ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَيَجُوْزُ لِلْمُبْتَدَأِ الْوَاحِدِ اَخْبَارٌ كَثِيْرَةٌ نَحْوُ زَيْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ.

ترجمہ: اور کبھی خبر مبتدا پر مقدم ہو جاتی ہے جیسے فی الدار زید (گھر میں زید ہے) اور ایک مبتدا کیلئے بہت سی خبریں بھی جائز ہیں جیسے زید عالم فاضل عاقل وغیرہ۔

تشریح: وقد یتقدّم الخبر الخ۔ حرفِ قد سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خبر کی اصل یہ ہے کہ وہ مبتدا سے مؤخر ہو لیکن کبھی مبتدا سے مقدم بھی ہوتی ہے جیسے فی الدار زیدٌ میں زیدٌ مبتدا اور فی الدار اس کی خبر ہے جو اس سے مقدم ہے۔

فائدہ: اگر مبتدا نکرہ ہو تو خبر کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے فی الدار رجلٌ اور اگر مبتدا معرفہ ہو تو خبر کو مقدم کرنا جائز ہے جیسے فی الدار زیدٌ۔

ویجوز للمبتدأ الواحد الخ: ایک مبتدا کیلئے بہت سی خبروں کا ہونا بھی جائز ہے۔ جیسے زیدٌ عالمٌ فاضلٌ عاقلٌ میں زید مبتدا عالمٌ خبر اول ہے اور فاضلٌ خبر ثانی ہے اور عاقلٌ خبر ثالث ہے پھر متعدد خبروں کو بغیر عطف کے بھی ذکر کیا جا سکتا ہے اور بذریعہ عطف بھی جیسے زید عالم و فاضل و عاقل۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ قِسْمًا اٰخَرَ مِنَ الْمُبْتَدَأِ لَيْسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ وَهُوَ صِفَةٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ بَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ بِشَرْطِ اَنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةُ اِسْمًا ظَاهِراً نَحْوُ مَا قَائِمُ نِالزَّيْدَانِ وَاَقَائِمُ نِالزَّيْدَانِ بِخِلَافِ مَا قَائِمَانِ الزَّيْدَانِ.

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ بے شک ان نحویوں کیلئے مبتدا کی ایک اور قسم (بھی) ہے، وہ مسند الیہ نہیں ہوتا اور وہ وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہو۔ جیسے ما قائم زید (نہیں کھڑا ہونے والا زید) یا حرف استفہام کے بعد جیسے اقائم زید (کیا کھڑا ہونے والا ہے زید) بشرطیکہ یہ صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دے جیسے ماقائم الزیدان یااقائم الزیدان بخلاف ماقائمان الزیدان کے۔

تشریح: واعلم انّ لھم الخ: لھم میں ھُم ضمیر کا مرجع نحویّین ہیں یعنی نحویوں کے نزدیک مبتدا کی ایک اور قسم ہے جو مسند

الیہ نہیں ہوتا بلکہ مسند ہوتا ہے اور اس کے بعد والا اسم خبر نہیں ہوتا بلکہ فاعل قائم مقام خبر کے ہوتا ہے۔

وھو صفة الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض مبتدا کی قسمِ ثانی کی تعریف کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مبتدا کی قسم ثانی وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو بشرطیکہ وہ اسم ظاہر[۱] کو رفع دینے والا ہو، اسم ضمیر کو رفع دینے والا نہ ہو[۲] جیسے ما قائم زیدٌ یہ اُس صیغہ صفت کی مثال ہے جو حرفِ نفی کے بعد واقع ہو، قائم مبتدا کی قسم ثانی ہے جو مسند ہے مسند الیہ نہیں یہ صیغہ صفت مبتدا ہے اور زید فاعل قائم مقام خبر ہے اور اس طرح بھی جائز ہے کہ قائمٌ خبر مقدم اور زید مبتدا مؤخر ہے اور اَقائمٌ زیدٌ یہ ایسے صیغہ صفت کی مثال ہے جو حرفِ استفہام کے بعد واقع ہو اس میں قائمٌ مبتدا کی قسمِ ثانی ہے جو مسند ہے مسند الیہ نہیں۔ اور یہ صیغہ صفت مبتدا ہے اور زیدٌ فاعل قائم مقام خبر ہے اور اس طرح بھی جائز ہے کہ قائم خبر مقدم اور زید مبتدا مؤخر ہے۔

فائدہ: مبتداء کی قسم اوّل وثانی کے درمیان کئی وجوہ سے فرق ہے (۱) مبتداء کی قسم اوّل مسند الیہ ہوتی ہے اور قسم ثانی مسند ہوتی ہے (۲) مبتداء کی قسم اوّل معمول ہوتی ہے اور اس کا عامل مقوی ہوتا ہے جبکہ قسم ثانی خود عامل ہوتا ہے (۳) مبتداء کی قسم اوّل صیغہ غیر صفت ہوتا ہے جبکہ قسم ثانی صیغہ صفت ہوتا ہے۔

نحو الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض دو مطابقی مثالوں کو بیان کرنا ہے۔

فائدہ: پہلی دو مثالیں مُمَثَّل لہٗ کیلئے متعین نہیں تھیں اس لئے کہ ان میں دو احتمال تھے۔

(۱) صیغہ صفت مبتدا کی قسم ثانی ہو اور مابعد فاعل قائم مقام خبر ہو۔

(۲) صیغہ صفت خبر مقدم ہو اور مابعد مبتدا مؤخر ہو۔

اس لئے مصنفؒ نے چاہا کہ دو ایسی مثالیں پیش کر دی جائیں جو مُمَثَّل لہٗ کیلئے متعین ہوں اور ان میں یہ جائز نہ ہو کہ صیغہ صفت خبر مقدم اور مابعد مبتدا مؤخر ہو بلکہ یہ متعین ہو کہ صیغہ صفت مبتدا کی قسم ثانی مابعد فاعل قائم مقام خبر ہو۔ جیسے ما قائم الزیدان. اقائم الزیدان، ان دونوں مثالوں میں صیغہ صفت ''قائم'' حتمی طور مبتدا کی قسم ثانی ہی ہے اور بعد والا اسم، فاعل قائم مقام خبر ہے اور ان میں یہ جائز نہیں کہ صیغہ صفت خبر مقدم اور مابعد والا اسم ظاہر مبتدا مؤخر ہو۔ بخلاف ما قائمان الزیدان کے، یہ احترازی مثال ہے۔ اس لئے کہ اس میں قائمان کو مبتدا کی قسم ثانی بنانا جائز نہیں اس لئے کہ اگر چہ صیغہ صفت کا حرف نفی کے بعد واقع ہو رہا ہے لیکن مبتدا کی قسم ثانی بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو، اسم ضمیر کو رفع دینے والا نہ ہو اور یہ اسمِ ظاہر کو رفع دینے والا نہیں بلکہ اسم ضمیر کو رفع دینے والا ہے۔ وہ اس طرح کہ صیغہ صفت عمل کرنے میں فعل کی طرح ہے یعنی جس طرح فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد کا صیغہ لایا جائے گا اسی طرح جب صیغہ صفت کا فاعل اسم ظاہر ہو تو صیغہ وصفت بھی واحد کا صیغہ لایا جائے گا پس اگر قائمان اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہوتا تو یہ واحد ہوتا، تثنیہ نہ ہوتا پس قائمان کا تثنیہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اسم ضمیر کو رفع دے رہا ہے اور اس ظاہر کو رفع نہیں دے رہا اس لئے اس کو مبتدا کی قسم ثانی بنانا جائز نہیں۔

فَصْلٌ: خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَهِيَ اَنَّ وَكَاَنَّ وَلٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ فَهٰذِهِ الْحَرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ

فَتَنْصِبُ الْمُبْتَدَأَ وَيُسَمّٰى اِسْمَ اِنَّ وَتَرْفَعُ الْخَبَرَ وَيُسَمّٰى خَبَرَ اِنَّ.

ترجمہ: فصل ان اوراس کے نظائر کی خبراوروہ اَنَّ كَاَنَّ الخ ہیں۔اور یہ حروف مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں پس مبتدا کو نصب دیتے ہیں اوراس کا نام اسم ان رکھا جاتا ہے۔خبر کورفع دیتے ہیں اوراس کا نام خبران رکھا جاتا ہے۔

تشریح: خبر انّ واخواتها الخ. یہ مبتدا ہے خبراس کی محذوف ہے جو کہ منھا ہے اصل میں عبارت یوں تھی ''منھا خبر انّ و اخواتھا''یعنی مرفوعات کی قسموں میں سے ایک قسم انّ اوراس کے نظائر کی خبر ہے۔

وهی اَنّ الخ: سے اِنّ کے نظائر کا بیان ہے کہ وہ اَنَّ کاَنَّ لکنّ لیت اور لعلَّ ہیں۔

فهذه الحروف الخ. یہاں سے اِنّ اوراس کے نظائر کے عمل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اِنّ اوراس کے نظائر مبتدااورخبر پر داخل ہوتے ہیں،مبتدا کو نصب دیتے ہیں اوراس کو اِنّ کا اسم کہتے ہیں اورخبر کورفع دیتے ہیں اوراس کو اِنّ کی خبر کہتے ہیں جیسے اِنّ زیداً قائمٌ اس میں اِنّ مبتدااورخبر پرداخل ہے اس لئے کہ یہ اصل میں تھا زیدٌ قائمٌ اِنّ نے مبتدا یعنی زید کو نصب دیا اور یہ انّ کا اسم ہوگیا اورخبر یعنی قائمٌ کورفع دیا اور یہ اِنّ کی خبر ہوگئی۔

فَخَبَرُ اِنَّ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُولِهَا نَحوُ اِنَّ زَيْداً قَائِمٌ.وَحُكْمُهُ فِي كَوْنِهٖ مُفْرداً اَوْ جُمْلَةً اَوْ مَعْرِفَةً اَوْ نَكِرَةً كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأِ وَلاَ يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا عَلٰى اَسْمَائِهَا اِلاَّ اِذَا كَانَ ظَرْفًا نَحْوُ اِنَّ فِي الدَّارِ زَيْدًا لِمَجَالِ التَّوَسُّعِ فِي الظُّرُوْفِ.

ترجمہ: پس ان کی خبر وہ ہے جوان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے ان زیدا قائم (بے شک زید کھڑا ہونے والا ہے)اوراس خبر کا حکم اس کے مفرد یا جملہ یا معرفہ یا نکرہ ہونے میں مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے۔اوران کے اخبار کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز نہیں۔مگر جس وقت کہ وہ خبرظرف ہو جیسے ان فی الدار زیدا بوجہ ظروف میں وسعت ہونے کے۔

تشریح: فخبر انّ الخ. یہاں سے مصنفؒ کی غرض اِنّ اوراس کے نظائر کی خبر کی تعریف کرنا ہے کہ اِنّ اوراس کے نظائر کی خبر وہ ہے جو اِن حروف میں سے کسی ایک حرف کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے اِنّ زیداً قائمٌ اس میں قائم اِنّ کی خبر ہے جو اِنّ کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

وحکمهٗ الخ. انّ اوراس کے نظائر کی خبر کا حکم بیان کرنا ہے کہ اِنّ اوراس کے نظائر کی خبر مفرد یا جملہ یا معرفہ یا نکرہ لانے میں مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے یعنی جس طرح مبتدا کی خبر مفرد ہوتی ہے یا جملہ یا معرفہ یا نکرہ ہوتی ہے اوراگر جملہ ہوتو اس میں ضمیر لانا ضروری ہوتا ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے اوراس ضمیر کو حذف کرنا بھی جائز ہے جبکہ کوئی قرینہ پایا جائے اسی طرح اِنّ اوراس کے نظائر کی خبر مفرد بھی ہوتی ہے اور جملہ بھی اور معرفہ بھی ہوتی ہے نکرہ بھی۔اگر جملہ ہوتو اس میں ضمیر کا لانا ضروری ہے جو اِنّ اوراس کے نظائر کے اسم کی طرف لوٹے اوراس ضمیر کو حذف کرنا بھی جائز ہے جبکہ کوئی قرینہ پایا جائے۔

ولا یجوز الخ. یہاں سے ایک فائدہ بیان کیا۔

اِنّ اوراس کے نظائر کی خبر کو اِنّ کے اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں

الّا اذا کان ظرفًا الخ. یہ مستثنیٰ مفرغ ہے تقدیرِ عبارت یوں ہے ولا یجوز تقدیم اخبارھا علی اسمائھا فی کل وقتٍ من الاوقات الّا وقت کو نه ظرفًا'' (نہیں ہے جائز ان کی خبروں کو مقدم کرنا ان کے اسماء پر کسی بھی وقت میں مگر اس وقت جب وہ خبر ظرف ہو) جیسے اِنّ فی الدار زیداً میں فی الدار اِنّ کی خبر ہے اور اسم سے مقدم ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جو وُسعت ظرف میں ہوتی ہے وہ غیر ظرف میں نہیں ہوتی۔

فائدہ: اگر انّ کا اسم معرفہ ہو اور خبر ظرف ہو تو خبر کو اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے اِنَّ اِلَیْنَا اِیَابَھُمْ اور اگر حروفِ مشبہ بالفعل کا اسم نکرہ ہو اور خبر ظرف ہو تو خبر کو اسم پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے انّ من البیان لسحرًا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فَصْلٌ: اِسْمُ کَانَ وَاَخَوَاتِھَا وَھِیَ صَارَ وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰی وَاَضْحٰی وَظَلَّ وَبَاتَ وَرَاحَ واٰضَ وَعَادَ وَغَدَا وَمَازَالَ وَمَا بَرِحَ وَمَا فَتِیءَ وَمَا انْفَکَّ وَمَادَامَ وَلَیْسَ فَھٰذِہِ الْاَفْعَالُ تَدْخُلُ اَیْضًا عَلَی الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ فَترفَعُ الْمُبْتَدَاَ وَیُسَمّٰی اِسْمَ کَانَ وَتَنْصِبُ الْخَبْرَ وَیُسَمّٰی خَبَرَ کَانَ

ترجمہ: فصل کان اوراس کے نظائر صار اصبح الخ ہیں پس یہ افعال بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں پس مبتدا کو رفع دیتے ہیں اوراس کا نام کان وغیرہ کا اسم رکھا جاتا ہے اور خبر کو نصب دیتے ہیں اوراس کا نام کان وغیرہ کی خبر رکھا جاتا ہے۔

تشریح: فصل، اسم کان و اخواتھا الخ. یہ مبتدا ہے خبر اس کی محذوف ہے جو کہ منھا ہے۔اصل میں تھا ''منھا اسم کان و اخواتھا'' یعنی مرفوعات کی قسموں میں سے ایک قسم کان اوراس کے نظائر کا اسم ہے۔

وھی صار الخ: سے کان کے نظائر کا بیان ہے کہ کَانَ کے نظائر صار، اصبح، امسٰی، اضحٰی، ظلَّ، باتَ، راحَ، اٰض، عاد، غَدا، مازال، ما برِحَ، مَافَتِیٰ، ما انفکّ، مادامَ لیسَ ہیں۔

فھذہ الافعال الخ. یہاں سے کان اوراس کے نظائر کے عمل کا بیان ہے۔ کان اوراس کے نظائر، اِنّ اوراس کے نظائر کی طرح مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں لیکن کان اوراس کے نظائر مبتدا کو رفع دیتے ہیں اوراس کو کان کا اسم کہتے ہیں اور خبر کو نصب دیتے ہیں اوراس کو کان کی خبر کہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فَاِسْمُ کَانَ ھُوَ الْمُسْنَدُ اِلَیْهِ بَعْدَ دُخُولِھَا نَحوُ کَانَ زَیْدٌ قَائِماً. وَیَجُوْزُ فِی الْکُلِّ تَقْدِیْمُ اَخْبَارِھَا عَلٰی اَسْمَائِھَا نَحْوُ کَانَ قَائِمًا زَیْدٌ وَ عَلٰی نَفْسِ الْاَفْعَالِ اَیْضًا فِی التِّسْعَةِ الْاُوَلِ نَحْوُ قَائِمًا کَانَ زَیْدٌ وَلَا یَجُوْزُ ذٰلِکَ فِیْ مَا فِیْ اَوَّلِهٖ مَا فَلاَ یُقَالُ قَائِمًا مَا زَالَ زَیْدٌ وَفِی لَیْسَ خِلاَفٌ وَبَاقِی الْکَلامِ فِیْ ھٰذِہِ الْاَفْعَالِ یَجِیْءُ فِی الْقِسْمِ الثَّانِی اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی.

ترجمہ: پس کان کا اسم وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو جیسے کان زید قائما اور تمام افعال میں ان کی خبروں کو ان

کے اسموں پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے کان قائما زید اور پہلے نو افعال میں خود ان افعال پر بھی (خبر کو مقدم کرنا جائز ہے) جیسے قائما کان زید اور یہ بات ان افعال میں جائز نہیں جن کے شروع میں ما ہے پس نہیں کہا جائے گا قائما ما زال زید اور لیس میں اختلاف ہے اور ان افعال میں باقی کلام قسم ثانی میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تشریح: **کان الخ**. یہاں سے مقصود کان اور اس کے نظائر کے اسم کی تعریف کرنا ہے کہ کان اور اس کے نظائر کا اسم وہ اسم ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو جیسے کان زیدٌ قائمًا، اس میں زید کان کا اسم ہے جو کان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے۔

ویجوز فی الکل الخ. کان اور اس کے نظائر کی خبروں کو ان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز[1] ہے جیسے کان قائمًا زیدٌ اس میں زیدٌ کان کا اسم ہے اور قائماً کان کی خبر ہے جو کان کے اسم سے مقدم ہے۔

وعلی نفس الافعال الخ: افعالِ ناقصہ کی خبر کی تقدیم خود اِن افعال پر تین قسم پر ہے۔ جائز، ممتنع، مختلف فیہ۔

(۱) جائز: افعالِ ناقصہ کے پہلے نو فعلوں کی خبروں کو خود ان فعلوں پر مقدم کرنا جائز[2] ہے اور وہ نو افعال کان سے لیکر راض تک ہیں جیسے قائماً کان زیدٌ، اس میں قائماً کان کی خبر ہے جو کہ کان سے مقدم ہے۔

فی التسعة الاُولیٰ: یہ کاتب سے سہو ہو گیا ہے اس لئے کہ نحو کی دوسری کتابوں میں ہے کہ شروع کے گیارہ فعلوں کی خبروں کو خود ان فعلوں پر مقدم کرنا جائز ہے جو کان سے غدا تک ہیں۔

(۲) ممتنع: یعنی افعالِ ناقصہ میں سے ہر وہ فعل جس کے شروع میں مَا ہو خواہ مَا نافیہ ہو جیسے ما زال یا مَا مصدریہ ہو جیسے مادام، ان افعال کی خبروں کو خود ان افعال کی خبروں پر مقدم کرنا جائز نہیں[3] جیسے قائماً ما زال زید یہ جائز نہیں۔

(۳) مختلف فیہ: لیس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ لیسَ کی خبر کو خود لیس پر مقدم کرنا جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ لیس کی خبر کو خود لیسَ پر مقدم کرنا جائز نہیں[4]۔

فصل: اِسْمُ مَا وَلاَ الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسِ وَهُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا نَحْوُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلاَ رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْكَ وَيُخْتَصُّ لاَ بِالنَّكِرَةِ وَيَعُمُّ مَا بِالْمَعْرِفَةِ وَالنَّكِرَةِ.

ترجمہ: ماولا مشبهتان بلیس کا اسم اور وہ اسم ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو جیسے ما زید قائما (نہیں ہے زید کھڑا ہونے والا) ولا رجل افضل منک (نہیں کوئی ایک افضل تجھ سے) اور لا نکرہ کے ساتھ مختص ہے اور ما معرفہ اور نکرہ (دونوں) کو شامل ہے۔

تشریح: **فصل، اسم ماو لا المشبّهتین الخ**. مرفوعات کی قسموں میں سے ایک قسم ماولا مشبّھتین[1] بلیس کا اسم ہے۔

هو المسند الیه الخ: سے مقصود ماولا مشبہ بلیس کے اسم کی تعریف کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ماولا مشبھتین بلیس کا اسم وہ اسم ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو جیسے ما زیدٌ قائمًا، اس میں زیدٌ مَا کا اسم ہے جو مَا کے داخل

ہونے کے بعد مسند الیہ ہے اور قائماً ما کی خبر ہے اور لا رجلٌ افضلَ منک، اس میں رجلٌ لا کا اسم ہے جو لا کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے اور افضلَ منک لا کی خبر ہے۔

ویختصّ الخ. یہاں سے مقصود ما و لا کے درمیان فرق بیان کرنا ہے کہ لا نکرہ کے ساتھ مختص ہے یعنی فقط نکرہ پر داخل ہوتا ہے اور مَا عام ہے یعنی نکرہ اور معرفہ دونوں پر داخل ہوسکتا ہے۔

فَصْلٌ: خَبَرلاَ لِنَفْيِ الْجِنْسِ وَهُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُولِهَا نَحْوُ لاَ رَجُلَ قَائِمٌ.

ترجمہ: لائے نفی جنس کی خبر اور وہ وہ اسم ہے جو اس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے لا رجل قائم۔

تشریح: خبر لا لنفی الجنس الخ. مرفوعات کی قسموں میں سے ایک قسم لائے نفی جنس کی خبر ہے۔

هو المسند الخ: سے لائے نفی جنس کی خبر کی تعریف کر رہے ہیں کہ لائے نفی جنس کی خبر وہ اسم ہے جو اس لا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے لا رجل قائمٌ، اس میں قائمٌ لا کی خبر ہے جو لا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

اَلْمَقْصَدُ الثَّانِيْ فِيْ الْمَنْصُوْبَاتِ[1] اَلْاَسْمَاءُ الْمَنْصُوْبَةُ اِثْنَا عَشَرَ قِسْمًا اَلمَفْعُولُ الْمُطْلَقُ وَبِهٖ وَفِيْهِ وَلَهٗ وَمَعَهٗ وَالْحَالُ وَالتَّمْيِيْزُ وَالْمُسْتَثْنٰى وَاِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَخَبَرُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَالْمَنْصُوْبُ بِلاَ الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ وَخَبَرُ مَا وَلاَ الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ.

ترجمہ: دوسرا مقصد منصوبات میں ہے اور اسمائے منصوبہ بارہ قسم ہیں مفعول مطلق، مفعول بہ، مفعول فیہ، مفعول لہ، مفعول معہ، حال، تمیز، مستثنیٰ ان اور اس کے نظائر کا اسم الخ۔

تشریح: المقصد الثانی فی المنصوبات[1] دوسرا مقصد منصوبات کے بیان میں۔

سوال: ہوتا ہے کہ منصوبات کے واحد میں دو احتمال ہیں یا یہ جمع ہے منصوبٌ کی یا جمع ہے منصوبۃٌ کی اور یہ دونوں احتمال صحیح نہیں، پہلا احتمال تو اس لیے صحیح نہیں کہ الف تاء کے ساتھ مؤنث کی جمع آتی ہے جبکہ منصوبٌ مذکر ہے اور دوسرا احتمال اس وجہ سے درست نہیں کہ منصوب ہونا یہ اسم کی صفت ہے اور اسم مذکر ہے اس لئے اس کی صفت بھی مذکر آنی چاہیے جبکہ منصوبۃٌ مؤنث ہے۔

جواب: یہ ہے کہ منصوبات، منصوبٌ کی جمع ہے باقی رہا یہ سوال کہ الف و تاء کے ساتھ تو مؤنث کی جمع آتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ منصوب ہونا یہ اسم کی صفت ہے اور اسم مذکر غیر عاقل ہے اور قاعدہ ہے کہ مذکر غیر عاقل کی صفت کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے۔

کما مر فی المرفوعات: منصوبات[1] بارہ ہیں (۱) مفعول بہ (۲) مفعول مطلق (۳) مفعول لہٗ (۴) مفعول فیہ (۵) مفعول معہٗ (۶) حال (۷) تمیز (۸) انّ وغیرہ کا اسم (۹) مستثنیٰ (۱۰) کان وغیرہ کی خبر (۱۱) لائے نفی جنس کا اسم اور (۱۲) ما و لا مشبہ بلیس کی خبر۔

سوال: ہوتا ہے کہ مصنفؒ نے ''المنصوب بلا التی لنفی الجنس'' کہا۔ ''اسم لا التی لنفی الجنس'' کیوں نہیں کہا۔

جواب: یہ ہے کہ اگر مصنفؒ ''اسم لا التی لنفی الجنس'' کہتے تو اس سے یہ وہم پیدا ہوتا کہ لائے نفی جنس کا اسم ہمیشہ منصوب ہوتا ہے اس لئے کہ یہاں منصوبات کی بحث ہورہی ہے حالانکہ لائے نفی جنس کا اسم ہمیشہ منصوب نہیں ہوتا جیسا کہ اس کی بحث میں معلوم ہوگا۔

فَصْلٌ: اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰى فِعْلٍ مَذْكُوْرٍ قَبْلَهٗ

ترجمہ: المفعول المطلق اور وہ مصدر ہے جو ایسے فعل کے معنی میں ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے۔

تشریح: المفعول المطلق الخ. مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو ایسے فعل کے معنی میں ہو جو فعل اس سے پہلے مذکور ہو جیسے ضربتُ ضربًا۔ ضربًا مفعول مطلق ہے اسلئے کہ یہ مصدر ہے اور اپنے سے پہلے فعل ضربتُ کا ہم معنی ہے۔

وَيُذْكَرُ لِلتَّاكِيْدِ كَضَرَبْتُ ضَرْبًا اَوْ لِبَيَانِ النَّوْعِ نَحْوُ جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِئِ اَوْ لِبَيَانِ الْعَدَدِ كَجَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْ جَلْسَتَيْنِ اَوْ جَلَسَاتٍ.

ترجمہ: اور مفعول مطلق کو تاکید کیلئے ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے ضربت ضرباً (مارا میں نے مارنا) یا بیان نوع کیلئے جیسے جلست جلسة القاری (بیٹھا ہوں میں بیٹھنا قاری جیسا) یا بیان عدد کے لئے جلست جلسة او جلستين او جلسات (میں بیٹھا ایک بار بیٹھنا دو بار بیٹھنا یا کئی بار بیٹھنا)

تشریح: ویذکر للتاکید الخ. یہاں سے مفعول مطلق کی تقسیم کررہے ہیں کہ مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) مفعول مطلق کبھی تاکید کیلئے آتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے مفعول مطلق صرف اسی معنی پر دلالت کرے جو معنی فعل مذکور سے سمجھا جارہا ہے، اس سے زائد معنی پر دلالت نہ کرے۔ جیسے ضربتُ ضربًا اس میں ضربًا مفعول مطلق ہے، اور اس کے مفہوم میں فعل مذکور کے مفہوم سے کچھ زیادتی نہیں ہے اور دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔

(۲) مفعول مطلق کبھی بیانِ نوع کیلئے آتا ہے یعنی فعلِ مذکور کی نوعیت پر دلالت کرے کہ فعل مذکور کس طرح اور کس طریقے پر واقع ہوا ہو جیسے جلستُ جِلسةَ القارئ'' میں بیٹھا قاری کے بیٹھنے کے طریقے پر'' اس میں جِلسة القاری یہ مفعول مطلق ہے۔ اس لئے کہ یہ نفسِ جلوس کی ایک نوع ہے۔

(۳) اور کبھی مفعولِ مطلق بیانِ عدد کیلئے آتا ہے یعنی یہ بتانے کیلئے آتا ہے کہ فعل مذکور کتنی مرتبہ واقع ہوا جیسے جلستُ جَلْسَةً او جلستين او جلساتٍ، بیٹھا میں ایک مرتبہ بیٹھنا یا دو مرتبہ بیٹھنا یا کئی مرتبہ بیٹھنا۔

وَقَدْ يَكُوْنُ مِنْ غَيْرِ لَفْظِ الْفِعْلِ الْمَذْكُوْرِ نَحْوُ قَعَدتُّ جُلُوْسًا وَاَنْبَتَ نَبَاتًا وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُهٗ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ لِلْقَادِمِ خَيْرَ مَقْدَمٍ اَىْ قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ وَوُجُوْبًا سِمَاعًا نَحْوُ سَقْيًا وشُكْراً وَحَمْداً وَرَعْيًا اَىْ سَقَاكَ اللّٰهُ سَقْيًا وَشَكَرْتُكَ شُكْراً وَحَمِدتُّكَ حَمْدًا وَرَعَاكَ اللّٰهُ رَعْيًا.

ترجمہ: اور کبھی مفعول مطلق فعل مذکور کے لفظ کے غیر سے ہوتا ہے جیسے قعدت جلوساً (میں بیٹھا، بیٹھنا) اور انبت نباتا (اگایا اس نے اگانا) اور کبھی اس کا فعل حذف کیا جاتا ہے بوقت قائم ہونے قرینہ کے جوازی طور پر جیسے تیرا قول اس شخص کیلئے جو سفر سے واپس آنے والا ہو خیر

مقدم یعنی قدمت قدوما خیر مقدم (آیا ہے تو آنا بہتر آنا) اور وجوبی سماعی طور پر جیسے سقیا یعنی سقاک اللّٰہ سقیا (پلائے تجھے اللہ تعالیٰ پلانا) اور شکرا یعنی شکرتک شکر (شکر ادا کرتا ہوں میں تیرا شکر ادا کرنا) اور حمدا یعنی حمدتک حمدا (تعریف کرتا ہوں میں تیری تعریف کرنا) اور رعیا یعنی رعاک اللّٰہ رعیا (رعایت کی اللہ تعالیٰ نے تیری رعایت کرنا)

تشریح: **وقد یکون من غیر لفظ الفعل المذکور الخ.** کبھی مفعول مطلق باعتبار لفظ کے فعل مذکور کے مغایر ہوتا ہے خواہ یہ مغایَرت مادہ کے اعتبار سے ہو یا باب کے اعتبار سے ہو یا دونوں اعتبار سے ہو۔ مغایرت مادہ کے اعتبار سے ہو جیسے قعدتُ جلوسًا جلوسًا یہ مفعول مطلق ہے قعدتُ کا۔ قعدتُ کا مادہ اور ہے اور جلوسًا کا مادہ اَور ہے۔ مغایرۃ باب کے اعتبار سے ہو جیسے انبت نباتًا، نباتاً یہ مفعول مطلق ہے انبتَ کا، انبتَ کا باب اور ہے اور نباتًا کا باب اور ہے۔ مغایرت دونوں اعتبار سے ہو جیسے اَوْجَسَ فی نفسہٖ خِیفۃً اس مثال میں خیفۃً اَوْ جَسَ کا مفعول مطلق ہے اور دونوں کا مادہ بھی الگ الگ ہے اور باب بھی الگ الگ ہے لیکن مفعول مطلق کا فعل مذکور کے ہم معنی ہونا ضروری ہے ورنہ اسکا مفعول مطلق بنانا درست ہی نہ ہوگا۔ اس لئے مصنفؒ نے مفعول مطلق کی تعریف میں ''بِمعنی فعلٍ مذکورٍ قبلہ'' کہا۔

وقد یحذف فعلہٗ الخ. کبھی مفعول مطلق کے فعل ناصب کو قرینہ کے پائے جانے کے وقت جوازًا حذف کیا جاتا ہے خواہ قرینہ معنویہ حالیہ ہو یا مقالیہ لفظیہ ہو، قرینہ معنویہ حالیہ کے وقت فعل کو حذف کئے جانے کی مثال جیسے آنے والے کو کہا جائے ''خیرَ مقدمٍ'' اس کی تقدیر قدمتَ قدومًا خیر مقدمٍ ہے۔ اولاً قدمتَ فعل کو حذف کیا اس لئے کہ اس کے حذف کرنے پر قرینہ حالیہ موجود ہے اور وہ قرینہ معنویہ حالیہ مخاطب کا حال ہے۔ کیونکہ اس کے آنے والی حالت دلالت کرتی ہے کہ یہاں فعل قدمتَ محذوف ہے پھر ثانیًا قدومًا کو حذف کر کے اس کی صفت خیر مقدمٍ کو اس کے قائم مقام کر دیا۔

وجوبًا الخ. اسکا عطف جوازًا پر ہے یعنی قَد یُحذف فعلُہ لقیامِ قرینۃٍ وجوبًا سماعًا'' اور کبھی مفعول مطلق کے فعلِ ناصب کو قرینہ کے پائے جانے کے وقت وجوبًا حذف کرتے ہیں اور یہ حذف کرنا سماعی ہوتا ہے یعنی ان کے حذف کرنے کیلئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں۔ بلکہ ان کا حذف کرنا اہل عرب سے سماع پر موقوف ہے یعنی اہل عرب حذفِ فعل کے ساتھ ان مصادر کو بولتے ہیں جیسے سَقیًا، شُکرًا، حمدًا، اور رَعیًا، ان کی تقدیر سقاک اللّٰہُ سقیًا و شکرتُک شکراً و حمدتُک حمدًا اور رعاک اللّٰہ رعیًا ہے۔ چونکہ ان مصادر کے افعال کو اہل عرب حذف کرتے ہیں اس لئے ہم نے بھی ان کے افعال کو سماعًا حذف کر دیا تاکہ مخالفت لازم نہ آئے اور پھر یہاں حذف کا قرینہ حالیہ ہے مثلاً سقیًا اس شخص کو کہتے ہیں جو دعائے خیر کا مستحق ہو تو اس شخصِ مخاطب کا حال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی تقدیر سقاک اللّٰہ سقیًا ہے۔ باقی بھی اسی طرح ہیں۔

فصل: اَلْمَفْعُوْلُ بِہٖ وَھُوَ اِسْمُ مَا وَقَعَ عَلَیْہِ فِعْلُ الْفَاعِلِ کَضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا وَقَدْ یَتَقَدَّمُ عَلَی الْفَاعِلِ کَضَرَبَ عَمْرًوا زیدٌ وقَدْ یُحْذَفُ فِعْلُہٗ لِقِیَامِ قَرِیْنَۃٍ جَوَازاً نَحْوُ زَیْدًا فِی جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ

وَوُجُوْبًا فِیْ اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ اَلْاَوَّلُ سِمَاعِیٌّ نَحْوُ امْرَأً وَنَفْسَهٗ وَانْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ وَاَهْلاً وَسَهْلاً وَالْبَواقِیُ قِیَاسِیَّةٌ.

ترجمہ: مفعول بہ اور وہ نام ہے اس چیز کا جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضرب زید عَمْرًوا اور کبھی مفعول فاعل پر مقدم ہو جاتا ہے۔ جیسے ضرب عَمْرًوا زید اور کبھی کبھی اس کے فعل کو قرینہ کے قائم مقام ہونے کے وقت جوازی طور پر حذف کیا جاتا ہے۔ جیسے زیداً اس شخص کے جواب میں جو کہے من اضرب اور چار جگہوں میں وجوبی طور پر اول سماعی ہے جیسے امراً و نفسه و انتهوا خیرا لکم واھلا وسھلا اور باقی قیاسی ہیں۔

تشریح: فصل، المعفول بہ الخ. یہاں سے منصوبات کی دوسری قسم مفعول بہ کو بیان کررہے ہیں۔

وھو اسم الخ: یہاں سے مفعول بہ کی تعریف کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول بہ اس چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضرب زیدٌ عمرًوا اس میں عمرواً مفعول بہ ہے کیونکہ اس پر فاعل کا فعل یعنی ضرب واقع ہے۔

وقد یتقدم علی الفاعل الخ. مفعول بہ کی اصل تو یہ ہے کہ وہ فاعل سے مؤخر ہو لیکن کبھی فاعل سے مقدم بھی ہوتا ہے جیسے ضرب عمرًوا زیدٌ اس میں عمرًوا مفعول بہ ہے جو فاعل یعنی زیدٌ سے مقدم ہے۔

وقد یحذف فعله لقیام قرینة الخ. اور کبھی مفعول بہ کے فعل ناصب کو بوقت قیام قرینہ کے جوازی طور پر حذف کردیتے ہیں عام ازیں کہ وہ قرینہ لفظیہ ہو یا حالیہ ہو، قرینہ لفظیہ مقالیہ کی مثال جیسے زیدًا اس شخص کے جواب میں جو کہے ''مَنْ اَضْرِبُ'' (میں کس کو ماروں) تو زیداً مفعول بہ ہے اس کا فعل ناصب محذوف ہے جو کہ اِضْرِبْ فعل امر ہے، یہ اصل میں اِضْرِبْ زیدًا تھا زیدًا کے فعل ناصب کو حذف کردیا اور اس کے حذف پر قرینہ سائل کا سوال ہے کیونکہ جب سوال میں فعلِ ضرب کا ذکر ہے تو جواب میں بھی فعلِ ضرب محذوف ہوگا نہ کہ کوئی

وجوباً الخ. یہ جوازًا یا وجوباً موصوف محذوف حذفاً کی صفت ہو کر یحذف فعل کا مفعول مطلق ہیں اسکا عطف جوازًا پر ہے اصل میں تھا ''وقد یُحذف فِعلُهٗ لقیامِ قرینة وجوبًا فی اربعةِ مواضع''، یعنی کبھی مفعول بہ کے فعل ناصب کو وجوبی طور پر چار جگہوں میں حذف کردیا جاتا ہے پہلا ان میں سے سماعی ہے یعنی مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کرنے میں کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہیں بلکہ وہ فقط اہلِ عرب سے سماع پر موقوف ہے اس لئے کہ یہ امثلہ مسموعہ سے متجاوز نہیں ہے۔

مثال نمبر۱: جیسے امرًأ و نفسَهٗ: یہ اصل میں ''اُترکُ امرأ و نفسَهٗ تھا (یعنی چھوڑ تو مرد کو اور اس کے جی کو یعنی روک تُو اپنے ہاتھ کو اس کے مارنے سے اور روک تُو اپنی زبان کو اُسے نصیحت کرنے سے) اس مثال میں اِمراً مفعول بہ ہے اور اس کا فعل ناصب ''اُترک''، وجوبًا سماعًا محذوف ہے اور و نفسَهٗ کے واؤ میں دو احتمال ہیں (۱) یا تو یہ واؤ عاطفہ ہے اور نفسَهٗ کا عطف امراً پر ہے (۲) یا یہ واؤ بمعنی مع کے ہے اور نفسهٗ مفعول معہٗ ہے اُترک فعل کا۔

مثال نمبر۲: وَانْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ: اس کی تقدیر ''اِنتهُوا عن التثلیث واقصد وا خیرًا لکم'' تھی (اے نصاریٰ! تم تین خدا کہنے سے باز آجاؤ اور اپنے لیے بہتری کا قصد کرو) خیراً لکم مفعول بہ ہے اور اسکا فعل ناصب ''اِقصِدوا''، وجوبًا سماعًا محذوف ہے۔

مثال نمبر۳: اھلاً و سھلاً: اس کی تقدیر ''اتیتَ اھلاً و وطَیتَ سھلاً'' ہے اھلاً وسھلاً مفعول بہ ہیں ان کے فعل ناصب

اتیتَ اور وطیتَ وجوباً سماعًا محذوف ہیں۔

والبواقی قیاسیةٌ: باقی تین قیاسی ہیں یعنی باقی تین مواضع میں مفعول بہ کے فعل ناصب کے حذف کرنے پر قاعدہ اور ضابطہ مقرر ہے۔ جہاں یہ قاعدہ اور ضابطہ پایا جائے گا تو مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہوگا۔

اَلثَّانِی التَّحْذِیْرُ وَھُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِیْرِ اِتَّقِ تَحْذِیْرًا مِمَّا بَعْدَهٗ نَحْوُ اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ اَصْلُهٗ اِتَّقِکَ وَالْاَسَدَ اَوْ ذُکِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ مُکَرَّراً نَحْوُ اَلطَّرِیْقَ اَلطَّرِیْقَ.

ترجمہ: دوسرا موضوع تحذیر ہے اور وہ اتق مقدر کا معمول ہو اور اس کو اپنے مابعد سے ڈرایا گیا ہو ڈرایا جانا (یا اس کو اپنے مابعد سے ڈرانے کیلئے ذکر کیا گیا ہو) جیسے ایاک والاسد اس کی اصل اتقک والاسد تھی (بچا تو اپنے آپ کو شیر سے اور شیر کو اپنے آپ سے) یا محذر منہ کو مکرر ذکر کیا گیا ہو جیسے الطریق الطریق (بچ راستے سے راستے سے)

تشریح: الثانی، التحذیر الخ. وہ مواضع اربعہ جن میں مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے دوسرا موضع تحذیر ہے۔ تحذیر کا لغوی معنی ہے ''کسی کو کسی چیز سے ڈرانا'' ڈرانے والے کو محذِّر کہتے ہیں اور جس کو ڈرایا جائے اسے محذَّر کہتے ہیں اور جس چیز سے ڈرایا جائے اس کو محذَّر منہ کہتے ہیں۔ اور نحویوں کی اصطلاح میں تحذیر مفعول بہ کی ایک قسم ہے جس کی تعریف وہ ''وھو معمول'' سے کر رہے ہیں۔

وجه حذف: تحذیر کے موضع میں مفعول بہ کے فعلِ ناصب کو وقت کی تنگی اور قلتِ فرصت کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے اور تنگی وقت اور قلتِ فرصت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی بَلا اور مصیبت سامنے ہو اور متکلم اس بات کا خوف کرے کہ اگر وہ فعل کو ذکر کرے گا تو مخاطب بَلا اور مصیبت میں گرفتار ہو جائیگا اس لئے وہ فعل کو حذف کر دیتا ہے جیسے اگر کسی کو سانپ سے بچانا ہو تو جلدی سے اردو میں سانپ سانپ کہتے ہیں اور ''بچو'' فعل کو حذف کر دیتے ہیں۔

وھو معمول الخ. یہاں سے مصنفؒ تحذیر کی تعریف کر رہے ہیں کہ تحذیر وہ اسم ہے جو اتّق مقدر کا معمول ہو پھر تحذیر کی دو قسمیں ہیں۔ تحذیراً مما بعدہٗ سے قسمِ اول کا بیان ہے اور ذُکرالمحذَّر منہ سے قسم ثانی کا بیان ہے۔

قسم اول: کا حاصل یہ ہے کہ تحذیر کی پہلی قسم وہ اسم ہے جو اتّق مقدر کا معمول ہو اور اس کو مابعد سے ڈرایا گیا ہو یا یوں کہیں کہ تحذیر کی پہلی قسم وہ اسم ہے جو اتّق فعل مقدر کا معمول ہو اور اس معمول کو مابعد سے ڈرانے کیلئے ذکر کیا گیا ہو۔ اس وقت یہ معمول محذر ہوگا اور مابعد محذر منہ، جیسے ایّاک والاسد اس میں ایّاکَ اتّقِ فعل محذوف کا معمول ہے اور اس کو مابعد ''الاسد'' سے ڈرایا گیا ہے، یہ اصل میں ''اتّقَکَ وَالْاَسَدَ'' تھا۔ چونکہ ضمیر فاعل اور ضمیر مفعول کا فعل کے ساتھ متصل ہونا جبکہ وہ دونوں شے واحد کیلئے ہوں (یعنی دونوں کا مصداق ایک ہو) افعال قلوب کے علاوہ میں جائز نہیں جیسے ضربتنی بصیغہ متکلم کہنا جائز نہیں۔ اس لئے اس صورت میں لفظِ نفسٌ یا عینٌ کو مفعول کی طرف مضاف کرتے ہیں اور ضربتُ نفسی پڑھتے ہیں۔ اس طرح یہاں ''اتقکَ والاسدَ'' میں چونکہ فاعل اور مفعول کی ضمیریں دونوں شی واحد یعنی مخاطب کیلئے ہیں اس لئے نفس کو مفعول کی طرف مضاف کر کے اتّقِ نفسک والاسدَ پڑھتے

ہیں پھر جب وقت کی تنگی کی وجہ سے اتّقِ فعل کو حذف کیا تو نفس کی ضرورت نہ رہی۔ لہٰذا نفسؐ کو بھی حذف کر دیا اور ضمیر متصل، ضمیر منفصل میں تبدیل ہوگئی۔ ایّاک و الاسَد ہوگیا۔ اس مثال میں ایّاک محذّ رہے اور الاسد محذّ رمنہ ہے۔

و الاسد: الاسد کا عطف ہے ایّاک پر ہے یعنی اتّقِ نفسکَ من الاسد. و اتّق الاسدَ من نفسکَ، بچا تو اپنے آپ کو شیر سے اور شیر کو اپنے آپ سے بچا۔

قسم ثانی: تحذیر کی قسم ثانی وہ اسم ہے جو اتقِ مقدر کا معمول ہو اور وہ معمول محذَّ رمنہ ہو کر مکرر ذکر کیا گیا ہو اس صورت میں یہ معمول محذَّ رمنہ ہے جسے مکرر ذکر کیا گیا ہو اور محذَّ رخود مخاطب ہوگا جیسے ''الطّریق الطّریق'' اس میں الطریق اتقِ مقدر کا معمول ہے اور وہ معمول محذَّ رمنہ ہے جس کو مکرر ذکر کیا گیا ہے اس کی تقدیر اتّقِ الطریقَ ہے۔ تنگیٔ وقت کی وجہ سے اتّقِ فعل کو حذف کر دیا گیا اور محذَّ ر منہ کو مکرر ذکر کر دیا گیا تاکید کیلئے، پس الطریق الطریق ہوگیا۔ الطریق محذَّ رمنہ ہے اور مخاطب محذَّ ر ہے۔

اَلثَّالِثُ مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰی شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ بَعْدَهٗ فِعْلٌ اَوْ شِبْهُهٗ يَشْتَغِلُ ذٰلِکَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِکَ الْاِسْمِ بِضَمِيْرِهٖ اَوْ مُتَعَلِّقِهٖ بِحَيْثُ لَوْ سُلِّطَ عَلَيْهِ هُوَ اَوْ مُنَاسِبُهٗ لَنَصَبَهٗ نَحْوُ زَيْداً ضَرَبْتُهٗ فَاِنَّ زَيْداً مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مَحْذُوْفٍ مُضْمَرٍ وَهُوَ ضَرَبْتُ يُفَسِّرُهُ الْفِعْلُ الْمذكُوْرُ بَعْدَهٗ وَهُوَ ضَرَبْتُهٗ وَلِهٰذَا الْبَابِ فُرُوْعٌ كَثِيْرَةٌ.

ترجمہ: تیسرا مقام ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر ہے (وہ مفعول بہ کہ اس کا عامل تفسیر کی شرط پر مقدر کیا گیا ہو) اور وہ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اس حال میں کہ یہ فعل اس اسم سے اعراض کرنے والا ہو اس کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے ایسے طور پر کہ اگر اس فعل کو یا اس کے مناسب کو اس اسم پر مسلط کیا جائے تو اس کو نصب دے جیسے زیدا ضربته پس تحقیق زید منصوب ہے ایسے فعل کی وجہ سے جو محذوف مقدر ہے اور وہ ضربت ہے جس کی تفسیر وہ فعل کر رہا ہے جو اس کے بعد مذکور ہے اور وہ ضربته ہے اور اس باب کیلئے بہت مسائل ہیں۔

تشریح: الثالث ما اُضمر عاملهٗ الخ. وہ مواضع اربعہ جن میں مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے تیسرا موضع ''ما اُضمر عاملهٗ علی شریطة التفسیر'' ہے یعنی وہ مفعول بہ کہ جس کے عامل ناصب کو اس شرط پر حذف کیا گیا ہو کہ آگے اس عامل کی تفسیر آرہی ہے اور اس عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ اگر اس کو حذف نہ کیا جائے گا تو مفسَّر اور مفسِّر کا جمع ہونا لازم آئیگا اور یہ جائز نہیں۔

وهو کل اسمٍ: یہاں سے مَا اُضمر عاملهٗ علی شریطة التفسیر کی تعریف کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر ہر وہ اسم ہے جس کے بعد ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس طور پر ہو کہ اگر خود اس فعل یا شبہ فعل کو یا اس کے مناسب مرادف کو یا مناسب لازم کو اس اسم پر مسلط کر دیا جائے (یعنی ضمیر یا متعلق کو حذف کر کے خود اسم کو اس فعل یا شبہ فعل کا معمول بنا دیا

جائے) تو وہ فعل یا شبہ فعل یا مناسب اس اسم کو نصب دے گا۔

تعریف کے بعد اب مثال ملاحظہ فرمائیں جیسے زیداً ضربتهٗ میں زیداً منصوب ہے۔ فعل محذوف مقدر کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے جو کہ ضربتُ ہے جس کی تفسیر وہ فعل کررہا ہے جو اس کے بعد مذکور ہے اور وہ ضربتُه ہے۔ پس زیداً ''ما اُضمر عاملهٗ علی شریطة التفسیر'' ہے اس لئے کہ یہ اسم ہے اس کے بعد ایسا فعل یعنی ضربتُ ہے جو اس اسم کی ضمیر یعنی ہٗ میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کررہا ہے اور وہ فعل ضربتُ اس طور پر ہے کہ اگر خود اس فعل کو زید پر مسلط کردیا جائے یا اس طور کہ ضمیر کو فعل سے علیحدہ کرکے فعل کو زید پر مسلط اور مقدم کردیا جائے تو وہ زیداً کو نصب دے گا جیسے ضربتُ زیداً، اصل میں عبارت یوں تھی ضربتُ زیداً ضربتهٗ، ضربتُ فعل کو حذف کردیا گیا کیونکہ بعد میں فعل ضربتهٗ آرہا ہے جو اس کی تفسیر کررہا ہے۔ لہٰذا فعل اول کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ حذف نہ کرنے کی صورت میں مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع لازم آئیگا جو کہ جائز نہیں۔

ولهٰذا الباب فروع كثيرة الخ: یعنی ما اُضمر عاملهٗ علی شریطة التفسیر کے اعراب کی بہت سی صورتیں ہیں۔ (۱) اسم کو مرفوع پڑھنا مختار ہے (۲) نصب مختار ہے (۳) رفع واجب ہے (۴) نصب واجب ہے (۵) رفع ونصب دونوں جائز ہیں۔

ﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦ

اَلرَّابِعُ الْمُنَادٰى وَهُوَ اِسْمٌ مَدْعُوٌّ بِحَرْفِ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحوُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَىْ اَدْعُوْا عَبْدَ اللّٰهِ وَحَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَقَامَ اَدْعُوْا.

ترجمہ: چوتھا مقام منادی ہے اور وہ ایسا اسم ہے جو بذریعہ حرف ندا پکارا گیا ہو درانحالیکہ وہ حرف ندا ملفوظ ہو جیسے یا عبداللّٰه یعنی میں عبداللہ کو بلاتا ہوں اور حرف ندا ادعو کے قائم مقام ہے۔

تشریح: الرابع، المنادٰى الخ. وہ مواضع اربعہ جن میں مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے چوتھا موضع منادٰی ہے، منادٰی مفعول بہ ہوتا ہے اور اس کے فعل ناصب کو بھی اختصار کی غرض سے حذف کرنا واجب ہے اور حرفِ نداء اس فعل محذوف کے قائم مقام ہوتا ہے۔

وهو اسمٌ: یہاں سے مقصود منادٰی کی تعریف بیان کرنا ہے کہ منادٰی ہر وہ اسم ہے جسے حرف نداء کے ذریعے پکارا جائے۔ درانحالیکہ وہ حرفِ نداء ملفوظ ہو یعنی منادٰی وہ اسم ہے جسے حرفِ نداء لفظی کے ذریعے پکارا جائے۔ جیسے یا عبداللّٰه، اس میں عبداللّٰه منادٰی ہے اس لئے کہ یہ ایسا اسم ہے جسے حرفِ نداء کے ذریعے پکارا گیا ہے اور وہ حرفِ نداء ملفوظ ہے۔ یا عبدَاللّٰه میں عبداللہ دراصل مفعول بہ ہے اس فعل محذوف کا جس کے قائم مقام یاءِ حرفِ نداء ہے۔ یا عبد اللّٰه کی تقدیر ''اَدْعُوْ عبدَاللّٰه'' تھی اَدْعُوْ فعل کو اختصار کے حصول کیلئے حذف کرکے یاء کو اسکے قائم مقام کردیا تو یا عبداللّٰه ہوگیا۔

ﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦﮧﮦ

وَحُرُوْفُ النِّدَاءِ خَمْسَةٌ يَا وَاَيَا وَهَيَا وَاَىْ وَالْهَمْزَةُ الْمَفْتُوحَةُ وَقَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحوُ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا.

ترجمہ: اورحروف ندا پانچ ہیں یا، ایا، ھیا، ای اور ھمزۃ مفتوحہ اور کبھی حرف ندا کولفظوں میں حذف کر دیا جاتا ہے جیسے یوسف اعرض عن ھذا (اے یوسف اعراض کر اس سے)

تشریح: وحروف النداء خمسة الخ: حروفِ نداء پانچ ہیں۔ یَا، اَیَا، ھَیَا، اَیْ، اور ہمزہ مفتوحہ۔ انکی تفصیل حروف کی بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔

وقد يحذف حرف النداء لفظا الخ. اور کبھی حرفِ نداء کولفظوں سے تخفیف کی غرض سے حذف بھی کر دیا جاتا ہے جبکہ اس کے حذف کرنے پر کوئی قرینہ پایا جائے جیسے ''یوسفُ اَعْرِضْ عن ھذا'' اس میں یوسف منادیٰ ہے اور حرفِ نداء محذوف ہے جو کہ یا ہے، اصل میں یا یوسفُ اعرضْ عن ھذا تھا یا حرفِ نداء کو حذف کر دیا اور اس کے حذف پر قرینہ اَعرِضْ صیغہ اِمر ہے وہ اس طرح کہ اگر یا حرفِ نداء کو محذوف نہ مانیں تو پھر یوسف مبتدا ہوگا اور اعرضْ صیغہِ امر اس کی خبر، حالانکہ انشاء کو بغیر تاویل کے خبر بنانا درست نہیں۔ لہٰذا یہاں حرفِ نداء کو مقدّر ماننا جائے گا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُنَادٰى عَلٰى اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُفْرداً مَعْرِفَةً يُبْنٰى عَلٰى عَلاَمَةِ الرَّفْعِ كَالضَّمَّةِ وَنَحْوِهَا يَا زَيْدُ وَيَارَجُلُ وَيَا زَيْدَانِ وَيَازَيْدُوْنَ وَيُخْفَضُ بِلاَمِ الْاِسْتِغَاثَةِ نَحْوُ يَا لَزَيْدٍ وَيُفْتَحُ بِالْحَاقِ اَلِفِهَا نَحْوُ يَازَيْدَاهُ.

ترجمہ: اور جان تو بے شک منادیٰ چند اقسام پر ہے پس اگر وہ مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع جیسے ضمہ اور اس کی مثل پر مبنی ہوگا۔ یا زید، یا رجل، یازیدان، یا یازیدون الخ اور منادیٰ لام استغاثہ کے سبب مجرور ہوتا ہے جیسے یا لزیدٍ اور الف استغاثہ کے لاحق ہونے کے سبب منادیٰ مفتوح ہوتا ہے جیسے یا زیداہ۔

تشریح: **واعلم الخ.** یہاں سے مصنفؒ منادیٰ کے اقسام واحکام بیان کر رہے ہیں۔ منادیٰ کے اعراب کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) منادیٰ مبنی بر علامتِ رفع (علامتِ رفع تین ہیں۔ ضمہ، الف، واؤ) (۲) منادیٰ معرب مجرور (۳) منادیٰ مبنی علی الفتحہ (۴) منادیٰ معرب منصوب، ان کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) منادیٰ اگر مفرد معرفہ ہو تو مبنی بر علامتِ رفع ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر منادیٰ مفرد معرفہ ہو تو علامتِ رفع پر مبنی ہوتا ہے جیسے یازیدُ اس میں زید معرفہ ہے اور علامتِ رفع ضمّہ پر مبنی ہے۔ اور یہ حرفِ نداء سے پہلے معرفہ ہونے کی مثال ہے اور جیسے یا رجلُ اس میں رجل مفرد معرفہ ہے اور علامتِ رفع ضمہ پر مبنی ہے اور یہ حرفِ نداء کے بعد معرفہ ہونے کی مثال ہے اور جیسے یازیدان اس میں زیدون چونکہ مضاف شبہ مضاف نہیں اس لئے مفرد معرفہ ہے اور علامتِ رفع الف پر مبنی ہے اس لئے کہ زیدان تثنیہ ہے اور تثنیہ حالتِ رفع میں الف کے ساتھ ہوتا ہے اور جیسے یازیدون اس میں زیدون چونکہ مضاف، شبہ مضاف نہیں اس لئے مفرد معرفہ ہے اور علامتِ رفع واؤ پر مبنی ہے اسلئے کہ جمع مذکر سالم حالتِ رفع میں واؤ کے ساتھ آتی ہے۔

(۲) **ويخفض بلام الاستغاثة:** اگر منادیٰ پر لام استغاثہ داخل ہو تو منادیٰ کو مجرور پڑھتے ہیں جیسے یالَزیدٍ۔

فائدہ: استغاثہ کا معنی ہے فریاد طلب کرنا اور مظلوم آدمی کا کسی کو مدد کیلئے طلب کرنا تا کہ وہ اس سے ظلم کو دُور کرے، فریاد طلب کرنے والے کو مستغیث، جس کیلئے فریاد طلب کی جائے اس کو مستغاث لہ اور جس سے فریاد طلب کی جائے اس کو ''مستغاث'' کہتے ہیں، لامِ

استغاثہ مستغاث پر داخل ہوتا ہے جیسے یالزید میں زید مستغاث ہے۔

فائدہ: لام استغاثہ وہ لام ہے جو بوقت استغاثہ (فریاد طلب کرنے کے وقت) مستغاث پر داخل ہو یہ لام مفتوح ہوتا ہے اور مستغاث لہٗ پر جو لام داخل ہوتا ہے وہ مکسور ہوتا ہے جیسے یا لَقومٍ لِلمظلوم میں قوم مستغاث ہے اور مظلوم مستغاث لہٗ ہے۔

(۳) ویُفتح بالحاق الفها: اگر منادی کے آخر میں الف استغاثہ لاحق ہو تو منادی مبنی برفتحہ ہوتا ہے کیونکہ الف اپنے ماقبل فتحہ چاہتا ہے۔ جب منادی کے آخر میں الف استغاثہ لاحق ہو تو پھر لام استغاثہ شروع میں نہ آئے گا کیونکہ الف اپنے ماقبل کا فتحہ اور لام آخر میں جر چاہتا ہے تو دونوں کے اثر میں منافاۃ ہے جیسے یازیداہ، آخر میں ہاء وقف کی ہے۔

وَيُنْصَبُ اِنْ كَانَ مُضَافًا نَحْو يَاعَبْدَ اللّٰهِ اَوْ مُشَابِهًا لِلْمُضَافِ نَحوُ يَاطَالِعًا جَبَلاً اَوْ نَكِرَةً غَيْرَ مُعَيَّنَةٍ كَقَوْلِ الْاَعْمٰى يَارَجُلاً خُذْ بِيَدِیْ

ترجمہ: اور منادی منصوب ہوتا ہے اگر مضاف ہو جیسے یا عبداللہ یا مشابہ مضاف جیسے یا طالعا جبلا یا نکرہ معین ہو جیسے نابینا کا قول یا رجلا خذی بیدی.

تشریح: (۴) ویُنصب ان کان الخ: منادی اگر مضاف یا شبہ مضاف ہو یا نکرہ غیر معیّنہ[1] ہو تو مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے۔ مضاف کی مثال جیسے یا عبداللّٰہ، شبہ مضاف کی مثال جیسے یا طالعًا جبلاً اور نکرہ غیر معیّنہ کی مثال جیسے نابینا کہے ''یارجلاً خُذْ بیدی''، اس میں رجلاً قبل النداء بھی نکرہ ہے اور بعد النداء بھی، کیونکہ نابینا آدمی کسی مرد معین کو نہیں پکار رہا۔

شبہ مضاف: وہ اسم ہے جو مضاف تو نہ ہو لیکن اسکا معنیٰ دوسرے کلمہ کے بغیر تام نہ ہو، وجہ مشابہت یہ ہے کہ جس طرح مضاف کا معنیٰ مضاف الیہ کے بغیر تام نہیں ہوتا اسی طرح اسکا معنیٰ بھی دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر تام نہیں ہوتا جیسے یا طالعًا جبلاً (اے چڑھنے والے پہاڑ پر) اس میں طالعًا کا معنیٰ جبلاً کے ملائے بغیر معلوم نہیں ہوتا کیونکہ چڑھنے والے کیلئے چڑھنے کی جگہ چاہیے جس کا ذکر ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وَاِنْ كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ قِيْلَ يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ وَيَا اَيَّتُهَا الْمَرْأَةُ.

ترجمہ: اور اگر منادی معرف باللام ہو تو کہا جائے گا یاایها الرجل ویاایتها المرأۃ۔

تشریح: وان کان الخ. اگر منادی معرّف باللام ہو تو حرف نداء اور منادی کے درمیان فاصلہ کرتے ہیں پھر اگر منادی معرّف باللام مذکر ہو تو حرف نداء اور منادی کے درمیان ایٌّ اور ھَا تنبیہ (یعنی ایّھا) سے فاصلہ کرتے ہیں جیسے یا ایّھا الرجل اگر منادی معرّف باللام مؤنث ہو تو حرف نداء اور منادی کے درمیان ایّۃٌ اور ھا تنبیہ (یعنی ایّتھا سے) فاصلہ کرتے ہیں جیسے یا ایّتُھا المرأۃ.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وَيَجُوْزُ تَرْخِيْمُ الْمُنَادٰى وَهُوَ حَذْفٌ فِيْ اٰخِرِهٖ لِلتَّخْفِيفِ كَمَا تَقُوْلُ فِي مَالِكٍ يَا مَالُ وَفِي مَنْصُوْرٍ

---

[1] خواہ وہ مذکر عاقل کی جمع مکسر ہو جیسے رجال یا مذکر غیر عاقل کی جمع مکسر ہو جیسے جمال (جمل اونٹ کی جمع ہے) یا مؤنث کی جمع مکسر ہو جیسے نسوۃ (امرأۃ کی جمع ہے)۔

يَامَنْصُ وَفِي عُثْمَانَ يَا عُثْمُ

ترجمہ: اورمنادی کی ترخیم جائز ہےاوروہ اس کے آخر میں تخفیف کیلئے حذف کرنا ہےجیسا کہ تو کہے گامالک میں یا مال اورمنصور میں یا منص اورعثمان میں یا عثم۔

تشریح: ویجوز ترخیم المنادی الخ . منادیٰ کے خصائص میں سے ایک خصوصیت بیان کررہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ منادیٰ میں ترخیم بھی جائز ہے۔

وھو حذف الخ: یہاں سے مقصودترخیم کی اصطلاحی تعریف کرنا ہے کہ ترخیم وہ محض تخفیف کی غرض سے بغیر کسی صرفی اورلغوی قاعدہ کےمناذی کے آخر سے حرف کوحذف کرنا ہے پھر یہ حذف کبھی ایک حرف کا ہوتا ہے جیسے یا مَالکُ میں یا مالُ اور کبھی دوحرفوں کوحذف کردیتے ہیں بشرطیکہ اس کا آخری حرف صحیح ہواوراسکا ماقبل مدّہ ہو جیسے یا منصورُ سے یامنصُ اور جب اسم کے آخر میں ایسے دوحرف زائدجمع ہوں جودونوں ایک ساتھ زائد ہوتے ہیں اورایک ساتھ حذف ہوتے ہیں تو ترخیم کرتے وقت دونوں حذف کریں گے جیسے یا عثمانُ میں یا عُثمُ، عثمان میں الف،نون زائدتان ہیں جوایک ساتھ زائد ہوتے اورایک ساتھ حذف ہوتے ہیں۔

وَيَجُوْزُ فِي اٰخِرِ الْمُنَادَى الْمُرَخَّمِ الضَّمُّ وَالْحَرْكَةُ الْاَصْلِيَّةُ كَمَا تَقُوْلُ فِي يَا حَارِثُ يَاحَارُ وَيَاحَارِ.

ترجمہ: اورمنادی مرخم کے آخر میں ضمہ اورحرکت اصلیہ جائز ہےجیسا کہ تو کہے گایا حارث میں یاحارُاور یا حارِ۔

تشریح: ویجوز فی آخر المنادی المرخم الضم والحرکۃ الاصلیۃ الخ. منادیٰ مرخّم میں اصلی حرکت بھی جائز ہے(یعنی ترخیم سے پہلے اس حرف پر جوحرکت تھی)اورضمّہ بھی جیسے یا حارِثُ میں یا حارِ بھی پڑھ سکتے ہیں اوریا حارُ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ يَا مِنْ حُرُوْفِ النِّدَاءِ قَدْ تُسْتَعْمَلُ فِي الْمَنْدُوْبِ اَيْضًا وَهُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ بِيَا اَوْ وَا كَمَا يُقَالُ يَازَيْدَاهُ وَوَازَيْدَاهُ فَوَا مُخْتَصَّةٌ بِالْمَنْدُوْبِ وَيَا مُشْتَرِكَةٌ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْمَنْدُوْبِ وَحُكْمُهُ فِي الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ مِثْلُ حُكْمِ الْمُنَادَىٰ.

ترجمہ: اور جان تو کہ بے شک یا جوحروف ندامیں سے ہے یہ کبھی مندوب میں بھی استعمال کیا جاتا ہےاورمندوب وہ ہےجس کیلئےغم کیا جائے یا کے ذریعے یاوا کےذریعے جیسے کہا جائے گایا زیداہ اوروازیداہ،پس وا مندوب کیساتھ مختص ہےاوریا نداءاورمندوب میں مشترک ہےاور اس مندوب کاحکم معرب اورمبنی ہونے میں منادی کےحکم کی طرح ہے۔

تشریح: واعلم ان یا من حروف النداء قدتستعمل فی المندوب الخ: حروف نداء میں سے یا کبھی مندوب کیلئے استعمال ہوتا ہےاورمندوب لغت میں اس میّت کو کہتے ہیں جس کے محاسن کوذکرکرکے رویا جائے تا کہ لوگ اس کی موت کوامرِ عظیم سمجھیں اوراصطلاحی معنی یہ ہے کہ مندوب اس ذات کا اسم ہےجس پر "واؤ" یا"یا" کے ذریعے رنج کیا جائے جیسے یا

زیداہٗ، وازیداہٗ پھر متفجع علیہ عام ہے خواہ اس کے عدم پر افسوس کیا جائے جیسے وازیداہٗ میں زید کے مرنے پر افسوس کیا جارہا ہے یا اس کے وجود پر افسوس کیا جائے جیسے ''واحسرتاہٗ'' میں کسی کے مرنے کی وجہ سے جوحسرت موجود ہوئی اس پر افسوس کیا جارہا ہے۔

فوا مختصّةٌ الخ. یہاں سے مصنفؒ وَا اور یَا کے درمیان فرق بیان کررہے ہیں کہ وَا مندوب کے ساتھ مختص ہوتا ہے، نداء کیلئے مستعمل نہیں ہوتا جبکہ یَا نداء اور مندوب کے درمیان مشترک ہے یعنی دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

حکمهٗ: یہاں سے مندوب کا حکم بیان کررہے ہیں کہ مندوب کا حکم اعراب اور بناء کے اعتبار سے منادٰی کے حکم کی طرح ہے یعنی جس طرح اگر منادٰی مفرد معرفہ ہوتو مبنی برضم ہوتا ہے اسی طرح اگر مندوب مفرد معرفہ ہوتو مبنی برضم ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اگر منادٰی مضاف یا شبہ مضاف ہوتو منصوب ہوتا ہے اسی طرح اگر مندوب مضاف یا شبہ مضاف ہوتو منصوب ہوتا ہے اور مندوب نکرہ غیر معیّنہ نہیں ہوتا۔

فَصْلٌ: اَلْمَفْعُوْلُ فِيْهِ هُوَ اِسْمُ مَا وَقَعَ فِعْلُ الْفَاعِلِ فِيْهِ مِنَ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَيُسَمّٰى ظَرْفًا وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُبْهَمٌ وَهُوَ مَا لاَ يَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مُعَيَّنٌ كَدَهْرٍ وحِيْنٍ وَمَحْدُوْدٌ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مُعَيَّنٌ كَيَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَشَهْرٍ وَسَنَةٍ.

ترجمہ: فصل مفعول فیہ اس زمان یا مکان کا نام ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہوا اور اس کا نام ظرف رکھا جاتا ہے اور ظروف زمان دو قسم پر ہیں مبہم اور وہ وہ ہے کہ اس کیلئے کوئی حد معین نہ ہو جیسے دھر اور حین اور محدود اور وہ وہ ہے کہ اس کیلئے کوئی حد معین ہو جیسے یوم اور لیلۃ اور شھر اور سنۃ۔

تشریح: فصل، المفعول فيه الخ. مصنفؒ مفاعیل خمسہ میں سے تیسری قسم مفعول فیہ کو بیان کررہے ہیں کہ مفعول فیہ اس زمان یا مکان کا نام ہے جس میں فاعل کا فعل یعنی حدث واقع ہوا ہو۔

فوائدِ قیود: (۱) ''اسم ما'' جنس کے درجہ میں ہے جو سب مفاعیل کو شامل ہے۔

(۲) ''وقع فعل الفاعل فيه'' فصل ہے اس سے باقی تمام مفاعیل نکل گئے کیونکہ ان میں فاعل کا فعل واقع نہیں ہوتا جیسا کہ ان کی تعریفات سے واضح ہے۔

ویسمّٰی ظرفًا الخ. نحویوں کی اصطلاح میں مفعول فیہ کو ظرف کہا جاتا ہے۔

ظرف زمان: وہ وقت ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو۔

ظرف مکان: وہ جگہ ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو، پھر ظرف زمان کی دو قسمیں ہیں۔

مبہم: وہ ظرف ہے جس کی کوئی حد معین نہ ہو جیسے دھرٌ (مطلق زمانہ) حینَ (مطلق وقت)

محدود: وہ ظرف ہے جس کی کوئی حد معین ہو جیسے یومٌ، لیلٌ، شھرٌ سنۃٌ۔

وَكُلُّهَا مَنْصُوْبٌ بِتَقْدِيْرِ فِيْ تَقُوْلُ صُمْتُ دَهْرًا وَسَافَرْتُ شَهْراً اَيْ فِيْ دَهْرٍ وَشَهْرٍ.

ترجمہ: اور یہ سب ظروف زمان فی کے مقدر کے ساتھ منصوب ہوتے ہیں کہے گا تو صمت دھرا اور سافرت شھرا یعنی روزہ رکھا میں نے زمانہ میں اور سفر کیا میں نے مہینہ میں۔

تشریح: کلھا منصوب الخ.

ظرف زمان خواہ مبہم ہو یا محدود بتقدیر فی کے ساتھ منصوب ہوتا ہے اگر فِی مذکور ہو تو مجرور ہونگے۔ زمانِ مبہم کی مثال جیسے صُمتُ دھراً، اس کی تقدیر صُمت فی دھرٍ ہے۔ اور زمان محدود کی مثال جیسے سافرتُ شھراً اس کی تقدیر سافرتُ فی شھرٍ ہے۔ ان دونوں مثالوں میں فی کو مقدر کر کے شھراً اور دھرًا کو منصوب پڑھا گیا ہے۔

فائدہ: مصنفؒ کے نزدیک فِی کے ذکر کے بعد بھی یہ مفعول فیہ ہی ہونگے البتہ منصوب نہ ہونگے بلکہ مجرور ہونگے۔

وَظُرُوْفُ الْمَكَانِ كَذٰلِكَ مُبْهَمٌ هُوَ مُنْصُوْبٌ اَيْضًا بِتَقْدِيْرِ فِيْ نَحْوُ جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَاَمَامَكَ وَمَحْدُوْدٌ وَهُوَ مَا لَا يَكُوْنُ مَنْصُوْبًا بِتَقْدِيْرِ فِيْ بَلْ لَا بُدَّ مِنْ ذِكْرِ فِيْ فِيْهِ نَحْو جَلَسْتُ فِي الدَّارِ وَفِي السُّوْقِ وَفِي الْمَسْجِدِ.

ترجمہ: اور ظروف مکان اسی طرح مبہم ہیں اور وہ بھی فی کو مقدر کرنے کے ساتھ منصوب ہوتے ہیں جیسے جلست خلفک و امامک اور محدود اور وہ وہ ہے کہ فی کو مقدر کرنے کے ساتھ منصوب نہیں ہوتے بلکہ فی کو ان میں ذکر کرنا ضروری ہے جیسے جلست فی الدار وفی السوق وفی المسجد۔

تشریح: ظرفِ مکان: ظرف زمان کی طرح ظرفِ مکان کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) مکان مبہم (۲) مکان محدود۔

مکان مبہم: وہ ظرف ہے کہ جس کی کوئی حد معین نہ ہو جیسے خلفَ اور اَمامَ، پیچھا اور آگا یہ غیر متناہی ہیں کہ ان کی کوئی حد نہیں۔

مکان محدود: وہ ظرف ہے کہ جس کی کوئی حد معین ہو جیسے دارٌ، سُوقٌ، مسجدٌ۔

ظرفِ زمان کی طرح ظرف مکان مبہم بھی تقدیرِ فِی کے ساتھ منصوب ہوتا ہے جیسے جلستُ خلفَک یعنی جلستُ فی خلفِک ہے اور جلستُ امامَک یعنی جلستُ فی اَمامِک اور مکان محدود بتقدیر فی کے ساتھ منصوب نہیں ہوتا بلکہ اس میں فِی کو ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے اور یہ فِی کی وجہ سے مجرور ہونگے۔ جیسے جلستُ فی الدار، جلستُ فی السُوق، جلستُ فی المسجد، یہاں جلستُ الدَار، جلستُ السوقَ اور جلست المسجدَ کہنا جائز نہیں۔

فائدہ: مصنفؒ کے ہاں مفعول فیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) ایک وہ کہ جس میں فِی مقدر ہو اور وہ منصوب ہوتا ہے (۲) دوسرا وہ جس میں فِی مذکور ہو، اس میں مفعول فیہ مجرور ہوتا ہے۔ گویا کہ مصنفؒ کے ہاں مفعول فیہ بننے کیلئے تقدیرِ فی شرط نہیں بلکہ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کیلئے تقدیرِ فی شرط ہے۔ جبکہ جمہور نحاۃ کے ہاں مفعول فیہ بننے کیلئے تقدیرِ فی شرط ہے۔ لہٰذا اگر فِی مذکور ہوگا تو جمہور کے ہاں وہ مفعول فیہ نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ بواسطہ جر مفعول بہ ہوگا جیسے جلست فی المسجد میں مصنفؒ کے ہاں تو المسجد مفعول فیہ ہے لیکن جمہور کے ہاں المسجد، جلست کا مفعول بہ ہے، مفعول فیہ نہیں۔

فصل: اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ هُوَ اِسْمُ مَا لِاَجْلِهٖ يَقَعُ الْفِعْلُ الْمَذْكُوْرُ قَبْلَهٗ وَيُنْصَبُ بِتَقْدِيْرِ اللَّامِ نَحْوُ ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا اَیْ لِلتَّادِيْبِ وَقَعَدتُّ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَیْ لِلْجُبْنِ

ترجمہ: فصل مفعول لہ وہ ایسی چیز کا نام ہے جس کی وجہ سے وہ فعل واقع ہو جواس سے پہلے مذکور ہو اور یہ لام کے مقدر کرنے کے ساتھ منصوب ہوتا ہے جیسے ضربته تاديبا ای للتاديب (میں نے اس کو ادب سکھانے کیلئے مارا) اور قعدت عن الحرب جبنا ای للجبن (میں لڑائی سے بیٹھا بزدلی کی وجہ سے)

تشریح: فصل، المفعول لهٗ یہاں سے ''مفعول لہٗ'' کو بیان کر رہے ہیں۔

هو اسم ما الخ: یہاں سے مفعول لہٗ کی تعریف کا بیان ہے کہ مفعول لہٗ اس چیز کا نام ہے جس کے حاصل کرنے[1] کیلئے یا جس کے وجود کی وجہ سے وہ فعل واقع ہو جواس سے پہلے مذکور ہے جیسے ضربتُ تاديباً، اس میں تاديباً مفعول لہٗ ہے۔ کیونکہ تادیب کے حاصل کرنے کیلئے فعلِ ضربِ واقع ہوا ہے۔ اسے مفعول لہ حصولی کہتے ہیں اور قعدتُّ عن الحرب جُبناً میں جُبناً مفعول لہٗ ہے کیونکہ بزدلی کے موجود ہونے کی وجہ سے فعل قعود واقع ہوا ہے اسے مفعول لہ وجودی کہتے ہیں۔

(۲) لاجله فصل ہے اس سے باقی تمام مفاعیل خارج ہو گئے کیونکہ ان کی وجہ سے فعل مذکور واقع نہیں ہوتا۔

قوله وينصب بتقدير اللام الخ. یعنی مفعول لہٗ تقدیر لام کے ساتھ منصوب ہوتا ہے۔ اگر لام ملفوظ ہو تو یہ منصوب نہیں ہوگا بلکہ مجرور ہوگا جیسے ضربتُ للتاديب، گویا کہ مفعول لہٗ کے منصوب ہو کیلئے لام کا مقدر ہونا شرط ہے[2]۔

وَعِنْدَ الزُّجَاجِ هُوَ مَصْدَرٌ تَقْدِيْرُهٗ اَدَّبْتُهٗ تَادِيْبًا وَجَبُنْتُ جُبْنًا.

ترجمہ: اور زجاج کے نزدیک وہ مصدر ہے اس کی اصل ادبته تاديبا (میں نے اس کو ادب سکھلایا ادب سکھلانا) اور جبنت جبنا ہے (بزدل ہوا میں بزدل ہونا)

تشریح: عند الزّجاج: یعنی جمہور کے ہاں مفعول لہٗ مستقل معمول ہے لیکن زجّاج نحوی کے نزدیک مستقل معمول نہیں بلکہ مصدر یعنی مفعول مطلق ہوتا ہے اور باعتبار لفظ کے فعل مذکور کے مغایر ہو کر اسی فعل کا مفعول مطلق ہوتا ہے ان کے نزدیک ضربتهٗ تاديباً کی تقدیر ''اَدَّبْتهٗ بالضرب تاديباً'' ہے۔ اور قعدت عن الحرب جبناً کی تقدیر ''جبَنتُ بالقعود عن الحرب جبنًا'' ہے۔

فَصْلٌ: اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ هُوَ مَا يُذْكَرُ بَعْدَ الْوَاوِ بِمَعْنٰى مَعَ لِمُصَاحَبَةِ مَعْمُوْلِ الْفِعْلِ نَحْوُ جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ وَجِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا اَیْ مَعَ الْجُبَّاتِ وَمَعَ زَيْدٍ

ترجمہ: مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہو فعل کے معمول کا ساتھی ہونے کی وجہ سے جیسے جاء البرد والجبات (آئی سردی جبوں کے ساتھ) اور جئت اناوزيدا (آیا میں زید کے ساتھ)۔

تشریح: فصل، المفعول معهٗ الخ.

یہاں سے مفعول معہٗ کو ذکر کر رہے ہیں کہ مفعول معہٗ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہو فعل مذکور کے معمول کا مصاحب ہونے کی وجہ سے (خواہ فعل کا معمول فاعل ہو یا مفعول) جیسے جاء البردُ والجباتِ اس میں "الجبّات" مفعول معہٗ ہے اس لئے کہ یہ واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہے اور فعل (جاء) کے معمول یعنی البردُ (جو کہ فاعل ہے) کا مُصاحب ہے فعلِ مجیئت میں، اور جئتُ انا وزیدًا اس میں زیداً مفعول معہ ہے اس لئے کہ یہ واؤ بمعنی مع کے بعد واقع ہے اور فعل (جئت) کے معمول یعنی تاء ضمیر (جو کہ فاعل ہے) کا مصاحب ہے مجیئت والے فعل میں اور جیسے کفاک وزیداً درھمٌ میں زیداً مفعول معہٗ ہے کیونکہ یہ واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہے اور فعل مذکور (کفا) کے معمول "ک" ضمیر مفعول کا مصاحب ہے۔

فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا وَجَازَ الْعَطْفُ يَجُوْزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ النَّصْبُ وَالرَّفْعُ نَحْوُ جِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا وَزَيْدٌ.

ترجمہ: پس اگر فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں نصب اور عطف جیسے جئت انا وزیدًا وزیدٌ (آیا میں ساتھ زید کے)

تشریح: فان كان الفعل الخ.

اگر مفعول معہٗ کا فعلِ ناصب لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا فعل کے معمول پر عطف جائز ہو یعنی عطف سے کوئی مانع نہ ہو تو مفعول معہٗ میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) نصب بناء بر مفعولیت کے (۲) جیسے جئتُ انا وزیداً وزیدٌ، اس میں جئت فعل ناصب لفظی ہے اور واؤ کے مابعد یعنی زید کا فعل کے معمول یعنی "تُ" ضمیر بارز پر عطف جائز ہے اس لئے کہ ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائی گئی ہے اور جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ لائی جائے تو اس پر عطف جائز ہوتا ہے لہٰذا زید میں دو وجہیں جائز ہیں، بناء بر مفعول معہ ہونے کے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور بناء پر عطف مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے۔

وَاِنْ لَمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ جِئْتُ وَزَيْدًا.

ترجمہ: اور اگر عطف ناجائز ہو تو نصب متعین ہے جیسے جئت وزیدا (آیا میں ساتھ زید کے)

تشریح: وان لم يجز العطف الخ. اگر مفعول معہٗ کا فعل ناصب لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا فعل کے معمول پر عطف جائز نہ ہو تو اس وقت واو کے مابعد میں مفعول معہٗ ہونے کی بناء پر نصب متعین ہوگا۔ جیسے جئتُ وزیدًا اس میں جئتُ فعل ناصب لفظی ہے اور واؤ کے مابعد یعنی زید کا عطف فعل کے معمول یعنی "تُ" ضمیر بارز پر جائز نہیں۔ اس لئے کہ ضمیر مرفوع متصل پر عطف کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لائی گئی ہو اور یہاں تاکید نہیں لائی گئی۔ لہٰذا عطف جائز نہ ہوگا پس زید پر نصب متعین ہوگا اس کے مفعول معہٗ ہونے کی بناء پر۔

وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مَعْنًى وَجَازَ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ نَحْوُ مَا لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو.

ترجمہ: اوراگرفعل معنوی ہواورعطف جائز ہوتو عطف متعین ہے جیسے مَا لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو.

تشریح: **وان كان الفعل معنى الخ.** اگرمفعول معہٗ کافعلِ ناصب معنوی ہو(یعنی لفظوں میں موجودنہ ہولیکن لفظ سے سمجھا جارہا ہو)اورواوٗ کے مابعدکافعل کے معمول پریعنی اس کے ماقبل پرعطف جائز ہوتو اس وقت عطف متعین ہوگا یعنی جومعطوف علیہ کا اعراب ہوگا وہی معطوف کا اعراب ہوگااوراس صورت میں مفعول معہٗ ہونے کی وجہ سےنصب جائزنہیں ہوگا جیسے مَا لِزيدٍ وعمروٍ اس میں مَا بمعنی ایُّ شیءٌ مبتدا ہےاورلزیدظرف مستقر ہوکراس کی خبرہےواوٗعاطفہ ہےاورعمروٍکاعطف زیدٍپر ہے پس اس مثال میں عمرو پرجرمتعین ہےاس بناءپر کہ اس کاعطف زید پرہےاورنصب جائز نہیں۔

ﮕﮓﮕﮓﮕﮓﮕﮓﮕﮓﮕﮓﮕﮓﮕﮓ

وَاِنْ لَمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ مَا لَكَ وَزَيْدًا وَمَا شَانُكَ وَعَمْرًا لِاَنَّ الْمَعْنٰى مَا تَصْنَعُ.

ترجمہ: اوراگرعطف جائزنہ ہوتو نصب متعین ہے جیسے مالک وزیدا اورما شانک وعمروا اس لئے کہ معنی ماتصنع ہے۔

تشریح: **وان لم يجز العطف الخ.** اگرمفعول معہٗ کافعلِ ناصب معنوی ہواورواوٗ کے مابعدکافعل ناصب کے معمول پر عطف جائزنہ ہوتو اس وقت مفعول معہٗ ہونے کی بناءپرنصب متعین ہوگااوراس صورت میں عاملِ ضعیف کوہی عمل دے دیا جائیگا جیسے مالَکَ وزیداً اورماشانُکَ وعمروًا، پہلی مثال میں زید کا عطف ’’ک‘‘ ضمیر مجرورمتصل پراوردوسری مثال میں عمروًا کا عطف ’’ک‘‘ ضمیرمجرورپرمتصل پرجائزنہیں۔اس لئے کہ ضمیرمجرورپرعطف کے جوازکی شرط یہ ہے کہ معطوف پرجار کا اعادہ کیا گیا ہواور یہاں زیداورعمروپرجارکااعادہ نہیں کیا گیا۔پس عطف جائز نہ ہوگا۔لہٰذا پہلی مثال میں زیداً اوردوسری مثال میں عمروًا پر نصب متعین ہوگامفعول معہ ہونے کی بناءپر۔

لان المعنى ما تصنع الخ.

یہاں سےمصنفؒ کی غرض ان دونوں مثالوں کے عامل فعل معنوی پرمشتمل ہونے کی دلیل کو بیان کرنا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مالک وزیداً اورماشانک و عمرواً میں مفعول معہٗ کا عامل فعل لفظی نہیں بلکہ معنوی ہے کیونکہ مَا استفہامیہ ہے اور استفہام اکثرفعل کا ہوتا ہےلہٰذااس سےفعل سمجھا جارہا ہےتو’’مالک‘‘اورماشانک کامعنی’’ما تصنع‘‘ہے۔پہلی مثال کامعنی ما تصنع وزیداً ہےاوردوسری مثال کامعنی ما تصنع وعمروًا ہے۔اورمَا لزیدٍ و عمروٍکامعنی مایصنع زیدٌ وعمروٌ ہے۔

ﮕﮓﮕﮓﮕﮓﮕﮓﮕﮓﮕﮓﮕﮓﮕﮓ

فَصْلٌ: اَلْحَالُ لَفْظٌ يَدُلُّ عَلٰى بَيَانِ هَيْاَةِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ اَوْ كِلَيْهِمَا نَحْوُ جَاءَنِىْ زَيْدٌ رَاكِبًا وَضَرَبْتُ زَيْدًا مَشْدُوْدًا وَلَقِيْتُ عَمْرًوا رَاكِبَيْنِ.

ترجمہ: فصل، حال وہ لفظ ہے جوفاعل یامفعول یادونوں کی ہیئت کے بیان پردلالت کرے جیسے جاء نی زیدرا کبا(میرے پاس زیدآیااس حال میں کہ وہ سوارتھا)اورضربت زیدا مشدودا(میں نے زیدکو مارااس حال میں کہ وہ بندھا ہوا تھا)اور لقیت عمرًوا راکبین(میں عمروکوملااس حال میں کہ ہم دونوں سوار تھے)

تشریح: فصل الحال لفظ الخ. حال کی تعریف: نحویوں کی اصطلاح میں حال اس لفظ کو کہتے ہیں جو فقط فاعل یا فقط مفعول بہ یا دونوں کی اس ھیئت وحالت کو بیان کرے جو وقوع فعل اور صدور فعل کے وقت پائی جائے یعنی یہ بتائے کہ جب فاعل سے فعل صادر ہوا تو اس وقت فاعل کی کیا حالت تھی یا مفعول پر جب فعل واقع ہوا تو اس وقت مفعول بہ کی کیا حالت تھی یا دونوں کی کیا حالت تھی۔

فقط فاعل کی ہیئت کو بیان کرے جیسے **جاء نی زید راکباً** اس میں راکباً زید کے آنے کے وقت زید کی حالت کو بیان کررہا ہے کہ زید کا آنا سواری کی حالت میں تھا اور فقط مفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرے جیسے ضربت زُیدا مشدودا،اس میں مشدودا یہ بتارہا ہے کہ جب زید کو مار پڑی تو وہ بندھا ہوا تھا۔اور فاعل اور مفعول بہ دونوں کی ہیئت بیان کو کرے جیسے لقیتُ عمرواً راکبین،اس میں راکبین یہ بتارہا ہے کہ جب دونوں کے درمیان ملاقات ہوئی تو حالت رکوبیت میں تھے۔

وَقَدْ يَكُوْنُ الْفَاعِلُ مَعْنَوِيًّا نَحْوُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا لِاَنَّ مَعْنَاهُ زَيْدٌنِ اسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ قَائِمًا وَكَذَا الْمَفْعُوْلُ بِهٖ نَحْوُ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا فَاِنَّ مَعْنَاهُ الْمُشَارُ اِلَيْهِ قَائِمًا هُوَ زَيْدٌ وَالْعَامِلُ فِي الْحَالِ فِعْلٌ اَوْ مَعْنٰى فِعْلٍ.

ترجمہ: اور کبھی فاعل معنوی ہوتا ہے جیسے زید فی الدار قائما اس لئے کہ اس کا معنی ہے زیداستقر فی الدار قائما (زید مستقر ہے دار میں اس حال میں کہ وہ کھڑا ہونے والا ہے) اور اسی طرح مفعول بہ (کبھی معنوی ہوتا ہے) جیسے ھذا زید قائما تحقیق اس کا معنی ہے المشار الیہ قائما ھو زید (وہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے درانحالیکہ وہ کھڑا ہونے والا ہے وہ زید ہے) اور حال میں عامل فعل ہے یا معنی فعل ہے۔

تشریح: وقد یکون الفاعل معنویاً الخ. حال جس فاعل کی ہیئت کو بیان کرے وہ فاعل کبھی معنوی ہوتا ہے جیسے زید فی الدار قائماً اس میں قائماً فاعل معنوی سے حال ہے اس لئے کے اس کا معنی ہے زید ن استقر فی الدار قائما تو اس مثال میں قائماً استقر کی ضمیر سے حال ہے جو کہ معنوی ہے۔

وکذا المفعول به الخ. اور حال جس مفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرے وہ مفعول بہ بھی کبھی معنوی ہوتا ہے جیسے ھذا زید قائماً،اس میں زید مفعول بہ معنوی سے حال بن رہا ہے اس لئے کہ زید باعتبار لفظ کے خبر ہے اور باعتبار معنی کے مفعول بہ ہے اس لئے کہ اس کا معنی ہے ,,اُشیر الی زید وابنه علی زید قائماً''یا اُنبه الی زید حال کونه قائماً،تو زید بواسطہ حرف جر کے مفعول بہ ہے اور قائما اس مفعول بہ معنوی سے حال ہے گویا کہ مصنف اس بات کی طرف مشیر ہیں کہ حال کی تعریف میں فاعل اور مفعول بہ سے مراد عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ معنوی۔فاعل لفظی اور مفعول بہ لفظی سے مراد وہ فاعل اور مفعول بہ ہے جو ملفوظ ہو جیسے ضربت زیدا مشدوداً میں زید کا مفعول بہ ہونا لفظ کلام سے مفہوم ہورہا ہے اور مفعول بہ ملفوظ ہے اور معنوی سے مراد یہ ہے کہ وہ لفظی کے خلاف ہو پھر اس کی دوصورتیں ہیں(۱)فاعل کی فاعلیت اور مفعول بہ کی مفعولیت تو لفظ کلام سے مفہوم ہو جائے لیکن فاعل مفعول بہ خود ملفوظ نہ ہوں بلکہ مقدر ہوں جیسے زید فی الدار قائماً میں قائما استقر کی کی ضمیر ھو سے حال ہے جس کی فاعلیت لفظ

کلام ہی سے سمجھی جارہی ہے کیونکہ فی الدار کا متعلق استقر مقدر ہے جس سے ھُوضمیر فاعل مفہوم ہورہی ہے مگر یہ ھُوضمیر ملفوظ نہیں بلکہ مقدر ہے۔

(۲) فاعل اور مفعول بہ نہ ہی ملفوظ ہوں اور نہ ہی ان کی فاعلیت ومفعولیت لفظ کلام سے سمجھی جائے بلکہ کسی خارجی چیز کے اعتبار کرنے سے سمجھی جائے جیسے هذا زيد قائماً میں قائماً مفعول بہ معنوی سے حال واقع ہورہا ہے وہ اس طرح کہ ہاء حرف تنبیہ ہے اور ذا اسم اشارہ ہے جن سے معنی اشارہ اور معنی تنبیہ مفہوم ہورہا ہے اور پھر اس معنی تنبیہ ومعنی اشارہ کے اعتبار سے زید مفعول بہ معنوی ہے اور قائماً اس سے حال ہے گویا کہ اصل عبارت یوں تھی ,,اُشير الى زيد ٍ واُنَبِّهُ على زيد قائما،، پس زید بواسطہ حرف جر مفعول بہ معنوی ہے، اس مثال میں مفعول بہ نہ تو ملفوظ ہے اور نہ اس کی مفعولیت لفظ کلام سے سمجھی جارہی ہے البتہ کلام کے چلاؤ سے اس کا مفعول بہ ہونا مفہوم ہورہا ہے کیونکہ هذا سے محض مطلق اشارہ اور مطلق تنبیہ سمجھی جارہی ہے مگر اس اعتبار سے زید مفعول بہ نہیں بنتا مگر وہ اشارہ اور تنبیہ جو متکلم کی طرف منسوب ہے جس کی وجہ سے زید مفعول بہ بنتا ہے وہ کلام کے چلاؤ سے مفہوم ہورہا ہے۔

والعامل في الحال الخ. حال میں عامل فعل ہوتا ہے یا معنی فعل، فعل کی مثال جیسے جاء نی زيد راكباً، راكباً میں جاء فعل عامل ہے، معنی فعل سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبّہ، اسم تفضیل، مصدر، ظرف، اسماء افعال، جار مجرور اور ہر وہ لفظ ہے جس سے فعل کا معنی سمجھا جائے جیسے حروف نداء، اسماء اشارہ، مضمرات، حروف تنبیہ، حروف تمنی، حرف ترجی وغیرہ جیسے هذا زيد قائماً سے اُنَبِّه و اُشير فعل سمجھا جاتا ہے اور يا زيد قائماً میں یا حرفِ ندا سے ادعو فعل سمجھا جاتا ہے۔

وَالْحَالُ نَكِرَةٌ اَبَدًا وَذُوْالْحَالِ مَعْرِفَةٌ غَالِبًا كَمَا رَأَيْتَ فِي الْاَمْثِلَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فَاِنْ كَانَ ذُوالْحَالِ نَكِرَةً يَجِبُ تَقْدِيْمُ الْحَالِ عَلَيْهِ نَحْوُ جَاءَ نِيْ رَاكِبًا رَجُلٌ لِئَلَّا تَلْتَبِسَ بِالصِّفَةِ فِي حَالَةِ النَّصْبِ فِي مِثْلِ قَوْلِكَ رَأَيْتُ رَجُلاً رَاكِبًا.

ترجمہ: اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے امثلہ مذکورہ مثالوں میں دیکھ لیا پس اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو اس پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے جاءنی راكبا رجل تاکہ حالت نصب میں صفت کے ساتھ ملتبس نہ ہو جائے تیرے قول رأيت رجلا راكبا کی مثل میں۔

تشریح: والحال نكرة الخ. حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے کیونکہ حال فی الحقیقت محکوم بہ ہے، اور محکوم بہ اصل میں نکرہ ہونا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے، اور مصنفؒ نے ,,غالباً،، سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ بعض اوقات ذوالحال نکرہ بھی ہوتا ہے۔

فان كان ذوالحال نكرة الخ. اگر ذوالحال نکرہ محضہ ہو تو حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے جاءنی راكباً رجل، اس میں رجل ذوالحال ہے اور راكباً حال ہے چونکہ ذوالحال نکرہ تھا اس لئے حال کو ذوالحال پر مقدم کیا۔

لئلّا تلتبس الخ.

---

[1] کیونکہ ذکر کرنے میں مفعول کا تکرار لازم آئے گا جو کہ مناسب نہیں اور ضمیر لانے میں اضمار قبل الذکر فی الفضلہ لازم آئے گا جو کہ جمہور نحاۃ کے نزدیک ناجائز ہے۔۱۲

ذوالحال کے نکرہ ہونے کی صورت میں حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا اس لئے واجب ہے تاکہ حالت نصب میں (یعنی جب ذوالحال منصوب ہو) حال کا صفت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے جیسے رأیت رجلا راکباً (دیکھا میں نے ایک آدمی کو درانحالیکہ وہ سوار تھا) اس میں راکباً رجلاً کا حال بھی بن سکتا ہے اور اس کی صفت بھی بن سکتا ہے، حال بنانے کی صورت میں اس کو رجلاً پر مقدم کر کے رایت راکباً رجلاً پڑھیں گے تاکہ حال کا صفت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے کیونکہ صفت موصوف سے مقدم نہیں ہوسکتی اور حال ذوالحال سے مقدم ہو جاتا ہے، لہٰذا مقدم کرنے سے معلوم اور متعین ہو جائے گا کہ یہ حال بن رہا ہے، نہ کہ صفت۔

وَقَدْ تَكُوْنُ الْحَالُ جُمْلَةً خَبَرِيَّةً نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ وَ غُلاَ مُهُ رَاكِبٌ اَوْ يَرْكُبُ غُلامُهُ وَمِثَالُ مَا كَانَ عَامِلُهَا مَعْنَى الْفِعْلِ نَحْوُ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا مَعْنَاهُ اُنَبِّهُ وَاُشِيْرُ.

ترجمہ: اور کبھی حال جملہ خبریہ ہوتا ہے جیسے جاء نی زید وغلامہ راکب یا یرکب غلامہ میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام سوار تھا) اور اس کی مثال کہ جس کا عامل معنیٰ فعل ہو جیسے هذا زید قائما کہ اس کا معنیٰ انبه و اشیر ہے۔

تشریح: وقد تكون الحال جملة خبرية الخ. کبھی حال جملہ خبریہ ہوتا ہے جملہ انشائیہ نہیں ہوتا پھر جملہ خبریہ عام ہے خواہ جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ ہو، جملہ اسمیہ خبریہ ہو جیسے جاء زید وغلامُه راکب۔ اس میں زید ذوالحال ہے اور غلامه راکب جملہ اسمیہ خبریہ اس سے حال ہے۔ جملہ فعلیہ خبریہ ہو جیسے جاء نی زید یر کب غلامُه، اس میں زید ذوالحال ہے اور یر کب غلامُه جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر اس سے حال ہے۔

قوله ومثال ما كان عاملها معنى الفعل الخ. اور اس حال کی مثال جس کا عامل معنیٰ فعل ہو جیسے هذا زید قائماً، اس میں قائماً حال ہے جس کا عامل فعل معنوی ہے اس لئے کہ هذا کا معنیٰ ہے اُشیر یا اُنَبِّهُ اور اُشیر یا اُنبه قائماً میں عامل ہے۔

وَقَدْ يُحْذَفُ الْعَامِلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ كَمَا تَقُوْلُ لِلْمُسَافِرِ سَالِمًا غَانِمًا اَیْ تَرْجِعُ سَالِمًا غَانِمًا.

ترجمہ: اور کبھی قرینہ کے قائم ہونے کے وقت عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے آپ کہیں مسافر کو سالما غانما یعنی تو لوٹتا ہے اس حال میں کہ سلامتی والا ہے غنیمت حاصل کرنے والا ہے۔

کاف جار ما موصولہ تقول فعل مضارع انت ضمیر مستتر فاعل لام جار مسافر مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق تقول کے، سالما غانما مفسَّر ای حرف تفسیر ترجع فعل انت ضمیر مستتر ذوالحال سالما حال غانما حال ثانی، ذوالحال اپنے حال سے ملکر فاعل فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مفسِّر، مفسَّر اپنے مفسِّر سے ملکر مقولہ ہے تقول کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق ومقولہ سے ملکر صلہ ہوا موصول کا، موصول اپنے صلہ سے ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق ثابت ہو کر خبر مبتداء محذوف مثالہ کی مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

تشریح: وقد یُحذف العامل لقيامه قرينة الخ. کبھی حال کے عامل کو بوقت قیام قرینہ حذف کیا جاتا ہے خواہ وہ قرینہ مقالیہ ہو یا حالیہ ہو، قرینہ حالیہ کی وجہ سے حذف عامل کی مثال جیسے مسافر کو کہا جاتا ہے سالماً غانماً اس کی تقدیر ترجع

سالماً غانماً ہے سالماً یہ حال ہے تو جع کی انت ضمیر سے اور غانماً یا تو سالماً کی صفت ہے یا ترجع کی ضمیر سے دوسرا حال ہے، حال کے عامل توجع کو حذف کر دیا اور اس کے حذف پر قرینہ حالِ مخاطب ہے، تو مذکورہ بالا مثال قرینہ حالیہ کی ہے۔

فصل: اَلتَّمْيِيْزُ هُوَ نَكِرَةٌ تُذْكَرُ بَعْدَ مِقْدَارٍ مِنْ عَدَدٍ اَوْ كَيْلٍ اَوْ وَزْنٍ اَوْ مَسَاحَةٍ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا فِيْهِ اِبْهَامٌ تَرْفَعُ ذٰلِكَ الْاِبْهَامَ نَحْوُ عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا وَقَفِيْزَانِ بُرًّا وَمَنَوَانِ سَمْنًا وَجَرِيْبَانِ قُطْنًا وَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبَدًا.

ترجمہ: فصل تمیز وہ اسم نکرہ ہے جو مقدار کے بعد یعنی عدد یا کیل یا وزن یا مساحت یا ان کے علاوہ اس چیز کے بعد ذکر کیا جائے جس میں ابہام ہو، اس ابہام کو دور کرے جیسے عندی عشرون درھما عندی قفیزان برا، عندی منوان سمنا، عندی جریبان قطنا اور علی التمرة مثلها زبدا۔

تشریح: فصل التمییز الخ. تمیز کے لغوی معنی ہیں جدا کرنا اور اصطلاح نحاۃ میں تمیز وہ نکرہ ہے جو مقدار کے بعد ذکر کیا جائے خواہ وہ مقدار عدد ہو یا کیل ہو یا وزن ہو یا مساحت ہو یا ان کے علاوہ کوئی ایسی چیز ہو جس میں ابہام ہو، درانحالیکہ وہ نکرہ اس ابہام کو دور کرے۔

فائدہ: جس لفظ کے ساتھ ابہام دور کیا جائے اس کو تمیز یا ممیِّز کہتے ہے اور جس سے ابہام دور کیا جائے اس کو ممیَّز اور اسم تام کہتے ہیں، جیسے (۱) عندی عشرون درھماً. اس میں درھماً تمییز ہے اور یہ اُس تمییز کی مثال ہے جو مقدارِ عددی سے ابہام کو دور کرے اس لئے کہ عشرون یہ ممیَّز ہے اس میں ابہام تھا کونسی چیز اس کا مصداق ہے تو درھماً نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ اس کا مصداق درہم ہے۔(۲)عندی قفیزان بُرّاً. اس میں بُرّاً تمیز ہے، یہ اُس تمیز کی مثال ہے جو مقدارِ کیلی سے ابہام کو دور کر دے اس لئے کہ قفیزان ممیَّز ہے، اس میں ابہام تھا کہ کونسی چیز اس کا مصداق ہے تو بُرّاً نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ اس کا مصداق بُر یعنی گندم ہے۔ (۳)عندی منوان سمناً: اس میں سمناً تمیز ہے اور یہ اُس تمیز کی مثال ہے جو مقدارِ وزنی سے ابہام کو دور کرے اس لئے کہ منوان ممیَّز ہے، اس میں ابہام تھا کہ اس کا مصداق کونسی چیز ہے تو سمناً نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ اس کا مصداق سمن یعنی گھی ہے۔ (۴)عندی جریبان قطناً: اس میں قطناً یہ تمیز ہے اور یہ اُس تمیز کی مثال ہے جو مقدارِ مساحتی سے ابہام کو دور کر دے اس لئے کہ جریبان یہ ممیَّز ہے اور اس میں ابہام تھا کہ اس کا مصداق کونسی چیز ہے تو قطناً نے آ کر اس ابہام کو دور کر دیا کہ اس کا مصداق قطناً یعنی روئی ہے۔(۵) وعلی التمرة مثلها زُبداً: اس میں زُبداً تمیز ہے، یہ اُس تمیز کی مثال ہے جو مقیاس سے ابہام کو دور کرے اس لئے کہ مثلها ممیَّز ہے، اس میں ابہام تھا کہ کونسی چیز اس کا مصداق ہے زُبداً نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ اس کا مصداق زُبد یعنی مکھن ہے۔

وَقَدْ يَكُوْنُ عَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ نَحْوُ هٰذَا خَاتَمٌ حَدِيْداً وَسِوَارٌ ذَهَبًا وَفِيْهِ الْخَفْضُ اَكْثَرُ وَقَدْ يَقَعُ بَعْدَ الْجُمْلَةِ لِرَفْعِ الْاِبْهَامِ عَنْ نِسْبَتِهَا نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا اَوْ عِلْمًا اَوْ اَبًا.

ترجمہ: اور کبھی غیر مقدار سے تمیز ہوتی ہے جیسے هذا خاتم حديداً وسوار ذهبا (یہ انگوٹھی ہے ازروئے لوہے کے اور کنگن ہے ازروئے سونے کے) اور اس میں جر اکثر ہے اور کبھی (تمیز) جملہ کے بعد واقع ہوتی ہے۔ اس جملہ کی نسبت سے ابہام کو دور کرنے کیلئے جیسے طاب زيد نفسا او علما او ابا زید اچھا ہے ازروئے ذات کے یا ازروئے علم کے یا ازروئے باپ کے)

تشریح: وقد يكون عن غير مقدار الخ. تمیز عام طور پر مفرد مقدار سے آتی ہے (خواہ وہ مقدار عدد ہو یا وزن ہو یا کیل ہو یا مساحت ہو یا مقیاس ہو) اور اس سے ابہام کو دور کرتی ہے اور کبھی تمیز مفرد غیر مقدار سے بھی آتی ہے یعنی وہ مفرد ممیّز نہ عدد ہوتا ہے اور نہ کیل، نہ وزن ہوتا ہے اور نہ مساحت اور نہ مقیاس ہوتا ہے اور تمیز اس سے ابہام کو دور کرتی ہے۔ جیسے هذا خاتم حديداً اس میں خاتم مفرد غیر مقدار اسم تام ہے اور اس میں ابہام تھا کہ خاتم یعنی انگوٹھی کس چیز کی جنس سے ہے تو حديدا نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ یہ لوہے کی جنس سے ہے اور هذا سِوارٌ ذهباً اس میں سِوار اسم تام ہے، اس میں ابہام تھا کہ یہ سِوار یعنی کنگن کس چیز کی جنس سے ہے تو ذهباً نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ یہ سونے کی جنس سے ہے۔

وفيه الخفض: وہ تمیز جو مفرد غیر مقدار سے ابہام کو دور کرے اس پر نصب کی بجائے اضافت کے ساتھ اکثر جر استعمال کرتے ہے جیسے هٰذا خاتم حديداً کی نسبت هٰذا خاتمُ حديدٍ اکثر استعمال ہوتا ہے۔

قوله وقد يقع بعد الجملة الخ. اور کبھی تمیز جملہ یا شبہ جملہ کے بعد واقع ہوتی ہے جملہ یا شبہ جملہ کی نسبت سے ابہام کو دور کرنے کے لئے، یعنی جملہ میں فعل یا شبہ فعل کی فاعل یا مفعول کی طرف جو نسبت ہوتی ہے اس نسبت سے ابہام کو دور کرتی ہے، جیسے طاب زيد نفُساً، اس میں نفساً یہ تمیز ہے جو طاب زيدٌ جملہ کے بعد واقع ہے، اس جملہ میں طاب کی جو زيد کی طرف نسبت ہو رہی ہے اس نسبت میں ابہام تھا کہ زید کس لحاظ سے اچھا ہے، نفساً نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ زید ذات کے لحاظ سے اچھا ہے اور جیسے طاب زيد علماً اس میں علماً یہ تمیز ہے جو طاب زيد جملہ کے بعد واقع ہے، اس جملہ میں طاب کی جو نسبت زيد کی طرف ہو رہی ہے اس نسبت میں ابہام تھا کہ زید کس لحاظ سے اچھا ہے تو علماً نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ زید ازروئے علم کے اچھا ہے اور جیسے طاب زيد اباً، اس میں اباً تمیز ہے جو طاب زيد جملہ کے بعد واقع ہے، اس جملہ میں طاب کی نسبت زید کی طرف ہو رہی ہے اس نسبت میں ابہام تھا کہ زید کس لحاظ سے اچھا ہے تو اباً نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ زید ازروئے باپ ہونے کے اچھا ہے، اور جیسے "وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْباً" میں اشتعال کی جو نسبت الراس کی طرف ہو رہی ہے اس نسبت میں ابہام تھا تو شيباً نے اس ابہام کو دور کر دیا۔

فَصْلٌ: اَلْمُسْتَثْنٰى لَفْظٌ يُذْكَرُ بَعْدَ اِلَّا وَاَخَوَاتِهَا لِيُعْلَمَ اَنَّهٗ لاَ يُنْسَبُ اِلَيْهِ مَا نُسِبَ اِلٰى مَا قَبْلَهَا.

ترجمہ: فصل، مستثنٰی وہ لفظ ہے جو الا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہوتا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ اس کی طرف وہ چیز منسوب نہیں جو اس کے ماقبل کی طرف منسوب ہے۔

تشریح: فصل، المستثنىٰ الخ.

---

[1] کیونکہ مفعول فُضلہ ہے اور فُضلہ کا حذف جائز ہے اور ضمیر لانے کی صورت میں اضمار قبل الذکر بھی لازم نہ آئے گا۔۱۲

اور نحاۃ کی اصطلاح میں مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو اِلاّ اور اس کے نظائر کے بعد مذکور ہوتا کہ معلوم ہو کہ اس لفظ یعنی مستثنیٰ کی طرف وہ چیز منسوب نہیں جس کی نسبت اِلاّ اور اس کے نظائر کے ماقبل کی طرف کی گئی ہے جیسے جاء نی القوم الا زیداً۔ اس میں آنے کا جو حکم الاّ کے ماقبل یعنی قوم پر لگایا گیا ہے وہ الاّ کے مابعد یعنی زید پر نہیں لگایا گیا، الاّ کے ذریعے اس کو اس حکم سے نکالا گیا ہے الاّ اور اس کے نظائر سے پہلے جو لفظ واقع ہو اس کو مستثنیٰ منہ کہتے ہیں اور جو لفظ الاّ اور اس کے نظائر کے بعد واقع ہو اس کو مستثنیٰ کہتے ہیں جیسا کہ مذکورہ مثال میں قوم مستثنیٰ منہ ہے اور زید مستثنیٰ ہے اور الاّ کے نظائر سے مراد حاشا، لیس، لایکون، خلا، عدا، ماخلا، ماعدا اور غیرَ ہیں۔

وَهُوَ عَلٰی قِسْمَيْنِ مُتَّصِلٌ وَهُوَ مَا اُخْرِجَ عَنْ مُتَعَدَّدٍ بِاِلَّا وَاَخَوَاتِهَا نَحْوُ جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَيْداً وَ مُنْقَطِعٌ وَهُوَ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَ اِلَّا وَاَخَوَاتِهَا غَيْرَ مُخْرَجٍ عَنْ مُتَعَدَّدٍ لِعَدَمِ دُخُوْلِهٖ فِی الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ نَحْوُ جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَاراً.

ترجمہ: اور وہ (مستثنیٰ) دو قسم پر ہے متصل اور وہ وہ ہے جو الا اور اس کے اخوات کے ذریعے متعدد سے نکالا گیا ہو جیسے جاءنی القوم الا زیدا یا منقطع اور وہ وہ ہے جو الا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہو درانحالیکہ متعدد سے نہ نکالا گیا ہو بوجہ مستثنیٰ منہ میں اس کے داخل نہ ہونے کے جیسے جاءنی القوم الاحمارا۔

تشریح: وھو علی قسمین: مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں: متصل۔ منقطع۔

مستثنیٰ متصل: وہ ہے جو الاّ اور اس کے نظائر کے ذریعے شے متعدد یعنی مستثنیٰ منہ متعدد سے خارج کیا گیا ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ مستثنیٰ استثناء سے پہلے مستثنیٰ منہ میں داخل ہو، پھر حرف استثناء لاکر اسے خارج کیا جائے،، جیسے جاء نی القو م الاّ زید اً. اس میں زید استثناء سے پہلے قوم میں داخل تھا۔ پھر آنے کا حکم جو قوم پر لگ رہا ہے زید کو حرف استثناء یعنی الاّ کے ذریعے اس حکم سے خارج کر دیا گیا۔

مستثنیٰ منقطع: وہ ہے جو الاّ اور اس کے نظائر کے بعد مذکور ہو درآنحالیکہ اسے شے متعدد یعنی مستثنیٰ منہ متعدد سے خارج نہ کیا گیا ہو جیسے جاء نی القوم الاّ حمار۔ اس میں حماراً مستثنیٰ منقطع ہے جو حرف استثناء یعنی الاّ کے بعد واقع ہے اور اس کو مستثنیٰ منہ سے نکالا نہیں گیا، کیونکہ حماراً مستثنیٰ منہ یعنی قوم میں داخل نہ تھا اور جو چیز مستثنیٰ منہ میں داخل ہی نہ ہوا سے کیسے نکالا جائے گا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ الْمُسْتَثْنٰی عَلٰی اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُتَّصِلاً وَقَعَ بَعْدَ اِلَّا فِی كَلاَمٍ مُوْجَبٍ اَوْ مُنْقَطِعًا كَمَا مَرَّ اَوْ مُقَدَّمًا عَلَی الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ نَحْوُ مَا جَاءَ نِیْ اِلَّا زَيْداً اَحَدٌ اَوْ كَانَ بَعْدَ خَلاَ وَعَدَا عِنْدَ الْاَكْثَرِ اَوْ بَعْدَ مَا خَلا وَمَا عَدَا وَلَيْسَ وَلا يَكُوْنُ نَحْوُ جَاءَنِی الْقَوْمُ خَلا زَيْدًا كَانَ مَنْصُوْبًا.

ترجمہ: جان تو کہ تحقیق مستثنیٰ کا اعراب چار قسم پر ہے پس اگر وہ مستثنیٰ متصل ہو الا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو یا منقطع ہو جیسے گذر چکا ہے یا مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے ما جاءنی الا زیدًا احد یا خلا اور عدا کے بعد واقع ہو اکثر کے ہاں اور ماخلا اور ماعدا اور لیس اور لایکون کے بعد ہو جیسے جاءنی القوم خلا زیدا تو منصوب ہوگا۔

تشریح: واعلم انّ اعراب المستثنٰی الخ. یہاں سے مصنف کی غرض مستثنیٰ کے اعراب کی قسمیں بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ مستثنیٰ کے اعراب کی چار قسمیں ہیں (۱) واجب النصب (۲) جائز الوجہین یعنی دو وجہیں جائز ہیں۔نصب استثناء کی بناء پر اور ماقبل سے بدل (۳) اعراب بحسب العوامل (۴) مجرور۔

فان کان متصلاً الخ.

یہاں سے مستثنیٰ کے اعراب کی قسم اول یعنی واجب النصب کا بیان ہے،فرماتے ہیں کہ مستثنیٰ نو جگہوں میں منصوب ہوتا ہے۔

(۱) مستثنیٰ متصل الاّ کے بعد کلام موجب میں واقع ہو تو نصب واجب ہے جیسے جاء نی القوم الاّ زیداً۔

(۲) مستثنیٰ منقطع ہو خواہ کلام موجب ہو یا غیر موجب جیسے جاءنی القو م الاّ حماراً اور ما جاءنی القو م الاّ حماراً.

(۳) اگر الاّ کے بعد مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ پر مقدم کریں تو منصوب پڑھنا واجب ہے خواہ کلام موجب ہو یا غیر موجب جیسے ما جاءنی الاّ زیداً احدٌ اور جاءنی الاّ زیدا القوم.[1]

(۴) خلا کے بعد واقع ہو تو نصب پڑھتے ہیں۔جیسے جاءنی القوم خلا زیداً.

(۵) عدا کے بعد واقع ہو تو بھی نصب واجب ہے، جیسے جاءنی القوم عدا زیداً[2].

عندالاکثر یعنی چوتھی اور پانچویں قسم میں اکثر کے نزدیک مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے۔

البتہ بعض نحوی یہ کہتے ہے کہ خلا اور عدا حرف جر ہیں لہٰذا ان کے بعد مستثنیٰ مجرور ہوگا۔

(۶) ما خلا کے بعد واقع ہو جیسے جاء نی القوم ما خلا زیداً۔(۷) ما عدا کے بعد واقع ہو جیسے جاء نی القوم ماعدا زیداً۔[3]

(۸) لیس کے بعد واقع ہو جیسے جاء نی القوم لیس زیداً۔(۹) لا یکون کے بعد واقع ہو جیسے جاء نی القوم لا یکون زیداً۔[4]

وَاِنْ کَانَ بَعْدَ اِلاَّ فِی کَلاَمٍ غَیْرِ مُوْجَبٍ وَھُوَ کُلُّ کَلاَمٍ یَکُوْنُ فِیْهِ نَفْیٌ وَنَھْیٌ وَاِسْتِفْھَامٌ وَالْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ مَذْکُوْرٌ یَجُوْزُ فِیْهِ الْوَجْھَانِ النَّصْبُ وَالْبَدْلُ عَمّا قَبْلَھَا نَحْوُ مَا جَاءَ نِیْ اَحَدٌ اِلاَّ زَیْداً وَاِلاَّ زَیْدٌ.

ترجمہ: اور اگر (مستثنیٰ) الا کے بعد کلام غیر موجب میں (واقع) ہو (اور کلام غیر موجب ہر وہ کلام ہے کہ اس میں نفی، نہی استفہام ہو) اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) نصب اور (۲) الا کے ماقبل سے بدل جیسے ماجاءنی احد الا زیدا و الا زید (نہیں آیا میرے پاس کوئی ایک مگر زید)۔

تشریح: وان کان بعد الاّ الخ. یہاں سے مستثنیٰ کی دوسری قسم یعنی جائز الوجہین کو بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مستثنیٰ الاّ کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو (کلام غیر موجب وہ کلام ہے جس میں نفی یا نہی یا استفہام ہو) اور مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہو تو مستثنیٰ کے اعراب میں دو وجہیں جائز ہیں۔(۱) نصب استثناء کی بناء پر، اس لئے کہ یہ مستثنیٰ متصل ہے اور فُضلہ ہونے میں مفعول بہ کے مشابہ ہے (۲) اپنے ماقبل یعنی مستثنیٰ منہ سے بدل البعض ہو اور یہی دوسری وجہ مختار اور پسندیدہ ہے کیونکہ بدل کلام میں مقصود ہوتا ہے جب کہ نصب مفعول بہ کی مشابہت کی بناء پر ہے اور مفعول بہ فُضلہ ہے۔

وَاِنْ كَانَ مُفَرَّغًا بِاَنْ يَكُوْنَ بَعْدَ اِلَّا فِي كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ وَالْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ غَيْرُ مَذْكُوْرٍ كَانَ اِعْرَابُهٗ بِحَسْبِ الْعَوَامِلِ تَقُوْلُ مَا جَاءَ نِيْ اِلَّا زَيْدٌ وَمَا رَأَيْتُ اِلَّا زَيْداً وَمَا مَرَرْتُ اِلَّا بِزَيْدٍ.

ترجمہ: اوراگر (مستثنیٰ) مفرغ باں یں طورکہ الا کے بعد کلام غیر موجب میں (واقع) ہواور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہوتو اس کا اعراب بحسب العوامل ہوگا تو کہے گا ماجاءنی الا زید. ما رأیت الا زیدًا. ما مررت الا بزید۔

تشریح: وان کان مفرغاً الخ. یہاں سے مستثنیٰ کے اعراب کی تیسری قسم یعنی اعراب بحسب العوامل کا بیان ہے، جس کا حاصل یہ کہ جب مستثنیٰ مفرغ ہو باایں طور کہ مستثنیٰ الاّ کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہواوراس کا مستثنیٰ منہ بھی مذکور نہ ہوتو اعراب[1] عامل کے مطابق ہوگا جیسے ما جاء نی الاّ زیدٌ وما رأیت الاّ زیداً وما مررت الاّ بزیدٍ.

وَاِنْ كَانَ بَعْدَ غَيْرَ وَسِوىٰ وَسَوَاءَ وَحَاشَا عِنْدَ الْاَكْثَرِ كَانَ مَجْرُوْراً نَحو جَاءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَسِوىٰ زَيْدٍ وَسَوَاءَ زَيْدٍ وَحَاشَا زَيْدٍ.

ترجمہ: اوراگر (مستثنیٰ) غیر سوی سواء اور حاشا کے بعد اکثر کے نزدیک واقع ہوتو مجرور ہوگا جیسے جاء نی القوم غیر زید سوی زید سواء زید وحاشا زید الخ (آئی میرے پاس قوم سوا زید کے الخ)۔

تشریح: وان کان بعد غیر الخ.

یہاں سے مستثنیٰ کے اعراب کی چوتھی قسم یعنی مجرور کا بیان ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مستثنیٰ غیر، سِویٰ، سَواء، اور حاشا کے بعد واقع ہوتو اس کو مجرور[2] پڑھتے ہیں جیسے جاء نی القوم غیر زیدٍ و سوی زیدٍ و سواء زیدٍ وحاشا زیدٍ۔ حاشا کے بعد اکثر کے نزدیک مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک منصوب ہوتا ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ غَيْرَ كَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰى بِاِلَّا تَقُوْلُ جَاءَنِيْ الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَغَيْرَ حِمَارٍ وَمَاجَاءَنِيْ غَيْرُ زَيْدِنِ الْقَوْمُ وَمَا جَاءَنِيْ اَحَدٌ غَيْرَ زَيْدٍ وَغَيْرُ زَيْدٍ وَمَا جَاءَنِيْ غَيْرَ زَيْدٍ وَمَا رَأَيْتُ غَيْرَ زَيْدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَيْرِ زَيْدٍ.

ترجمہ: اور جان تو کہ تحقیق غیر کا اعراب مستثنیٰ بالا کے اعراب کی طرح ہے کہے گا تو جاءنی القوم غیر زید، غیر حمار، ماجاءنی،غیر زید القوم، ماجاءنی احدغیرزید، غیر زید، ماجاءنی غیر زید، مارایت غیر زید، ما مررت بغیر زید۔

تشریح: واعلم اَنّ اعراب غیر کا عراب المستثنیٰ بالاالخ. یہاں سے غیر کے اعراب[1] کو بیان کر رہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ غیر کا اعراب مستثنیٰ بالاّ کے اعراب کی طرح ہوتا ہے، گویا کہ غیر اپنے مابعد مستثنیٰ کو جر دیتا ہے اوراس کا اعراب خود لے لیتا ہے جیسے (۱) جا ءنی القوم غیر زیدٍ۔ یہ مستثنیٰ متصل کی مثال ہے چونکہ مستثنیٰ متصل الاّ کے بعد کلام

[1] اگر حسبتُ کے مفعول اول کو دیکھیں تو تثنیہ کی ضمیر لائیں گے اور اگر مرجع (مطلقًا) کو دیکھیں تو مفرد کی ضمیر لائیں گے۔

موجب میں واقع ہو تو منصوب ہوتا ہے، اس لئے یہاں لفظ غیر پر نصب ہے۔

(۲) جاءنی القوم غیر حمارٍ یہ مستثنیٰ منقطع کی مثال ہے، چونکہ مستثنیٰ منقطع حرفِ استثناء کے بعد منصوب ہوتا ہے اس لئے یہاں غیر منصوب ہے۔

(۳) ما جاءنی غیر زیدٍ القوم، یہ مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ پر مقدم کرنے کی مثال ہے چونکہ جب مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ پر مقدم کریں تو مستثنیٰ کو منصوب پڑھتے ہیں، اس لئے یہاں غیر پر نصب ہے۔

(۴) ما جاء نی احدٌ غیرَ زیدٍ وغیرُ زیدٍ، یہ مستثنیٰ کے کلام غیر موجب میں واقع ہونے کی مثال ہے چونکہ مستثنیٰ الاّ کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں، (۱) نصب (۲) بدل، اس لئے یہاں یہ دونوں وجہیں غیر میں بھی جائز ہیں۔

(۵) ما جاءنی غیرُ زیدٍ وما رأیتُ غیرَ زیدٍ وما مررتُ بغیرِ زیدٍ، یہ مستثنیٰ مفرغ کی مثال ہے، چونکہ مستثنیٰ مفرغ الاّ کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور اس کا مستثنیٰ منہ بھی مذکور نہ ہو تو اس کا اعراب عامل کے مطابق ہوتا ہے اس لئے یہاں غیر کا اعراب بھی عامل کے مطابق ہوگا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لَفْظَةَ غَيْرَ مَوْضُوْعَةٌ لِلصِّفَّةِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلْاِسْتِثْنَاءِ كَمَا اَنَّ لَفْظَةَ اِلَّا مَوْضُوْعَةٌ لِلْاِسْتِثْنَاءِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلصِّفَّةِ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اَىْ غَيْرُ اللّٰهِ وَكَذٰلِكَ قَوْلُكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

ترجمہ: اور جان تو کہ تحقیق لفظ غیر (اصل میں) صفت کے لئے وضع کیا گیا ہے اور کبھی کبھی استثناء کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ بے شک لفظ الا کو استثناء کیلئے وضع کیا گیا ہے اور کبھی کبھی صفت کیلئے استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول لو کان فیھما آلھة الا اللّٰه لفسدتا یعنی غیر اللہ۔ اگر زمین و آسمان میں بہت معبود ہوتے سوائے اللہ کے البتہ زمین و آسمان فاسد ہو جاتے) اور اسی طرح تیرا قول لااله الا اللّٰه (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے) میں ہے۔

تشریح: **واعلم اَنّ لفظة غیر موضوعة الخ.** لفظ غیر اصل میں صفت کے لئے موضوع ہے یعنی ماقبل کے لئے صفت واقع ہو جیسے جاء نی رجل غیرُ زید اور اس طرح غیر کا استعمال کلام میں بہت ہے لیکن کبھی اس کو الاّ پر محمول کر کے استثناء کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسے جاء نی القوم غیرَ اصحابک۔ اس میں غیرَ بمعنی الاّ استعمال ہو رہا ہے، کیونکہ اس میں غیر زید ماقبل القوم کی صفت نہیں بن سکتا، تو مطابقت نہ ہونے کی وجہ سے صفت نہیں بن سکتا لیکن موصوف القوم تو معرفہ ہے اور غیر اگر چہ زید معرفہ کی طرف مضاف ہے لیکن ''توغل[1] فی الابہام'' کیوجہ سے نکرہ ہے لہٰذا غیر زید، القوم کی صفت نہیں بن سکتا لہٰذا اسے استثناء پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ الاّ اصل میں استثناء کے لئے موضوع ہے لیکن کبھی اس کو غیر پر محمول کر کے صفت کے لئے استعمال[2] کرتے

[1] اس کا دوسرا نام نائب فاعل بھی ہے۔

ہیں، جیسے فرمان باری تعالیٰ ''لَوْ کَانَ فِیْھِمَا اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہ (ای غَیْرُ اللّٰہ) لَفَسَدَتَا'' اس میں الھۃٌ موصوف ہے اور الاّ بمعنی غیر صفت ہے لیکن چونکہ الاّ حرف ہونے کی وجہ سے اعراب کے قابل نہیں تھا، اس لئے الاّ جس اعراب کا مستحق تھا وہ اعراب اس کے بعد یعنی لفظ اللہ کو دیدیا، ایسے ہی لا الہ الاّ اللّٰہ ای غیر اللّٰہ اس میں الہ موصوف ہے، الاّ بمعنی غیر اس کی صفت ہے اور الاّ بمعنی غیر اس وقت ہوگا جب اس سے قبل ایسی جمع ہو جو نکرہ غیر محصور ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

فَصْلٌ خَبَرُ کَانَ وَاَخَوَاتِھَا ھُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِھَا نَحوُ کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا وَحُکْمُہٗ کَحُکْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاءِ اِلَّا اَنَّہٗ یَجُوْزُ تَقْدِیْمُہٗ عَلٰی اَسْمَائِھَا مَعَ کَوْنِہٖ مَعْرِفَۃً بِخِلَافِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأِ نَحُوُ کَانَ الْقَائِمَ زَیْدٌ.

ترجمہ: فصل، کان اور اس کے نظائر کی خبر وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے کان زید قائما اور اس کا حکم مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے۔ مگر تحقیق شان یہ ہے کہ اس (خبر) کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے ہے اس کے معرفہ ہونے کے بخلاف مبتدا کی خبر کے جیسے کان القائم زید۔

تشریح: فصل خبر کان الخ: منصوبات کی بارہ قسموں میں سے نویں قسم کان اور اس کے نظائر کی خبر ہے۔

ھو المسند الخ سے مصنف کی غرض کان اور اس کے نظائر و مشابہات کے خبر کی تعریف کرنا ہے، فرماتے ہیں کہ کان اور اس کے نظائر کی خبر وہ ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو، جیسے کان زید قائما، اس میں قائماً کان کی خبر ہے، کیونکہ یہ کان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

حکمہ': سے مقصود کان اور اس کے نظائر واخوات کی خبر کا حکم بیان کرنا ہے، کان وغیرہ کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح ہے یعنی جس طرح مبتدا کی خبر مفرد بھی ہوتی ہے اور جملہ بھی، معرفہ بھی، اور نکرہ بھی، اسی طرح کان وغیرہ کی خبر مفرد بھی ہوتی ہے اور جملہ بھی، معرفہ بھی ہوتی ہے اور نکرہ بھی اور جس طرح مبتد کی خبر ایک بھی ہوتی ہے اور متعدد بھی ہوتی ہے، ثابت بھی ہوتی ہے اور محذوف بھی اسی طرح کان وغیرہ کی خبر ایک بھی ہوتی ہے اور متعدد بھی، ثابت بھی ہوتی ہے اور محذوف بھی، پھر جس طرح اگر مبتدا کی خبر جملہ ہو تو اس میں ایسی ضمیر کا لانا ضروری ہوتا ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے اسی طرح اگر کان وغیرہ کی خبر جملہ ہو تو اس میں بھی ایسی ضمیر کا لانا ضروری ہوتا ہے جو ان کے اسموں کی طرف لوٹے البتہ بعض احکام میں مبتدا کی خبر اور کان وغیرہ کی خبر میں اختلاف ہے اس کو مصنفؒ الاّ انّہ یجوز سے بیان کرتے ہیں۔

الّا انّہ یجوز الخ. اگر مبتدا کی خبر معرفہ ہو تو خبر کو مبتدا پر مقدم جائز نہیں ہوتا، لیکن اگر کان وغیرہ کی خبر معرفہ ہو تو اس کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے، جیسے کان القائمَ زیدٌ، اس میں القائم کان کی خبر ہے جو معرفہ ہونے کے باوجود کان کے اسم یعنی زید پر مقدم ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

فَصْلٌ: اِسْمُ اِنَّ وَاَخَواتِھَا ھُوَ الْمُسْنَدُ اِلَیْہِ بَعْدَ دُخُوْلِھَا نَحْوُ اِنَّ زَیْداً قَائِمٌ.

ترجمہ: فصل، ان اوراس کے نظائر کا اسم وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو جیسے ان زیدا قائم (بے شک زید کھڑا ہونے والا ہے)

تشریح: فصل، اسم انّ الخ. منصوبات کی بارہ اقسام میں سے دسویں قسم انّ اوراس کے نظائر کا اسم ہے۔

هو المسند اليه الخ سے مصنف کی غرض انّ اوراس کے نظائر کے اسم کی تعریف کرنا ہے، فرماتے ہیں کہ انّ اور اس کے نظائر کا اسم وہ ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو، جیسے ان زیداً قائم، اس میں زیداً، انّ کا اسم ہے، کیونکہ یہ انّ کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے۔

فَصْلٌ، اَلْمَنْصُوْبُ بِلاَ الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا يَلِيْهَا نَكِرَةً مُضَافَةً نَحْوُ لاَ غُلاَمَ رَجُلٍ فِي الدَّارِ اَوْ مُشَابِهًا لَهَا نَحْوُ لاَ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا فِي الْكِيْسِ

ترجمہ: منصوب بلا التی لنفی الجنس وہ ہے جو اس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو درانحالیکہ وہ (مسند الیہ) متصل ہو اس (لا) کے ساتھ نکرہ مضاف ہو جیسے لا غلام رجل فی الدار یا شبہ مضاف ہو جیسے لا عشرین درهما فی الکیس۔

تشریح: فصل، المنصوب بلا التی الخ. وہ اسم جو لائے نفی جنس کے ساتھ منصوب ہوتا ہے۔ منصوبات کی ایک قسم لائے نفی جنس کا اسم منصوب ہے۔

هو المسند اليه سے مصنف کی غرض لائے نفی جنس کے اسم منصوب کی تعریف کرنا ہے، فرماتے ہیں کہ منصوب بلا التی لنفی الجنس وہ اسم ہے جو اس لا کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو، درانحالیکہ وہ مسند الیہ اس لا سے متصل ہو، نکرہ ہو، مضاف یا شبہ مضاف ہو۔

فائدہ: لائے نفی جنس کے اسم کی تعریف ''بعد دخولها'' تک ختم ہو جاتی تھی، لیکن غرض لائے نفی جنس کے منصوب کی تعریف کرنا تھی، اس لئے ''یلیها الخ'' کا اضافہ کیا، پس منصوب بلا التی لنفی الجنس کی تین شرطیں ہیں۔(۱) لا سے متصل ہو (۲) نکرہ ہو (۳) مضاف یا مشابہ مضاف ہو۔ جیسے لا غلامَ رجلٍ فی الدار' یہ مضاف کی مثال ہے، اس میں غلام رجل منصوب بلا التی لنفی الجنس ہے، اس لئے کہ یہ لا کے ساتھ متصل ہے، نکرہ ہے اور مضاف ہے اور لاعشرین درهماً، یہ مشابہ مضاف کی مثال ہے، اس میں عشرین منصوب بلا التی لنفسی الجنس ہے اس لئے کہ یہ لا کے ساتھ متصل ہے، نکرہ ہے اور مشابہ مضاف ہے، اور یہ مشابہ مضاف اس لئے ہے کہ عشرین کا معنی بغیر درہم کے تام نہیں ہوتا۔

فَاِنْ كَانَ بَعْدَ لاَ نَكِرَةٌ مُفْرَدَةٌ تُبْنٰى عَلَى الْفَتْحِ نَحْوُ لاَ رَجُلَ فِي الدَّارِ[۳] وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَةً اَوْ نَكِرَةً مَفْصُوْلاً بَيْنَهٗ وَبَيْنَ لاَ كَانَ مَرْفُوْعًا وَيَجِبُ تَكْرِيْرُ لاَ مَعَ اسْمٍ اٰخَرَ تَقُوْلُ لاَ زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَلاَ عَمْرٌو، وَلاَ فِيْهَا رَجُلٌ وَلاَ امْرَأَةٌ.

ترجمہ: پس اگر لا کے بعد نکرہ مفرد ہو تو مبنی برفتحہ ہوگا جیسے لا رجل فی الدار اور اگر (لا کا اسم) معرفہ ہو یا ایسا نکرہ ہو کہ اس اسم اور لا کے درمیان فاصلہ کیا گیا ہو تو مرفوع ہوگا اور دوسرے اسم سمیت لا کا دوبارہ لانا واجب ہوگا تو کہے گا لا زید فی الدار ولا عمرو

اور لا فیھا رجل و لا امرأۃ۔

تشریح: **فان کان بعد لا الخ.** اگر لا کا مابعد یعنی لا کا اسم نکرہ مفردہ ہو یعنی لا کے اسم کے منصوب ہونے کی تینوں شرطوں میں سے پہلی دو شرطیں (متصل ہونے اور نکرہ ہونے کی) پائی جائیں لیکن شرط ثالث (مضاف یا مشابہ مضاف ہونے کی) نہ پائی جائے تو اس وقت لا کا اسم مبنی[1] برفتحہ ہوگا۔ جیسے لا رجل فی الدار۔

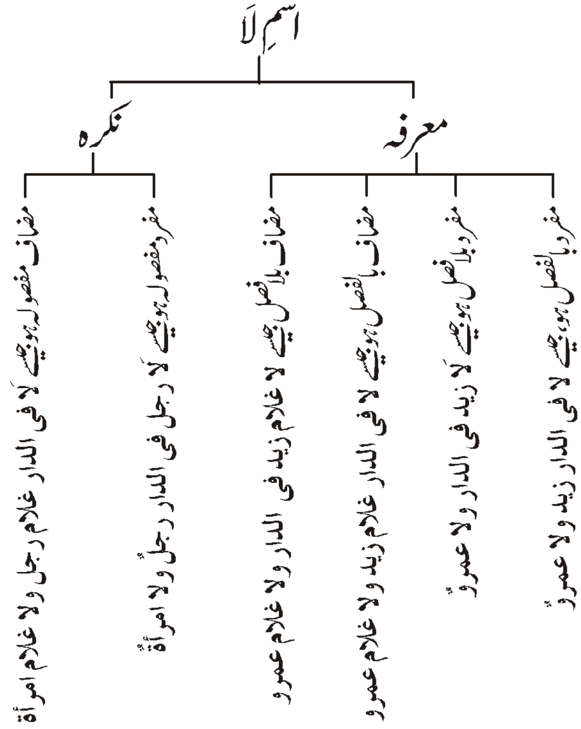
فائدہ: مفرد ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو لہٰذا یہ قانون تثنیہ وجمع کو بھی شامل ہوگا، اور مبنی برفتحہ ہونے سے مراد علامتِ نصب پر مبنی ہونا ہے، خواہ فتحہ ہو یا یاء تثنیہ میں لا مسلمَیْنِ لک، اور جیسے جمع میں لا مسلِمِیْنَ لک،۔

وان کان معرفۃ الخ. اور اگر لا کا مابعد (یعنی لا کا اسم) معرفہ ہو خواہ مفصول ہو یا غیر مفصول ہو اور پھر معرفہ خواہ مفرد ہو یا مضاف ہو یا لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفصولہ ہو، خواہ وہ نکرہ مفصولہ مفرد ہو یا مضاف ہو، ان تمام صورتوں میں لا کا مابعد مرفوع ہوگا مبتدا[2] ہونے کی بناء پر اور لا عمل نہیں کریگا۔

اور لا کا تکرار دوسرے اسم سمیت واجب ہوگا، اور لا کا تکرار تو نفی کی تاکید کے لئے ضروری ہوگا اور دوسرے اسم کے تکرار کا وجوب اس لئے ہوگا تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے کیونکہ ''لا زَید ھٰھنا و لا عمرو''۔

اس شخص کے جواب میں ہے جو یہ کہے ''ھل زید ھٰھنا ام عمرو'' اس کی کل چھ صورتیں ہیں۔

(۱) لا کا مابعد (یعنی لا کا اسم) معرفہ، مفرد بالفصل ہو جیسے لا فی الدار زیدٌ ولا عمروٌ (۲) لا کا مابعد معرفہ مفرد بلا فصل ہو جیسے لا زیدٌ فی الدار و لا عمروٌ (۳) لا کا مابعد معرفہ مضاف بالفصل ہو جیسے لا فی الدار غلامُ زید و لا غلام عمرو (۴) لا کا مابعد معرفہ مضاف بلا فصل ہو جیسے لا غلام زُید فی الدار و لا غلامُ عمرو (۵) لا کا مابعد نکرہ مفردہ بالفصل ہو لا فی الدار رجلٌ و لا امرأۃٌ (۶) لا کا مابعد نکرہ مضاف بالفصل ہو جیسے لا فی الدار غلامُ رجلٍ و لا غلامُ امرأۃٍ.



وَيَجُوْزُ فِي مِثْلِ لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ خَمْسَةُ اَوْجُهٍ فَتْحُهُمَا وَرَفْعُهُمَا وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِيْ وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَرَفْعُ الثَّانِيْ وَرَفْعُ الْاَوَّلِ وَفَتْحُ الثَّانِيْ.

ترجمہ: اور لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ جیسی مثال میں پانچ وجہیں جائز ہیں (۱) دونوں کا فتحہ (۲) اور دونوں کا رفع اور (۳) اول کا فتحہ اور ثانی کا نصب (۴) اور اول کا فتحہ اور ثانی کا رفع اور (۵) اول کا رفع اور ثانی کا فتحہ۔

تشریح: **ویجوز فی مثل لا حول ولا قوۃ الخ.** لاَ حولَ ولا قوۃ الاّ باللّٰہ کی مثل میں باعتبار اعراب کے پانچ وجہیں جائز ہیں۔ اور مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں لا برسبیل عطف مکرر ہو اور ہر لا کے بعد نکرہ مفردہ غیر مفصولہ ہو جیسے لاَ حولَ ولا قوۃَ الا باللّٰہ، اور جیسے لارجلَ فی الدار و لا امرأۃ، ایسی ترکیب میں باعتبار اعراب کے پانچ وجہیں جائز ہیں۔

نمبرا: دونوں کا فتحہ، جیسے لاَ حولَ و لا قوۃَالاّ باللّٰہ، اس بناء پر کہ دونوں جگہ لائے نفی جنس کا ہے اور دونوں لا کا اسم نکرہ مفردہ ہے، اور اصول ہے کہ جب لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفردہ بلافصل ہو تو مبنی برفتحہ ہوتا ہے، پھر اگر اس کو دو جملے بنائیں اور جملے کا عطف جملے پر کریں تو تقدیر عبارت یوں ہوگی، لاَ حولَ عن المعصیۃ ثابتٌ باحد الاّ باللّٰہ ولاقوۃَ علی الطاعۃ ثابت باحد الاّ باللّٰہ. اور اگر ایک جملہ بنائیں اور مفرد کا عطف مفرد پر کریں تو تقدیر عبارت یوں ہوگی لا حولَ عن المعصیۃ و لا قوۃَ علی الطا

عة ثابتان باحد الاّ باللّٰہ.

نمبر۲: دونوں کا رفع، لاَحولٌ ولاَقوۃٌ الاّ باللّٰہ. اس بناء پر کہ یہ لا دونوں جگہ زائدہ ہوگا اور یہ جملہ سوال مقدر یعنی اَبغیرِ اللّٰہ حولٌ و قوۃٌ کے جواب پر محمول ہوگا چونکہ یہ دونوں سوال کے اندر مرفوع ہیں مبتدا ہونے کی بناء پر، لہٰذا جواب میں بھی مرفوع ہوں گے مبتدا ہونے کی بناء پر، پھر اس میں جملے کا عطف جملے پر بھی جائز ہے اور مفرد کا عطف مفرد پر بھی جائز ہے، اول صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی لا حولٌ عن المعصیة ثابتٌ باحدٍ الاّ باللّٰہ ولا قوۃٌ علی الطاعة ثابت باحد الاّ باللّٰہ اور دوسری صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی لا حولٌ عن المعصیة ولا قوۃٌ علی الطا عة ثابتان باحد الا باللّٰہ.

نمبر۳: پہلے کا فتحہ، دوسرے کا نصب جیسے لاَحولَ ولا قوۃً الا باللّٰہ، اس میں پہلے پر فتحہ اس لئے ہے کہ پہلا لا لائے نفی جنس ہے اور اس کا اسم نکرہ مفردہ غیر مفصولہ ہے اور جب لائے نفی جنس کے بعد نکرہ مفردہ ہو تو وہ مبنی برفتحہ ہوتا ہے اور دوسرے اسم پر نصب اس بناء پر ہے کہ دوسرا لا زائدہ ہے نفی کی تاکید کے لئے اور دوسرے اسم کا عطف پہلے اسم پر ہے اور پہلا اسم حقیقۃً منصوب ہے اور اس کا مبنی ہونا تو عارضی ہے لہٰذا معطوف بھی منصوب ہوگا پھر اس میں جملے کا عطف جملے پر اور مفرد کا عطف مفرد پر جائز ہے۔

نمبر۴: پہلے کا فتحہ، دوسرے کا رفع جیسے لا حولَ ولا قوۃٌ الا باللّٰہ، اس میں پہلے اسم پر فتحہ اس بناء پر ہے کہ پہلا لا لائے نفی جنس کا ہے جب لائے نفی جنس کے بعد نکرہ مفردہ ہو تو مبنی برفتحہ ہوتا ہے اور دوسرے اسم پر رفع اس بناء پر ہے کہ دوسرا لا زائدہ ہے نفی کی تاکید کے لئے اور دوسرے اسم کا عطف پہلے اسم کے محل پر ہے، اور پہلا اسم مبتدا ہونے کی بناء پر محلاً مرفوع ہے لہٰذا قوۃ بھی مرفوع ہوگا پھر اس میں بھی جملے کا عطف جملے پر اور مفرد کا عطف مفرد پر جائز ہے۔

نمبر۵: پہلے کا رفع، اور دوسرے کا فتح جیسے لا حولٌ ولا قوۃَ الاّ باللّٰہ، اس میں پہلے اسم پر رفع ہے اس لئے کے پہلا لا مشبہ بلیس ہے اور لا مشبہ بلیس کا اسم مرفوع ہوتا ہے لیکن اول کا رفع ضعیف ہے اس لئے کہ لا بمعنی لیس قلیل ہے اور دوسرے اسم پر فتحہ ہے اس بناء پر کہ دوسرا لا لائے نفی جنس کا ہے اور لائے نفی جنس کا اسم جب نکرہ مفردہ ہو تو مبنی برفتحہ ہوتا ہے ان کی علیحدہ علیحدہ خبریں محذوف مان کر جملے کا عطف جملے پر کریں گے تو تقدیر عبارت یوں ہوگی "لا حولٌ عن المعصیة ثابتاً باحد الا باللّٰہ ولا قوۃَ علی الطاعة ثابتٌ باحدالا باللّٰہ.

وَقَدْ یُحذَفُ اِسمُ لاَ لِقَرِیْنَةٍ نَحوُ لاَ عَلَیْکَ اَیْ لاَ بَأْسَ عَلَیْکَ.

ترجمہ: اور کبھی کبھی لا کا اسم کسی قرینہ کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے لا علیک یعنی لاباس علیک (تجھ پر کوئی حرج نہیں)

تشریح: **وقد یحذف اسم لا بقرینة الخ.** کبھی لائے نفی جنس کے اسم کو بوقت قیام قرینہ حذف کر دیا جاتا ہے جیسے "لا علیک"، جو کہ اصل میں "لا بأس علیک" تھا اور یہ کلام اس وقت بولی جاتی ہے جب کوئی شخص کسی سے خائف ہو، اس میں لا کے اسم کو حذف کر دیا گیا ہے اور وہ اسم بأس ہے، اس کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ لا حرف ہے جو علیٰ حرف پر داخل ہے، حالانکہ حرف، حرف پر داخل نہیں ہوتا، پس اس سے معلوم ہوا کہ یہاں لا کا اسم محذوف ہے۔

فَصلٌ: خَبَرُ مَا وَلاَ الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا نَحْوُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلاَ رَجُلٌ حَاضِراً وَاِنْ وَقَعَ الْخَبَرُ بَعْدَ اِلاَّ نَحْوُ مَا زَيْدٌ اِلاَّ قَائِمٌ اَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ عَلَى الْاِسْمِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ زِيْدَتْ اِنْ بَعْدَ مَا نَحْوُ مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ بَطَلَ الْعَمَلُ كَمَا رَأَيْتَ فِي الْاَمْثِلَةِ

ترجمہ: فصل ما و لا مشبھتین بلیس کی خبروہ ہے جوان دونوں کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے ما زید قائماً (زید کھڑا ہونے والانہیں) ولا رجل حاضر (آدمی حاضر نہیں ہے) اوراگر خبر الا کے بعد واقع ہو جیسے مازیداً الا قائم (نہیں ہے زید مگر کھڑا ہونے والا) یاخبراسم پرمقدم ہوجائے جیسے ما قائم زید یا ما کے بعد ان زیادہ کیا جائے جیسے ما ان زید قائم توعمل باطل ہوجائے گا جیسا کہ تونے مثالوں میں دیکھ لیا۔

تشریح: فصل، خبر ما و لا المشبّھتین الخ. منصوبات کی قسموں میں سے ایک قسم ماولامشبہ بلیس کی خبر ہے۔

ھو المسند الخ سے مقصود ماولامشبہ بلیس کی خبر کی تعریف کرنا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ماولامشبہ بلیس کی خبر وہ ہے جوان دونوں میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے ما زیدٌ قائماً میں قائماً، ما کی خبر ہے جو ما کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے اور جیسے لا رجلٌ حاضراً میں حَاضِرًا، لا کی خبر ہے جو لا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

و ان وقع الخ. سے غرض ان عوارض کو بیان کرنا ہے جن کی وجہ سے ماوَلا کا عمل باطل ہوجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ماولا کا عمل تین جگہوں میں باطل ہوجاتا ہے۔

(۱) اِن کی خبر الاّ کے بعد واقع ہو جیسے ما زید الاّقائم (۲) ان کی خبر ان کے اسم پر مقدم ہو جیسے ما قائمٌ زیدٌ، (۳) ما کے بعد اِن زائدہ ہو جیسے ماَ اِن زیدٌ قائمٌ، ان تینوں مثالوں میں قائمٌ ما کی وجہ سے منصوب نہیں ہوگا بلکہ مبتدا کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگا۔

وَهٰذَا لُغَةُ اَهْلِ الْحِجَازِ اَمَّا بَنُوْ تَمِيْمٍ فَلاَ يَعْمَلُوْنَهُمَا اَصْلاً قَالَ الشَّاعِرُ عَنْ لِسَانِ بَنِي تَمِيْمٍ.

شعر وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ انْتَسِبْ : فَاَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبِّ عَلَى الْمُحِبِّ حَرَامٌ. بِرَفْعِ حَرَامٍ

ترجمہ: اور یہ اہل حجاز کی لغت ہے لیکن بنوتمیم تو وہ ان دونوں کو بالکل عمل نہیں دیتے ہیں شاعر نے بنوتمیم کی زبان سے کہا ہے ومھفھف الخ۔

تشریح: وھذا لغة اھل الحجاز الخ. ماوَلاَ کو عمل دینا یہ اہل حجاز کی لغت ہے، بنوتمیم ما وَلا کو بالکل عمل نہیں دیتے، ان کے نزدیک ماوَلاَ اسم اور خبر میں عمل نہیں کرتے بلکہ اسم اور خبر جس طرح ماوَلاَ کے داخل ہونے سے پہلے مبتدا اور خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوتے ہیں، اسی طرح ماَ وَلاَ کے داخل ہونے کے بعد بھی مبتدا اور خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوتے ہیں چنانچہ زہیر شاعر نے بنوتمیم کی لغت سے نقل کیا ہے۔

ومھفھفٍ کالغُصنِ قلتُ لہ' انتسب فاجاَب ما قتلُ المحبِّ حرام

اس میں واؤ بمعنی رُبَّ ہے اور مھفھفٍ کا معنی ہے باریک کمر اور باریک کوکھ والا، غُصن کا معنی ہے شاخ، قلتُ لہٗ میں

ہ ضمیر کا مرجع مھفھف ہے، انتسب یہ انتساب سے امر کا صیغہ ہے یعنی تو اپنا نسب بیان کر، فاجاب کی ضمیر مرفوع کا مرجع بھی مھفھف ہے، قتلُ مصدر ہے جو مضاف مفعول کی طرف اور فاعل محذوف ہے اصل میں تھا ''قتلُ المحبوبِ المحِب'' شعر کا معنی یہ ہوگا میں نے باریک کمر اور باریک کوکھ والے سے جو نزاکت اور لطافت میں شاخ کی طرح ہے، کہا یعنی اپنے محبوب سے کہا کہ تو اپنا نسب بیان کر، پس اس نے جواب دیا محبوب کا محبّ کو قتل کرنا حرام نہیں ہے تو اس مثال میں شاعر نے ضمناً اپنا نسب بیان کیا کہ وہ بنو تمیم سے ہے اس لئے کے اس نے ''حرام'' کو جو ما کے بعد مسند واقع ہے رفع دیا اور بنو تمیم بھی ما وَ لا کو عمل نہیں دیتے اس سے معلوم ہوا کہ شاعر بنو تمیم سے ہے۔

اَلْمَقْصَدُ الثَّالِثُ فِی الْمَجْرُوْرَاتِ اَ لْاَسْمَاءُ الْمَجْرُوْرَةُ هِیَ الْمُضَافُ اِلَیْهِ فَقَطْ وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ نُسِبَ اِلَیْهِ شَیْ ءٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَیُعَبَّرُ عَنْ هٰذَا التَّرْكِیْبِ فِی الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهٗ جَارٌ وَ مَجْرُوْرٌ اَوْ تَقْدِیْرًا نَحْوُ. غُلَامُ زَیْدٍ تَقْدِیْرُهٗ غُلَامٌ لِزَیْدٍ وَیُعَبَّرُ عَنْهُ فِی الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهٗ مُضَافٌ وَ مُضَافٌ اِلَیْهِ.

ترجمہ: مقصد ثالث مجرورات کے بیان میں ہے۔ اسمائے مجرورہ فقط مضاف الیہ ہی ہے اور مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی گئی ہو بواسطۂ حرف جر کے خواہ حرف جر ملفوظ ہو جیسے مررت بزید اور اس ترکیب کو اصطلاح میں یوں تعبیر کیا جاتا ہے کہ وہ جار مجرور ہے یا حرف جر مقدر ہو جیسے غلام زید اس کی تقدیر غلام لزید ہے اور اس کو اصطلاح میں یوں تعبیر کیا جاتا ہے کہ وہ مضاف مضاف الیہ ہے۔

تشریح: **المقصد الثالث فی المجرورات.** مقاصد ثلثہ میں سے مصنفؒ پہلے دو مقصد سے فارغ ہونے کے بعد تیسرے مقصد مجرورات کو بیان کر رہے ہیں، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اسمائے مجرورہ فقط مضاف الیہ ہے۔

تنبیہ: چونکہ مجرور مضاف الیہ کی انواع اور اقسام بہت ہیں اس لئے مصنفؒ مجرورات جمع کا لفظ لائے۔

فائدہ: مجرور کی تعریف: مجرور ہر وہ اسم ہے جو مضاف الیہ ہونے کی علامت (یعنی جر) پر مشتمل ہو خواہ وہ جر کسرہ کے ساتھ ہو جیسے غلام زیدٍ یا فتحہ کے ساتھ جیسے غلام عُمر یا یاء کے ساتھ جیسے غلام ابیک پھر جر خواہ لفظاً ہو کما مرّ یا تقدیراً ہو جیسے غلام موسٰی.

وھو کلّ اسم الخ. سے مقصود مضاف الیہ کی تعریف کرنا ہے۔

مضاف الیہ تعریف: مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کوئی شے بواسطہ حرف جر کے منسوب کی گئی ہو خواہ حرف جر ملفوظ ہو یا مقدر ہو، حرف جر ملفوظ ہو جیسے مررت بزیدٍ اس میں مررت کی نسبت زید کی طرف بواسطہ حرف جر باء کے ہو رہی ہیں جو کہ ملفوظ ہے نحوی حضرات ایسی ترکیب کو جار مجرور کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں یعنی باء حروف جر، زید مجرور، جار مجرور سے ملکر متعلق ہوئے فعل کے، حرف جر مقدر ہو جیسے غلام زید، اس میں غلام کی نسبت زید کی طرف بواسطہ حرف جر لام کے ہو رہی ہے جو کہ مقدر ہے لیکن یہ مراد ہے اس لئے اس کا اثر جو کہ جر ہے باقی ہے اصل میں غلام لزیدٍ تھا ایسی ترکیب کو نحوی حضرات مضاف، مضاف الیہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

وَيَجِبُ تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ عَنِ التَّنْوِيْنِ اَوْ مَا يَقُوْمُ مَقَامَهُ وَهُوَ نُوْنُ التَّثْنِيَّةِ وَالْجَمْعِ نَحْوَ جَاءَنِىْ غُلاَمُ زَيْدٍ وَغُلاَمَا زَيْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرٍ.

ترجمہ: اور مضاف کو تنوین سے یا اس چیز سے جو تنوین کے قائم مقام ہے خالی کرنا ضروری ہے اور وہ (تنوین کے قائم مقام) نون تثنیہ اور جمع ہیں جیسے جاءنی غلام زید اور غلاما زیداور مسلمو مصر۔

قوله ويجب تجريد المضاف الخ: اضافت کے وقت مضاف کا تنوین اور مایقوم مقامَ التنوین یعنی نون تثنیہ اور نون جمع سے خالی ہونا ضروری ہے جیسے غلامُ زیدٍمیں غلام مضاف زَیْدِ مضاف الیہ ہے،غلامُ اصل میں غلامٌ تھا لیکن اضافت کی وجہ سے تنوین گرگئی اور جاء نی غلاما زَیدٍمیں غلاما مضاف ہے،غلاما اصل میں غلامان تھا لیکن نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گیا اور جاء نی مُسلمو مصرٍمیں مُسلمومضاف اور مصرمضاف الیہ ہے،مُسلمو اصل میں مُسلمون تھا لیکن نون جمع کا اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

تشریح: فائدہ: مضاف کا الف لام سے خالی ہونا بھی ضروری ہے جیسے الکتاب کی اضافت جب بکر کی طرف کریں گے تو یوں کہیں گے کتابُ بکرٍ.

وَاعْلَمْ اَنَّ الْاِضَافَةَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مَعْنَوِيَّةٌ وَلَفْظِيَّةٌ اَمَّا الْمَعْنَوِيَّةُ فَهِىَ اَنْ يَكُوْنَ الْمُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِىَ اِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ نَحْوُ غُلاَمُ زَيْدٍ اَوْ بِمَعْنَى مِنْ نَحْوُ خَاتَمُ فِضَّةٍ اَوْ بِمَعْنٰى فِى نَحْوُ صَلٰوةُ اللَّيْلِ.

ترجمہ: اور تو جان لے کہ بے شک اضافت دو قسم پر ہے معنویہ اور لفظیہ لیکن معنویہ پس وہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت کا نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہ یا تو بمعنی لام ہوگی جیسے غلام زید یا بمعنی من ہوگی جیسے خاتم فضة یا بمعنی فی ہوگی جیسے صلوٰة اللیل۔

تشریح: واعلم الخ. یہاں سے اضافت بتقدیر حرف جر کی قسمیں بیان کر رہے ہیں،فرماتے ہیں کہ اضافت کی دو قسمیں ہیں۔(۱) اضافتِ معنویہ (۲) اضافتِ لفظیہ۔

امّا المعنوية الخ. سے اضافت معنویہ کی علامت بیان کر رہے ہیں،اضافت معنویہ کی علامت یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت کا نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو،صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل،اسم مفعول،صفت مشبہ اور اسم تفضیل ہیں۔اور معمول سے مراد فاعل اور مفعول بہ ہے،اضافت معنویہ کی تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اضافت معنویہ کی تین صورتیں بنتی ہیں۔(۱) مضاف نہ صیغہ صفت کا ہو بلکہ اسم جامد ہو اور نہ ہی اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے غلام زید کہ اس میں غلام صیغہ صفت کا ہی نہیں بلکہ اسم جامد ہے اور اپنے معمول کی طرف مضاف بھی نہیں (۲) مضاف صیغہ صفت کا ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ غیر معمول کی طرف مضاف ہو جیسے کریم البلد،اس میں کریم صیغہ صفت کا تو ہے لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں بلکہ غیر معمول کی طرف مضاف ہے اس لئے کہ بلد نہ فاعل ہے نہ مفعول بہ بلکہ مفعول فیہ ہے (۳) مضاف صیغہ صفت کا تو نہ ہو لیکن اپنے

معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضربُ زیدٍ اس میں مضاف صیغہ صفت کا نہیں بلکہ مصدر ہے البتہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہے کیونکہ زید "ضرب" کا فاعل ہے۔

وھی اِمّا الخ. یہاں سے مقصود اضافتِ معنویہ کی تقسیم کرنا ہے، فرماتے ہیں کہ اضافت معنویہ کی تین قسمیں ہیں۔(۱) اضافت بمعنی لام دوسرا نام اضافت لامیہ بھی ہے (۲) اضافت بمعنی مِن، اس کا دوسرا نام اضافت بیانیہ بھی ہے (۳) اضافت بمعنی فی، دوسرا نام اضافیہ ظرفیہ بھی ہے جن کی وجہ حصر یہ ہے کہ مضاف الیہ، مضاف کے لئے ظرف ہوگا یا مضاف کی جنس ہوگا یا ان میں سے کچھ نہیں ہوگا اگر مضاف الیہ نہ مضاف کے لئے ظرف ہو اور نہ مضاف الیہ، مضاف کی جنس ہو تو اس وقت اضافت بمعنی لام ہوگی جیسے غلامُ زیدٍ یعنی غلام لّزید، کہ اس میں زید نہ غلام کی جنس ہے نہ غلام کے لئے ظرف ہے اور اگر مضاف الیہ، مضاف کی جنس ہو تو اضافت بمعنی مِن ہوگی جیسے خاتَمُ فضّةٍ. یعنی خاتمٌ من فضّةٍ کہ اس میں فضۃ خاتم کی جنس ہے، اور اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہو تو اضافت بمعنی فی ہوگی جیسے صلوٰۃُ اللیل یعنی صلوٰۃٌ فی اللیل کہ اس میں لیل صلوٰۃ کے لئے ظرف ہے۔

وَفَائِدَةُ هٰذِهِ الْاِضَافَةِ تَعْرِيْفُ الْمُضَافِ اِنْ اُضِيْفَ اِلٰى مَعْرِفَةٍ كَمَا مَرَّ اَوْ تَخْصِيْصُهٗ اِنْ اُضِيْفَ اِلٰى نَكِرَةٍ كَغُلَامِ رَجُلٍ.

ترجمہ: اور اس اضافت کا فائدہ مضاف کو معرفہ بنانا ہے اگر اس کی اضافت معرفہ کی طرف کی جائے جیسے گذر چکا یا اس کی تخصیص کرنا ہے اگر اس کی اضافت نکرہ کی طرف جائے جیسے غلام رجل۔

تشریح: **وفائدة هذه الاضافة الخ.** یہاں سے مقصود اضافتِ معنویہ کا فائدہ بیان کرنا ہے، فرماتے ہے کہ اضافت معنویہ دو چیزوں میں سے ایک کا فائدہ دیتی ہے (۱) مضاف کی تعریف کا (۲) یا مضاف کی تخصیص کا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر مضاف الیہ معرفہ ہو یعنی مضاف کو معرفہ کی طرف مضاف کیا جائے تو اضافت معنویہ، مضاف کی تعریف کا فائدہ دیتی ہے یعنی مضاف کو بھی معرفہ بنا دیتی ہے جیسے غلامُ زیدٍ اس میں غلام اضافت سے پہلے نکرہ تھا لیکن جب اس کو زید (معرفہ) کی طرف مضاف کیا گیا تو یہ مضاف بھی معرفہ بن گیا اور اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو اضافت معنویہ مضاف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے غلامُ رجلٍ، اس میں غلام اضافت سے پہلے عام تھا جو عورت کے غلام اور مرد کے غلام سب کو شامل تھا لیکن جب اس کو رجل کی طرف مضاف کیا گیا تو اس میں تخصیص پیدا ہو گئی۔ اور عورت کا غلام اس سے خارج ہو گیا۔

وَاَمَّا اللَّفْظِيَّةُ فَهِيَ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ فِيْ تَقْدِيْرِ الْاِنْفِصَالِ نَحْوُ ضَارِبُ زَيْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَفَائِدَتُهَا تَخْفِيْفٌ فِي اللَّفْظِ فَقَطْ.

ترجمہ: لیکن لفظیہ پس وہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت کا ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہ انفصال کی تقدیر میں ہے جیسے ضارب زید اور حسن الوجه اور اس کا فائدہ صرف لفظ میں تخفیف ہے۔

تشریح: **امّا اللفظية الخ**. یہاں سے اضافتِ لفظیہ کی علامت بیان کررہے ہیں۔ اضافت لفظیہ کی علامت یہ ہے کہ اس میں مضاف ایسا صیغہ صفت کا ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو، صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، میں اور معمول سے مراد فاعل اور مفعول ہیں جیسے ضاربُ زیدٍ اس میں ضاربٌ صیغہ اسم فاعل کا ہے جو اپنے معمول مفعول بہ کی طرف مضاف ہے اور حسن اُلوجه اس میں حَسَن صفت مشبہ ہے جو اپنے معمول یعنی فاعل کی طرف مضاف ہے۔

وهى فى تقدير الا نفصال الخ. یہاں سے مقصود ایک فائدہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ کہ اضافتِ لفظیہ معنی کے لحاظ سے تقدیرِ انفصال میں ہوتی ہے یعنی اضافت اگرچہ اتصال کا مقتضی ہوتی ہے لیکن یہاں اضافت لفظیہ میں اتصال بمنزلہ انفصال کے ہے اس لئے کہ عاملیت اور معمولیت والا معنی جس طرح اضافت سے پہلے موجود تھا اسی طرح اضافت کے بعد بھی باقی رہتا ہے اضافت نے اس معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کی اس لئے بظاہر تو مضاف الیہ مجرور ہے لیکن حقیقت کے لحاظ سے اور معنی کے اعتبار سے مضاف الیہ فاعل ہو کر مرفوع ہے یا مفعول بہ ہو کر منصوب ہے گویا کہ حقیقت میں مضاف الیہ مجرور نہیں۔

فائدتها الخ. یہاں سے غرض اضافت لفظیہ کا فائدہ بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اضافت لفظیہ فقط لفظ میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے، تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی۔ اور یہ تخفیف کبھی فقط مضاف میں ہوتی ہے ضاربُ زید جو کہ اصل میں ضاربٌ زیداً تھا اضافت کی وجہ سے صرف مضاف سے تنوین گرگئی، تخفیف فقط کبھی مضاف الیہ میں ہوتی ہے جیسے القائم الغلامِ جو کہ اصل میں القائم غلامُهٗ تھا اضافت کی وجہ سے مضاف الیہ سے ضمیر گرگئی۔ کبھی تخفیف مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں ہوتی ہے جیسے حسنُ الوجه جو کہ اصل میں حسنٌ وجهه تھا اضافت کی وجہ سے مضاف سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر گرگئی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاعْلَمْ اَنَّکَ اِذَا اَضَفْتَ الْاِسْمَ الصَّحِيْحَ اَوِ الْجَارِيَ مَجْرَى الصَّحِيْحِ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ كَسَرْتَ اٰخِرَهٗ وَاَسْكَنْتَ الْيَاءَ اَوْ فَتَحْتَهَا كَغُلَامِيْ وَدَلْوِيْ وَظَبْيِيْ وَاِنْ كَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ اَلِفًا تُثْبَتُ كَعَصَايَ وَرَحَايَ خِلاَفًا لِلْهُذَيْلِ كَعَصِيَّ وَرَحِيَّ.

ترجمہ: اور تو جان کہ بے شک جب تو اسم صحیح یا جاری مجری صحیح کو یائے متکلم کی طرف مضاف کرے تو اس کے آخر کو کسرہ دے اور یاء کو ساکن کردے یا فتحہ دے جیسے غلامی اور دلوی اور ظبیی اور اگر اسم کا آخر الف ہو تو اس (الف) کو ثابت رکھا جائے گا جیسے عصای اور رحای اختلاف ہے ھذیل کا جیسے عصی اور رحی۔

تشریح: **واعلم الخ**. یہاں سے مصنف کی غرض چند ضابطے بیان کرنا ہے۔

انّک اذا اضفتَ الاسم الصحيح الخ:

جب اسم صحیح یا جاری مجریٰ صحیح کو یائے متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو یاء کی مناسبت کی وجہ سے اس اسم کے آخر میں کسرہ

دیا جائے گا اور خود یاء میں دو وجہیں جائز ہے۔(۱) یاء کا فتحہ (۲) یاء کا سکون، اسم صحیح کی مثال جیسے غلامٌ، اگر اس کو یائے متکلم کی طرف مضاف کریں تو غُلامیَ بسکون الیاء بھی جائز ہے اور غُلامیَ بفتح الیاء بھی جائز ہے۔ جاری مجریٰ صحیح کی مثال جیسے دَلوٌ اور ظَبیٌ اگر ان کو یائے متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو دلویْ اور ظبییْ بسکون الیاء بھی جائز ہے اور دلویَ و ظبیَ بفتح الیاء بھی جائز ہے۔

قولہ وان کا ن آخر الا سم الفاتثبت الخ. اور اگر یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں الف ہو تو فصیح لغت کے مطابق اضافت کے وقت الف کو باقی رکھا جائے گا خواہ الف تثنیہ کا ہو جیسے غُلامایَ یا الف غیر تثنیہ کا ہو جیسے عصایَ اور رحایَ لیکن قبیلۂ بنو ہذیل کے نزدیک تثنیہ کے الف کو تو ثابت اور باقی رکھتے ہیں لیکن غیر تثنیہ کے الف کو یاء سے بدل کر یائے متکلم میں ادغام کردیتے ہیں اور پھر یاء کی مناسبت سے ماقبل یاء کو کسرہ دیتے ہیں جیسے عصایَ میں عصِیَّ اور رحایَ میں رحِیَّ کہتے ہیں۔

وَاِنْ كَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ يَاءً مَكْسُوْراً مَا قَبْلَهَا اُدْغِمَتِ الْيَاءَ فِي الْيَاءِ وَفُتِحَتِ الْيَاءَ الثَّانِيَةَ لِئَلَّا يَلْتَقِيَ السَّاكِنَانِ تَقُوْلُ فِيْ قَاضِيْ قَاضِيَّ وَاِنْ كَانَ اٰخِرُهٗ وَاوًا مَضْمُوْمًا مَا قَبْلَهَا قَلَبْتَهَا يَاءً وَعَمِلْتَ كَمَا عَمِلْتَ الْاٰنَ تَقُوْلُ جَاءَ نِيْ مُسْلِمِيَّ.

ترجمہ: اور اگر اسم کا آخر ایسی یاء ہو کہ اس کا ماقبل مکسور ہو تو یاء میں مدغم کرے گا اور دوسری یاء کو فتحہ دے گا تو تاکہ دو ساکن اکٹھے نہ ہوں۔ تو قَاضِیْ میں قَاضِیَّ کہے گا اور اگر اسم کا آخر ایسی واؤ ہو کہ اس کا ماقبل مضموم ہو تو تو اس کو یاء کے ساتھ تبدیل کرے گا اور پھر وہی عمل کرے گا جو تو نے ابھی عمل کیا ہے تو جاءنی مسلمی کہے گا۔

تشریح: وان کان آخر الاسم یاء مکسورا الخ. اور اگر یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو تو یاء کو یائے متکلم میں ادغام کر کے دوسری یاء یعنی یائے متکلم کو فتحہ دیتے ہیں تاکہ اجتماعِ ساکنین لازم نہ آئے جیسے قاضی اگر اس کو یائے متکلم کی طرف مصاف کریں تو قاضیَّ پڑھیں گے۔

وان کان الواو مضموماً الخ. اور اگر یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم ہو تو واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کرتے ہیں اور دوسری یاء یعنی یائے متکلم کو فتحہ دیتے ہیں تاکہ اجتماع ساکنین لازم نہ آئے اور یاء کے ماقبل کو یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ دیتے ہیں۔ جیسے جاءنی مسلمِیَّ، مسلمیَّ اصل میں تھا مسلمونَ، تھا جب اس کو یائے متکلم کی طرف مضاف کیا تو نون اضافت کی وجہ سے گر گیا تو مسلمویَ ہو گیا پھر واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا تو مسلمُیَّ ہو گیا پھر یاء کی مناسبت کی وجہ سے میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدلا تو مسلمِیَّ ہو گیا۔

وَفِي الْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُضَافَةً اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ تَقُوْلُ اَخِيْ وَاَبِيْ وَحَمِيْ وَهَنِيْ وَفِيْ عِنْدَ الْاَكْثَرِ وَفَمِيْ عِنْدَ قَوْمٍ وَذُوْ لَايُضَافُ اِلٰى مُضْمَرٍ اَصْلاً وَقَوْلُ الْقَائِلِ شعر، اِنَّما يَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ. شَاذٌّ.

ترجمہ: اور اسمائے ستہ مکبرہ میں درانحالیکہ وہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں گے تو تو کہے گا اَخِیْ واَبِیْ وحَمِیْ وھَنِیْ وفِیَّ

اکثر کے ہاں اور فَمِیُ ایک قوم کے ہاں اور ذو ضمیر کی طرف بالکل مصاف نہیں کیا جا تا اور قائل کا قول انما یعرف الخ شاذ ہے۔
(شعر کا ترجمہ) سوا اس کے نہیں کہ لوگوں میں سے فضیلت والے کو فضیلت والے ہی پہچانتے ہیں۔

تشریح: **وفی الا سماء الستّة الخ.** اسمائے ستہ مکبرہ[1] میں سے ابٌ، اخٌ، حمٌ، ھنٌ، کو جب یائے متکلم کی طرف مضاف کریں تو ابی، اخی، حمی اور ھنی پڑھتے ہیں یعنی حرفِ محذوف کو واپس نہیں لایا جائے گا اور اگر فمٌ کو یائے متکلم کی طرف مضاف کریں تو اکثر کے نزدیک فِیَّ پڑھتے ہیں یعنی حرف محذوف جو کہ واؤ ہے[2] اس کو واپس لا کر یاء سے بدلتے ہیں پھر یاء کو یاء میں ادغام کر دیتے ہیں اور فاء کے ضمہّ کو یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ سے بدل دیتے ہیں اور ایک قوم کے نزدیک فَمِیُ پڑھتے ہیں یعنی وہ محذوف حرف کو واپس نہیں لاتے۔

وذُو لا یضاف الی مضمر اصلاً الخ. اور ذُو ضمیر کی طرف بالکل مضاف نہیں ہوتا اس لئے کہ ذُو اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ وہ اسم جنس[3] کی طرف مضاف ہو کر اُس اسم جنس کو کسی نکرہ کی صفت بنائے جیسے جاء نی رجلٌ ذو حسنٍ. چونکہ ضمیر اسمِ جنس نہیں لہٰذا ذُو اس کی طرف مضاف نہ ہوگا تا کہ خلافِ وضع لازم نہ آئے۔

قوله وقول القائل الخ. یہاں سے مصنف ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ ذُو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا، غلط ہے اس لئے کہ شاعر کے شعر ''انّما یعرفُ ذاالفضل من الناس ذووہ''، ترجمہ سوائے اس کے نہیں کہ لوگوں میں سے فضیلت والے کو فضیلت والے ہی پہچانتے میں ذُو ضمیر کی طرف مضاف ہے۔

جواب: مصنف فرماتے ہیں کہ یہ شاذ ہے یعنی ایسا قلیل ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہیں ہوسکتا۔

وَاِذَا قَطَعْتَ هٰذِهِ الْاَسْمَاءَ عَنِ الْاِضَافَةِ قُلْتَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ وَذُوْ لا يُقْطَعُ عَنِ الْاِضَافَةِ اَلْبَتَّةَ هٰذَا كُلُّهُ بِتَقْدِيْرِ حَرْفِ الْجَرِّ اَمَّا مَا يُذْكَرُ فِيْهِ حَرْفُ الْجَرِّ لَفْظًا فَسَيَاتِيْكَ فِي الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: اور جب تو ان اسماء کو اضافت سے کاٹ دے تو تو اخ اب حم ھن فم کہے گا اور ذو اضافت سے بالکل منقطع نہیں کیا جاتا یہ ساری تفصیل حرف جر کی تقدیر کی صورت میں ہے۔ لیکن وہ مضاف الیہ جس میں حرف جر لفظاً مذکور ہو تو وہ عنقریب قسم ثالث میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تشریح: **واذا قطعت الخ.** اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ذُو کے علاوہ باقی پانچ اسماء کو جب اضافت سے مقطوع کیا جائے

---

[1] اِن حروف کو حروفِ مشبہ بالفعل کہتے ہیں کیونکہ یہ وزن، معنی اور عمل میں فعل متعدی کے مشابہ ہیں۔ وزن میں مشابہت اس طرح ہے کہ جس طرح فعل متعدی ثلاثی اور رُباعی ہوتا ہے اسی طرح ان میں سے بعض ثلاثی اور بعض رُباعی ہیں جیسے اَنَّ مدَّ کی طرح ہے اور اِنّ فِرَّ کی طرح ہے اور لعلَّ جو اصل میں لَعْلَلَ تھا، دحرج کی طرح ہے اور کانّ جو اصل میں کَاَنْنَ تھا، ضربن کی طرح ہے اور لیتَ عَلِمَ کی طرح ہے اور معنیً مشابہت یہ ہے کہ اِنّ اور اَنَّ حقّقت کے معنی میں ہیں اور کانّ شبھّت کے معنی میں ہے۔ لکنّ استدرکتُ کے معنی میں ہے لیت، تمنّیتُ کے معنی میں ہے اور لعلَّ ترجّیتُ کے معنی میں ہے اور عمل میں مشابہت اس طرح ہے کہ فعل متعدی دو اسموں پر داخل ہو کر ایک کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی دو اسموں پر داخل ہو کر ایک کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتے ہیں لیکن فعل کو اصلی عمل دیا گیا (کہ اول کو رفع دے اور ثانی کو نصب) اور ان حروف کو فرعی عمل دیا گیا (کہ اول کو نصب دیتے ہیں اور ثانی کو رفع)۔۱۲

یعنی اضافت کے بغیر استعمال ہوں تو اخٌ، ابٌ، هنٌ اور فمٌ پڑھتے ہے یعنی لام کلمہ کو حذف کر کے اعراب عین کلمہ پر جاری کرتے ہیں جب کہ ذُو مقطوع عن الاضافۃ یعنی اضافت کے بغیر مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کو اسمِ جنس کی طرف مضاف کرتے ہیں جیسے زیدٌ ذو مالٍ.

هذا کله، الخ. یعنی یہ ساری تفصیل اس صورت میں جب حرفِ جر مقدر ہو لیکن وہ مضاف الیہ جس میں حرفِ جر لفظوں میں موجود ہو۔ اس کی تفصیل قسم ثالث یعنی حروف کی بحث میں آ جائے گی۔

اَلْخَاتِمَةُ فِی التَّوَابِعِ

اِعْلَمْ اَنَّ الَّتِیْ مَرَّتْ مِنَ الْاَسْمَاءِ الْمُعْرَبَةِ کَانَ اِعْرَابُهَا بِالْاِصَالَةِ بِاَنْ دَخَلَتْهَا الْعَوَامِلُ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ وَالْمَنْصُوْبَاتِ وَالْمَجْرُوْرَاتِ فَقَدْ یَکُوْنُ اِعْرَابُ الْاِسْمِ بِتَبْعِیَّةِ مَا قَبْلَهٗ وَیُسَمَّی التَّابِعَ لِاَنَّهٗ یَتْبَعُ مَا قَبْلَهٗ فِی الْاِعْرَابِ.

ترجمہ: خاتمہ توابع کے بیان میں ہے جان تو کہ بے شک وہ اسمائے معربہ یعنی مرفوعات، منصوبات، مجرورات جو گذر چکے ہیں ان کا اعراب بالاصالت تھا بایں طور کہ عوامل ان کے داخل ہوتے ہیں پس کبھی کبھی اسم کا اعراب اپنے ماقبل کے تابع ہونے کے سبب ہوتا ہے اور اس اسم کا نام تابع رکھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اعراب میں اپنے ماقبل کے تابع ہے۔

تشریح: الخاتمة فی التوابع الخ. مقاصدِ ثلاثہ میں معربات اصلیہّ کا بیان تھا۔ اب خاتمہ میں معرباتِ تبعیہ کا بیان ہو رہا ہے یعنی مقاصد ثلاثہ میں جن اسمائے معربہ (مرفوعات، منصوبات اور مجرورات) کا بیان گذرا ہے ان کا اعراب بالاصالۃ تھا کیونکہ عواملِ رفع، نصب و جر ان معربات کی ذات پر داخل تھے اور اب ان اسمائے معربہ یعنی مرفوعات، منصوبات اور مجرورات کا بیان ہو رہا ہے جن کا اعراب بالتبعیۃ ہے، کیونکہ رفع، نصب اور جر کے عوامل خود ان کی ذات پر داخل نہیں بلکہ ان اسمائے معربہ سے پہلے جو اسماء ہیں عوامل ان پر داخل ہیں اور یہ اسمائے معربہ ان کے تابع ہو کر مرفوع، منصوب اور مجرور ہیں۔

ویسمی التابع: نحوی ایسے اسم کو (یعنی اس اسم کو جس کا اعراب بالاصالۃ نہ ہو بلکہ بالتبعیۃ ہو) تابع کہتے ہیں۔

لانه: سے تابع کی وجہ تسمیہ بیان کر رہے ہیں کہ تابع کو تابع اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اسم اعراب (یعنی رفع، نصب، جر) میں اپنے ماقبل والے اسم کے تابع ہوتا ہے۔

وَهُوَ کُلُّ ثَانٍ مُعْرَبٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِهٖ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ وَالتَّوَابِعُ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ اَلنَّعْتُ وَالْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ وَالتَّاکِیْدُ وَالْبَدَلُ وَعَطْفُ الْبَیَانِ.

ترجمہ: اور وہ تابع ہر دوسرا (اسم) ہے جو اپنے سابق (اسم) کے اعراب کے ساتھ معرب ہو ایک جہت سے اور توابع پانچ قسم ہیں نعت، عطف بالحروف، تاکید، بدل اور عطف بیان۔

تشریح: وهو کل ثان الخ. یہاں سے مقصود تابع کی تعریف کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تابع ہر وہ دوسرا اسم ہے جو

اپنے ماقبل والے اسم کے اعراب کے ساتھ معرب ہو درانحالیکہ دونوں کے اعراب کی جہت ایک ہو۔اپنے ماقبل کے اعراب کے ساتھ معرب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسم پر پہلے رفع ہوتو اس اسم پر بھی رفع ہو،اگر پہلے اسم پر نصب ہوتو اس پر بھی نصب ہو،اگر پہلے اسم پر جر ہوتو اس پر بھی جر ہو اور جہت اعراب کے ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر پہلا اسم فاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہوتو دوسرا اسم بھی فاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہو اور اگر پہلا اسم خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوتو دوسرا اسم بھی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہو۔

والتوابع خمسة: تابع کی پانچ قسمیں ہے۔(۱)نعت(۲)عطف بالحرف(۳)تاکید(۴)بدل(۵)عطف بیان۔

فَصْل: اَلنَّعْتُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلَى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَوْفِيْ مُتَعَلِّقِ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ وَيُسَمّٰى صِفَةً اَيْضًا.

ترجمہ: نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں (پایا جاتا) ہے جیسے جاءنی رجل عالم (آیا میرے پاس ایسا مرد جو عالم ہے) یا ایسے معنی پر (دلالت کرے) جو متبوع کے متعلق میں (پایا جاتا ہے) جیسے جاءنی رجل عالم ابوہ (آیا میرے پاس ایسا مرد کہ اس کا باپ عالم ہے) اور نام رکھا جاتا ہے اس کا صفت بھی۔

تشریح: فصل،النعت الخ. نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں پایا جاتا ہو یا ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع کے متعلق میں پایا جاتا ہو،اگر ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں پایا جاتا ہوتو اس کو نعت بحال المنعوت کہتے ہیں یعنی ایسی صفت جو موصوف کا حال بیان کرے اور اگر ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع کے متعلق میں پایا جاتا ہوتو اس کو نعت بحال متعلق المنعوت کہتے ہیں یعنی ایسی صفت جو موصوف کے متعلق کا حال بیان کرے،نعت بحال المنعوت کی مثال جیسے جاء نی رجل عالمٌ،اس میں عالمٌ جس معنی علمی پر دلالت کر رہا ہے وہ اس کے متبوع یعنی رجلٌ میں پایا جاتا ہے اور نعت بحال متعلق المنعوت کی مثال جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ ابوہ،اس میں عالمٌ جس معنی علمی پر دلالت کر رہا ہے وہ اس کے متبوع کے متعلق یعنی اس کے باپ میں پایا جاتا ہے۔

ویسمّٰی الخ: نحویوں کی اصطلاح میں نعت کو صفت بھی کہتے ہیں اور اس کے متبوع کو موصوف بھی کہتے ہیں۔

وَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ يَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِي عَشْرَةِ اَشْيَآءَ فِي الْاِعْرَابِ وَالتَّعْرِيْفِ وَالتَّنْكِيْرِ وَالْاِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ وَالتَّذْكِيْرِ وَالتَّانِيْثِ نَحْوُجَاءَ نِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَ رَجُلَانِ عَالِمَانِ وَرِجَالٌ عَالِمُوْنَ وَزَيْدُنِ الْعَالِمُ وَامْرَأَةٌ عَالِمَةٌ وَالْقِسْمُ الثَّانِيْ اِنَّمَا يَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِي الْخَمْسَةِ الْاُوَلِ فَقَطْ اَعْنِي الْاِعْرَابَ وَالتَّعْرِيْفَ وَالتَّنْكِيْرَ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا.

ترجمہ: اور (نعت کی) پہلی قسم دس چیزوں میں یعنی اعراب،تعریف وتنکیر،افراد تثنیہ جمع،تذکیر وتانیث میں اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے۔جیسے جاءنی رجل عالم الخ۔اور دوسری قسم سوائے اس کے نہیں کہ وہ فقط پہلی پانچ چیزوں میں اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے

ل اس کی وجہ یہ ہے کہ ظرف کلام میں کثرت سے واقع ہوتا ہے اور اس کے کثرتِ وقوع کی بناء پر یہ بمنزلہ مُحرَم کے ہے اور مُحرَم وہاں داخل ہوتا ہے جہاں غیر مُحرَم داخل نہیں ہوسکتا۔۱۲

میں مراد لیتاہوں اعراب اور تعریف وتنکیر کو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول من هذه القرية الظالم اهلها۔

تشریح: **القسم الاول الخ.** قسم اول یعنی نعت بحال المنعوت دس چیزوں میں اپنے منعوت کے موافق ہوتی ہے اور وہ دس چیزیں یہ ہیں، (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر (۴) تذکیر (۵) تانیث (۶) افراد (۷) تثنیہ (۸) جمع (۹) تعریف (۱۰) تنکیر لیکن ہر ترکیب میں بیک وقت ان دس چیزوں میں سے چار چیزوں میں موافقت ضروری ہوتی ہے یعنی نعت بحال المنعوت ایک وقت میں اپنے منعوت کے ساتھ دس چیزوں میں سے چار چیزوں میں موافق ہوگی، یعنی رفع، نصب، جر میں سے ایک میں، تعریف، تنکیر میں سے ایک میں، افراد، تثنیہ، جمع میں سے ایک میں اور تذکیر و تانیث میں سے ایک میں۔ جیسے جاءنی رجلٌ عالمٌ، اس میں رجلٌ منعوت ہے اور عالم نعت بحال المنعوت ہے جو اپنے منعوت کے ساتھ دس چیزوں میں سے چار چیزوں میں موافق ہے (۱) رفع میں اس لئے کہ دونوں مرفوع ہیں (۲) تنکیر میں اس لئے کہ دونوں نکرہ ہیں (۳) افراد میں اس لئے کہ دونوں مفرد ہیں (۴) تذکیر میں اس لئے کہ دونوں مذکر ہیں اور اسی طرح جاءنی رجلان عالمان، جاءنی رجال عالمون، جاءتنی امرأ ة عالمةٌ، جاءتنی امرأتان عالمتان، جاءتنی نساءٌ عالمات، رأیت رجلاً عالماً، رأیت رجلین عالمین الخ میں غور کرلو۔

القسم الثانی الخ. دوسری قسم یعنی نعت بحال متعلق المنعوت اپنے منعوت کے ساتھ پہلی پانچ چیزوں میں موافق ہوتی ہے یعنی (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر (۴) تعریف (۵) تنکیر میں۔ لیکن ہر ترکیب میں بیک وقت پانچ چیزوں میں سے دو چیزوں میں موافقت کا ہونا ضروری ہوتا ہے یعنی نعت بحال متعلق المنعوت اپنے منعوت کے ساتھ ایک وقت میں پانچ چیزوں میں سے دو چیزوں میں موافق ہوگی یعنی رفع، نصب، جر میں سے ایک میں اور تعریف و تنکیر میں سے ایک میں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "من هٰذهِ القرية الظالم اهلُها" اس میں القریہ منعوت ہے الظالم نعت بحال متعلق المنعوت ہے جو اپنے منعوت کے ساتھ پانچ چیزوں میں سے دو چیزوں میں موافق ہے (۱) جر میں اس لئے کہ دونوں مجرور ہیں (۲) تعریف میں اس لئے کہ دونوں معرفہ ہیں۔

وَفَائِدَةُ النَّعْتِ تَخْصِيصُ الْمَنْعُوتِ اِنْ كَانَا نَكِرَتَيْنِ نَحوُ جَاءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَتَوْضِيحُهُ اِنْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ نَحوُ جَاءَنِیْ زَيْدُ الْفَاضِلُ. وَقَدْ يَكُوْنُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ وَالْمَدْحِ نَحوُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَقَدْ يَكُوْنُ لِلذَّمِّ نَحوُ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَقَدْ يَكُونُ للتَّاكِيْدِ نَحوُ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ.

ترجمہ: اور نعت کا فائدہ منعوت کی تخصیص ہوتی ہے اگر (موصوف وصفت) دونوں نکرہ ہوں جیسے جائنی رجل عالم اور اس (موصوف) کی توضیح ووضاحت ہوتی ہے اگر دونوں معرفہ ہوں جیسے جائنی زید ن الفاضل اور کبھی نعت محض ثناء اور مدح کیلئے ہوتی ہے جیسے بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم اور کبھی محض مذمت کیلئے ہوتی ہے۔ جیسے اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم اور کبھی محض تاکید کیلئے ہوتی ہے۔ جیسے نفخة واحدة۔

تشریح: **وفائدة النعت تخصیص الخ.** یہاں سے مصنفؒ صفت اور نعت کے مختلف فوائد بیان کررہے ہیں۔

(۱) ان کانا نکرتین الخ: اگر نعت اور منعوت دونوں نکرہ ہوں تو نعت، منعوت کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے جاءنی رجل عالم، اس میں رجل منعوت ہے اور عالمٌ نعت ہے اور منعوت نعت سے پہلے عام تھا جو رجل عالم اور رجل غیر عالم (جاہل)

سب کوشامل تھالیکن نعت کے بعداس میں تخصیص پیداہوگئی اوررجلِ جاہل اس سے خارج ہوگیا۔

(۲)ان کانا معرفتین الخ: اگرنعت اورمنعوت دونوں معرفہ ہوں تونعت،منعوت کی توضیح کافائدہ دیتی ہےیعنی موصوف(جوکہ پہلے سےمعرفہ ہے)سےاجمال کودورکرنا جیسے جاءنی زیدٌ الفاضل،اس میں منعوت ہےاور الفاضل نعت ہےنعت سے پہلے زید میں اجمال تھازید فاضل ہے یاغیرفاضل،نعت کے بعدیہ اجمال دورہوگیااورمعلوم ہوگیا کہ زیدفاضل ہے۔

(۳) وقد یکون لمجرّد الثناء والمدح الخ: کبھی نعت منعوت کی محض مدح کے لئے ہوتی ہے،تخصیص اورتوضیح کے لئے نہیں ہوتی یعنی قلّتِ اشتراک یادفعِ اجمال کے لئےنہیں ہوتی۔جیسے بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم،اس میں لفظ اللّٰہ منعوت اورالرحمن،الرحیم نعتیں ہے جومحض مدح کے لئے ہیں۔تخصیص اورتوضیح کے لئےنہیں کیونکہ ’’اللہ‘‘ کی وضاحت ضروری نہیں۔

(۴)وقد یکون للذّم: کبھی نعت منعوت کی مذمت کے لئے ہوتی ہے،تخصیص اورتوضیح کے لئےنہیں ہوتی جیسے اعوذباللّٰہ من الشیطٰن الرجیم،اس میں الشیطٰن منعوت ہےاور رجیم نعت ہے جومحض منعوت کی مذمت کے لئے ہے۔

(۵)وقد یکون للتاکید: کبھی نعت،منعوت کی تاکید کے لئے ہوتی ہے جیسے نفخةٌ،واحدةٌ اس میں نفخةٌ منعوت ہے اورواحدةٌ نعت ہے،اس میں وحدت والامعنی خودنفخةٌ کی’’ۃ‘‘ سےمفہوم ہورہاہےاورلفظ واحدة محض اس کی تاکید کے لئے لایاگیاہے۔

وَاعۡلَمۡ اَنَّ النَّكِرَةَ تُوۡصَفُ بِالۡجُمۡلَةِ الۡخَبۡرِيَّةِ نَحۡوُ مَرَرۡتُ بِرَجُلٍ اَبُوۡهُ عَالِمٌ اَوۡ قَامَ اَبُوۡهُ.

ترجمہ: اورتوجان لےکہ بیشک نکرہ جملہ خبریہ کےساتھ موصوف ہوتاہے۔جیسےمررت برجل ابوہ عالم یامررت برجل قام ابوہ۔

تشریح: واعلم انّ النکرة توصف بالجملة الخبریةالخ. نکرہ کی صفت جملہ خبریہ بھی ہوسکتی ہےلیکن معرفہ کےصفت جملہ خبریہ نہیں ہوسکتی،اس لئے کہ جملہ من حیث الجملہ نکرہ کےحکم میں ہوتاہےاورنکرہ نکرہ کی صفت بن سکتی ہےمعرفہ کی نہیں اور جملہ عام ہےخواہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو،خواہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو۔صفت جملہ اسمیہ خبریہ ہو،جیسے مررت برجلٍ ابوہُ عالم۔اس میں رجلٌ منعوت ہے جونکرہ ہےاورابوہٗ عالم جملہ اسمیہ خبریہ اس کی نعت ہے،صفت جملہ فعلیہ خبریہ ہوجیسے مررت برجلٍ قام ابوہُ،اس میں رجلٌ منعوت ہے جونکرہ ہےاورقام ابوہُ جملہ فعلیہ خبریہ اس کی نعت ہے۔

وَالۡمُضۡمَرُ لاَ يُوۡصَفُ وَلاَ يُوۡصَفُ بِهٖ.

ترجمہ: اورضمیرموصوف نہیں ہوتی اورنہ اس کےساتھ(کسی کی)صفت لائی جاتی ہے۔

تشریح: والمضمر لا یوصف ولا یوصف به الخ. ضمیرنہ موصوف بن سکتی ہےاورنہ ہی صفت بن سکتی ہے

فصل: اَلۡعَطۡفُ بِالۡحُرُوۡفِ تَابِعٌ يُنۡسَبُ اِلَيۡهِ مَا نُسِبَ اِلٰى مَتۡبُوۡعِهٖ وَكِلاَ هُمَا مَقۡصُوۡدَانِ بِتِلۡكَ النِّسۡبَةِ وَيُسَمّٰى عَطۡفَ النَّسَقِ.وَشَرۡطُهٗ اَنۡ يَكُوۡنَ بَيۡنَهٗ وَبَيۡنَ مَتۡبُوۡعِهٖ اَحَدُ حُرُوۡفِ الۡعَطۡفِ وَسَيَأۡتِيۡ ذِكۡرُهَا

فِی الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی نَحْوُ قَامَ زَیْدٌ وَ عَمْرٌو.

ترجمہ: عطف بالحروف وہ تابع ہے کہ اس کی طرف وہ چیز منسوب کی جائے جو اس کے متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہو اور اس نسبت سے دونوں مقصود ہوں اور اس کا نام عطف نسق رکھا جاتا ہے۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے ایک حرف عطف ہو اور عنقریب ان کا ذکر قسم ثالث میں ان شاءاللہ تعالیٰ آئے گا جیسے قام زید وعمرو۔

تشریح: **فصل، عطف بالحر و ف الخ.** عطف بالحروف سے مراد معطوف بالحرف ہے، معطوف بالحرف وہ تابع ہے کہ اس کی طرف وہ چیز منسوب کی جائے جو اس کے متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہو، اور تابع اور متبوع دونوں نسبت سے مقصود ہوں۔

ویسمی عطف النسق: عطف بالحرف کو عطف النسق بھی کہتے ہیں، کیونکہ نسق کا معنی ہے ''ترتیب دینا'' چونکہ بعض مواضع میں معطوف بھی معطوف علیہ کے بعد ترتیب سے واقع ہوتا ہے اس لئے اس کو عطف نسق کہتے ہیں، بعض کہتے ہے کہ نسق کا معنی ہے ''برابر ہونا'' چونکہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں اعراب میں برابر ہوتے ہیں اس لئے اسے عطف نسق کہتے ہیں۔

شرطه' الخ. یہاں سے مقصود عطف بالحرف کی شرط کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عطف بالحرف کی شرط یہ ہے کہ تابع اور متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے کوئی ایک حرف ہو اور حرف عطف دس ہیں۔ واؤ، فاء، ثم، حتّٰی، اِمّا، اَو، اَم، لا، بل، لٰکن، اور حروف عاطفہ میں سے پہلے جو متبوع ہوتا ہے اسے معطوف علیہ اور اس کے بعد جو تابع ہوتا ہے اسے معطوف کہتے ہیں جیسے قام زیدو عمروٌ اس میں زید اور عمرو کے درمیان حرف عطف ہے اور قام ایک ایسی چیز ہے کہ اس کی نسبت زید کی طرف ہو رہی ہے اور اس کی نسبت عمرو کی طرف بھی ہو رہی ہے اور زید اور عمرو دونوں اس نسبت سے مقصود ہیں اور اس نسبت سے زید اور عمرو دونوں کا قیام مقصود ہے پس معلوم ہوا کہ زید معطوف علیہ اور عمرو معطوف ہے۔

وَاِذَا عُطِفَ عَلَی الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ یَجِبُ تَاکِیْدُہٗ بِالضَّمِیْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتُ اَنَا وَزَیْدٌ اِلَّا اِذَا فُصِّلَ نَحْوُ ضَرَبْتُ الْیَوْمَ وَزَیْدٌ.

ترجمہ: اور جب عطف ڈالا جائے ضمیر مرفوع متصل پر کسی کو عطف کیا جائے اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ ضروری ہے۔ جیسے ضربت انا وزید مگر جس وقت (کہ اس کے اور معطوف کے درمیان) فاصلہ کیا جائے جیسے ضربت الیوم وزید۔

تشریح: **واذا عطف علی الضمیر الخ.** اگر ضمیر مرفوع متصل پر (خواہ بارز ہو یا مستتر) کسی لفظ کا عطف کیا جائے تو عطف سے پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لانا ضروری[1] ہے۔ جیسے جئتُ انا وزیدٌ کہ اس میں زید کا جئتُ کی تاء ضمیر مرفوع متصل پر عطف کیا جارہا ہے اس لئے عطف سے پہلے ضمیر مرفوع منفصل یعنی انا کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائی گئی پھر عطف کیا گیا اور یہی حال ''اسکن انتَ و زوجک الجنّۃ'' میں ہے۔

الاّ اذا فُصّل الخ. یہ استثناء مفرغ ہے یعنی یجب تاکیدہ بالضمیر المنفصل فی جمیع الاوقات الا وقت وقوع الفصل بین الضمیر المرفوع المتصل المعطوف علیہ وبین المعطوف یعنی جمیع اوقات میں ضمیر مرفوع منفصل کے

ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لانا واجب ہے لیکن جب ضمیر مرفوع متصل اور معطوف کے درمیان فاصلہ ہوتو اس وقت ترکِ تاکید جائز ہے کیونکہ یہی فاصلہ تاکید کے قائم مقام ہوگا جیسے ضربتُ الیوم وزیدٌ اس میں زید کا عطف ضربتُ کی تاء ضمیر مرفوع متصل پر ہورہا ہے لیکن چونکہ ضمیر مرفوع متصل اور اس کے معطوف کے درمیان الیوم سے فاصلہ کیا گیا ہے اس لئے تاکید نہیں لائے۔

وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ يَجِبُ اِعَادَةُ حَرْفِ الْجَرِّ نَحْوُ مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ.

ترجمہ: اور جب ضمیر مجرور پر (کسی لفظ کا) عطف کیا جائے تو حرف جر کا اعادہ واجب ہے جیسے مررت بک وبزید۔

حل ترکیب: واؤ استینافیہ۔ اذا شرطیہ عطف فعل مجہول علی الضمیر المجر ور جار مجرور ملکر نائب الفاعل فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط۔ یجب فعل اعادۃ مضاف حرف الجر مضاف مضاف الیہ ملکر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ ملکر فاعل فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جزاء، شرط اپنے جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ ہوا۔

تشریح: **واذا عُطف علی الضمیر المجرور الخ.** جب ضمیر مجرور پر کسی لفظ کا عطف کیا جائے تو اس لفظ معطوف پر حرفِ جر کا اعادہ[۲] ضروری ہے۔

جیسے مررت بک وبزیدٍ، اس میں زید کا عطف کَ ضمیر مجرور پر کیا جارہا ہے اس لئے زید پر حرفِ جر باء کا اعادہ کیا گیا ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَعْطُوْفَ فِيْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ اَعْنِيْ اِذَا كَانَ الْاَوَّلُ صِفَةً لِشَيْءٍ اَوْ خَبَرًا لِاَمْرٍ اَوْصِلَةً اَوْحَالاً فَالثَّانِيْ كَذٰلِكَ اَيْضًا. وَالضَّابِطَةُ فِيْهِ اَنَّهُ حَيْثُ يَجُوْزُ اَنْ يُقَامَ الْمَعْطُوْفُ مَقَامَ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ جَازَ الْعَطْفُ وَحَيْثُ لاَ فَلا.

ترجمہ: اور جان تو کہ بے شک معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ میری اس سے مراد یہ ہے کہ جب اول کسی چیز کی صفت ہو یا کسی چیز کی خبر ہو یا صلہ ہو یا کسی سے حال ہو تو دوسرا بھی اسی طرح ہوگا اور ضابطہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ جس جگہ معطوف کو معطوف علیہ کے قائم مقام کرنا جائز ہو تو عطف جائز ہوگا جس جگہ قائم مقام کرنا ناجائز ہو تو عطف بھی جائز نہ ہوگا۔

تشریح: **واعلم انّ المعطوف فی حکم المعطوف علیه الخ.** معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جب معطوف علیہ کسی شے کی صفت ہو تو معطوف بھی اس شے کی صفت ہوتا ہے جیسے جاءنی زیدن الفا ضلُ والعالمُ اس میں الفاضل زید کی صفت ہے تو العالم بھی زید کی صفت ہوگا۔ اور جب معطوف علیہ کسی شے کی خبر ہو تو معطوف بھی اس شے کی خبر ہوتا ہے جیسے زید کریم وشریف، اس میں معطوف علیہ کریمٌ زید کی خبر ہے تو شریفٌ (معطوف) بھی اس کی خبر ہوگی۔ اور جب معطوف علیہ کسی شے کا صلہ ہو تو معطوف بھی اس شے کا صلہ ہوتا ہے جیسے قام الذی صام وصلّٰی، اس میں معطوف علیہ صام، الذی کا صلہ ہے تو صلّٰی بھی اس کا صلہ ہوگا اور جب معطوف علیہ کسی شے سے حال ہو تو معطوف بھی اس شے سے حال ہوتا ہے جیسے قام زید حزیناً ومتغمّماً، اس میں معطوف علیہ حزینا زید سے حال ہے تو معطوف متغمما بھی اس سے حال ہوگا۔

الضابطة الخ. مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں یعنی عطف کے بارے میں اصل ضابطہ یہ ہے کہ جہاں

معطوف کومعطوف علیہ کے قائم مقام کرنا جائز ہو یعنی معطوف کومعطوف علیہ کی جگہ رکھنا صحیح ہوتو وہاں عطف بھی جائز ہوتا ہے اور اس صورت میں تقدیراً معطوف، معطوف علیہ کے قائم مقام ہوتا ہے اور جو چیز جس شے کے قائم مقام ہوتو وہ اس شے کا حکم لے لیتی ہے، اس لئے معطوف بھی معطوف علیہ کا حکم لے لیتا ہے اور جہاں معطوف کومعطوف علیہ کے قائم مقام کرنا جائز نہ ہوتو وہاں عطف بھی جائز نہ ہوگا۔مثلاًما زیدٌ قائماً ولا ذاھبٌ عمروٌ میں ذاھبٌ کو عمروٌ کی خبر مقدم ہونے کی بناء پر مرفوع پڑھنا واجب ہے اس میں ذاھباًکو قائماً پر معطوف کر کے منصوب پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں ذاھباً ما کی خبر ہوگا جیسا کہ قائماً ما کی خبر ہے لیکن قائماً میں ایک ضمیر ہے جو زید کی طرف راجع ہے لیکن ذاھباً میں کوئی ضمیر نہیں کیونکہ اس کا فاعل عمرو اسم ظاہر ہے کیونکہ ذاھب، عمرو ہے زید نہیں، چونکہ ذاھباًمعطوف کو قائماً کی جگہ رکھنا صحیح نہیں لہٰذا عطف جائز نہ ہوگا۔

وَالْعَطْفُ عَلَى مَعْمُوْلَى عَامِلَيْنَ مُخْتَلِفَيْنِ جَائِزٌ اِنْ كَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَيْهِ مَجْرُوْرًا مُقَدَّمًا وَالْمَعْطُوْفُ كَذٰلِكَ نَحْوُ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرةِ عَمْروٌ۔

ترجمہ: دومختلف عاملوں کے دو معمولوں پر عطف جائز ہے اگر معطوف علیہ مجرور مقدم ہو اور معطوف بھی اسی طرح ہو جیسے فی الدار زید والحجرۃ عمرو (گھر میں زید ہے اور حجرہ میں عمرو ہے)

تشریح: والعطف علی معمولی عاملین مختلفین جائزالخ. ایک حرف عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف جائز ہے۔ بشرطیکہ بعض معطوف علیہ مجرور ہوں اور بعض غیر مجرور، اور مجرور معطوف علیہ، مرفوع اور منصوب معطوف علیہ سے مقدم ہو اور معطوف بھی اسی طرح ہو یعنی معطوف مجرور، مرفوع اور منصوب معطوف سے مقدم ہو جیسے فی الدار زیدٌوالحجرۃ عمروٌ، اس میں ایک ہی حرف عطف واؤ کے ذریعے حجرۃ کا عطف دار پر ہورہا ہے جس کا عامل فی ہے اور عمرو کا عطف زید پر ہورہا ہے جس کا عامل ابتداء ہے، اس مثال میں دومختلف عامل پائے گئے (۱) فی، جس کا معمول دار ہے اور اس پر حجرۃ کا عطف ہورہا ہے (۲) ابتداء جس کا معمول زید ہے اور اس پر عطف ہورہا ہے عمرو کا۔ اس مثال میں دومختلف عاملوں کے دو معمولوں پر ایک حرفِ عطف یعنی واؤ کے ذریعے دو اسموں کا عطف کیا جارہا ہے یعنی حجرۃ کا عطف دار پر اور عمرو کا عطف زید پر اور عطف کے جواز کی شرط بھی پائی جاتی ہے کہ بعض معطوف علیہ مجرور ہیں جو معطوف علیہ غیر مجرور سے مقدم ہیں اور معطوف بھی اسی طرح ہے چونکہ اس مثال میں معطوف علیہ مجرور، معطوف علیہ مرفوع پر، اور اسی طرح معطوف مجرور معطوف مرفوع پر مقدم ہے، لہٰذا عطف جائز ہوگا اور اسی طرح انّ فی الدار زیداً والحجرۃِ عمراً بھی جائز ہے کیونکہ یہاں بھی معطوف علیہ مجرور، معطوف علیہ منصوب پر اور معطوف مجرور، معطوف منصوب پر مقدم ہے۔

وَفِى هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ مَذْهَبَانِ اٰخَرَانِ وَهُمَا اَنْ يَجُوْزَ مُطْلَقًا عِنْدَالفَرَّاءِ وَلاَ يَجُوزَ مُطْلَقًا عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ.

ترجمہ: اور اس مسئلہ میں دو مذہب اور ہیں اور وہ یہ کہ یہ عطف فراء کے ہاں مطلقاً جائز ہے اور سیبویہ کے ہاں مطلقاً ناجائز ہے۔

تشریح: **وفی هذه المسئلة مذهبان اخران الخ.** اس مسئلہ میں دو مذہب اور ہیں۔ فراءنحوی کے نزدیک یہ عطف (یعنی ایک حرفِ عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف) مطلقاً جائز ہوتا ہے خواہ مجرور، غیر مجرور سے مقدم ہو یا نہ ہو اور سیبویہؒ کے نزدیک یہ عطف مطلقاً ناجائز ہے۔

خلاصہ: یہ کہ اس مسئلہ میں تین مذہب ہیں:

(۱) جمہور کے نزدیک ایک حرفِ عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف کرنا جائز ہے بشرطیکہ بعض معطوف علیہ مجرور ہوں اور بعض غیر مجرور اور معطوف علیہ مجرور، غیر مجرور سے مقدم ہوں اور معطوف بھی اسی طرح ہوں یعنی بعض معطوف مجرور ہوں اور بعض غیر مجرور پھر معطوف مجرور، معطوف غیر مجرور پر مقدم ہوں۔

(۲) فراء نحوی کے نزدیک یہ عطف مطلقاً جائز ہے۔ (۳) سیبویہ نحویؒ کے نزدیک یہ عطف مطلقاً ناجائز ہے۔

فَصْل: اَلتَّاكِيْدُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى تَقْرِيْرِ الْمَتْبُوْعِ فِيْ مَا نُسِبَ اِلَيْهِ اَوْ عَلٰى شُمُوْلِ الْحُكْمِ لِكُلِّ فَرْدٍ مِنْ اَفْرَادِ الْمَتْبُوْعِ.

ترجمہ: تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے ثابت ہونے پر دلالت کرے اس چیز میں جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے یا متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کیلئے حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرے۔

تشریح: **فصل، التاکید تابع الخ.** تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی چیز میں متبوع کو پختہ کرنے اور ثابت کرنے پر دلالت کرے یا متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کے لئے حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرے یعنی تاکید وہ تابع ہے جو دو غرضوں میں سے ایک غرض پر دلالت کرے (۱) یا تو وہ متبوع کو پختہ اور ثابت کرتا ہے اس چیز کے بارے میں جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہو تا کہ سامع کے نزدیک یہ امر ثابت ہو جائے کہ وہ چیز حقیقۃً متبوع ہی کی طرف منسوب ہے نہ کہ کسی اور چیز کی طرف اور متبوع کی طرف نسبت مجازاً یا سہواً نہیں کی گئی (۲) یا وہ متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کیلئے حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرتا ہے یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حکم متبوع کے ہر ہر فرد کو شامل ہے۔ اول کی مثال جیسے جاء زیدٌ زیدٌ اگر صرف جاء زیدٌ کہتے تو اس میں یہ احتمال تھا کہ شاید زید نہ آیا ہو بلکہ اس کا غلام یا لڑکا آیا ہو اور آنے کی نسبت زید کی طرف مجازاً یا سہواً کر دی گئی ہو لیکن جب دوسرا زید لائے تو دوسرے زید نے زید (متبوع) کی طرف منسوب کی گئی مجیئت میں زید کو پختہ کر دیا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ زید خود آیا ہے، غلام اور لڑکا نہیں آیا۔ اس میں آنے کی نسبت زید کی طرف حقیقۃً کی گئی ہے۔ مجازاً یا سہواً نہیں کی گئی دوم کی مثال جیسے جاء نی القوم کلّھم، اگر صرف جاء نی القوم کہتے تو اس میں یہ احتمال تھا کہ ساری قوم نہ آئی ہو بلکہ قوم کے اکثر افراد آئے ہوں اس لئے کہ قوم کا لفظ اگر چہ تمام افراد پر دلالت کرتا ہے لیکن بعض اوقات قوم کا اطلاق اکثر افراد پر بھی ہوتا ہے لیکن کلّھم لانے سے یہ معلوم ہو گیا کہ آنے کا حکم قوم کے سارے افراد کو شامل ہے نہ کہ اکثر افراد کو۔

وَالتَّاكِيْدُ عَلَى قِسْمَيْنِ لَفْظِيٌّ وَهُوَ تَكْرِيْرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ زَيْدٌ وَجَاءَ جَاءَ زَيْدٌ وَمَعْنَوِيٌّ وَهُوَ بِاَلْفَاظٍ مَعْدُوْدَةٍ وَهِيَ النَّفْسُ وَالْعَيْنُ لِلْوَاحِدِ وَالْمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعِ بِاخْتِلاَفِ الصِّيْغَةِ وَالضَّمِيْرِ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ نَفْسُهُ وَالزَّيْدَانِ اَنْفُسُهُمَا اَوْ نَفْسَاهُمَا وَالزَّيْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ وَكَذٰلِكَ عَيْنُهُ وَاَعْيُنُهُمَا اَوْ عَيْنَاهُمَا وَاَعْيُنُهُمْ جَاءَتْنِيْ هِنْدٌ نَفْسُهَا وَجَاءَتْنِيْ الْهِنْدَانِ اَنْفُسُهُمَا اَوْ نَفْسَاهُمَا وَجَاءَتْنِيْ الْهِنْدَاتُ اَنْفُسُهُنَّ. وَكِلاَ وَكِلْتَا لِلْمُثَنّٰى خَاصَّةً نَحْوُ قَامَ الرَّجُلاَنِ كِلاَهُمَا وَقَامَتِ الْمَرْأَتَانِ كِلْتَاهُمَا.

ترجمہ: اورتاکید دوقسم پر ہے لفظی اوروہ اول لفظ کو مکرر لانا ہے جیسے جاء نی زید زید اور جاء جاء زید اور معنوی اوروہ گنے چنے الفاظ کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ الفاظ نفس اور عین ہیں واحد، تثنیہ اور جمع کیلئے صیغہ اور ضمیر کے مختلف ہونے کے ساتھ جیسے جاءنی زید نفسه. جاء الزيدان انفسهما یا نفساهما جاءنی الزیدون انفسهم اوراسی طرح عینه، اعينهما یا عيناهما اور اعینهم اور جاءتنی هند نفسها جاءتنی الهندان انفسهما یا نفساهما اور جاءتنی الهندات انفسهن۔ اور کلا اور کلتا تثنیہ کیلئے ہیں خاص کر جیسے قام الرجلان كلاهما(کھڑے ہیں دومرد)قامت المرأتان كلتاهما (کھڑی ہیں دوعورتیں)

تشریح: والتاكيد على قسمين الخ. تاکید کی دوقسمیں ہیں۔(۱)لفظی (۲)معنوی،

تاکید لفظی: تاکید لفظی لفظ اول کو مکرر لانے کے ساتھ حاصل ہوتی ہے خواہ وہ لفظِ اول اسم ہو جیسے جاء زیدٌ زیدٌ، خواہ وہ لفظِ اول فعل ہو جیسے جاء جاء زیدٌ، خواہ وہ لفظِ اول حرف ہو جیسے انّ انّ زیداً قائم، خواہ وہ لفظ اول جملہ ہو جیسے جاء زیدٌ جاء زیدٌ.

تاکید معنوی: تاکید معنوی چند لفظوں کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور وہ نفسٌ، عینٌ، کِلا، کِلتا، کلٌّ، اجمع، اکتع، ابتع، اور ابصع ہیں۔ نفسٌ اور عینٌ واحد تثنیہ جمع سب کی تاکید کے لئے آتے ہیں صیغوں اور ضمیروں کے مختلف ہونے کے ساتھ یعنی متبوع کے بدلنے سے انکا صیغہ اور ضمیر بھی بدلتے رہتے ہیں۔ متبوع اگر مفرد مذکر ہو تو صیغہ مفرد اور اس کے ساتھ ضمیر مفرد مذکر آتی ہے جیسے جاء نی زیدٌ نفسُه اور اگر متبوع مفرد مؤنث ہو تو صیغہ مفرد اور اس کے ساتھ ضمیر مفرد مؤنث کی آتی ہے جیسے جاء تنی هندٌ نفسُها اور اگر متبوع تثنیہ ہو تو ضمیر تثنیہ کی آتی ہے، البتہ صیغہ میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک جمع کا صیغہ آتا ہے اور بعض کے نزدیک تثنیہ کا صیغہ آتا ہے، جمہور کے نزدیک یوں کہتے ہیں جاء نی الزیدان انفسُهما، جاء تنی الهندان انفسُهما اور بعض کے نزدیک یوں کہتے ہیں جاء نی الزیدان نفساهما اور جاء تنی الهندان نفساهما اور متبوع اگر جمع مذکر ہو تو صیغہ جمع کا اور اس کے ساتھ ضمیر جمع مذکر کی آتی ہے جیسے جاء نی الزیدون انفسُهم اور متبوع اگر جمع مؤنث ہو تو صیغہ جمع کا اور اس کے ساتھ ضمیر جمع مؤنث کی آتی ہے جائتنی الهنداتُ انفسُهنّ.

وکلا و کلتا للمثنّٰی: کلا اور کلتا یہ دونوں خاص تثنیہ کی تاکید کے لئے آتے ہیں اس میں فرق یہ ہے کہ کِلا تثنیہ مذکر کی تاکید کے لئے آتا ہے اور کلتا تثنیہ مؤنث کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے قام الرجلان كلاهما وقامت المرأتان كلتاهما.

وَكُلٌّ وَاَجْمَعُ وَاَكْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ لِغَيْرِ الْمُثَنّٰى بِاخْتِلاَفِ الضَّمِيْرِ فِي كُلٍّ وَالصِّيْغَةِ فِي الْبَوَاقِي

تَقُوْلُ جَاءَنِیْ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اَكْتَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ وَقَامَتِ النِّسَآءُ كُلُّهُنَّ جُمَعٌ كُتَعٌ بُتَعٌ بُصَعٌ.

ترجمہ: اور کل اور اجمع اکتع ابتع ابصع غیر تثنیہ (کی تاکید) کیلئے ہیں کل میں ضمیر کے اختلاف کے ساتھ اور باقیوں میں صیغہ کے اختلاف کیساتھ تو کہے گا جاء نی القوم کلھم اجمعون اکتعون ابتعون ابصعون اور قامت النساء کلھن جمع کتع بتع بصع۔

تشریح: وکل واجمع واکتع وابتع وابصع لغیر المثنی الخ. کلٌ، اجمَع، اکتَع، ابتَع، ابصعُ تثنیہ کے غیر یعنی مفرد اور جمع کی تاکید کے لئے آتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ کلّ کا صیغہ اپنے حال پر باقی رہتا ہے لیکن اس کے ساتھ کی ضمیر متبوع کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے اگر متبوع مفرد مذکر ہو تو اس کے ساتھ کی ضمیر بھی مفرد مذکر ہوتی ہے جیسے اشتریتُ العبد کلّہ اور اگر متبوع مفرد مؤنث ہو تو اس کے ساتھ کی ضمیر بھی مفرد مؤنث ہوتی ہے جیسے اشتریت الجاریہ کلھا اور اگر متبوع جمع مذکر ہو تو اس کے ساتھ کی ضمیر جمع مذکر کی ہوتی ہے جیسے فسجد الملئکۃ کلّھم اور اگر متبوع جمع مؤنث ہو تو اس کے ساتھ کی ضمیر جمع مؤنث لاتے ہیں جیسے جاء ت النساء ُ کلُّھن، اور باقیوں کا صیغہ متبوع کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے یعنی اجمع، اکتع، ابتع، ابصع یہ دونوں مفرد مذکر کی تاکید کے لئے آتے ہیں اور جمعاءُ، کُتعاءُ، بُتعاءُ، بُصعاءُ، یہ مفرد مؤنث کی تاکید کے لئے آتے ہیں اور اجمعون، اکتعون، ابتعون، ابصعون، یہ جمع مذکر کی تاکید کے لئے آتے ہیں اور جُمَعُ، کُتَعُ، بُتَعُ، بُصَع، یہ جمع مؤنث کی تاکید کے لئے آتے ہیں۔

وَاِذَا اَرَدْتَّ تَاكِيْدَ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنِ يَجِبُ تَاكِيْدُهٗ بِالضَّمِيْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُكَ.

ترجمہ: اور جب تو نفس اور عین کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کا ارادہ کرے اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ واجب ہے جیسے ضربتَ انتَ نفسُک۔

تشریح: واذا اردتَّ تاکید الضمیر المرفوع. جب نفس عین کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لانا مقصود ہو تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائی جائے گی پھر نفسٌ اور عینٌ کے ساتھ تاکید لائی جائی گی

فائدہ: ضمیر منصوب اور مجرور کی تاکید نفسٌ اور عینٌ کے ساتھ بغیر ضمیر منفصل کے لائی جاسکتی ہے جیسے ضربتک نفسَک اور مررت بک نفسِک ضربت انت نفسُک اس میں نفسک کے ساتھ ضربتَ کی ضمیر مرفوع متصل ''ت'' کی تاکید لانا مقصود تھا، اس لئے پہلے ضمیر مرفوع منفصل یعنی انت کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کے ساتھ تاکید لائے پھر نفسُک کے ساتھ تاکید لائے۔

وَلا يُؤَكَّدُ بِكُلٍّ وَاَجْمَعَ اِلَّا مَا لَهٗ اَجْزَاءٌ وَاَبْعَاضٌ يَصِحُّ اِفْتِرَاقُهَا حِسًّا كَالْقَوْمِ اَوْ حُكْمًا كَمَا تَقُوْلُ اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهٗ وَلاَ تَقُوْلُ اَكْرَمْتُ الْعَبْدَ كُلَّهٗ.

ترجمہ: اور کل اور جمع کے ساتھ کسی کی تاکید نہیں لائی جائے گی۔ مگر اس چیز کی جس کیلئے ایسے اجزاء اور حصے ہوں جن کا جدا ہونا

صحیح ہو حسی طور پر جیسے القوم یا حکم کے اعتبار سے جیسے تو کہے اشتریت العبد کله (میں نے کل غلام کو خریدا) اور نہیں کہے گا تو اکرمت العبد کله (میں نے کل غلام کی عزت کی)

تشریح: ولا یؤکد بکلٍّ واجمع الخ. کلٌّ اور اجمع کے ساتھ صرف اس چیز کی تاکید لائی جاسکتی ہے جس کے ایسے اجزاء اور ابعاض ہوں جن کا جدا ہونا صحیح ہو خواہ ان اجزاء کا حساً جدا ہونا صحیح ہو یا حکماً جدا ہونا صحیح ہو۔ حساً جدا ہونے کی مثال جیسے ''قوم'' کہ اس کے اجزاء کا حساً جدا ہونا صحیح ہے اور اس کے اجزاء زید، عمر، بکر وغیرہ ہیں۔ لہٰذا جاءنی القوم کلّھم کہنا صحیح ہے اور اجزاء کے حکماً جدا ہونے کی مثال جیسے ''غلام'' اس کے اجزاء کا حساً جدا ہونا صحیح نہیں لیکن بعض احکام کے لحاظ سے اس کے اجزاء کا جدا ہونا صحیح ہے جیسے خرید وفروخت کہ اس میں ممکن ہے کہ غلام کے بعض حصّے کو خریدا جائے اور بعض حصّے کو نہ خریدا جائے لہٰذا اشتریتُ العبد کلَّه' کہنا صحیح ہے اور بعض احکام کے لحاظ سے اس کے اجزاء کا جدا ہونا صحیح نہیں ہے جیسے ''اکرام'' یہ ممکن نہیں ہے کہ غلام کے بعض اجزاء کا اکرام کیا جائے اور بعض اجزاء کا اکرام نہ کیا جائے لہٰذا اکرمتُ العبدَ کلَّه' کہنا صحیح نہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اَکْتَعَ وَاَبْتَعَ وَاَبْصَعَ اَتْبَاعٌ لِاَجْمَعَ وَلَیْسَ لَهَا مَعْنًی هٰهُنَا بِدُوْنِهٖ فَلاَ یَجُوْزُ تَقْدِیْمُهَا عَلٰی اَجْمَعَ وَلاَ ذِکْرُهَا بِدُوْنِهٖ.

ترجمہ: اور جان تو کہ اکتع، ابتع، ابصع اجمع کے تابع ہیں اور اجمع کے سوا ان کا یہاں کوئی معنیٰ نہیں۔ لہٰذا اجمع پر ان کو مقدم کرنا بغیر اجمع کے انہیں ذکر کرنا جائز نہیں۔

تشریح: واعلم الخ: یہاں سے مقصود ایک فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اکتع، ابتع، ابصع، یہ تینوں اجمعُ کے تابع ہوتے ہیں اور باب تاکید میں ان کا اجمع کے بغیر کوئی معنیٰ نہیں ہوتا، چونکہ اکتع، ابتع، ابصع، یہ اجمع کے تابع ہوتے ہیں اس لئے یہ نہ اجمع پر مقدم ہو سکتے ہیں اور نہ ان کے بغیر آ سکتے ہیں کیونکہ تابع متبوع پر مقدم نہیں ہو سکتا اور تابع متبوع کے بغیر بھی نہیں آ تا۔

فَصْل: اَلْبَدَلُ تَابِعٌ یُنْسَبُ اِلَیْهِ مَا نُسِبَ اِلٰی مَتْبُوْعِهٖ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّسْبَةِ دُوْنَ مَتْبُوْعِهٖ. وَاَقْسَامُ الْبَدَلِ اَرْبَعَةٌ بَدَلُ الْکُلِّ مِنَ الْکُلِّ وَهُوَ مَا مَدْلُوْلُهٗ مَدْلُوْلُ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ اَخُوْکَ وَبَدَلُ الْبَعْضِ مِنَ الْکُلِّ وَهُوَ مَا مَدْلُوْلُهٗ جُزْءُ مَدْلُوْلِ الْمَتْبُوْعِ نَحْو ضَرَبْتُ زَیْداً رَأْسَهٗ وَبَدَلُ الْاِشْتِمَالِ وَهُوَ مَا مَدْلُوْلُهٗ مُتَعَلَّقُ الْمَتْبُوْعِ کَسُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُهٗ وَبَدَلُ الْغَلَطِ وَهُوَ مَا یُذْکَرُ بَعْدَ الْغَلَطِ نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ جَعْفَرٌ وَرَأَیْتُ رَجُلاً حِمَاراً.

ترجمہ: فصل بدل وہ تابع ہے جس کی طرف وہ چیز منسوب کی گئی ہو جو اس کے متبوع کی طرف منسوب ہے اور وہی مقصود بالنسبت ہو، نہ کہ اس کا متبوع اور بدل کے اقسام چار ہیں بدل الکل من الکل اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول (بعینہ) متبوع کا مدلول ہو جیسے جاءنی زیدا خوک (آیا ہے میرے پاس زید یعنی تیرا بھائی) اور بدل البعض من الکل اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کے مدلول کا جزو ہو

جیسے ضربت زیدا رأسہ (مارا ہے میں نے زید کو یعنی اس کے سر کو) اور بدل الاشتمال اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کا متعلق ہو جیسے سلب زید ثوبہ (چھینا گیا ہے زید یعنی اس کا کپڑا) اور بدل الغلط اور وہ وہ ہے کہ اسے غلطی کے بعد ذکر کیا جائے جیسے جاءنی زید جعفر (میرے پاس زید آیا نہیں بلکہ جعفر آیا) رأیت رجلا حمارا (میں نے آدمی کو دیکھا نہیں بلکہ گدھے کو دیکھا)۔

تشریح: **فصل البدل تابع. بدل:** وہ تابع ہے کہ اس کی طرف وہ چیز منسوب ہو جو اس کے متبوع کی طرف منسوب ہے اور نسبت سے تابع مقصود ہو، متبوع مقصود نہ ہو، متبوع کا ذکر تمہیداً ہو جیسے جاء نی زیداخوک، اس میں زید متبوع مبدل منہ ہے اور اخوک تابع بدل ہے اور جس مجیئت کی نسبت زید کی طرف ہے اسی کی نسبت اخوک کی طرف ہو رہی ہے اور نسبت سے مقصود اخوک ہے۔ اور زید مقصود ہی نہیں بلکہ اسے بطور تمہید کے ذکر کیا گیا ہے۔

واقسام البدل: بدل کی چار قسمیں ہیں: (۱) بدل الکل من الکل (۲) بدل البعض من الکل (۳) بدل الاشتمال (۴) بدل الغلط

بدل الکل من الکل: وہ بدل ہے کہ اس کا مدلول بعینہ متبوع کا مدلول ہو یعنی ان دونوں کا مصداق ایک ہو جیسے جاء نی زیدٌ اخوک اس میں زیدٌ مبدل منہٗ ہے اور اخوک بدل الکل من الکل ہے کیونکہ ان دونوں کا مصداق ایک ہے۔

بدل البعض من الکل: وہ بدل ہے کہ اس کا مدلول متبوع کے مدلول کا جز ہو جیسے ضربتُ زید رأسہٗ اس میں زید مبدل منہ ہے اور رأسہٗ بدل البعض من الکل ہے کیونکہ رأسہٗ کا مدلول زیداً کے مدلول کا جز ہے۔

بدل الاشتمال: وہ بدل ہے کہ اس کا مدلول اس کے متبوع کے مدلول کا متعلق ہو جیسے سُلب زیدٌ ثوبُہٗ اس میں زید مبدل منہ ہے اور ثوبہ بدل الاشتمال ہے اس لئے کہ ثوبُہ کا مدلول زیدٌ کے مدلول کا متعلق ہے۔

بدل الغلط: وہ بدل ہے جسے غلطی کے بعد ذکر کیا جائے یعنی وہ بدل ہے کہ متبوع کو غلطی سے ذکر کرنے کے بعد اس غلطی کی تلافی کے لئے اسے ذکر کیا جائے جیسے جاء نی زیدٌ جعفرٌ، اس میں، زید مبدل منہ ہے اور جعفر بدل الغلط ہے، متکلم جعفر کو ذکر کرنا چاہتا تھا لیکن غلطی سے اس کے منہ سے زید نکل گیا، اس غلطی کی تلافی کے لئے جعفر کو ذکر کر دیا اور رأیتُ رجلاً حماراً اس میں رجلاً مبدل منہ ہے اور حماراً بدل الغلط ہے، متکلم حمار کو ذکر کرنا چاہتا تھا لیکن غلطی سے اس کی زبان سے رجلاً نکل گیا تو حماراً کو اس کی تلافی کے لئے ذکر کر دیا۔

وَالْبَدْلُ اِنْ كَانَ نَكِرَةً مِنْ مَعْرِفَةٍ يَجِبُ نَعْتُهٗ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ وَلاَ يَجِبُ ذٰلِكَ فِيْ عَكْسِهٖ وَلاَ فِي الْمُتَجَانِسَيْنِ.

ترجمہ: اور بدل اگر نکرہ ہو معرفہ سے تو اس کی صفت لانا واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ اور اس کے برعکس میں یہ (یعنی نعت لانا) واجب نہیں اور نہ ہی متجانسین میں۔

تشریح: **والبدل ان کان نکرۃً من معرفۃ الخ.** اگر مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ ہو تو بدل کی نعت لانا واجب ہے تا کہ مقصود کا غیر مقصود سے انقص ہونا لازم نہ آئے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''بالناصیۃ ناصیۃٍ کاذبۃٍ'' اس میں النا

صبیۃ مبدل منہ اور معرفہ ہے اور ناصیۃٍ بدل نکرہ ہے اس لئے اس کی نعت کاذبۃ لائی گئی ہے۔

و لا یجب ذلک: اگر مبدل منہ نکرہ ہو اور بدل معرفہ ہو تو اس کی نعت لانا واجب نہیں جیسے جاء نی رجلٌ غلا مُ زیدٍ

و لا فی المتجا نسین: اگر مبدل منہ اور بدل دونوں ہم جنس ہوں یعنی دونوں معرفہ ہوں یا دونوں نکرہ ہوں تو بھی بدل کی نعت لانا بھی واجب نہیں، دونوں معرفہ ہوں جیسے جاء نی زیدٌ اخوک، دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجلٌ غلام لک۔

خلاصہ یہ کہ مبدل منہ اور بدل کی چار صورتیں جائز ہیں (۱) دونوں معرفہ ہوں (۲) دونوں نکرہ ہوں (۳) مبدل منہ نکرہ اور بدل معرفہ ہو (۴) مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہو۔ صرف آخری صورت میں بدل کی صفت لانا واجب ہے۔

فَصْل: عَطْفُ الْبَیَانِ تَابِعٌ غَیْرُ صِفَةٍ یُوْضِحُ مَتْبُوْعَهٗ وَهُوَ اَشْهَرُ اسْمَیْ شَیْءٍ نَحوُ قَامَ اَبُوحَفْصٍ عُمَرُ وَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ.

ترجمہ: عطف بیان وہ تابع ہے جو غیر صفت ہو کر اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور وہ کسی شئے کے دو ناموں میں سے زیادہ مشہور ہوتا ہے۔ جیسے قام ابو حفص عمرؓ اور قام عبداللّٰه بن عمرؓ۔

تشریح: عطف البیان الخ.

عطف بیان: عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت تو نہ ہو مگر اپنے متبوع کی وضاحت کر دے اور وہ کسی شے کے دو ناموں میں سے ایک مشہور نام ہو خواہ وہ مشہور نام علم ہو یا کنیت ہو۔ (۱) مشہور نام کے علم ہونے کی مثال جیسے قام ابو حفصٍ عمرُ، اس میں عمر عطف بیان ہے اور یہ علم ہے جو ابوحفص کنیت سے زیادہ مشہور ہے (۲) مشہور نام کے کنیت ہونے کی مثال جیسے قام عبد اللّٰه بن عمر، اس میں ابن عمر عطف بیان ہے اور یہ کنیت ہے جو عبداللّٰه سے زیادہ مشہور ہے جو علم ہے۔

وَلا یَلْتَبِسُ بِالْبَدْلِ لَفْظًا فِیْ مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ۔ شعر ؎

اَنَا ابْنُ التَّارِکِ الْبَکْرِیِّ بِشْرٍ   عَلَیْهِ الطَّیْرُ تَرقُبُهٗ وُقُوْعًا

ترجمہ: اور عطف بیان لفظ کے اعتبار سے بدل کے ساتھ ملتبس نہیں ہوتا شاعر کے قول کی مثل میں شعر الخ۔

و لا یلتبس الخ. یہاں سے مقصود بدل اور عطف بیان کے درمیان لفظی فرق بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عطف بیان ازروئے احکام لفظی کے شاعر کے قول ''انا ابن التا رک البکریّ بشرٍ'' کی مثل میں بدل کے ساتھ ملتبس نہیں ہوتا۔

مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف بیان کا متبوع وہ معرف باللام ہو جو صفت معرّف باللام کا مضاف الیہ ہو۔ جیسے التارک البکری بشرٍ اس میں عطف بیان بشرٍ کا متبوع البکری ہے جو معرّف باللام ہے اور صفت معرّف باللام التارک کا مضاف الیہ ہے اس ترکیب میں بشرٍ کو التارک کا عطف بیان بنانا جائز ہے لیکن اس کو البکری سے بدل بنانا جائز نہیں، اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو عامل مبدل منہ پر داخل ہوتا ہے وہ بدل پر بھی داخل ہوتا ہے، پس اگر بشرٍ کو البکری سے بدل بنائیں تو التارک جو البکری پر مضاف ہو کر عامل ہے وہ بشرٍ پر بھی مضاف ہو کر عامل ہوگا تو تقدیر

عبارت یوں ہوگی ''التارک بشرٍ'' اور یہ ممتنع اور ناجائز ہے اس لئے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے اور اضافت لفظیہ کا فائدہ جو کہ تخفیف فی اللفظ ہے وہ یہاں حاصل نہیں ہو رہا، اس لئے کہ التارک سے تنوین الف لام کی وجہ سے گری ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے پس اس کو البکری سے بدل بنانا جائز نہ ہوا لیکن بشرٍ کو عطف بیان بنانا جائز ہے اس لئے کہ عطف بیان تکرار عامل کے حکم میں نہیں ہوتا ہے، لہٰذا اصل عبارت التارک بشرٍ نہیں ہوگی بلکہ التارک البکری ہی رہے گی اور یہ الضارب الرجل کی طرح جائز ہے۔

ولا یلتبس الخ: بعض نحویوں کے نزدیک تابع کل چار ہیں ان کے نزدیک عطف بیان مستقل تابع نہیں بلکہ وہ بدل الکل ہے یعنی ان کے نزدیک عطف بیان اور بدل میں کوئی فرق نہیں چونکہ مصنفؒ اس مذہب کے خلاف ہیں۔ اس لئے وہ توابع کے چار ہونے کے قائلین پر اپنے قول ولا یلتبس الخ سے ردفرما رہے ہیں۔ جمہور کے نزدیک یہ مستقل تابع ہے، ان دونوں میں فرق معنوی تو تعریف سے بالکل واضح ہے کیونکہ بدل میں مقصود بالنسبۃ تابع ہی ہوتا ہے جب کہ عطف بیان میں مقصود بالنسبۃ عطف بیان تابع نہیں ہوتا، بلکہ معطوف علیہ مبیّن مقصود ہوتا ہے اور عطف بیان محض متبوع کی وضاحت کرتا ہے چونکہ فرق معنوی واضح تھا اس لئے مصنفؒ نے الگ سے اس فرق کو بیان نہیں کیا لیکن چونکہ عطف بیان اور بدل کے درمیان فرق لفظی مخفی اور پوشیدہ تھا اس لئے مصنفؒ اسے اپنے قول ولا یلتبس سے بیان کر رہے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ التارک البکری بشرٍ کی ترکیب میں بشرٍ کو بدل بنانا جائز نہیں اور عطف بیان بنانا جائز ہے تو ان دونوں کے درمیان فرق لفظی بھی واضح ہو گیا پس جب بدل اور عطف بیان کے درمیان لفظاً اور معنیً ہر دو طرح کا فرق ہے تو یہ دونوں ایک کیسے ہوں گے پس معلوم ہوا کہ عطف بیان مستقل تابع ہے۔

انا ابن التارک البکریّ بشرٍ علیه الطیر ترقبه وقوعاً

ترکیب: انا ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ابن مضاف، التارک مضاف الیہ مضاف، البکری متبوع مبیّن، بشرٍ تابع عطف بیان، متبوع مبیّن اپنے تابع عطف بیان سے مل کر مضاف الیہ ہوا التارک کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مضاف الیہ ہوا ''ابن'' کا مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر خبر مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، علیه ظرف مستقر خبر مقدم، الطیر مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر اپنی خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال ہوا البکری سے جو (حقیقت میں) مفعول بہ ہے التارک کا اور یہ عرب کے مشہور بہادر کا نام ہے، ترقبه جملہ ہو کر حال ہوا علیه کے متعلَق کائنٌ کی ضمیر مستتر سے، وقوعاً یہ جمع ہے واقعاً کی اور یہ حال ہے ترقب کی ضمیر فاعل سے۔

شعر کا ترجمہ: میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو بکری بشر جیسے، بہادر کو (میدان کارزار میں) قتل کر کے چھوڑ دیتا ہے درانحالانکہ اس پر پرندے موجود ہونے والے ہیں درانحالانکہ وہ پرندے اس (کی روح کے نکلنے) کا انتظار کر رہے ہیں (کہ اس کے جسم سے روح نکلے اور ہم اسے کھائیں اس لئے کہ جب انسان کے جسم میں تھوڑی روح باقی رہ جائے تو پرندے اس کے قریب نہیں آتے) درانحالانکہ وہ اس پر گرنے والے ہیں۔

اَلْبَابُ الثَّانِی فِی الْاِسْمِ الْمَبْنِیِّ وَهُوَ اِسْمٌ وَقَعَ غَیْرَ مُرَکَّبٍ مَعَ غَیْرِهٖ مِثْلُ ا ب ت ث ومِثْلُ

وَاحِدٍ وَاثْنَانِ وَثَلٰثَةٌ وَكَلَفْظَةِ زَيْدٍ وَحْدَهٗ فَاِنَّهٗ مَبْنِيٌّ بِالْفِعْلِ عَلَى السُّكُوْنِ وَمُعْرَبٌ بِالْقُوَّةِ اَوْ شَابَهَ مَبْنِيَّ الْاَصْلِ بِاَنْ يَكُوْنَ فِي الدَّلَالَةِ عَلٰى مَعْنَاهُ مُحْتَاجًا اِلٰى قَرِيْنَةٍ كَالْاِشَارَةِ نَحْوُ هٰؤُلَاءِ وَنَحْوِهَا اَوْ يَكُوْنُ عَلٰى اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَحْرُفٍ اَوْ تَضَمَّنَ مَعْنَى الْحَرْفِ نَحْوُ ذَا اَوْ مَنْ وَاَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ وَهٰذَا الْقِسْمُ لَا يَصِيْرُ مُعْرَبًا اَصْلاً۔

ترجمہ: دوسرا باب اسم مبنی کے بیان میں ہے اور وہ اسم ہے جو واقع ہو اس حال میں کہ اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے الف با تا ثا اور جیسے واحد واثنان وثلثة اور جیسے اکیلا لفظ زید پس تحقیق یہ بالفعل سکون پر مبنی ہے اور معرب بالقوۃ ہے یا مبنی الاصل کے مشابہ ہو بایں طور کہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کی طرف محتاج ہو مثل اشارۂ حسیہ کے جیسے ھؤلاء اور اس کی مثل یا تین حروف سے کم پر ہو یا حرف کے معنی کو متضمن ہو جیسے ذا اور من اور احد عشر سے لے کر تسعة عشر تک اور یہ قسم بالکل معرب نہیں ہوتا۔

تشریح: الباب الثانی فی الاسم المبنی الخ. اسم مبنی کی دو قسمیں ہیں:

وھو اسم الخ: سے قسم اول کی تعریف اور توضیح بالمثال کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قسم اول وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو یعنی عامل کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے اَلِف، ب، ت، ث، اور اسمائے عدد جیسے واحد، اثنان، ثلثہ، اور اکیلا لفظِ زید۔

فانّه مبنیٌّ: سے مبنی کی قسم اول کی کیفیت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مبنی کی قسم اول بالفعل (یعنی موجودہ حالت میں جب اس کا عامل اس کے ساتھ نہ پایا جائے) مبنی بر سکون ہوتی ہے البتہ بالقوۃ معرب ہوتی ہے یعنی اس میں معرب بننے کی صلاحیت ہوتی ہے اور جب اس کے ساتھ عامل پایا جائے گا تو اس پر اعراب آئے گا اور یہ معرب بن جائے گا جیسے جاء زیدٌ.

او شابه الخ: سے مقصود مبنی کی قسم ثانی کی تعریف کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قسم ثانی وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو یعنی مبنی الاصل کے ساتھ ایسی مناسبت رکھتا ہو کہ وہ مناسبت بناء میں مؤثر ہو۔

بان یکون الخ. یہاں سے مشابہت کی چند معتبر صورتوں کا بیان ہے۔

(۱) اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی قرینے کا محتاج ہو جیسے اسم اشارہ کہ یہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ (اشارۂ حسّیہ) کا محتاج ہوتا ہے یعنی جب تک ہاتھ یا آنکھ سے اشارہ حسّیہ نہ کریں ھذا وغیرہ اپنے معنی پر دلالت ہی نہیں کرسکتا یا جیسے اسم موصول اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ یعنی صلہ کا محتاج ہوتا ہے جیسے جاء الذی ضرب اخی، اس میں الذی اپنے معنی پر دلالت نہیں کرسکتا جب تک اس کا صلہ جو کہ ضَرَبَ ہے ذکر نہ کیا جائے۔

(۲) اسم تین حروف سے کم پر مشتمل ہو جیسے مَنْ، ذا.

(۳) اسم کسی حرف کے معنی کو متضمن ہو جیسے احد عشر سے تسعة عشر تک کہ اصل میں احدٌ وعشرٌ اور تسعةٌ وعشرٌ تھے۔

ھذا القسم: یہاں سے غرض دوسری قسم کی کیفیت کو بیان کرنا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ مبنی کی دوسری قسم بالکل معرب نہیں ہوتی، ہمیشہ مبنی ہوتی ہے۔

وَحُكْمُهُ اَنْ لَّا يَخْتَلِفَ اٰخِرُهُ بِاِخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ وَحَرَكَاتُهُ تُسَمّٰى ضَمًّا وَفَتْحاً وَكَسْراً وَسُكُوْنُهُ وَقْفًا وَهُوَ عَلٰى ثَمَانِيَةِ اَنْوَاعٍ اَلْمُضْمراتُ وَاَسْمَاءُ الْاِشَارَاتِ وَالْمَوْصُوْلاتُ وَاَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ وَالْاَصْوَاتُ وَالْمُرَكَّبَاتُ وَالْكِنَايَاتُ وَبَعْضُ الظُّرُوْفِ.

ترجمہ: اوراس کاحکم یہ ہے کہ اس کا آخرعوامل کے اختلاف سے مختلف نہیں ہوتااوراس کی حرکات کا نام ضم فتح کسر رکھاجاتا ہےاوراس کےسکون (کا نام) رکھاجاتا ہے وقف اوروہ آٹھ قسموں پر ہے مضمرات وغیرہ الخ۔

تشریح: حکمه' الخ: یہاں سے مطلق مبنی کا حکم بیان کررہے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا آخرعوامل کے مختلف ہونے کے باجود مختلف نہیں ہوتا نہ لفظاً نہ تقدیراً۔

حرکاته': ایک اصطلاح کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مبنی کی حرکتوں کا نام ضمٌّ،فتحٌ،اور کسرٌ رکھا جاتا ہے اوراس کے سکون کا نام ''وقف'' رکھاجاتا ہے۔

وھوعلٰی ثمانية: یہاں سے مطلق مبنی کی تقسیم کا بیان ہے وہ آٹھ قسم پر ہے،مضمرات،اسمائے اشارات،اسمائے موصولہ،اسمائے افعال،اسمائے اصوات،مرکبات،کنایات،اوربعض ظروف،

فائدہ: بعض الظروف اس لئے کہا کہ تمام ظروف مبنی نہیں بلکہ بعض ظروف مبنی ہیں اوربعض معرب۔

فَصْلٌ: اَلْمُضْمَر اِسْمٌ وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُتَكَلِّمٍ اَوْ مُخَاطَبٍ اَوْ غَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى اَوْ حُكْمًا.

ترجمہ: مضمروہ اسم ہے جو متکلم پر یا مخاطب پر یااس غائب پردلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہوجس کا ذکر پہلے لفظاً یا معنیً یاحکماً ہوچکاہو۔

تشریح: المضمر الخ.

یہاں سے مقصود اسم ضمیر کی تعریف کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر وہ اسم ہے جو متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہوجس کا ذکر پہلے لفظاً یا معنیً یاحکماً ہو چکا ہو،متکلم پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے انا،مخاطب پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے اَنتَ،ایسے غائب پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کا ذکر پہلے لفظاً ہو چکا ہو جیسے ضرب زيدٌ غلامَه'،اس میں ہ' ضمیر کا مرجع زید ہے جواس سے پہلے لفظاً مذکور ہے اورایسے غائب پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو جواس سے پہلے معنیً مذکور ہو، جیسے ''اعدلوا هو اقرب للتقوی'' اس میں ھو ضمیر کا مرجع عدل ہے جواس سے پہلے معنیً اعدلوا میں مذکور ہے اورایسے غائب پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو جواس سے پہلے حکماً مذکور ہو یعنی ذہن میں متحضر ہو جیسے قل هو الله احد اس میں ھو ضمیر کا مرجع لفظِ الله ہے جواس سے پہلے حکماً مذکور ہے

وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلٌ وَهُوَ مَا لَا يُسْتَعْمَلُ وَحْدَهُ اِمَّا مَرْفُوْعٌ نَحْوُ ضَرَبْتُ اِلٰى ضَرَبْنَ اَوْ مَنْصُوْبٌ نحو ضَرَبَنِيْ اِلٰى ضَرَبَهُنَّ وَاِنَّنِيْ اِلٰى اِنَّهُنَّ وَمَجْرُوْرٌ نَحْوُ غُلَامِيْ وَلِيْ اِلٰى غُلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ

وَمُنْفَصِلٌ وَهُوَ مَا يُسْتَعْمَلُ وَحْدَهُ اِمَّا مَرْفُوْعٌ نَحوُ اَنَا اِلٰى هُنَّ اَوْ مَنْصُوْبٌ نَحوُ اِيَّاىَ اِلٰى اِيَّاهُنَّ فَذَالِكَ سِتُّوْنَ ضَمِيْراً۔

ترجمہ: اور وہ ضمیر دو قسم پر ہے متصل اور وہ وہ ہے کہ اکیلے استعمال نہ کی جائے (پھر متصل) یا مرفوع ہوگی جیسے ضربت سے ضربن تک یا منصوب ہوگی جیسے ضربنی سے ضربھن تک اور اننی سے لے کر انھن تک یا مجرور ہوگی جیسے غلامی اور لی سے غلامھن اور لھن تک اور منفصل اور وہ وہ ہے کہ جو اکیلے استعمال کی جائے (پھر منفصل) یا مرفوع ہوگی جیسے انا سے لے کر ھن تک یا منصوب ہوگی جیسے ایای سے لے کر ایاھن تک پس یہ ساٹھ ضمیریں ہیں۔

تشریح: وھو علی قسمین الخ:

ضمیر کی دو قسمیں ہیں (۱) متصل (۲) منفصل۔

متصل: وہ ضمیر ہے جو تنہا مستعمل نہ ہو یعنی جس کا اکیلے تلفّظ صحیح نہ ہو

منفصل: وہ ضمیر ہے جو تنہا مستعمل ہو یعنی جس کا اکیلے تلفّظ صحیح ہو

پھر متصل کی باعتبار اعراب کے تین قسمیں ہیں: (۱) مرفوع متصل (۲) منصوب متصل (۳) مجرور متصل۔

مرفوع متصل: وہ ضمیر ہے جو فعل معروف کا فاعل یا فعل مجہول کا نائب فاعل بنے اور فعل کے ساتھ ملی ہوئی ہو، جیسے ضربتُ سے لیکر ضربتَ تک

منصوب متصل: وہ ضمیر ہے جو ترکیب میں حالتِ نصب میں واقع ہو یعنی فعل کا مفعول بہ بنے یا اس سے پہلے عامل ناصب انّ وغیرہ ہو، پھر ضمیر منصوب متصل فعل کے ساتھ متصل ہوگی یا حرف کے ساتھ متصل ہوگی، فعل کے ساتھ متصل ہو جیسے ضربنی سے لیکر ضربَھُنَّ تک، حروف کے ساتھ متصل ہو جیسے اِنَّنی سے انَّھنّ تک۔

مجرور متصل: وہ ضمیر ہے جس سے پہلے عامل جار ہو، اسمِ مضاف کے ساتھ متصل ہو جیسے غلامی سے لیکر غلامھن تک حرفِ جر کے ساتھ متصل ہو جیسے لی سے لیکر لَھُنَّ تک۔

منفصل کی باعتبار اعراب کے دو قسمیں ہیں: (۱) مرفوع منفصل (۲) منصوب منفصل [1]

مرفوع منفصل: یہ ضمیر مبتدا اور خبر بنتی ہے اور عامل سے جدا ہوتی ہے۔ جیسے اَنا سے لیکر ھُن تک۔

منصوب منفصل: یہ ضمیر فعل کا مفعول بہ یا عامل ناصب کا معمول بنتی ہے اور عامل سے جدا ہوتی ہے جیسے ایّای سے لیکر ایاّ ھن تک۔

فذلک ستون ضمیرا: عقلی طور پر کُل ستّر ضمیریں بنتی ہیں لیکن چونکہ بعض ضمائر مکرر ہیں جیسے ھُما، اور ایاکما وغیرہ، حذفِ تکرار کے بعد کل ساٹھ ضمیریں بنتی ہیں۔

قوله واعلم الی اٰخره. یہاں سے مصنفؒ ایک فائدے کو بیان کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ مضمرات کی پانچ قسموں میں سے صرف ضمیر مرفوع متصل مستتر ہی ہوتی ہے، باقی چار اقسام بالکل مستتر نہیں ہوتیں پھر ضمیر مرفوع متصل بھی بعض مواضع

---

[1] لفظاً یا تو حرف النداء سے تمیز ہے یا بمعنی ملفوظاً ہو کر حرف النداء سے حال ہے۔۱۲

میں مستتر ہوتی ہے ماضی کے واحد مذکر غائب اور واحد مؤنثہ غائبہ میں مستتر ہوتی ہے، بشرطیکہ یہ اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہوں جیسے زیدٌ ضرب میں ضرب میں ھو ضمیر اور ھندٌ ضربت میں ضربت' میں ھی ضمیر اور مضارع کے متکلم میں مطلقاً مستتر ہوتی ہے مضارع کے دونوں صیغوں میں جیسے اَضرِب میں اَنا ضمیر اور نضرب میں نحن ضمیر اور مضارع کے واحد مذکر مخاطب جیسے تضرب میں انت ضمیر مستتر ہوتی ہے۔

اور مضارع کے واحد مذکر غائب اور واحد مؤنثہ غائبہ میں بھی ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے، بشرطیکہ یہ اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہوں جیسے زید یضرب میں یضرب میں ھو ضمیر اور ھندٌ تضرب میں تضرب میں ھی ضمیر مستتر ہے۔

وفی الصفة یعنی ضمیر مرفوع متصل صیغہ صفت یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، اسم تفضیل اور صفت مشبہ میں مطلقاً مستتر ہوتی ہے بشرطیکہ یہ اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہوں، پس ضاربٌ میں ھو، ضاربة میں ھی، ضاربان میں ھما اور ضاربون میں ھم ضمیر مستتر ہے۔

وَلاَ يَجُوْزُ اسْتِعْمَالُ الْمُنْفَصِلِ اِلَّا عِنْدَ تَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ كَاِيَّاكَ نَعْبُدُ وَمَا ضَرَبَكَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا زَيْدٌ وَمَا اَنْتَ اِلَّا قَائِمًا.

ترجمہ: اور ضمیر منفصل کا استعمال کرنا جائز نہیں مگر ضمیر متصل کے متعذر اور دشوار ہونے کے وقت جیسے ایاک نعبد اور ماضربک الاانا اور انا زید اور ماانت الاقائما۔

تشریح: ولا یجوز استعمال المنفصل الخ.

ضمیر منفصل خواہ مرفوع ہو یا منصوب، اس کا استعمال اس وقت جائز ہے جب ضمیر متصل لانا دشوار ہو یعنی جب تک ضمیر متصل لانا ممکن ہو، ضمیر منفصل کا استعمال جائز نہیں۔ مصنفؒ نے چار مثالیں بیان کر کے ان چار مواضع کی طرف اشارہ کر دیا جہاں ضمیر متصل لانا دشوار ہے۔

(۱) حصر کے فائدہ کے لئے ضمیر کو اس کے عامل سے مقدم کیا گیا ہو جیسے ایاک نعبد، اس صورت میں ضمیر متصل لانا دشوار ہے اس لئے کہ ضمیر کا اتصال عامل کے آخر میں ہوتا ہے نہ کہ شروع میں اور آخر میں ضمیر متصل لانے سے حصر فوت ہو جائے گا اس لئے ضمیر متصل کی جگہ ضمیر منفصل لائی جائی گی۔

(۲) کسی مقصدر کے لیے ضمیر اور اس کے عامل کے درمیان فاصلہ لایا گیا ہو جیسے ما ضربک الاّ انا، اس میں ضمیر انا اور اس کے عامل ضرب کے درمیان معنی حصر کی وجہ سے الاّ کا فاصلہ کیا گیا ہے اور اگر اس فاصلہ کو ختم کر دیا جائے تو غرض فوت ہو جائے گی اور چونکہ فاصلہ کے ہوتے ہوئے اتصال ممکن نہیں، اس لئے ضمیر متصل کی جگہ ضمیر منفصل لائی جائی گی۔

(۳) ضمیر کا عامل معنوی ہو یعنی ضمیر مبتدا یا خبر واقع ہو جیسے اَنا زیدٌ تو اس صورت میں بھی (ضمیر متصل لانا دشوار ہے اس لئے کہ

اتصال موجود اور مذکور شے کے ساتھ ہوتا ہے، محذوف اور معنوی شے کے ساتھ نہیں ہوتا اس لئے ضمیر متصل کی جگہ ضمیر منفصل لائی جائی گی۔

(۴) ضمیر مرفوع ہو اور اس کا عامل حرف ہو جیسے ما انت الا قائم، اس صورت میں بھی اتصال دشوار ہے اس لئے کہ ضمیر مرفوع، فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے نہ کہ حرف کے ساتھ اس لئے ضمیر متصل کی جگہ ضمیر منفصل لائی جائے گی۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ ضَمِيْراً يَقَعُ قَبْلَ جُمْلَةٍ تُفَسِّرُهُ وَيُسَمّٰى ضَمِيْرَ الشَّانِ فِي الْمُذَكَّرِ وَضَمِيْرَ الْقِصَّةِ فِي الْمُؤَنَّثِ نَحْوُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَاِنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ.

ترجمہ: اور جان تو کہ بے شک ان (نحویوں) کیلئے ایک ضمیر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے۔ وہ جملہ اس کی تفسیر کرتا ہے اور اس (ضمیر) کا نام ضمیر شان رکھا جاتا ہے اور مؤنث میں ضمیر قصہ جیسے قل هو الله احد اور انها زينب قائمة.

تشریح: واعلم الخ. نحوی حضرات ایک ایسی ضمیر غائب استعمال کرتے ہیں جس کا مرجع ماقبل میں لفظاً و معنیً مذکور نہیں ہوتا لیکن حکماً مذکور ہوتا ہے اور یہ ضمیر جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے اور وہ جملہ اس کی تفسیر کرتا ہے، کیونکہ مرجع مذکور نہ ہونے کی وجہ سے اس میں ابہام ہوتا ہے اور بعد والا جملہ اس ابہام کو دور کرتا ہے اور تفسیر کرتا ہے پھر اگر وہ ضمیر مذکر کی ہو تو اس کو ضمیر شان کہتے ہیں جیسے "قل هو الله احد" کہ اس میں ھو ضمیر شان ہے اس کا مرجع لفظاً و معنیً اگرچہ مذکور نہیں لیکن حکماً مذکور ہے، اور اگر وہ ضمیر مؤنث ہو تو اس کو ضمیر قصہ کہتے ہیں جیسے انها زينبُ قائمةٌ، اس میں ھا ضمیر قصہ ہے جس کا مرجع ماقبل میں لفظاً و معنیً مذکور نہیں لیکن حکما مذکور ہے اور دونوں مثالوں میں بعد والا جملہ اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

وَيَدْخُلُ بَيْنَ الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ صِيغَةُ مَرْفُوْعٍ مُنْفَصِلٍ مُطَابِقٍ لِلْمُبْتَدَاِ اِذَا كَانَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً اَوْ اَفْعَلَ مِنْ كَذَا وَيُسَمّٰى فَصْلاً لِاَنَّهُ يَفْصِلُ بَيْنَ الْخَبَرِ وَالصِّفَةِ نَحْوُ زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ وَكَانَ زَيْدٌ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: اور مبتدا خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل داخل ہوتا ہے۔ جو مبتدا کے مطابق ہوتا ہے جب کہ خبر معرفہ یا اسم تفضیل مستعمل بمن ہو اور اس کا نام فصل رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ خبر اور صفت کے درمیان جدائی کرتا ہے جیسے زيد هو القائم (زید وہ کھڑا ہونے والا ہے) اور كان زيد هو افضل من عمرو (زید وہ عمرو سے افضل ہے) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا كنت انت الرقيب عليهم (تھے آپ ان پر نگہبان)

تشریح: ويدخل بين المبتدأ والخبر الخ. مبتدا اور خبر کے درمیان عامل لفظی کے داخل ہونے سے پہلے یا عامل لفظی کے داخل ہونے کے بعد مرفوع منفصل کی ضمیر واقع ہوتی ہے اگر مبتدا کی خبر معرفہ ہو یا اسم تفضیل مستعمل بمن ہو تو مبتدا کے موافق ہوتا ہے کیونکہ اس کا مرجع مبتدا ہوتا ہے اس صیغہ کو "فصل" کہتے ہیں کیونکہ فصل کا معنی ہے جدائی کرنا اور یہ ضمیر مرفوع منفصل بھی صفت اور خبر کے درمیان جدائی اور فرق کرتی ہے اس لئے اس کو فصل کہتے ہیں جیسے زيد هو القائم، اگر هُوَ نہ ہوتا تو یہ معلوم نہ ہوتا کہ القائم زيد کہ خبر بن رہی ہے یا صفت، هُوَ لانے سے یہ معلوم ہو گیا کہ القائم زيد کی خبر ہے نہ کہ صفت، کیونکہ صفت اور موصوف کے

درمیان فاصلہ نہیں ہوتا زیدٌ هو القائم میں مبتدا اور خبر کے درمیان مرفوع منفصل کا صیغہ واقع ہے جبکہ خبر معرفہ ہے، اور جیسے "کان زیدٌ هو افضل من عمرو" میں مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ فصل هُوَ واقع ہے۔ درانحالانکہ ان پر عامل لفظی یعنی کان داخل ہے اور خبر افعل مستعمل بمن ہے۔ "کنتَ انتَ الرّقیب علیهم" میں مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ فصل انتَ واقع ہے اور خبر معرفہ ہے۔

فَصْل: اَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ مَا وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُشَارٍ اِلَيْهِ وَهِيَ خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ وَذٰلِكَ ذَا لِلْمُذَكَّرِ وَذَانِ وَذَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وَتَاوَتِيْ وَذِيْ وَتِهْ وَذِهْ وَتِهِيْ وَذِهِيْ لِلْمُؤَنَّثِ وَتَانِ وَتَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وَاُولاَءِ بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ لِجَمْعِهِمَا.

ترجمہ: فصل اسمائے اشارہ وہ اسماء ہیں جن کو وضع کیا گیا ہوتا کہ مشارالیہ پر دلالت کریں اور وہ پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کیلئے اور یہ ذا ہے مذکر کیلئے اور ذان و ذین تثنیہ مذکر کیلئے اور تا اور تی اور ذی اور ته اور ذه اور تهي اور ذهي مؤنث کیلئے اور تان و تین تثنیہ مؤنث کے لئے اور او لاء مد اور قصر کے ساتھ جمع مذکر و جمع مؤنث کیلئے۔

تشریح: فصل، اسماء الاشارة ماوضع لیدل علی مشار الیه الخ.

اسمائے اشارہ وہ اسماء ہیں جو مشارٌ الیہ پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیے گئے ہوں۔

اور وہ پانچ لفظ ہیں چھ معانی کے لئے، قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ چھ معانی کے لئے چھ الفاظ ہوتے چونکہ جمع کا صیغہ مذکر اور مؤنث کے درمیان مشترک ہے اس لئے پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کے لئے اور وہ یہ ہیں۔ ذا واحد مذکر کے لئے، ذَان، ذین تثنیہ مذکر کے لئے، ذَان حالتِ رفعی میں اور ذین حالتِ نصبی میں اور جرّی میں، تَاو تِی و ذِی و تِه و ذِه و تِهي و ذِهِي واحد مؤنث کے لئے۔ تَانِ تَینِ تثنیہ مؤنث کے لئے تانِ حالتِ رفعی میں تینِ حالتِ نصبی و جری میں اُولاَءِ مد کے ساتھ اور اولی قصر کے ساتھ جمع مذکر اور جمع مؤنث دونوں کے لئے۔

وَقَدْ يُلْحَقُ بِاَوَائِلِهَا هَاءُ التَّنْبِيْهِ نَحْوُ هٰذا وَهٰذَانِ وَهٰؤُلَاءِ وَيَتَّصِلُ بِاَوَاخِرِهَا حَرفُ الْخِطَابِ وَهُوَ اَيْضًا خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسَتَّةِ مَعَانٍ نَحْوُ كَ، كُمَا، كُمْ كِ كُنَّ فَذَالِكَ خَمْسَةٌ وَعِشْرُوْنَ الْحَاصِلُ مِنْ ضَرْبِ خَمْسَةٍ فِيْ خَمْسَةٍ وَهِيَ ذَاكَ اِلٰى ذَاكُنَّ وَذَانِكَ اِلٰى ذَانِكُنَّ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ.

ترجمہ: اور کبھی کبھی ان کے شروع میں هاء تنبیہ لاحق کی جاتی ہے۔ جیسے هذا، هذان، هؤلاء اور کبھی ان کے آخر میں حرف خطاب متصل ہو جاتا ہے اور وہ بھی پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کیلئے جیسے ک کما کم، ک، کن پس یہ پچیس ہیں جو پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے حاصل ہوتے ہیں اور وہ ذاک سے لے کر ذاکن تک اور ذانک سے لیکر ذانکن سے اور اسی طرح باقی ہیں۔

تشریح: وقد[1] یلحق باوائلها هاء التنبیه الخ. کبھی اسمائے اشارہ کے شروع میں هاء حرفِ تنبیہ داخل ہوتی ہے، مخاطب کو مشارالیہ پر تنبیہ کرنے کے لئے تا کہ مخاطب اس سے غافل نہ ہو جیسے هٰذا، هٰذان، هٰؤلاء.

ویتصل باواخرھا حرف الخطاب الخ. کبھی اسمائے اشارہ کے آخر میں حرفِ خطاب آتا ہے، مخاطب کے واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کے لئے اور حرف خطاب بھی پانچ ہیں چھ معنوں کے لئے، قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ الفاظ چھ ہوتے چونکہ تثنیہ کا صیغہ مذکر، مؤنث کے درمیان مشترک ہے اس لئے پانچ حرف ہیں چھ معنوں کے لئے اور وہ یہ ہیں، کَ واحد مذکر کے لئے، کُما تثنیہ مذکر اور تثنیہ مؤنث دونوں کے لئے، کُم جمع مذکر کے لئے، کِ واحد مؤنث کے لئے، کُنّ جمع مؤنث کے لئے، اسمائے اشارہ پانچ لفظ ہیں اور حرفِ خطاب بھی پانچ لفظ ہیں پانچ کو پانچ میں ضرب دیں تو پچیس الفاظ بنتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

ذَاکَ، ذَاکُمَا، ذَاکُم، ذَاکِ، ذَاکُنَّ، ذَانِکَ، ذَانِکُما، ذَانِکُمْ، ذَانِکِ، ذَانِکُنَّ، تَاکَ، تَاکُما. تَاکُم، تاکِ، تاکُنَّ، تانِکَ، تانِکُمَا، تانِکُم، تانِکِ، تانِکُنَّ، اُولٰئکَ، اُولٰئکُما، اُولٰئکم، اُولٰئکِ، اُولٰئکُنَّ.

وَاعْلَمْ اَنَّ ذَا لِلْقَرِیْبِ وَذٰلِکَ لِلْبَعِیْدِ وَذَاکَ لِلْمُتَوَسِّطِ.

ترجمہ: اور جان تو کہ بیشک ذا قریب کیلئے اور ذلک بعید کیلئے اور ذاک متوسط کیلئے ہے۔

تشریح: واعلم انّ ذا للقریب الخ. ذا قریب کے لئے ہے کیونکہ یہ قلیل الحروف ہے، ذالک بعید کے لئے ہے کیونکہ یہ کثیر الحروف ہے، ذاک متوسط کے لئے ہے کیونکہ یہ متوسط الحروف ہے۔

فصل: اَلْمَوْصُوْلُ اِسْمٌ لاَ یَصْلَحُ اَنْ یَکُوْنَ جُزْأً تَامًّا مِنْ جُمْلَةٍ اِلاَّ بِصِلَةٍ بَعْدَهٗ وَالصِّلَةُ جُمْلَةٌ خَبَرِیَّةٌ وَلاَ بُدَّ مِنْ عَائِدٍ فِیْهَا یَعُوْدُ اِلَی الْمَوْصُوْلِ مِثَالُهُ الَّذِیْ فِی قَوْلِنَا جَاءَ الَّذِیْ اَبُوْهُ قَائِمٌ اَوْ قَامَ اَبُوْهُ.

ترجمہ: فصل موصول وہ اسم ہے جو جملہ کا جز وتام بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ مگر اس صلہ کے ساتھ جو اس کے بعد ہے اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور اس جملہ میں ایسے عائد کا ہونا ضروری ہے جو موصول کی طرف لوٹے اس کی مثال الذی ہے جو ہمارے قول جاء الذی ابوہ قائم یا جاء الذی قام ابوہ میں ہے۔

تشریح: فصل، الموصول الخ.

اسم موصول: وہ اسم ہے جو بغیر صلہ کے (جو کہ اس اسم کے بعد ہوتا ہے) جملے کا جزءِ تام یعنی مسند یا مسند الیہ نہ بن سکے۔

والصّلة الخ. یہاں سے صلہ کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے، انشائیہ نہیں ہوسکتا، اور پھر اس صلہ میں ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہوتا ہے جو موصول کی طرف لوٹے، اس لئے کہ صلہ کا موصول کے ساتھ ربط ضروری ہے، لیکن چونکہ صلہ مستقل جملہ ہوتا ہے اور اس ضمیر کا نام ضمیر عائد ہے، جیسے جاء الّذی ابوہ قائمٌ، اس میں الّذی اسم موصول ہے اور ابوہ قائمٌ جملہ اسمیہ خبریہ اس کا صلہ ہے اور ابوہ میں ۂ ضمیر عائد ہے جو موصول الّذی کی طرف لوٹ رہی ہے یہ جملہ اسمیہ خبریہ کے صلہ بننے کی مثال

ہے اور جاء الّذی قام ابوہ،اس میں الّذی اسم موصول ہے،قام ابوہ جملہ خبریہ اس کا صلہ ہے اور ابوہ میں ہٗ ضمیر عائد ہے جو موصول کی طرف لوٹ رہی ہے یہ جملہ فعلیہ خبریہ کے صلہ بننے کی مثال ہے۔

وَالَّذِیْ لِلْمُذَكَّرِ وَاللَّذَانِ وَاللَّذَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وَالَّتِيْ لِلْمُؤَنَّثِ وَاللَّتَانِ وَاللَّتَيْنِ لِمُثَنَّاهَا وَالَّذِيْنَ وَالْاُولٰى لِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَاللَّاتِيْ وَاللَّوَاتِيْ وَاللَّاءِ وَاللَّائِيْ لِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ وَمَا وَمَنْ وَاَيٌّ وَاَيَّةٌ وَذُوْ بِمَعْنَى الَّذِيْ فِيْ لُغَةِ بَنِيْ طَيٍّ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ."فَاِنَّ الْمَاءَ مَاءُ اَبِيْ وَجَدِّيْ، وَبِيْرِيْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْطَوَيْتُ": اَيْ اَلَّذِيْ حَفَرْتُهُ وَالَّذِيْ طَوَيْتُهُ.

ترجمہ: اوروہ الذی ہے مذکر کیلئے اور الذا ن اللذین تثنیہ مذکر کیلئے اور التی مؤنث کیلئے اور اللتان اللتین تثنیہ مؤنث کیلئے اور الذین الالی جمع مذکر کیلئے اور اللاتی اور اللواتی اور اللاءاور اللائی جمع مؤنث کیلئے اور مامن ای ایۃاور ذو بمعنی الذی لغت بنی طی میں جیسا کہ شاعر کا قول ہے فان الماء الخ۔

تشریح: **وھو الّذی للمذکر الخ**. یہاں سے مصنفؒ اسمائے موصولہ بیان کررہے ہیں،فرماتے ہیں کہ اسمائے موصولہ یہ ہیں۔الّذی واحد مذکر کے لئے،الّذان،الّذین تثنیہ مذکر کے لئے،الّذان حالتِ رفعی میں اور الّذَین حالتِ نصبی وجری میں،الّتی واحد مؤنث کے لئے،الّلتانِ،اللّتین تثنیہ مؤنث کیلئے،اللّتان حالتِ رفعی میں اور الّتَین حالتِ نصبی وجری میں،الّذِین اور الالُیٰ جمع مذکر کے لئے اور الّلاتی،اللواتی،اللاّءِ،الّلائی جمع مؤنث کے لئے۔

ما ومن: یہ دونوں باعتبار لفظ کے مفرد مذکر ہیں لیکن باعتبار معنی کے واحد،تثنیہ،جمع،مذکر،مؤنث سب کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔
لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ ما غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے اور مَن ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی مجازاً اس کے برعکس بھی استعمال ہوجاتے ہیں،جیسے والسماء وما بنٰھامیں ماذوی العقول کے لئے مستعمل ہے۔

ایٌّ وایّۃٌ: ایٌّ بمعنی الّذی واحد مذکر کے لئے آتا ہے جیسے اُقتُل ایّھم فی الدار "یعنی مارا ان میں سے اس کو جو گھر میں ہے" اور ایّۃٌ بمعنی الّتی واحد مؤنث کے لئے آتا ہے جیسے اُقتُل ایّتھنّ فی الدار،

وذو[1] الخ: لغت بنوطے میں ذُو اسم موصول ہے اور الّذی کے معنی میں ہے۔چنانچہ شاعر کا قول ہے ؎

شعر فانّ الْماءَ مَاءُ ابی وجدّی وبیری ذُو حفرتُ وذُو طویتُ

شعر میں ذو بمعنی الّذی ہے یعنی الّذی حفرتُه و الّذی طویتُه،

شعر کا معنی: جس پانی پر جھگڑا ہورہا ہے یہ میرے باپ دادا کا پانی ہے (یعنی جو مجھے وراثت میں ملا ہے) اور وہ کنواں جس پر جھگڑا ہورہا ہے،میرا ہے جسے میں نے کھودا ہے اور جسے میں نے مدوّر کیا ہے۔

وَالْاَلِفُ وَاللَّامُ بِمَعْنٰى اَلَّذِيْ صِلَتُهٗ اِسْمُ الْفَاعِلِ وَاِسْمُ الْمَفْعُوْلِ نَحْوُ جَاءَنِي الضَّارِبُ زَيْدًا اَيْ

[1] ضمہ اس بناء پر کہ یہ منادیٰ مستقل ہے اور آخر سے حذف کردہ حرف نسیاً منسیّا ہے گویا کہ یہی اس کی اصلی شکل ہے تو چونکہ اس صورت میں یہ منادیٰ مفرد معرفہ ہے لہٰذا مبنی بر ضم ہوگا۔

اَلَّذِی یَضْرِبُ زَیْداً اَوْ جَاءَنِی الْمَضْرُوْبُ غُلاَمُهُ.

ترجمہ: اور الف لام بمعنی الذی ہے اس کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے جیسے جاء نی الضارب زیدا بمعنی الذی یضرب زیدا (آیا میرے پاس وہ شخص جو زید کو مارنے والا ہے) یا جاء نی المضروب غلامه (آیا میرے پاس وہ شخص کہ مارا گیا ہے اس کا غلام)۔

تشریح: الف لام: مصنفؒ فرماتے ہیں وہ الف لام جو اسم فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہوتا ہے وہ بمعنی الّذی اسم موصول ہوتا ہے اور اسم فاعل یا اسم مفعول اس کا صلہ ہوتا ہے پھر یہ اپنے مدخول کے اعتبار سے الّذی، الّذان، الّتی، اللّتان، الّذین، اللائی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے جاء الضاربُ زیداً یعنی الّذی یضرب زیداً اور جاءنی المضروب غلامُه یعنی الّذی یُضرب غلامُه، جاء نی الضاربان زیداً یعنی جاء نی اللّذان یَضربان زیداً، جاءنی الضاربون زیداً یعنی الّذین یضربون زیدا، جاءتنی الضاربة زیداً یعنی جَاءَ تْنِیْ التی تضرب زیداً الخ اس صورت میں اسم فاعل یا اسم مفعول فعل مضارع کے معنی میں ہوتا ہے جیسا کہ امثلہ سے واضح ہوا۔

وَیَجُوْزُ حَذْفُ الْعَائِدِ مِنَ اللَّفْظِ اِنْ کَانَ مَفْعُوْلاً نَحْوُ قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ اَیْ اَلَّذِیْ ضَرَبْتُهٗ

ترجمہ: اور عائد کو لفظ سے حذف کرنا جائز ہے اگر وہ عائد مفعول ہو جیسے قام الذی ضربت یعنی الذی ضربته (کھڑا ہے وہ شخص جس کو میں نے مارا ہے)

تشریح: ویجوز حذف العائد من اللفظ االخ. صلہ میں جو ضمیر عائد (موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر) ہوتی ہے اُسے کبھی لفظوں میں حذف بھی کر دیا جاتا ہے بشرطیکہ وہ ضمیر عائد ترکیب میں مفعول بہ واقع ہو لیکن معنی میں ملحوظ ہوتی ہے جیسے قام الّذی ضربتُ یعنی الّذی ضربتهٗ، ہٗ ضمیر جو موصول کی طرف لوٹ رہی ہے اور مفعول بہ ہے اس کو حذف کر دیا گیا ہے لیکن معنیً ملحوظ ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اَیًّا وَاَیَّةً مُعْرَبَةٌ اِلاَّ اِذَا حُذِفَ صَدْرُ صِلَتِهَا کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ کُلِّ شِیْعَةٍ اَیُّهُمْ اَشَدُّ عَلَی الرَّحْمٰنِ عِتِیًّا اَیْ هُوَ اَشَدُّ.

ترجمہ: اور جان تو کہ بے شک ای و اية معرب ہیں مگر جب حذف کہ ان کے صلہ کا اول جز و حذف کیا جائے (تو مبنی ہے) جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ثم لننزعن من کل شیعة ایهم اشد علی الرحمن عتیا الخ (پھر ہم کھینچیں گے ہر گروہ میں سے اس کو جو ان میں سے رحمٰن پر از روئے نافرمانی کے زیادہ سخت ہے)

قوله واعلم انّ ایاً و ایةً الخ. ایٌّ اور ایّةٌ کی چار حالتیں ہیں:

(۱) مضاف نہ ہوں اور صدرِ صلہ مذکور ہو، جیسے جاء ایٌّ هو قائمٌ۔

(۲) مضاف نہ ہوں اور صدرِ صلہ محذوف ہو، جیسے جاء ایٌّ قائمٌ.

(۳) مضاف ہوں اور صدرِ صلہ مذکور ہو، جیسے جاء ایّهم هو قائمٌ

(۴) مضاف ہوں اور صدر صلہ محذوف ہو، جیسے جاء ایّھم قائمٌ،

پہلی تین صورتوں میں یہ معرب ہیں اور چوتھی صورت (یعنی مضاف ہوں اور صدر صلہ محذوف ہو) میں مبنی ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے "ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ اَيُّهُم اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِياً" اس میں ایُّ اسم موصول ہے جو ھُم ضمیر کی طرف مضاف ہے اور اشدّعلی الرحمن عتیاً اس کا صلہ ہے ھو ضمیر محذوف ہے جو راجع ہے ایُّ کی طرف، اصل میں عبارت یوں تھی "ھو اشدّعلی الرحمن عتیاً" آیت کا ترجمہ یہ ہے "پھر ضرور بضرور کھینچیں گے ہم ہر گروہ سے اس آدمی کو جو زیادہ سخت ہے رحمٰن پر از روئے نافرمانی کے۔"

فَصْل: اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ هُوَ كُلُّ اِسْمٍ بِمَعْنَى الْاَمْرِ وَالْمَاضِيْ نَحْوُ رُوَيْدَ زَيْدًا اَیْ اَمْهِلْهُ وَهَيْهَاتَ زَيْدٌ اَیْ بَعُدَ اَوْ كَانَ عَلٰى وَزْنِ فَعَالِ بِمَعْنَى الْاَمْرِ وَهُوَ مِنَ الثُّلاَثِیْ قِيَاسٌ كَنَزَالِ بِمَعْنَى اِنْزِلْ وَ تَرَاکِ بِمَعْنَى اُتْرُکْ.

ترجمہ: فصل اسماء افعال ہر وہ اسم ہے جو بمعنی امر اور بمعنی ماضی ہو جیسے روید زیدا یعنی امھلہ (مہلت دے تو اس کو) اور ھیھات زید یعنی بعد زید (دور ہوا زید) یا فَعَالِ بمعنی امر کے وزن پر ہو اور وہ (وزن فعال بمعنی امر) ثلاثی مجرد سے قیاس ہے جیسے نزال بمعنی انزل اور تراک بمعنی اترک۔

تشریح: فصل، اسماء الافعال الخ.

اسم فعل[1]: ہر وہ اسم ہے جو وضع کے اعتبار سے امر حاضر معروف یا ماضی کے معنی میں ہو یا ایسے فَعَالِ کے وزن پر ہو جو امر حاضر معروف کے معنی میں ہو، امر حاضر معروف کے معنی میں ہو جیسے رُوَيدَ زيداً یہ اَمهِل زیداً کے معنی میں ہے، امھل فعل امر حاضر معروف ہے اور ماضی کے معنی میں ہو جیسے ھیھاتَ زَيدٌ، یہ بَعُدَ زيدٌ کے معنی میں ہے اور بَعُدَ فعل ماضی ہے اور فَعَالِ بمعنی امر حاضر معروف ہو جیسے نَزَالِ بمعنی اِنزِل،

فائدہ: اسمائے افعال اس لئے مبنی ہیں کہ یہ مبنی الاصل فعل ماضی اور امر حاضر معروف کے مشابہ ہیں معنی میں۔

وھو من الثلاثی الخ: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ فَعَالِ بمعنی امر حاضر معروف ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے یعنی ہر فعل ثلاثی مجرد سے فَعَالِ بمعنی امر بنانا صحیح ہے جیسے نَزَالِ بمعنی اِنزِل اور تَرَاکِ بمعنی اُترُک اور ضَرَابِ بمعنی اِضرِب اور كَتَابِ بمعنی اُكتُب ہے۔

وَيَلْحَقُ بِهٖ فَعَالِ مَصْدَرًا مَعْرِفَةً كَفَجَارِ بِمَعْنَى الْفَجُوْرِ اَوْ صِفَةً لِلْمُؤَنَّثِ نَحْوُ يَا فَسَاقِ بِمَعْنٰى فَاسِقَةٍ وَيَا لَكَاعِ بِمَعْنَى لَاكِعَةٍ اَوْ عَلَمًا لِلْاَعْيَانِ الْمُؤَنَّثَةِ كَقَطَامِ وَغَلاَبِ وَحَضَارِ وَهٰذِهِ الثَّلاَثَةُ لَيْسَتْ مِنْ اَسْمَاءِ الْاَفْعَالِ وَاِنَّمَا ذُكِرَتْ هٰهُنَا لِلْمُنَاسِبَةِ.

ترجمہ: اور اس کیساتھ فعال کو لاحق کیا جاتا ہے (بناء میں) درانحالیکہ وہ (فعال) مصدر معرفہ ہو جیسے فجار بمعنی الفجور یا

---

[1] فعل سے مراد فعل اصطلاحی نہیں جو اسم حرف کے مقابلے میں ہے بلکہ فعل سے مراد فعل لغوی ہے یعنی حدث۔۱۲

مؤنث کی صفت ہو جیسے یا فساق بمعنی فاسقۃ (اے نافرمان عورت) یالکاع بمعنی لاکعۃ (اے کمینی عورت) یا ذوات مؤنثہ کا علم ہو جیسے قطام اور غلاب اور حضار اور یہ تینوں اسمائے افعال میں سے نہیں ہیں اور سوا اس کے نہیں کہ انہیں یہاں مناسبت کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہے۔

تشریح:

قولہ ویلحق بہٖ فَعَالِ مصدرا[۱] الخ. فَعَالِ کی تین قسمیں اور ہیں جو فَعَالِ بمعنی امر کے ساتھ بناء میں ملحق ہوتی ہیں:

(۱) فَعَالِ مصدری یعنی ایسا کلمہ جو فَعَالِ کے وزن پر ہو اور مصدر معرفہ کے معنی میں ہو جیسے فَجَارِ بمعنی الفجور،

(۲) فَعَالِ صفتی یعنی ایسا کلمہ جو فَعَالِ کے وزن پر ہو اور مؤنث کی صفت ہو جیسے یا فساقِ بمعنی یا فاسقۃ، (اے خدا کی نافرمان عورت) اور یا لَکاعِ بمعنی یا لاکعۃٌ (اے کمینی عورت)

(۳) فعالِ علمی یعنی ایسا کلمہ جو فَعَالِ کے وزن پر ہو اور ذواتِ مؤنثہ میں سے کسی ذات کا علم ہو جیسے قطامِ یہ فعالِ کے وزن پر ہے اور عورت کا علم ہے اور غَلَابِ یہ فعالِ کے وزن پر ہے اور ایک عورت کا علم ہے اور حضارِ یہ فعالِ کے وزن پر ہے اور ایک ستارہ کا علم ہے اور اس کا مؤنث ہونا باعتبار کوکب کے ہے۔

وھذہٖ الثلاثۃ الخ

فعال کی یہ تینوں قسمیں فعال بمعنی امر حاضر معروف کے ساتھ عدل اور وزن میں مشابہ ہیں اس مشابہت کی وجہ سے یہ فعال بمعنی امر کے ساتھ بناء میں ملحق ہیں اس لئے ان کو اسمائے افعال کی بحث میں ذکر کیا، وزن میں مشابہ ہونا واضح ہے کہ سب کا وزن فَعال ہے اور عدل میں مشابہت اس طرح ہے کہ فعال بمعنی امر مبالغہ کے لئے امر سے معدول ہے مثلاً ضَرابِ، اِضرِب سے معدول ہے اسی طرح یہ تینوں اقسام بھی معدول ہیں مثلاً فجارِ، الفجور سے، فساق فاسقۃٌ سے اور قطامِ، قاطمۃ سے معدول ہیں۔

تنبیہ: یہ تینوں قسمیں اسم فعل نہیں بلکہ مبنی ہیں اور مبنی ہونے کی وجہ سے ان فعال بمعنی امر کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے۔

فَصْل: اَلْاَصْوَاتُ کُلُّ لَفْظٍ حُکِیَ بِہٖ صَوْتٌ کَغَاقٍ لِصَوْتِ الْغُرَابِ اَوْ صُوِّتَ بِہِ الْبَھَائِمُ کَنَخٍّ لِاِنَاخَۃِ الْبَعِیْرِ.

ترجمہ: فصل الاصوات اسم صوت ہر وہ لفظ ہے جس سے کسی آواز کو نقل کیا جائے جیسے غاق کوے کی آواز کیلئے یا اس کے ذریعہ سے جانوروں کو آواز دی جائے جیسے نخ اونٹ بٹھانے کیلئے۔

تشریح: فصل الاصوات الخ. اصوات جمع ہے صوت کی، صوت ہر وہ لفظ ہے جس کے ذریعے کسی کی آواز کو نقل کیا جائے یا جس کے ذریعے کسی چوپائے کو آواز دی جائے جیسے غاق یہ کوے کی آواز ہے جس کو انسان نقل کرتا ہے اور جیسے نَخَّ یہ اونٹ کو بٹھانے کی آواز ہے جس کے ساتھ اونٹ کو آواز دے کر بٹھایا جاتا ہے۔

---

[۱] ظرف مکان مبہم درج ذیل ہیں خلف، امام، فوق، تحت، یمین، شمال ۱۲

فَصْل: اَلْمُرَكَّبَاتُ كُلُّ اِسْمٍ رُكِّبَ مِنْ كَلِمَتَيْنِ لَيْسَتْ بَيْنَهُمَا نِسْبَةٌ فَاِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِیْ حَرْفًا يَجِبُ بِنَاؤُهُمَا عَلَى الْفَتْحِ كَاَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ اِلَّا اِثْنَیْ عَشَرَ فَاِنَّهَا مُعْرَبَةٌ كَالْمُثَنّٰى وَاِنْ لَمْ يَتَضَمَّنْ ذٰلِكَ فَفِيْهَا لُغَاتٌ اَفْصَحُهَا بِنَاءُ الْاَوَّلِ عَلَى الْفَتْحِ وَاِعْرابُ الثَّانِیْ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ كَبَعْلَبَكَّ نَحْوُ جَاءَنِیْ بَعْلَبَكُّ وَرَأَيْتُ بَعْلَبَكَّ وَمَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ.

ترجمہ: فصل۔مرکبات (اسم مرکب) ہر وہ اسم ہے جو ایسے دوکلموں سے مرکب ہو کہ ان کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو پس اگر دوسرا کلمہ حرف کو متضمن ہو ان دونوں کا مبنی برفتحہ ہونا واجب ہے۔جیسے احد عشر سے لےکر تسعة عشر تک مگر اثنا عشر اس لئے کہ وہ معرب ہے مثل تثنیہ کے اور اگر (دوسرا جزء) حرف کو متضمن نہ ہو تو اس میں کئی لغتیں ہیں ان میں سے زیادہ فصیح لغت اول کا مبنی برفتحہ ہونا اور ثانی کا معرب غیر منصرف ہونا ہے۔جیسے بعلبک جیسے جاء نی بعلبک رأیت بعلبک مررت ببعلبک۔

تشریح: **فصل المرکبات الخ**. مرکبات جمع ہے مرکب کی اور مرکب ہر وہ اسم ہے جو ایسے دوکلموں سے مرکب ہو جن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو، نہ نسبت اضافی ہو اور نہ نسبت اسنادی ہو اور نہ نسبت توصیفی ہو۔

وان تضمّن الخ. یہاں سے مرکب کے دونوں جزؤں کے کیفیت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مرکب کا جزءِ ثانی کسی حرف کو متضمّن ہوگا یا متضمّن نہیں ہوگا، اگر مرکب کا جزءِ ثانی کسی حرف کو متضمن ہو تو اس صورت میں دونوں جزؤں کا مبنی برفتحہ ہونا واجب[1] ہے، جیسے احد عشر سے تسعة عشر تک سوائے اثناعشر کے، کہ اس کا پہلا جزء معرب ہوگا جس طرح کہ مثنّی معرب ہے، احد عشر اصل میں احدٌ وعشرٌ تھا، درمیان سے واؤ کو حذف کر کے دونوں کلموں کو ایک کر لیا گیا تو دوسرا کلمہ حرفِ عطف واؤ کو متضمّن ہوا۔

وان لم یتضمّن الخ. اور اگر مرکب کا جزءِ ثانی کسی حرف کو متضمّن نہ ہو تو اس میں بہت سی لغات ہیں اور فصیح ترین لغت[2] یہ ہے کہ اس کا پہلا جزء مبنی برفتحہ ہوگا اور دوسرا جزء معرب غیر منصرف ہوگا۔ جیسے بعلبکّ، کہا جائے گا جاء نی بعلبکُّ، رأیتُ بعلبکَّ، مررتُ ببعلبکَّ.

فَصْل: اَلْكِنَايَاتُ هِیَ اَسْمَاءٌ تَدُلُّ عَلٰى عَدَدٍ مُبْهَمٍ وَهِیَ كَمْ وَكَذَا اَوْ حَدِيْثٍ مُبْهَمٍ وَهُوَ كَيْتَ وَذَيْتَ.

ترجمہ: فصل کنایات اور وہ ایسے اسماء ہیں جو عددِ مبہم پر دلالت کریں اور وہ کم و کذا ہیں یا بات مبہم پر (دلالت کریں) اور وہ کیت و ذیت ہیں۔

تشریح: **فصل، الکنایات الخ**. کنایات وہ اسماء ہیں جو عددِ مبہم یا باتِ مبہم پر دلالت کریں، وہ اسماء جو عددِ مبہم پر دلالت کرتے ہیں وہ کم،[3] اور کذا ہیں جیسے کم مالٍ انفقت (میں نے بہت سا مال خرچ کیا) وعندی کذا کتاباً (میرے پاس اتنی کتب ہیں) اور وہ اسماء جو حدیث مبہم پر دلالت کرتے ہیں وہ کیتَ اور ذیتَ ہیں جیسے قُلتَ کیتَ و کیتَ، قُلتُ ذیت و ذَیتَ.

وَاعْلَمْ اَنَّ كَمْ عَلٰى قِسْمَيْنِ اِسْتِفْهَامِيَّةٌ وَمَا بَعْدَهَا مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ عَلَى التَّمِيْيزِ نَحْوُ كَمْ رَجُلاً عِنْدَکَ وَخَبَرِيَّةٌ وَمَا بَعْدَهَا مَجْرُوْرٌ مُفْرَدٌ نَحْوُ كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُهٗ اَوْ مَجْمُوْعٌ نَحْوُ كَمْ رِجَالٍ لَقِيْتَهُمْ وَمَعْنَاهُ التَّكْثِيْرُ وَتَدْخُلُ مِنْ فِيْهِمَا تَقُوْلُ كَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِيْتَهٗ وَكَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتَهٗ.

ترجمہ: اور جان تو کہ تحقیق کم دو قسم پر ہے (۱) استفہامیہ اور اس کا مابعد منصوب مفرد ہوتا ہے۔ تمییز ہونے کی بنا پر جیسے کم رجلا عندک اور (۲) خبریہ اور اس کا مابعد مجرور مفرد ہوتا ہے جیسے کم مال انفقته یا مجموعی جیسے کم رجال لقيتهم اور اس کا معنی تکثیر ہے اور ان دونوں میں من (جارہ) داخل ہوتا ہے تو کہے گا کم من رجل لقيته (کتنے آدمیوں سے تو نے ملاقات کی) و کم من مال انفقته (کتنا مال میں نے خرچ کیا یعنی بہت سا)۔

تشریح: واعلم الخ: کم دو قسم پر ہے (۱) استفہامیہ (۲) خبریہ، کم استفہامیہ کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے کم رجلاً عندک، (تیرے پاس کتنے آدمی ہیں) اور کم خبریہ کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے کم مالٍ انفقتُهٗ (میں نے بہت سا مال خرچ کیا) اور کبھی جمع مجرور بھی ہوتی ہے جیسے کم رجالٍ لقیتُهم۔ ومعناه الخ یعنی اور کم خبریہ کا معنی تکثیر والا ہوتا ہے جیسا کہ امثلہ سے واضح ہے۔

وتدخل مِن فيها الخ. اور کبھی کم خبریہ اور کم استفہامیہ دونوں کی تمیز کی شروع میں من جارہ بیانیہ بھی داخل ہوتا ہے، اس وقت دونوں کی تمیز مجرور ہوگی اور یہ قرینہ سے معلوم ہوگا کہ یہ کم خبریہ ہے یا کم استفہامیہ ہے، جیسے کم مِن رجلٍ لقيتَه، یہ کم استفہامیہ کی تمیز پر مِن جارہ کے داخل ہونے کی مثال ہے اور کم مِن مالٍ انفقة، یہ کم خبریہ کی تمیز پر مِن جارہ کے داخل ہونے مثال ہے۔

وَقَدْ يُحْذَفُ التَّمْيِيْزُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ نَحْوُ كَمْ مَالُکَ اَیْ كَمْ دِيْنَارًا مَالُکَ وَكَمْ ضَرَبْتُ اَیْ كَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ.

ترجمہ: اور کبھی کبھی حذف کی جاتی ہے تمییز بوقت قائم ہونے قرینہ کے جسے کم مالک یعنی کم دینارا مالک (تیرا مال کتنا دینار ہے) یہ کم استفہامیہ کی تمییز کے حذف کی مثال ہے اور حذف کا قرینہ یہ ہے کہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا لہٰذا معلوم ہوا کہ دینارا وغیرہ تمییز محذوف ہے۔ کم ضربت یعنی کم ضربة ضربت (بہت مارا میں نے مارنا) یہ کم خبریہ کی تمییز کے حذف کی مثال ہے اور قرینہ حذف یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا لہٰذا یہاں تمییز محذوف ہے اور وہ ضربۃ ہے۔

تشریح: وقد يحذف التميز الخ. کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز کبھی حذف بھی کر دی جاتی ہے بشرطیکہ اس کے حذف پر کوئی قرینہ پایا جائے، کم استفہامیہ کی تمیز کے حذف کرنے کی مثال جیسے کم مالُک یعنی کم ديناراً مالُک، یہاں کم استفہامیہ کی تمیز دیناراً کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا جب کہ یہاں کم "مالُک" معرفہ پر داخل ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ کم کی تمیز محذوف ہے اور کم خبریہ کی تمیز کے حذف کرنے کی مثال جیسے کم ضربتُ یعنی کم ضَربةٍ ضربتُ، یہاں کم خبریہ کی تمیز ضَربةٍ کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ کم

فعل پر داخل نہیں ہوتا جب کہ یہاں کم، ضربتُ فعل پر داخل ہو رہا ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ کم کی تمیز محذوف ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ كَمْ فِيْ الْوَجْهَيْنِ يَقَعُ مَنْصُوْبًا اِذَا كَانَ بَعْدَهٗ فِعْلٌ غَيْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ بِضَمِيْرِهٖ نَحْوُ كَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَ وَكَمْ غُلَامٍ مَلَكْتُ مَفْعُوْلاً بِهٖ وَنَحوُ كَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتَ وَكَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ مَصْدَراً وَكَمْ يَوْماً سِرْتَ وَكَمْ يَوْمٍ صُمْتُ مَفْعُوْلاً فِيْهِ.

ترجمہ: اور جان تو کہ بے شک کم دونوں صورتوں میں منصوب واقع ہوتا ہے۔ جس وقت اس کے بعد ایسا فعل ہو جو اس کی ضمیر میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس سے اعراض نہ کرنے والا ہو جیسے کم رجلا ضربت (کتنے آدمیوں کو تو نے مارا) و کم غلام ملکتُ (بہت سے غلاموں کا میں مالک ہوا) درانحالیکہ مفعول بہ ہے اور جیسے کم ضربۃ ضربت (تو نے کتنی مارنیاں ماری ہیں) درانحالیکہ مفعول مطلق ہے اور کم یوما سرت (کتنے دن تو چلا) و کم یوم صمت (بہت سے دنوں میں میں نے روزہ رکھا) درانحالیکہ مفعول فیہ ہے۔

تشریح: **واعلم انّ کم فی الوجھین الخ.** مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کَم خواہ استفہامیہ ہو یا محلاً منصوب ہوتا ہے، کبھی مجرور ہوتا ہے اور کبھی مرفوع ہوتا ہے۔ تو یہاں سے مصنفا یک ضابطہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کَم کے بعد ایسا فعل (یا شبہ فعل) ہو جو اس کی ضمیر یا متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے خود کَم میں عمل کرنے سے اعراض نہ کر رہا ہو، مطلب یہ ہے کہ وہ فعل (یا شبہ فعل) کم کی ضمیر یا متعلق میں عمل نہ کر رہا ہو تو اس وقت کم اپنی تمیز کے ساتھ مل کر فعل مذکور کے عمل کے مطابق محلاً منصوب ہوگا یعنی اگر کم کی تمیز میں مفعول بہ بننے کی صلاحیت ہو تو کم بھی اپنی تمیز کے ساتھ مل کر فعل مذکور کا مفعول بہ بنے گا جیسے کم رجلاً ضربتَ، یہ کم استفہامیہ کے مفعول بہ بننے کی مثال ہے اور جیسے کم غلامٍ ملکتُ، یہ کم خبریہ کے مفعول بہ بننے کی مثال ہے اور اگر کم کی تمیز میں مفعول مطلق بننے کی صلاحیت ہو تو کم بھی اپنی تمیز کے ساتھ مل کر فعل مذکور کا مفعول مطلق ہوگا جیسے کم ضربۃً ضربتَ، یہ کم استفہامیہ کے مفعول مطلق ہونے کی مثال ہے اور جیسے کم ضربۃٍ ضربتُ، یہ کم خبریہ کے مفعول مطلق ہونے کی مثال ہے اور اگر کم کی تمیز میں مفعول فیہ بننے کی صلاحیت ہو تو کم بھی اپنی تمیز کے ساتھ مل کر فعل مذکور کا مفعول فیہ بنے گا جیسے کم یوماً سرتَ، یہ کم استفہامیہ کے مفعول فیہ ہونے کی مثال ہے اور کم یومٍ صمتُ، یہ کم خبریہ کے مفعول فیہ ہونے کی مثال ہے۔

وَمَجْرُوْراً اِذَا كَانَ قَبْلَهٗ حَرْفُ جَرٍّ اَوْ مُضَافٌ نَحْوُ بِكَمْ رَجُلاً مَرَرْتُ وَعَلٰى كَمْ رَجُلٍ حَكَمْتُ وَغُلَامَ كَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَ وَمَالَ كَمْ رَجُلٍ سَلَبْتُ.

ترجمہ: اور کم (دونوں وجہوں میں) مجرور (واقع) ہوگا۔ جب اس سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو جیسے بکم رجلا مررت (کتنے آدمیوں کے پاس سے تو گذرا) اور علی کم رجل حکمت (بہت سے آدمیوں پر میں نے حکومت کی) اور غلام کم رجلا ضربتَ (کتنے آدمیوں کے غلاموں کو تو نے مارا) اور مال کم رجل سلبتُ (بہت سارے آدمیوں کا مال میں نے چھینا)

تشریح: **مجروراً:** یہاں سے مقصد موقعِ جر کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کم سے پہلے حرفِ جر یا اسم مضاف آئے تو کم اپنی تمیز کے ساتھ مل کر محلاً مجرور ہوتا ہے، حرف جر کے داخل ہونے کی مثال جیسے بکم رجلاً مررتَ، یہ کم استفہامیہ کے مجرور بحرف ہونے کی مثال ہے وعلیٰ کم رجلٍ حکمتُ، یہ کم خبریہ کے مجرور بحرف جر ہونے کی مثال ہے اور اسم مضاف کے داخل ہونے کی مثال ہے جیسے غلامَ کم رجلاً ضربتَ، یہ کم استفہامیہ کے مجرور بالمضاف ہونے کی مثال ہے اور ما لَ کم رجلٍ سلبت، یہ کم خبریہ کے مجرور بالمضاف ہونے کی مثال ہے۔

وَمَرْفُوعًا اِذَا لَمْ يَكُنْ شَيْئاً مِنَ الْاَمْرَيْنِ مُبْتَدَاءٌ اِنْ لَمْ يَكُنْ ظَرْفًا نَحْوُ كَمْ رَجُلاً اَخُوكَ وَكَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُهُ وَخَبْراً اِنْ كَانَ ظَرْفًا نَحْوُ كَمْ يَوْمًا سَفْرُكَ وَكَمْ شَهْرٍ صَوْمِىْ.

ترجمہ: اور کم (دونوں وجہوں میں) مرفوع (واقع) ہوگا جب ان دونوں امروں میں سے کوئی امر نہ ہو مبتدا ہو کر اگر (تمییز) ظرف ہو جیسے کم رجلا اخوک (کتنے مرد تیرے بھائی ہیں) کم رجل ضربتہ (بہت سے آدمیوں کو میں نے مارا) اور خبر ہو کر اگر ہو ظرف جیسے کم یوما سفرک (کتنے دن تیرا سفر ہے) اور کم شھر صومی (میرا روزہ رکھنا بہت مہینوں میں ہے)

تشریح: **مرفوعاً** سے یہاں سے موضعِ رفع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مذکورہ دو امروں میں سے کوئی چیز نہ ہو یعنی (۱) نہ تو کم کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو یا کم کے بعد فعل یا شبہ فعل تو ہو لیکن وہ کم کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے کم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو (۲) اور نہ ہی اس سے پہلے حرفِ جر یا اسم مضاف ہو تو اس وقت کم اپنی تمیز کے ساتھ مل کر محلاً مرفوع ہوگا، پھر مرفوع ہونے کی دو صورتیں ہیں یا مرفوع ہوگا مبتدا ہونے کی بناء پر یا مرفوع ہوگا خبر ہونے کی بناء پر، اس کا ضابطہ یہ ہے یا ظرف نہیں ہوگی اگر تمیز ظرف نہ ہو تو کم محلاً مرفوع ہوگا مبتدا ہونے کی بناء پر جیسے کم رجلاً اخوک، یہ کم استفہامیہ کے مرفوع ہونے کی مثال ہے مبتدا ہونے کی بناء پر اور کم رجلٍ ضربتُہ، یہ کم خبریہ کے مرفوع ہونے کی مثال ہے مبتدا ہونے کی بناء پر اور اگر تمیز ظرف ہو تو کم مرفوع ہوگا خبر ہونے کی بناء پر جیسے کم یوماً سفرک، یہ کم استفہامیہ کے مرفوع ہونے مثال ہے خبر ہونے کی بناء پر و کم شھرٍ صَومِی (میرا روزہ رکھنا بہت سے مہینوں میں ہے) یہ کم خبریہ کے مرفوع ہونے کی مثال ہے خبر ہونے کی بناء پر۔

فَصْل: اَلظُّرُوْفُ الْمَبْنِيَّةُ عَلٰى اَقْسَامٍ مِنْهَا مَا قُطِعَ عَنِ الْاِضَافَةِ بَاَنْ حُذِفَ الْمُضَافُ اِلَيْهِ كَقَبْلُ وَبَعْدُ وَفَوْقَ وَتَحْتَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ اَىْ مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَیْءٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَیْءٍ.

ترجمہ: فصل ظروف مبنیہ چند اقسام پر ہیں بعض ان میں سے وہ ہیں جو اضافت سے کاٹ دیے گئے ہوں بایں طور کہ مضاف الیہ کو حذف کیا گیا ہو جیسے قبل و بعد و فوق و تحت اللہ تعالیٰ نے فرمایا للّٰہ الامر من قبل و من بعد یعنی من قبل کل شیئ و من بعد کل شیئ۔

تشریح: **فصل، الظروف المبنیّة الخ.** ظروف مبنیّہ کی چند قسمیں ہیں:

(۱) ان میں سے بعض وہ ہیں جو مقطوع عن الاضافت ہیں اور ان کے مقطوع عن الاضافت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا

مضاف الیہ ظاہر لفظوں میں نہیں ہوتا (لیکن متکلم کی نیّت میں ہوتا ہے) جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "للّٰه الامرُ من قبلُ ومن بعدُ" یعنی من قبل کل شئی ومن بعد کل شئی" اس میں کل شئی مضاف الیہ ہے جو ظاہر لفظوں میں نہیں ہے لیکن متکلم کی نیّت میں ہے۔

هٰذَا اِذَا كَانَ الْمَحْذُوْفُ مَنْوِيًّا لِلْمُتَكَلِّمِ وَاِلَّا لَكَانَتْ مُعْرَبَةً وَعَلٰى هٰذَا قُرِئَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ وَتُسَمّٰى الْغَايَاتِ.

ترجمہ: یہ (مبنی برضم ہونا) اس وقت ہے کہ جب محذوف متکلم کیلئے منوی ہو ورنہ معرب ہوں گے اور اسی بنا پر للّٰه الامر من قبل و من بعد پڑھا گیا ہے اور ان کا نام غایات رکھا جاتا ہے۔

تشریح: هٰذا الخ. یہاں سے مصنف ظروف مقطوع عن الاضافۃ کے مبنی ہونے کی شرط بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ظروف مقطوع عن الاضافۃ اس وقت مبنی ہوں گے جب ان کا مضاف الیہ محذوف منوی ہو یعنی ظاہر لفظوں میں نہ ہو لیکن متکلم کی نیّت میں ہو تین حالتیں ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) مضاف الیہ مذکور ہو (۲) مضاف الیہ محذوف نسیاً منسیاً ہو یعنی نہ ظاہر لفظوں میں موجود ہو اور نہ متکلم کی نیّت میں ہو (۳) مضاف الیہ محذوف منوی ہو یعنی ظاہر لفظوں میں نہ ہو لیکن متکلم کی نیّت میں ہو، پہلی دو حالتوں میں معرب ہوتے ہیں اور تیسری حالت میں مبنی ہوتے ہیں، پہلی حالت کی مثال جیسے جئتُک من قبلِ زیدٍ ومن بعدِعمروٍ، دوسری حالت کی مثال جیسے رُبَّ بعدٍ کان خیراً من قبلٍ اور تیسری حالت کی مثال جیسے للّٰه الامر من قبلُ ومن بعدُ ای من قبل کل شئی ومن بعد کل شئی ہے کہ اس میں کل شئی مضاف الیہ کو حذف کر دیا گیا ہے لیکن متکلم کی نیّت میں ہے۔

وعلی هذا قرئ الخ. چونکہ ان ظروف مقطوع عن الاضافت کے مبنی برضم ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان کا مضاف الیہ محذوف منوی ہو اس لئے ایک قراءت میں مضاف الیہ کے منوی نہ ہونے کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے قول "للّٰه الامر من قبلٍ ومن بعدٍ" میں قبلٍ اور بعدٍ کو معرب مجرور پڑھا گیا ہے، اگر مضاف الیہ محذوف منوی ہو تو قبل اور بعد مبنی ہوں گے اور اگر مضاف الیہ محذوف منوی نہ ہو تو معرب ہوں گے۔

وتسمّی الغایات الخ. ظروف مقطوع عن الاضافت کا نام غایات رکھا جاتا ہے، غایات جمع ہے غایة کی، اس کے معنی ہیں انتہاء ان کا نام غایات رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کو حذف کرنے سے قبل جملہ کی انتہاء مضاف الیہ پر ہوتی ہے، لیکن مضاف الیہ کو حذف کرنے کے بعد جملہ کی انتہاء خود ان پر ہو جاتی ہے گویا کہ یہ جملہ کی انتہاء اور غایت بن جاتے ہیں، اس لئے ان کا نام غایت رکھا جاتا ہے۔

وَمِنْهَا حَيْثُ بُنِيَتْ تَشْبِيْهًا لَهَا بِالْغَايَاتِ لِمُلَازَمَتِهَا الْاِضَافَةَ اِلَى الْجُمْلَةِ فِي الْاَكْثَرِ قَالَ اللّٰهُ

تَعَالٰی سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لا يَعْلَمُوْنَ.

ترجمہ: اوران (ظروف مبنیہ) میں سے حیث ہے جو غایات کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مبنی ہے۔ اس لئے کہ اکثر استعمال میں یہ جملہ کی طرف اضافت کو لازم پکڑے ہوئے ہے۔ بوجہ لازم کو پکڑنے اس کے اضافت کو جملہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سنستدرجھم من حیث لا یعلمون۔

تشریح: ومنھا حیث الخ. (۲) ظروف مبنیّہ کی قسم ثانی حیثُ ہے، حیث کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ غایات کے مشابہ ہے اور وجہ مشابہت یہ ہے کہ حیث اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''سنستدرجھم من حیث لا یعلمون'' اس میں حیث، لا یعلمون کی طرف مضاف ہے جو کہ جملہ ہے اور جملہ من حیث انھا جملة نہ مضاف ہوتا ہے اور نہ مضاف الیہ، لیکن وہ بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ ہوتا ہے گویا کہ حیث کا مضاف الیہ درحقیقت مصدر ہوتا ہے جو کہ مذکور نہیں ہوتا، پس حیث مضاف الیہ کے مذکور نہ ہونے میں اور مضاف الیہ کی طرف محتاج ہونے میں غایات کے مشابہ ہوتا ہے مذکورہ بالا مثال ''سَنَستَدرِجُهُم مِن حَيثُ لَا يَعلَمُونَ'' میں بظاہر حیث جملہ لا یعلمون کی طرف مضاف ہے لیکن حقیقت میں ''عدم علمھم'' مصدر کی طرف مضاف ہے جو لا یعلمون سے مفہوم ہے، خلاصہ یہ ہے کہ حیث بظاہر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے لیکن درحقیقت مصدر کی طرف مضاف ہوتا ہے جو اس جملہ سے مفہوم ہوتا ہے۔

فائدہ: جمہورؒ کے ہاں ''حیث'' مکان کے لئے آتا ہے جب کہ اخفشؒ کے ہاں زمان کے لئے آتا ہے۔

وَقَدْ يُضَافُ اِلَى الْمُفْرَدِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ ؎

اَمَا تَرٰى حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعًا. اَیْ مَكَانَ سُهَيْلٍ فَحَيْثُ هٰذَا بِمَعْنٰى مَكَانٍ.

ترجمہ: اور حیث کبھی کبھی مفرد کی طرف مضاف کیا جاتا ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے اما تری الخ۔

تشریح: وقد یضاف الی المفرد الخ.

عام طور پر حیث جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی حیث مفرد کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے جیسے شاعر کا شعر ہے ''اماَ تری حیثُ سهیل طالعاً'' اس میں حیث مضاف ہے سهیل کی طرف جو کہ مفرد ہے، پورا شعر اس طرح ہے ؎

اماَ تری حیثُ سهیلٍ طالعاً نجماً یُضیئُ کالشهاب ساطعاً

سہیل ایک ستارہ کا نام ہے۔ شہاب بمعنی آگ کا شعلہ

شعر کی ترکیب: ہمزہ استفہامیہ، ما نافیہ تری فعل مضارع مع فاعل، حیث مضاف سهیل ذوالحال، طالعاً حال، ذوالحال حال مل کر مفعول فیہ ہوا تریٰ کا، نجماً موصوف، یضیئ فعل با فاعل کاف حرف جار الشهاب ذوالحال ساطعاً حال، ذوالحال حال مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا یضیئ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت، موصوف صفت مل کر مفعول بہ ہوا تریٰ کا، یہ بھی احتمال ہے کہ طالعاً مفعول بہ ہو تریٰ کا اور نجماً بدل ہو طالعاً سے اور یضیئ اور ساطعاً دونوں نجماً کی صفتیں ہوں، اور یہ بھی

احتمال ہے کہ نجم مرفوع ہو بنا بر خبر ہونے کے اور اس کا مبتدا ''ھو'' محذوف ہو۔

شعر کا معنی: کیا تو نہیں دیکھتا سہیل کی جگہ میں درانحالانکہ وہ (سہیل) طلوع ہو رہا ہے ایک ایسے روشن ستارہ کو جو آگ کے شعلہ کی طرح چمک رہا ہے، اس حال میں کہ وہ (شعلہ) بلند ہونے والا ہے۔

وَشَرْطُهُ اَنْ يُضَافَ اِلَى الْجُمْلَةِ نَحْوُ اِجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زَيْدٌ.

ترجمہ: اور اس (کے مبنی ہونے) کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ کی طرف مضاف ہو۔ جیسے اجلس حيث يجلس زيد یعنی اجلس مكان جلوس زيد (زید کے بیٹھنے کی جگہ میں بیٹھ)۔

تشریح: **وشرطه' الخ.** (اکثر استعمال کی بناء پر) حیث کے مبنی ہونے کی شرط یہ ہے کہ حیث جملہ کی طرف مضاف ہو، جملہ عام ہے خواہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو، جملہ اسمیہ کی طرف مضاف ہو جیسے اَجلس حيث زيد جالسٌ، اس میں حیث مضاف ہے زيدٌ جالسٌ جملہ اسمیہ کی طرف، جملہ فعلیہ کی طرف مضاف ہو جیسے اَجلس حيث يجلس زيد، اس میں حیث مضاف ہے يجلس زيد جملہ فعلیہ کی طرف۔

وَمِنْهَا اِذَا وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبِلِ وَاِذَا دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِي صَارَ مُسْتَقْبِلاً نَحْوُ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَفِيْهَا مَعْنَى الشَّرْطِ وَيَجُوْزُ اَنْ تَقَعَ بَعْدَهَا الْجُمْلَةُ الْاِسْمِيَّةُ نَحْوُ اٰتِيْكَ اِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ وَالْمُخْتَارُ الْفِعْلِيَّةُ نَحْو اٰتِيْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ.

ترجمہ: اور ان (ظروف مبنیہ) میں سے اذا ہے اور وہ مستقبل کیلئے آتا ہے اور جب وہ ماضی پر داخل ہوتا ہے تو ماضی (مستقبل ہو جاتی ہے) جیسے اذا جاء نصر اللّٰه (جب آئیگی اللہ کی مدد) اور اس میں شرط کا معنی ہے اور جائز ہے کہ اس کے بعد جملہ اسمیہ واقع ہو جیسے اتيك اذا الشمس طالعة (آؤں گا میں تیرے پاس جب سورج طلوع ہونے والا ہوگا) اور مختار جملہ فعلیہ ہے جیسے اتيك اذا طلعت الشمس (آؤں گا میں تیرے پاس جب سورج طلوع ہوگا)

تشریح: **ومنها اِذَا الخ.** (۳) ظروف مبنیّہ کی تیسری قسم اِذا ہے جو مستقبل کے لئے آتا ہے یعنی اذا جب ماضی پر داخل ہو تو ماضی اکثر مستقبل کے معنی میں ہو جاتی ہے جیسے اِذَا جَاءَ نَصرُ اللّٰهِ، اس میں جاء فعل ماضی ہے جو مستقبل کے معنی میں ہے اور کبھی ماضی مستقبل کے معنی نہیں بھی ہوتی جیسے حَتىّٰ اِذَا بَلَغَ مَغرِبَ الشَمس میں باوجود اِذَا کے داخل ہونے کے ماضی، ماضی کے معنی میں ہی ہے۔

وفيها معنى الشرط الخ. اذا کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں (یعنی ایک جملہ کے مضمون کا دوسرے جملہ کے مضمون پر مرتب ہونا) پس چونکہ اذا حرف شرط کے معنی کو متضمن ہے اور جو لفظ کسی حرف کے معنی کو متضمن ہو وہ مبنی ہوتا ہے اس وجہ سے اِذا مبنی ہے۔

ویجوز ان تقع الخ. اِذا کے بعد جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں لاسکتے ہیں لیکن جملہ فعلیہ کالانا مختار ہے اس کے بعد جملہ اسمیہ لانے کی مثال جیسے اتیکَ اذا الشمس طالعۃٌ اوراس کے بعد جملہ فعلیہ لانے کی مثال جیسے آتیکَ اذا طلعتِ الشمس.

وَقَدْ تَكُوْنُ لِلْمُفَاجَاةِ فَيُخْتَارُ بَعْدَهَا الْمُبْتَدَأُ نَحْوُ خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ.

ترجمہ: اوراذا کبھی مفاجاۃ کیلئے ہوتا ہے۔ پس اس کے بعد مبتدا پسندیدہ ہے جیسے خرجت الخ۔

تشریح: **وقد یکون للمفاجاۃ الخ.** اورکبھی اذا مفاجاۃ[۱] کے لئے آتا ہے، یعنی اذا کسی چیز کے اچانک ملنے یا ہونے پر دلالت کرتا ہے اوراس صورت میں اسے اذا مفاجاتیہ کہتے ہیں اس وقت اس میں شرط کے معنی نہیں پائے جاتے، لہٰذا اس کے بعد مبتدا یعنی جملہ اسمیہ کالانا مختار ہے تا کہ اذا مفاجاتیہ اور اذا شرطیہ کے درمیان فرق ہوجائے جیسے "خرجت فاذا السبع واقف"

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

وَمِنْهَا اِذْ وَهِيَ لِلْمَاضِيْ وَتَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ الْاِسْمِيَّةُ وَالْفِعْلِيَّةُ نَحْوُ جِئْتُكَ اِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاِذِ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ.

ترجمہ: اوران (ظروف مبنیہ) میں سے اذ ہے اور وہ ماضی کیلئے آتا ہے اوراس کے بعد دونوں قسم کے جملے واقع ہوتے ہیں یعنی اسمیہ و فعلیہ جیسے جئتک الخ۔

تشریح: **ومنہا اِذْ الخ.** (۴) ظروف مبنیہ کی چوتھی قسم اِذ ہے اور یہ ماضی کے لئے آتا ہے اور مستقبل کو بھی ماضی کے معنی میں کردیتی ہے اوراس کے بعد جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں آسکتے ہیں ،اِذ کے بعد جملہ فعلیہ ہونے کی مثال جیسے جئتک اذ طلعت الشمس اوراس کے بعد جملہ اسمیہ ہونے کی مثال جیسے جئتک اذ الشمس طالعۃ

فائدہ: اِذ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تین حرف سے کم پر مشتمل ہونے کی بناء پر مبنی الاصل حرف کے مشابہ ہے

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

وَمِنْهَا اَيْنَ وَاَنّٰى لِلْمَكَانِ بِمَعْنَى الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَيْنَ تَمْشِيْ وَاَنّٰى تَقْعُدُ وَبِمَعْنَى الشَّرْطِ نَحْوُ اَيْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ وَاَنّٰى تَقُمْ اَقُمْ.

ترجمہ: اوران (ظروف مبنیہ) میں سے این اورانی ہیں جو مکان کیلئے ہیں۔اس حال میں کہ وہ معنی استفہام کے ساتھ ہیں۔جیسے این تمشی،انی تقعد اور معنی شرط کے ساتھ ہیں۔جیسے این تجلس اجلس، انی تقم اقم۔

تشریح: **ومنہا این وانّٰی الخ.** (۵) ظروف مبنیہ کی قسموں میں سے ایک قسم این وانّٰی ہیں اور شرطِ مکانی کے لئے آتے ہیں اوراستفہامِ مکانی کے لیے آتے ہیں، استفہام مکانی کے لئے جیسے اینَ تمشِیْ (تو کہاں جائے گا) انّٰی تقعدُ (تو کہاں بیٹھے گا) اورشرط مکانی کے لئے جیسے این تجلسْ اَجلسْ (جہاں تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا) اوراَنّٰی تقمْ اَقمْ (جہاں تو کھڑا ہوگا میں کھڑا ہوں گا)۔

فائدہ: یہ دونوں حرف شرط اورحرفِ استفہام کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں۔

وَمِنْهَا مَتٰى لِلزَّمَانِ شَرْطًا اَوِ اسْتِفْهَامًا نَحْوُ مَتٰى تَصُمْ اَصُمْ وَمَتٰى تُسَافِرُ.

ترجمہ: اوران (ظروف مبنیہ) میں سے متی ہے جو زمان کیلئے ہے۔شرط کے اعتبار سے یا استفہام کے اعتبار سے جیسے متی تصم اصم اور متی تسافر الخ۔

تشریح: ومنها متیٰ الخ.(٦) ظروف مبنیہ میں سے ایک متیٰ ہے اور یہ شرط زمانی اور استفہام زمانی کے لئے آتا ہے۔شرطِ زمانی کے لئے جیسے متیٰ تقمْ اقمْ، اور استفہام زمانی کے لئے جیسے متیٰ تُسافرُ.

فائدہ: چونکہ یہ حرفِ شرط یا حرفِ استفہام کے معنیٰ کو متضمّن ہوتا ہے اس لیے مبنی ہوتا ہے۔

وَمِنْهَا كَيْفَ لِلْاِسْتِفْهَامِ حَالاً نَحْوُ كَيْفَ اَنْتَ اَیْ فِیْ اَیِّ حَالٍ اَنْتَ وَمِنْهَا اَیَّانَ لِلزَّمَانِ اِسْتِفْهَامًا نَحْوُ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ.

ترجمہ: اوران (ظروف مبنیہ) میں سے کیف ہے جو استفہام کے لئے ہے حال کے اعتبار سے جیسے کیف انت یعنی فی ای حال انت (تو کس حالت میں ہے) اوران میں سے ایان ہے زمان کے لئے ہے۔استفہام کے اعتبار سے جیسے ایان یوم الدین (کب ہوگا جزا کا دن)۔

تشریح: ومنها کیف الخ.

(٧) اوران ظروف مبنیہ میں سے ایک کیف ہے اور یہ استفہام حالی کے لئے آتا ہے یعنی حال دریافت کرنے کے واسطے آتا ہے جیسے کیف انت یعنی فِی اَیِّ حَالٍ اَنتَ اور یہ حرف استفہام کے معنیٰ کو متضمّن ہونے کی بناء پر مبنی ہے۔

قوله ومنها ایّان الخ.(٨) ان میں سے ایک ایّان ہے اور یہ استفہام زمانی کے لئے آتا ہے جیسے ایّان یوم الدین (کونسا دن ہے جزاء کا) یہ بھی حرف استفہام کے معنیٰ کو متضمن ہونے کی بناء پر مبنی ہے۔

وَمِنْهَا مُذْ وَمُنْذُ بِمَعْنٰى اَوَّلِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلُحَ جَوَابًا لِمَتٰى نَحْوُ مَا رَأَيْتُهُ مُذْ اَوْ مُنْذُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَتٰى مَا رَأَيْتَ زَيْدًا اَیْ اَوَّلُ مُدَّةِ اِنْقِطَاعِ رُؤْيَتِیْ اِيَّاهُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَبِمَعْنٰى جَمِيْعِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلُحَ جَوَابًا لِكَمْ نَحْوُ مَا رَأَيْتُهُ مُذْ اَوْ مُنْذُ يَوْمَيْنِ فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ كَمْ مُدَّةً مَا رَأَيْتَ زَيْدًا اَیْ جَمِيْعُ مُدَّةِ مَا رَأَيْتُهُ يَوْمَانِ.

ترجمہ: اوران (ظروف مبنیہ) میں سے مذ اور منذ ہیں جو اول مدت کے معنیٰ میں ہیں اگر ہر ایک متی کا جواب بننے کی صلاحیت رکھے جیسے ما رأیته مذ او منذ یوم الجمعة اس شخص کے جواب میں جو کہے کم متی ما رأیت زیدا (تو نے کب سے نہیں دیکھا زید کو) یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی اول مدت یوم الجمعہ ہے اور جمیع مدت کے معنیٰ میں ہیں۔اگر ہر ایک کم کا جواب بننے کی صلاحیت

رکھے جیسے ما رأیته مذ او منذ یومین اس شخص کے جواب میں جو کہے کم مدة ما رأیت زیدا (کتنی مدت تو نے زید کو نہیں دیکھا) یعنی کل مدت اس کو نہ دیکھنے کی دو دن ہے۔

تشریح: **ومنها مذ و منذ الخ.** (۹) ظروف مبنیہ میں سے مذ اور منذ ہیں اور یہ دونوں دو معنوں کے لئے آتے ہیں (۱) ابتدائی مدت بتانے کے لیے یعنی اس فعل کی ابتدائی مدت بتانے کے لئے آتے ہیں جو ان سے پہلے واقع ہو (۲) جمیع مدت بتانے کے لیے یعنی اس فعل کی تمام مدت بتانے کے لئے آتے ہیں جو ان سے پہلے واقع ہو اور یہ ابتدائی مدت بتانے کے لئے اس وقت آتے ہیں جب ان کے بعد والے زمانے میں متیٰ کا جواب بننے کی صلاحیت ہو جیسے کوئی شخص کہے متیٰ ما رأیت زیداً تو اس کے جواب میں کہا جائے گا ما رأیتُه مذ او منذُ یومِ الجمعة (یعنی میرے زید کو نہ دیکھنے کی اول مدت جمعہ کا دن ہے) اور یہ دونوں یعنی جمیع مدت بتانے کے لئے اس وقت آتے ہیں جب ان کے بعد والے زمانے میں کم کا جواب بننے کی صلاحیت ہو جیسے کوئی کہے "کم مدةً مَا رأیتَ زَیداً" تو اس کے جواب میں کہا جائے گا ما رأیتُه مُذ او مُنذُ یومَین (یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی پوری مدت دو دن ہے)۔

فائدہ: مذ اور منذ کا استعمال دو طرح پر ہے، (۱) بطور حرف جر کے، اس وقت تو یہ مبنی الاصل ہوں گے، (۲) بطور اسم ظرف کے، اس وقت اس لئے مبنی ہیں کہ یہ اس مذ اور منذ کے مشابہ ہیں جو حرفِ جر ہیں یا اسلئے مبنی ہیں کہ مذ دو حرف پر مشتمل ہے اور منذ، مذ پر محمول ہے۔

وَمِنْهَا لَدیٰ وَلَدُنْ بِمَعْنٰی عِنْدَ نَحْوُ اَلْمَالُ لَدَیْکَ وَالْفَرقُ بَیْنَهُمَا اَنَّ عِنْدَ لاَ یُشْتَرَطُ فِیْهِ الْحُضُوْرُ وَیُشْتَرَطُ ذٰلِکَ فِی لَدٰی وَلَدُنْ وَجَاءَ فِیْهِ لُغَاتٌ اُخَرُ لَدْنِ وَلُدْنِ ولَدَنْ وَلَدْ وَلُدْ وَلِدْ.

ترجمہ: اوران (ظروف مبنیہ) میں سے لدی ولدن ہیں جو عند کے معنی میں ہیں جیسے المال لدیک (مال تیرے پاس ہے) اور فرق لدی ولدن اور عند میں یہ ہے کہ عند میں چیز کا حاضر ہونا شرط نہیں پایا گیا اور یہ بات لدی ولدن میں شرط کی گئی ہے اور اس میں کئی لغتیں اور آئی ہیں۔ لَدْنِ، لُدْنَ، لَدَنْ، لَدْ لُدْ، لِدْ، الخ۔

تشریح: (۱۰) **ومنها لدیٰ ولدن الخ.** اور ظرف مبنیہ میں سے لدیٰ ولدن ہیں اور یہ عند کے معنی میں ہوتے ہیں جیسے المال لدیک یعنی المال عندک، عند اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ عند میں حضوری (یعنی چیز کا حاضر ہونا) شرط نہیں لیکن لدیٰ ولدن میں چیز کا حاضر ہونا شرط ہے، چنانچہ المال عند زید اس وقت کہنا بھی جائز ہے جب مال زید کے پاس موجود ہو اور اس وقت کہنا بھی جائز ہے جب مال زید کے پاس حاضر نہ ہو بلکہ بینک میں ہو، لیکن المال لدیٰ زیدٍ کہنا اس وقت صحیح ہوگا جب مال زید کے پاس موجود ہو اور جب مال زید کے پاس نہ ہو تو پھر المال لدیٰ زید کہنا درست نہیں۔

وجاء فیه لغات اُخر الخ.

اور لدن میں مذکورہ لغت کے علاوہ اور لغتیں بھی آتی ہیں (۱) لَدْنِ بفتح اللام وسکون الدال وکسر النون، (۲) لُدْنِ بضم اللام وسکون الدال وکسر النون (۳) لَدَنْ بفتح اللام والدال و سکون النون (۴) لُدْنَ بضم اللام وسکون

ا قد سے اشارہ فرمایا کہ اکثر حال مفرد ہوتا ہے، البتہ کبھی جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے۔۱۲

الدال وفتح النون (۵) لَدَ بفتح اللام وسكون الدال وحذف النون (۶) لُدُ بضم اللام وسكون الدال وحذف النون (۷) لُدُبضم اللام والدال وحذف النون (۸) لِدُ بكسر اللام وسكون الدال وحذف النون، لَدُنْ، لَدٰی کی بعض لغتیں مثلاً لَدُ وغیرہ تین حرف سے کم پر مشتمل ہونے کی بناء پر مبنی ہیں اور باقی لغات ان پر محمول ہیں۔

وَمِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِي الْمَنْفِيِّ نَحْوُ مَا رَأَيْتُهُ قَطُّ وَمِنْهَا عَوْضُ لِلْمُسْتَقْبِلِ الْمَنْفِيْ نَحْوُلاَ اَضْرِبُهُ عَوْضُ.

ترجمہ: اوران (ظروف مبنیہ) میں سے قط ہے جو ماضی منفی کے لئے ہے۔ جیسے ما رأیته، قط اوران میں سے عوض ہے جو مستقبل منفی کے لیے ہے۔ جیسے لا اضربه عوض۔ (میں اس کو بالکل نہیں ماروں گا)

تشریح: (۱۱) **ومنها قطّ الخ.** اورظروف مبنیہ میں سے ایک قَطُّ ہے یہ ماضی منفی کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے ما رأیتهُ، قَطُّ (میں نے اس کو بالکل نہیں دیکھا) قَطُ تین حرف سے کم پر مشتمل ہونے کی بناء پر مبنی ہے اور باقی دونوں اس پر محمول ہیں۔

(۱۲) **ومنها عوضُ الخ.** اوران میں سے ایک عَوْضُ ہے اور یہ مستقبل منفی کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے لا اضربُه، عوضُ، (میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا) اور عوض کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ غایات کی طرح اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہوتا ہے تو مضاف الیہ کی طرف احتیاجی میں یہ مبنی الاصل حرف کے مشابہ ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّهُ اِذَا اُضِيْفَ الظُّرُوْفُ اِلَى الْجُمْلَةِ اَوْ اِلٰى اِذْ جَازَ بِنَاؤُهَا عَلَى الْفَتْحِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى هٰذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ وَكَيَوْمَئِذٍ وَحِيْنَئِذٍ وَكَذٰلِكَ مِثْلُ وَغَيْرُ مَعَ مَا وَاَنْ وَاَنَّ تَقُوْلُ ضَرَبْتُهُ مِثْلَ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ وَغَيْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ.

ترجمہ: اور جان تو کہ تحقیق شان یہ ہے کہ جب ظروف (غیر مبنیہ) کی جملہ کی طرف یا اذ کی طرف اضافت کی جائے تو ان کا مبنی بر فتح ہونا جائز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے هذا یوم ینفع الصّٰدقین صدقهم (یہ دن ہے کہ سچے لوگوں کو ان کا سچ نفع دے گا) اور جیسے یومئذ حینئذ اوراسی طرح وہ لفظ مثل اور غیر جو ما اوران (مخففہ) مصدریہ کے اوران (مثقلہ) کے ساتھ ہو تو کہے گا ضربتُه مثلَ ما ضَرَبَ زید (میں نے اس کو مارا مثل مارنے زید کے) اور جیسے غَیْرَ اَنْ ضَرَبَ زیدُ (میں نے اس کو مارا بغیر مارنے زید کے)

تشریح: **واعلم انّه اذا اضیف** ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ ظروف غیر مبنیہ جب جملہ یا اذ کی طرف مضاف ہوں تو ان کا مبنی بر فتحہ ہونا جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "هٰذَا یَوْمُ یَنفَعُ الصّٰدِقِینَ صِدْقُهُم" اس میں یوم کو (جو کہ ظرف غیر مبنی ہے) مبنی بر فتحہ پڑھنا جائز ہے اس لئے کہ یہ ینفع الصّٰدقین کی طرف مضاف ہے جو کہ جملہ ہے اسی طرح یومئذٍ، حینئذٍ میں یوم اور حین کو اذ کی طرف مضاف ہونے کی بناء پر مبنی بر فتحہ پڑھنا بھی جائز ہے، اسی طرح مثلَ اور غیرَ جب مَا اور اَنْ مخفّفہ اور اَنَّ مثقّلہ کے ساتھ ہوں یعنی ان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہوں تو ان کا مبنی بر فتحہ ہونا بھی جائز ہے جیسے ضربتُه، مثلَ ما ضرب زیدٌ

وضربتُه غیرَ اَنَّ ضربَ زیدٌ،

وَمِنْهَا اَمْسِ بِالْكَسْرِ عِنْدَ اَهْلِ الْحِجَازِ.

ترجمہ: اوران (ظروف مبنیہ) میں سے امسِ کسرہ کے ساتھ ہے اھل حجاز کے ہاں۔

تشریح: **ومنھا امسِ الخ.** اوران میں سے ایک امسِ ہے اہل حجاز کے نزدیک یہ مبنی بر کسرہ ہوتا ہے اور بعض نحاۃ کے نزدیک یہ معرب ہوتا ہے جیسے جاء زید امس۔

وَالْخَاتِمَةُ فِي سَائِرِ اَحْكَامِ الْاِسْمِ وَلَوَاحِقِهِ غَيْرَ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَفِيْهَا فُصُوْلٌ.

ترجمہ: اورخاتمہ اسم کے بقیہ احکام میں ہے اوراس کے ایسے لواحق میں ہے جومعرب ومبنی کےعلاوہ ہیں اوراس میں چند فصلیں ہیں۔

تشریح: **والخاتمة الخ.** یہ خاتمہ اسم کے باقی احکام کے لئے وضع کیا گیا ہے،

فَصْل: اِعْلَمْ اَنَّ الْاِسْمَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مَعْرِفَةٌ وَنَكِرَةٌ اَلْمَعْرِفَةُ اِسْمٌ وُضِعَ لِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ وَهِيَ سِتَّةُ اَقْسَامٍ اَلْمُضْمَرَاتُ وَالْاَعْلَامُ وَالْمُبْهَمَاتُ اَعْنِيْ اَسْمَاءَ الْاِشَارَاتِ وَالْمَوْصُوْلَاتِ وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ وَالْمُضَافُ اِلٰى اَحَدِهَا اِضَافَةً مَعْنَوِيَّةً وَالْمُعَرَّفُ بِالنِّدَاءِ.

ترجمہ: جان تو کہ تحقیق اسم دوقسم پر ہے معرفہ اورنکرہ، معرفہ وہ اسم ہے جوکسی شی معین کیلئے وضع کیا گیا ہو۔اوروہ چھ قسمیں ہیں: مضمرات، اعلام، مبہمات، میں مراد لیتا ہوں اسماء اشارہ اور اسماء موصولہ، معرف باللام اور وہ اسم جوان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو اضافت معنویہ کے ساتھ اوروہ اسم جس کو نداء کے ذریعے معرفہ بنایا گیا ہو۔

تشریح: **فصل**: یہاں سے اسم کی تقسیم فرمارہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم کی عموم وخصوص کے اعتبار سے دوقسمیں ہیں:

(۱) معرفہ (۲) نکرہ

معرفہ: وہ اسم ہے جوشی معین کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

وھی ستّة اقسام الخ. معرفہ کی چھ قسمیں ہیں (۱) مضمرات جیسے ھو، انا، نحنُ وغیرہ (۲) اَعلام جیسے زید، عمرو، بکر وغیرہ (۳) مبھمات یعنی اسمائے اشارہ اوراسمائے موصولہ، ان کو مبہمات اس لئے کہتے ہیں کہ اسمِ اشارہ، اشارۂ حسیّہ کے بغیر مخاطب کے نزدیک مبہم رہتا ہے یعنی جب تک متکلم اشارہ حسیّہ نہ کرے تو مخاطب کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے متکلم کی کیا مراد ہے اور اسی طرح اسمائے موصولہ، صلہ کے بغیر مخاطب کے نزدیک مبہم رہتے ہیں۔

(۴) معرّف باللام جیسے الرجل (۵) ان چاروں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو باضافت معنویہ، اضافتِ معنویہ کی قید اس لئے لگائی کہ اضافتِ لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی (۶) **معرفه بنداء** جیسے **یا رجل**.

لے مقدار وہ چیز ہے جس سے کسی شے کا اندازہ کیا جائے اوروہ چند چیزیں ہیں عدد، کیل، مساحت، وزن۔ ۲ے کیل کا معنی ہے ناپنا اور مساحت کا معنی ہے پیائش کرنا۔

♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋

وَالْعَلَمُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ لايَتَنَاوَلُ غَيْرَهُ بِوَضْعٍ وَاحِدٍ وَاَعْرَفُ الْمَعَارِفِ الْمُضْمَرُ الْمُتَكَلِّمُ نَحْوُ اَنَا وَنَحْنُ ثُمَّ الْمُخَاطَبُ نَحْوُ اَنْتَ ثُمَّ الْغَائِبُ نَحْوُ هُوَ ثُمَّ الْعَلَمُ ثُمَّ الْمُبْهَمَاتُ ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِالنِّدَاءِ وَالْمُضَافُ فِي قُوَّةِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ وَالنَّكِرَةُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ كَرَجُلٍ وَفَرَسٍ.

ترجمہ: اورعَلَم وہ اسم ہے جومعین شئی کیلئے وضع کیا گیا ہودرانحالیکہ وہ وضع واحد کے ساتھ اس کے غیر کوشامل نہ ہو۔اوراعرف المعارف ضمیر متکلم ہے جیسے انا، نحن پھرضمیر مخاطب جیسے انت پھرضمیر غائب جیسے ھو پھرعلم پھرمبہمات پھرمعرف باللام پھرمعرفہ بنداءاورمضاف مضاف الیہ کی قوت میں ہےاورنکرہ وہ اسم ہے جوغیرمعین چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو۔جیسے رجل اور فرس۔

تشریح: قولہ والعَلم الخ. عَلم وہ اسم ہے جوشئ معیّن[1] کے لئے وضع کیا گیا ہودرانحالیکہ وہ وضعِ واحد کے ساتھ اس کے غیر کوشامل نہ ہو۔

فوائد قیود: (۱) وُضع لشيٍ معيّن بمنز لہ جنس کے ہے جوتمام معارف کوشامل ہے۔

(۲) لا يتناول فصل ہےاس سے باقی تمام معارف نکل گئے۔

اوروضعِ واحد کی قید کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس ایک وضع کے لحاظ سے اس کے غیر کوشامل نہ ہو،اگرشامل ہوتو دوسری وضع کے اعتبار سے شامل ہو،اس قید لگانے سے مقصد یہ ہے تا کہ اَعلام مشترکہ علَم کی تعریف میں داخل ہوجائیں مثلاًلفظِ زید دوآ دمیوں کا نام ہوتو وہ اگر چہ غیر کوشامل ہے لیکن ایک وضع کے ساتھ شامل نہیں بلکہ دووضعوں کے ساتھ شامل ہے۔

اعرف المعارف الخ. جمہور کے ہاں معارف میں سب سے زیادہ معرفہ ضمیر متکلم ہے جیسے اَنا،نحن وغیرہ اس کے بعدضمیر مخاطب ہے جیسے انتَ، پھرضمیر غائب ہے جیسے ھُوَ، پھرعَلَم ہے پھر مبهمات یعنی اسمائے اشارہ،اسمائے موصولہ ہیں، پھر معرف باللام، پھرمعرفه به ندا،

والمضاف فی قوۃ المضاف الیه الخ. مضاف، مضاف الیہ کی قوّت میں ہوتا ہے یعنی تعریف میں جو مرتبہ مضاف الیہ کا ہوتا ہے وہی مرتبہ مضاف کا ہوتا ہےاس لئے کہ مضاف،مضاف الیہ سے تعریف حاصل کرتا ہے۔

نکرہ: وہ اسم ہے جوغیرمعیّن شئ کے لئے وضع کیا گیا ہوجیسے رجلٌ اور فرسٌ۔

♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋♎♋

[1] بعض اوقات تمیز،مفرد سے ابہام کودورکرتی ہےاوربعض اوقات جملہ سے ابہام کودورکرتی ہے، پھروہ مفرد ممیّز کبھی مقدار ہوتا ہےاورکبھی غیر مقدار۔پس اگرتمیز مفرد سے ابہام کو دورکرے تواس مفرد ممیّز مقداراورمفرممیّز دغیر مقدار کواسم تام کہا جاتا ہےاوراسم کے تام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسم ایسی حالت میں ہوکہ اس حالت کے ہوتے ہوئے وہ کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف نہ ہوسکےاوراسم کا تام ہونا یا تنوین سے ہوتا ہے جیسے عندی رطلٌ زیتاً، یانون تثنیہ سے جیسے عندی قفیزان بُرّاًیانون جمع سے جیسے ھم الا خسرون اَعمالاًیامشابہ نون جمع سے جیسے عندی عشرون رجلاً یااضافت سے جیسے علی التمرۃ مثلھا زبداً،مثلھا ضمیر کی طرف مضاف ہوتے ہوئے کسی اورکی طرف مضاف نہیں ہوسکتا،اسی طرح تنوین،نون تثنیہ وجمع کے ہوتے ہوئے وہ اسم کسی اورکی طرف مضاف نہیں ہوسکتا، پھریہی اسم تام تمیز کونصب دیتا ہے کیونکہ یہ اسم تام ہونے کی وجہ سے فعل کے مشابہ ہوجاتا ہے کہ جس طرح فعل فاعل کے ساتھ تام ہوکر مفعول بہ کونصب کرتا ہےاسی طرح اسم تنوین وغیرہ کے ساتھ تام ہوکر تمیز کونصب دیتا ہے۔پھرالف لام کے ساتھ بھی اسم تام ہوجاتا ہے کہ الف لام کے ہوتے ہوئے اسم دوسرے کی طرف مضاف نہیں ہوسکتا،لیکن اس صورت میں یہ فعل کے مشابہ نہیں ہوتا، کیونکہ فعل کا تام ہونا فاعل کے ساتھ ہوتا ہےاورفاعل آخرمیں آتا ہے جبکہ الف لام شروع میں آتا ہےاس لئے اگراسم الف لام کے ذریعے تام ہوتوفعل کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے وہ تمیز کونصب نہ کرے گا۔

فَصْل: اَسْمَاءُ الْعَدَدِ مَا وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى كَمِيَّةِ اٰحَادِ الْاَشْيَاءِ وَاُصُوْلُ الْعَدَدِ اِثْنَتَا عَشَرَةَ كَلِمَةً وَاحِدَةٌ اِلٰى عَشَرَةٍ وَمِائَةٌ وَاَلْفٌ.

ترجمہ: اسم عدد وہ اسم ہے جو اشیاء کے افراد کی مقدار پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو اور اصولی عدد بارہ کلمے ہیں واحد سے لے کر عشرہ تک اور مائۃ اور الف۔

تشریح: فصل، اسماء العدد الخ. اسمائے عدد وہ اسماء ہیں جو کسی شئی کے افراد کی مقدار یعنی معدود کے افراد کی مقدار پر دلالت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔

اصول العدد: اصولِ عدد یعنی وہ اسمائے عدد جن سے دوسرے اسمائے عدد بنتے ہیں، بارہ ہیں واحدٌ سے لے کر عشرٌ تک اور مائۃٌ اور الفٌ، یعنی اصل عدد بارہ ہیں، باقی تمام اعداد انہی بارہ سے بنتے ہیں یا تو بذریعہ عطف کے بنتے ہیں جیسے احدٌ وعشرون یا بذریعہ اضافت کے بنتے ہیں جیسے ثَلَاثُ مائَةٍ یا اصولِ اعداد میں سے کسی کو تثنیہ یا جمع لانے سے جیسے اَلفَین، مأتَین، اُلُوفٌ، عشر مِأٰت وغیرہ۔

ꕥꕥꕥ

وَاسْتِعْمَالُهُ مِنْ وَاحِدٍ اِلٰى اِثْنَيْنِ عَلَى الْقِيَاسِ اَعْنِيْ لِلْمُذَكَّرِ بِدُوْنِ التَّاءِ وَلِلْمُؤَنَّثِ بِالتَّاءِ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ وَاحِدٌ وَفِيْ رَجُلَيْنِ اِثْنَانِ وَفِيْ اِمْرَأَةٍ وَاحِدَةٌ وَفِيْ اِمْرَأَتَيْنِ اِثْنَتَانِ وَثِنْتَانِ وَمِنْ ثَلٰثَةٍ اِلٰى عَشَرَةٍ عَلٰى خِلاَفِ الْقِيَاسِ اَعْنِيْ لِلْمُذَكَّرِ بِالتَّاءِ تَقُوْلُ ثَلٰثَةُ رِجَالٍ اِلٰى عَشَرَةِ رِجَالٍ وَلِلْمُؤَنَّثِ بِدُوْنِهَا تَقُوْلُ ثَلٰثُ نِسْوَةٍ اِلٰى عَشَرِ نِسْوَةٍ.

ترجمہ: اور اس کا استعمال واحد سے اثنین تک قیاس پر ہے یعنی مذکر کیلئے بغیر تاء کے اور مؤنث کیلئے تا کے ساتھ تو کہے گا ایک مرد میں واحد اور دو مردوں میں اثنان اور ایک عورت میں واحدۃ اور دو عورتوں میں اثنتان یا ثنتان اور (اس کا استعمال) ثلاث سے لے کر عشر تک خلاف قیاس ہے یعنی مذکر کیلئے تاء کے ساتھ تو کہے گا ثلاثۃ رجال تا عشرۃ رجال اور مؤنث کیلئے بغیر تاء کے تو کہے گا ثلث نسوۃ سے عشر نسوۃ تک۔

تشریح: استعمالهٗ الخ. (۱) ان کا استعمال ایک اور دو میں موافق قیاس ہوتا ہے یعنی معدود اگر مذکر ہو تو یہ دونوں تاء کے بغیر استعمال ہوتے ہیں اور معدود اگر مؤنث ہو تو یہ دونوں تاء کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں لہٰذا مفرد مذکر کے لئے واحدٌ اور مفرد مؤنث کے لئے واحدۃٌ، تثنیہ مذکر کے لئے اِثنان اور تثنیہ مؤنث کے لئے اثنتان اور ثنتان استعمال ہوتے ہیں۔

(۲) تین سے لے کر دس تک ان کا استعمال خلافِ قیاس ہوتا ہے یعنی معدود اگر مذکر ہو تو یہ تاء کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں جیسے ثلٰثۃ رجالٍ سے لے کر عشرۃ رجالٍ تک اور معدود اگر مؤنث ہو تو یہ تاء کے بغیر استعمال ہوتے ہیں جیسے ثلٰث نسوۃٍ سے لے کر عشرُ نسوۃٍ تک،

ꕥꕥꕥ

وَبَعْدَ الْعَشَرَةِ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً وَاِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً و ثَلاَ ثَةَ عَشَرَ رَجُلاً اِلٰی تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً وَاِحْدیٰ عَشَرَةَ امْرَأَةً وَاِثْنَتَا عَشَرَةَ امْرَأَةً وَ ثَلاَثَ عَشَرَةَ امْرَأَةً اِلٰی تِسْعَ عَشَرَةَ امْرَأَةً.

ترجمہ: اور عشرة کے بعدتو کہے گا احد عشر رجلا اثنا عشر رجلاً،ثلاثۃ عشر رجلاً....تسعة عشر رجلاً تک اور احدیٰ عشرة امرأة،اثنتا عشرة امرأة، ثلاث عشرة امرأة تسع عشرة امرأة تک ترکیب کے ساتھ بغیر عطف کے ہوگا پھراحد عشراور اثنا عشر میں قیاس کے مطابق ہوگا مذکر کیلئے دونوں جزوبغیرتاء کے ہوں گے جیسے احد عشر رجلا اثنا عشر رجلا اورمؤنث کیلئے دونوں جزوتاء کےساتھ ہوں گے۔جیسے احدی عشرة امرأة اور اثنتا عشرة امرأة۔

تشریح: (۳) دس کے بعد گیارہ سے لے کرانّیس تک ترکیب کے ساتھ اورعطف کے بغیر استعمال ہوں گے۔

(۴) چنانچہ گیارہ اور بارہ میں ان کا استعمال موافق قیاس ہوتا ہے یعنی معدود اگر مذکر ہوتو عدد کے دونوں جزءتاء کے بغیر استعمال ہوں گے جیسے احد عشر رجلاً اور اثنا عشر رجلاً، اور اگر معدود مؤنث ہوتو عدد کے دنوں جزءتاء کے ساتھ مستعمل ہوں گے جیسے احدیٰ عشرة امرأةً اوراثنتا عشرة امرأةً.

(۵) تیرہ سے انّیس تک عدد کا دوسرا جزءموافقِ قیاس ہوگا یعنی معدود اگر مذکر ہوتو دوسرا جزءتاء کے بغیر اور معدود اگر مؤنث ہوتو تاء کے ساتھ استعمال ہوگا لیکن پہلا جزءخلافِ قیاس ہوگا یعنی معدود اگر مذکر ہوتو تاء کے ساتھ ہوگا جیسے ثلٰثة عشر رجلاً سے تسعة عشر رجلاً تک اور اگر معدود مؤنث ہوتو تاء کے بغیر ہوگا جیسے ثلٰث عشرة امرأةً سے تسع عشرة امرأةتک،

وَبَعْدَ ذٰلِکَ تَقُوْلُ عِشْرُوْنَ رَجُلاً وَعِشْرُوْنَ امْرَأَةً بِلاَ فَرْقٍ بَیْنَ الْمُذَکَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ اِلٰی تِسْعِیْنَ رَجُلاً وَامْرَأَةً وَاَحَدٌوَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاِحْدیٰ وَعِشْرُوْنَ امْرَأَةً وَاِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاِثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ امْرَأَةً وَثَلاثَةٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَثَلاَثٌ وَّعِشْرُوْنَ امْرَأَةً اِلٰی تِسْعَةٍ وَّتِسْعِیْنَ رَجُلاً وَتِسْعٍ وَّتِسْعِیْنَ امْرَأَةً.

ترجمہ: اوراس کے بعد(یعنی تسع عشرة کے بعد) تومذکرومؤنث کے درمیان بغیر فرق کےتو کہے گا عشرون رجلا، عشرون امرأة... تسعون رجلاً، تسعون امرأة تک(اورعقود کا اکائیوں پرعطف کرتے ہوئےتو کہے گا)واحد وعشرون رجلاً، احدی وعشرون امرأة، اثنان وعشرون رجلا، اثنتان وعشرون امرأة، ثلاث وعشرون رجلا، ثلاثة وعشرون امرأة۔

تشریح: (۶) انّیس کے بعدآٹھ دہائیاں(یعنی عشرون سے لےکر تسعون تک) معدود کے مذکراورمؤنث ہونے کی صورت میں بغیرفرق کے استعمال ہوتی ہیں جیسے عشرون رجلاً وعشرون امرأةً

(۷) اور جب ان آٹھ دہائیوں میں سے(یعنی عشرون تا تسعون میں سے) کسی ایک کاواحد تاتسع میں سے کسی ایک پر عطف کریں تو دوسرا جزءمعدود کے مذکراورمؤنث ہونے کی صورت میں بغیرکسی فرق کے مستعمل ہوگا لیکن پہلا جزءمعدود کے اعتبار سے بدلتا رہے گا،واحد واثنان میں موافق قیاس ہوگا یعنی اگر معدود مذکر ہوتو تاء کے بغیر مستعمل ہوگا جیسے احدٌوعشرون رجلاً اور اثنان وعشرون رجلاً،اوراگرمعدودمؤنث ہوتو تاء کے ساتھ مستعمل ہوگا جیسے احدیٰ وعشرون امرأةً اوراثنتان وعشرون امرأةً،ثلاثة

سے لے کر تسعة تک خلاف قیاس مستعمل ہوگا یعنی اگر معدود مذکر ہوتو تاء کے ساتھ مستعمل ہوگا جیسے ثلاثةٌ وعشرون رجلاً تا تسعةٌ وتسعون رجلاً اور اگر معدود مؤنث ہوتو تاء کے بغیر مستعمل ہوگا جیسے ثلاث وعشرون امرأةً تا تسع وتسعون امرأةً۔

ثُمَّ تَقُولُ مِائَةُ رَجُلٍ وَمِائَةُ امْرَأَةٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ وَاَلْفُ امْرَأَةٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَمِائَتَا امْرَأَةٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَاَلْفَا امْرَأَةٍ بِلاَ فَرْقٍ بَيْنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ فَاِذَا زَادَ عَلَى الْمِائَةِ وَالْاَلْفِ يُسْتَعْمَلُ عَلٰى قِيَاسِ مَا عَرَفْتَ. وَيُقَدَّمُ الْاَلْفُ عَلَى الْمِائَةِ وَالْمِائَةُ عَلٰى الْاٰحَادِ وَالْاٰحَادُ عَلَى الْعَشَرَاتِ تَقُوْلُ عِنْدِىْ اَلْفٌ وَمِائَةٌ وَاَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاَلْفَانِ وَمِائَتَانِ وَاِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاَرْبَعَةُ الاٰفٍ وَتِسْعُمِائَةٍ وَّخَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ امْرَأَةً وَعَلَيْكَ بِالْقِيَاسِ.

ترجمہ: پھر مذکر ومؤنث کے درمیان فرق کے بغیر تو کہے گا مائة رجل ومائة امرأة اور الف رجل اور الف امرأة، الفا رجل، الفا امرأة. پھر جب مائۃ اور الف پر زائد ہو جائے تو اسی طریق پر استعمال کیا جائیگا جو آپ پہچان چکے ہیں اور ہزار کو مائۃ پر مقدم کیا جائے اور مائۃ کو اکائیوں پر اور اکائیوں کو دہائیوں پر تو کہے گا عندی الف ومائة واحد و عشرون رجلا، عندی الفان واثنان وعشرون رجلا اور تو (ماقبل پر) قیاس کرنے کو لازم پکڑ۔

تشریح: (۸) مائةٌ والفٌ ومأتان والفان معدود کے مذکر یا مؤنث ہونے کی صورت میں بغیر کسی فرق سے استعمال ہوتے ہیں جیسے مائةُ رجلٍ و مائةُ امرأةٍ والفُ رجلٍ والفُ امرأةٍ ومائتا رجل ومائتا امرأةٍ والفا رجلٍ والفا امرأةٍ،

فا ذا زاد الخ. جب عدد مائة اور الف سے بڑھ جائے تو جو عدد زائد ہو اس کا استعمال اُسی طریقہ پر ہوگا جو آپ ایک سے ننانوے تک پہچان چکے ہیں یعنی مائةٌ وواحدٌ، مائةٌ وواحدةٌ، مائةٌ واثنان، مائةٌ واثنتان میں موافق قیاس، اور ثلاثة تا تسعة جب مائة یا الف کے ساتھ مرکب ہوگا تو خلاف قیاس ہوگا۔

ویقدم الالف: پھر جب عدد میں ہزار، سو، اکائیاں اور دہائیاں جمع ہو جائیں تو الف کو مائة پر مقدم کریں گے اور مائة کو اکائیوں پر مقدم کریں گے اور اکائیوں کو دہائیوں پر مقدم کریں گے جیسے عندی الف ومائةٌ وواحدٌ وعشرون رجلاً وعندی الفان ومائتان واثنان وعشرون رجلاً وعندی اربعة الافٍ وتسع مائةوخمسٌ اربعون امرأةً،

وعلیک بالقیاس: یعنی ماقبل پر قیاس کرنے کو لازم پکڑ یعنی جس طرح عندی الف ومائة وواحدوعشرون رجلاً ہے اسی طرح عندی الفٌ ومائة وثلاثة وعشرون رجلاً ہوگا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْوَاحِدَ وَالْاِثْنَيْنِ لاَ مُمَيِّزَ لَهُمَا لِاَنَّ لَفْظَ الْمُمَيِّزِ يُغْنِىْ عَنْ ذِكْرِ الْعَدَدِ فِيْهِمَا تَقُوْلُ عِنْدِىْ رَجُلٌ وَرَجُلاَنِ.

ترجمہ: اور جان تو کہ تحقیق واحد اور اثنین کیلئے کوئی تمیز نہیں اس لئے کہ لفظ ممیّز ان دونوں میں عدد کے ذکر کرنے سے

مستغنی کر دیتا ہے تو کہے گا عندی رجل و رجلان۔

تشریح: **واعلم:** واحد اور اثنان اور واحدۃ اور اثنتان کی تمیز نہیں آتی اس لئے کہ تمیز (یعنی وہ لفظ جس میں تمیز بننے کی صلاحیت ہو) وہ واحد اور اثنان میں اعداد کے ذکر کرنے سے بے پرواہ کر دیتی ہے، چنانچہ یوں نہیں کہا جائے گا، عندی واحدٌ رجلٌ اور عندی اثنا رجلین، بلکہ ان میں عدد کو ترک کر کے صرف اسی اسم کو ذکر کریں گے جو تمیز ہے یعنی اس اسم کو جس میں تمیز بننے کی صلاحیت ہے ذکر کریں گے چنانچہ یوں کہا جائے گا عندی رجل، عندی رجلان، عندی امرأۃ، عندی امرأتان، چونکہ خود تمیز مثلاً رجل، رجلان اور امرأۃ، امرأتان اپنے مادہ کے اعتبار سے ذات پر اور اپنے صیغہ کے اعتبار سے ایک اور دو ہونے پر دلالت کرتی ہیں، اس لئے عدد کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

وَاَمَّا سَائِرُ الْاَعْدَادِ فَلاَ بُدَّ لَهَا مِنْ مُمَيِّزٍ فَتَقُوْلُ مُمَيِّزُ الثَّلٰثَةِ اِلَى الْعَشْرَةِ مَخْفُوْضٌ مَجْمُوْعٌ تَقُوْلُ ثَلٰثَةُ رِجَالٍ وَثَلٰثُ نِسْوَةٍ اِلَّا اِذَا كَانَ الْمُمَيِّزُ لَفْظَ الْمِائَةِ فَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ مَخْفُوْضًا مُفْرَدًا تَقُوْلُ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَالْقِيَاسُ ثَلاَثُ مِاٰتٍ اَوْمِئِيْنَ.

ترجمہ: اور لیکن باقی اعداد کیلئے پس ان کے لئے تمیز ضروری ہے، پس تو کہے گا ثلثة سے لے کر عشرۃ تک کی تمیز جمع مجرور ہوگی تو کہے گا ثلثة رجال وثلاث نسوة مگر جب تمیز لفظ مائة ہو پس اس وقت تمیز مفرد مجرور ہوگی تو کہے گا ثلٰث مائة وتسع مائة حالانکہ قیاس ثلاث مآت یامنین ہے۔

تشریح: **واماّ سائر الاعداد الخ.** واحد اور اثنان کے علاوہ باقی اعداد کے لئے تمیز کا لانا ضروری ہے چنانچہ تین سے لے کر دس تک کی تمیز جمع مجرور آتی ہے خواہ جمع لفظاً ہو جیسے ثلثة رجالٍ، یا لفظاً تو مفرد ہو مگر معنیً جمع ہو جیسے ثلثةُ رهطٍ، جیسے ثلثةُ رجالٍ سے عشرةُ رجالٍ تک اور ثلٰث نسوةٍ سے عشرُ نسوةٍ تک

الا اذا كان الخ ہاں جب تین سے دس تک کی تمیز یعنی لفظ مائة ہو تو تمیز جمع مجرور نہیں آتی بلکہ مفرد[1] مجرور آتی ہے جیسے ثلاثُ مائة اور تسع مائة، اگرچہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ مأتٍ یامئِین آئے۔

وَمُمَيِّزُ اَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةٍ وَتِسْعِيْنَ مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً وَاِحْدٰى عَشَرَةَ امْرَأَةً وَتِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ رَجُلاً وَتِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ امْرَأَةً. وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَالْفٍ وَتَثْنِيَّتِهِمَا وَجَمْعُ الْاَلْفِ مَخْفُوْضٌ

[1] ان تینوں صورتوں میں منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مستثنیٰ فُضلہ ہونے میں مفعول بہ کے مشابہ ہے اور ان صورتوں میں مستثنیٰ میں ماقبل سے بدل بننے کا بھی احتمال نہیں لہٰذا نصب ہی متعین ہے [2] ان دونوں میں اسلئے منصوب ہے کہ خلا اور عدا فعل ہیں اور ان کا فاعل ان کے اندر ضمیر مستتر ہے جو ماقبل والے فعل کے مصدر کی طرف راجع ہے لہٰذا ان کے بعد مستثنیٰ مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوگا۔ پھر خلا اپنے فاعل و مستثنیٰ کے ساتھ مل کر مستثنیٰ منہ سے حال ہوں گے لہٰذا جائنی القوم خلا زیداً میں اصل عبارت اس طرح ہے جائنی القوم خلا مجیئُهم زیداً (میرے پاس آئی قوم اس حال میں کہ ان کا آنا زید سے تجاوز کرنے والا تھا۔ [3] ما خلا اور ماعدا کے بعد مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ما مصدریہ ہے جو فعل کے ساتھ خاص ہوتا ہے لہٰذا ماخلا اور ماعدا فعل ہوئے، پھر ان کے اندر ضمیر مستتر ان کا فاعل ہے جو ماقبل والے فعل کے مصدر کی طرف لوٹتی ہے اور مستثنیٰ مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوگا۔ [4] ان کے بعد منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں افعال ناقصہ میں سے ہیں اور ان کا اسم استثناء کی بحث میں ہمیشہ ضمیر مستتر ہوتی ہے اور ان کا مابعد جو مستثنیٰ ہے وہ خبر ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے۔

مُفْرَدٌ تَقُوْلُ مِائَةُ رَجُلٍ وَمِائَةُ امْرَأَةٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ وَاَلْفُ امْرَأَةٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَمِائَتَا امْرَأَةٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَاَلْفَا امْرَأَةٍ وَثَلٰثَةُ اٰلافِ رَجُلٍ وَثَلٰثُ اٰلافِ امْرَأَةٍ وَقِسْ عَلٰى هٰذَا.

ترجمہ: اور احدعشر سے تسعة وتسعین تک کی تمیز منصوب مفرد ہوتی ہے تو کہے گا احد عشر رجلاً الخ۔ اور مائۃ اور الف اوران کے تثنیہ اورالف کی جمع کی تمیز مجرورمفرد ہوتی ہے تو کہے گا مائة رجل ومائة امرأة، الف رجل الف امرأة، مائتا رجل ومائتا امرأة الفا رجل والفا امرأة ثلثة الاف رجل و ثلث الاف امرأة اوراسی پر قیاس کر۔

تشریح: اور گیارہ سے لے کر ننانوے تک کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے احد عشر رجلاً سے لے کر تسعةٌ وتسعون رجلاً تک اوراحدیٰ عشرۃ امرأۃً سے لے کر تسعٌ وتسعون امرأۃً تک، مائة اور الف اوران دونوں کے تثنیہ اورالف کی جمع کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے مائةُ رجلٍ ومائةُ امرأةٍ والفُ رجلٍ والفُ امرأةٍ ومائتا رجلٍ ومائتا امرأةٍ والفا رجلٍ والفا امرأة، ثلثةالاف رجلٍ والافِ امرأةٍ واُلوفُ رجلٍ واُلوفُ امرأةٍ،

سوال: مصنفؒ نے تثنيتهما تو کہا لیکن جمعها کیوں نہیں کہا یعنی تثنیہ میں تومائة کو شامل کیا لیکن جمع میں مائة کو نکال دیا؟

جواب: اس لئے کہ مائة کی جمع کا استعمال اس کی تمیز کے ساتھ اعداد میں متروک ہے۔

فَصْل: اَلْاِسْمُ اِمَّا مُذَكَّرٌ وَاِمَّا مُؤَنَّثٌ فَالْمُؤَنَّثُ مَا فِيْهِ عَلاَمَةُ التَّانِيْثِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَالْمُذَكَّرُ مَا بِخِلاَفِهٖ وَعَلاَمَةُ التَّانِيْثِ ثَلٰثَةٌ اَلتَّاءُ كَطَلْحَةَ وَالْاَلِفُ الْمَقْصُوْرَةُ كَحُبْلٰى وَالْاَلِفُ الْمَمْدُوْدَةُ كَحَمْرَاءَ وَالْمُقَدَّرَةُ اِنَّمَا هُوَ التَّاءُ فَقَطْ كَاَرْضٍ وَدَارٍ بِدَلِيْلِ اُرَيْضَةٍ وَدُوَيْرَةٍ.

ترجمہ: فصل اسم یا مذکر ہوگا یا مؤنث پس مؤنث وہ ہے جس میں تانیث کی علامت ہو لفظاً یا تقدیراً اور مذکر وہ ہے جو اس کے خلاف ہو اور تانیث کی نشانیاں تین ہیں تاء جیسے طلحة الف مقصورہ جیسے حبلی اور الف ممدودہ جیسے حمراء اور مقدرہ سوائے اس کے نہیں وہ تا ہے فقط جیسے ارضٌ اور دارٌ اریضة ودویرة کی دلیل کے ساتھ۔

تشریح: **فصل، الاسم الخ.** اسم کی باعتبار جنس کے دو قسمیں ہیں (۱) مذکر (۲) مؤنث،

مذکر: وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث کی نہ لفظی ہو نہ تقدیری ہو جیسے رجلٌ، فرسٌ،

مؤنث: وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث کی لفظی یا تقدیری موجود ہو جیسے طلحةُ میں علامتِ تانیث لفظوں میں موجود ہے اور ارضٌ میں علامتِ تانیث مقدر ہے، پھر علامتِ تانیث لفظی عام ہے خواہ حقیقۃً ہو جیسے امرأة یا حکماً ہو جیسے عقرب کہ اس میں چوتھا حرف تانیث کے قائم مقام ہے۔

وعلامة التانیث ثلا ثة الخ. تانیث کی علامات تین ہیں۔ (۱) تاء جو وقف کرتے وقت ھاء ہو جائے جیسے طلحة (۲) الف مقصورہ جیسے حبلی (۳) الف ممدودہ جیسے حمراءُ، ان تینوں علامات میں سے صرف تاء مقدر ہوتی ہے اور وہ بھی تین حرفی اسم میں مقدر ہوتی ہے اور الف ممدودہ اور الف مقصورہ مقدر نہیں ہوتی جیسے ارضٌ اور دارٌ اور هندٌ کہ ان کے آخر میں تاء مقدر ہے۔ ارضٌ اصل میں ارضةٌ تھا اور دارٌ اصل میں دارةٌ تھا اور هندٌ اصل میں هندةٌ تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کی تصغیر اُرَيْضَةٌ

اور دُوَیرَۃٌ اور ھُنَیدَۃٌ آتی ہے اور تصغیر سے اسم کی اصلی حالت ظاہر ہوجاتی ہیں سے معلوم ہوا کہ مذکورہ مثالوں کے آخر میں تاء مقدر ہے۔

ثُمَّ الْمُؤَنَّثُ عَلٰی قِسْمَیْنِ حَقِیْقِیٌّ وَھُوَ مَا بِاِزَائِہٖ ذَکَرٌ مِنَ الْحَیَوَانِ کَامْرَأَۃٍ وَنَاقَۃٍ وَلَفْظِیٌّ وَھُوَ مَا بِخِلاَفِہٖ کَظُلْمَۃٍ وَعَیْنٍ وَقَدْ عَرَفْتَ اَحْکَامَ الْفِعْلِ اِذَا اُسْنِدَ اِلَی الْمُؤَنَّثِ فَلاَ نُعِیْدُھَا.

ترجمہ: پھر مؤنث دو قسم پر ہے۔ حقیقی اور وہ وہ ہے کہ جس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو جیسے امرأۃ، ناقۃ اور لفظی اور وہ وہ ہے کہ جو اس کے خلاف ہو جیسے ظلمۃ و عین اور آپ فعل کے احکام پہچان چکے ہیں جب وہ فعل مؤنث کی طرف مسند ہو پس ہم ان کو نہیں لوٹاتے۔

تشریح: ثم المؤنث علی قسمین الخ. مؤنث کی باعتبار ذات کے دو قسمیں ہیں: (۱) حقیقی (۲) لفظی

مؤنث حقیقی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں کوئی جاندار مذکر ہو خواہ اس مؤنث میں الف ممدودہ ہو جیسے نفساء یا الف مقصورہ ہو جیسے حبلیٰ یا تاء لفظاً ہو جیسے امرأۃ یا تاء مقدر ہو جیسے ھندٌ، امرأۃٌ کے مقابلے میں رجلٌ ہے اور ناقۃ کے مقابلے میں جملٌ ہے۔

مؤنث لفظی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں کوئی جاندار مذکر نہ ہو خواہ اس میں علامتِ تانیث لفظوں میں حقیقۃً ہو جیسے ظُلمَۃٌ کہ اس کے مقابلے میں نورٌ مذکر ہے لیکن وہ جاندار نہیں یا اس میں علامتِ تانیث مقدر ہو جیسے عَینٌ کہ اصل میں عَینَۃٌ تھا بدلیل عُیَینَۃٌ لیکن اس کے مقابلے میں مذکر ہی نہیں یا اس میں علامتِ تانیث حکماً ہو جیسے عَقرَب اس کے مقابلے میں مذکر نہیں۔

فَصْل: اَلْمُثَنّٰی اِسْمٌ اُلْحِقَ بِاٰخِرِہٖ اَلِفٌ اَوْیَاءٌ مَفْتُوْحٌ مَا قَبْلَھَا وَنُوْنٌ مَکْسُوْرَۃٌ لِیَدُلَّ عَلٰی اَنَّ مَعَہٗ اٰخَرَ مِثْلَہٗ نَحْوُ رَجُلاَنِ وَرَجُلَیْنِ ھٰذَا فِی الصَّحِیْحِ.

ترجمہ: فصل تثنیہ وہ اسم ہے کہ اس کے آخر میں الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ لاحق کیا گیا ہو تا کہ یہ لاحق کرنا اس بات پر دلالت کرے کہ تحقیق اس کے ساتھ اس کی مثل اور بھی ہے جیسے رجلان اور رجلین اور یہ صورت صحیح میں ہے۔

تشریح: فصل، المثنّٰی الخ. اس فصل میں مصنفؒ افراد، تثنیہ، جمع کے اعتبار سے تقسیم فرما رہے ہیں کہ افراد، تثنیہ، جمع کے اعتبار سے اسم کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) مفرد (۲) تثنیہ (۳) جمع، مصنفؒ نے صرف مثنّٰی اور جمع کی تعریف کی ہے، مفرد کی تعریف نہیں کی، لیکن ان دونوں کی تعریف سے معلوم ہو جائے گا کہ ان کے ماسوا مفرد ہے۔

مثنّٰی: وہ اسم ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف اور نون مکسور یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسور ملحق ہو تا کہ یہ لحوق اس بات پر دلالت کرے کہ اس مفرد کے ساتھ اس جیسا اور بھی ہے جیسے رَجُلَان (حالت رفعی میں) اور رَجُلَینِ (حالت نصبی و جری میں)

ھذا فی الصحیح الخ. یہ صحیح میں ہے یعنی مفرد کے آخر میں الف اور نون مکسور یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسور کا الحاق بغیر کسی تغیّر کے اسم صحیح میں ہوتا ہے، اسم صحیح کے علاوہ کسی دوسرے اسم مثلاً اسم مقصور وغیرہ میں مذکورہ الحاق کے وقت کچھ نہ کچھ تغیر ہوتا ہے جس کو مصنفؒ ''امّا المقصور'' سے بیان کرتے ہیں۔

اَمَّا الْمَقْصُورُ فَاِنْ كَانَت اَلِفُهُ مُنْقَلِبَةً عَنْ وَاوٍ وَكَانَ ثُلاَثِيًا رُدَّ اِلٰى اَصْلِهٖ كَعَصَوَانِ فِي عَصَا وَاِنْ كَانَتْ عَنْ يَاءٍ اَوْ وَاوٍ وَهُوَ اَكْثَرُ مِنَ الثُّلاَثِيْ اَوْ لَيْسَتْ مُنْقَلِبَةً عَنْ شَيْءٍ تُقْلَبُ يَاءً كَرَحَيَانِ فِي رَحٰى وَمَلْهَيَانِ فِيْ مَلْهٰى وَحُبَارَيَانِ فِي حُبَارٰى وَحُبْلَيَانِ فِي حُبْلٰى.

ترجمہ: لیکن اسم مقصور پس اگر اس کا الف واؤ سے تبدیل شدہ ہو اور وہ ثلاثی ہو اس کے اصل کی طرف لوٹایا جائے گا جیسے عصوان عصا میں اور اگر یاء سے یا واؤ سے تبدیل شدہ ہو اور وہ ثلاثی سے اکثر ہو یا کسی شئی سے تبدیل شدہ نہ ہو تو یاء کے ساتھ تبدیل کیا جائے گا جیسے رحیان رحی میں اور مَلْهَیَانِ مَلْهٰی میں اور حُبَارَیَانِ حُبَارٰی میں اور حُبْلَیَانِ حُبْلٰی میں۔

تشریح: اماّ المقصور الخ. اسم مقصور (یعنی وہ اسم جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو) (۱) تو اگر اس کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہو اور وہ اسم ثُلاثی ہو تو تثنیہ بناتے وقت وہ اسم اپنی اصل کی طرف لوٹ جائے گا یعنی واؤ واپس آ جائے گی جیسے عصوانِ عصاً میں، عصاً اصل میں عصوٌ تھا۔ تثنیہ میں واؤ واپس آ گئی تو عَصَوَانِ ہو گیا۔

(۲) اور اگر الف مقصورہ یاء سے بدلا ہوا جیسے رحیٰ بمعنی چکی، اس میں الف مقصورہ یاء سے بدلا ہوا ہے کہ اصل میں رَحْیٌ تھا اور ثلاثی بھی ہے۔

(۳) یا وہ الف مقصورہ واؤ سے بدلا ہوا ہو اور وہ ثلاثی سے زائد ہو جیسے مُلْهٰی[1] (بمعنی مشغول کیا ہوا۔ الهاء باب افعال کا اسم مفعول ہے) اس میں الف واؤ سے بدلا ہوا ہے اور اسم تین حرفوں سے زائد ہے۔

(۴) یا وہ الف کسی سے بدلا ہوا نہ ہو جیسے حُبَارٰی (بمعنی پرندہ) اور حبلٰی (بمعنی حاملہ عورت) کہ ان دونوں میں الف کسی سے بدلا ہوا نہیں۔

تو ان تینوں صورتوں میں تثنیہ بناتے وقت الف یاء سے بدلیں گے جیسے رَحیٰ اس کے تثنیہ میں رَحَیَان پڑھیں گے اور ملہیٰ اس کے تثنیہ میں ملہیان پڑھیں گے اور حُبَارٰی اس کے تثنیہ میں حُبَارَیَان پڑھیں گے اور حبُلیٰ کے تثنیہ میں حُبلَیَان پڑھیں گے۔

وَاَمَّا الْمَمْدُوْدُ فَاِنْ كَانَتْ هَمْزَتُهٗ اَصْلِيَّةً تَثْبُتُ كَقُرَّاٰنِ فِي قُرَّاءٍ وَاِنْ كَانَتْ لِلتَّانِيْثِ تُقْلَبُ وَاوًا كَحَمْرَاوَانِ فِي حَمْرَاءَ وَاِنْ كَانَتْ بَدْلاً مِنْ اَصْلٍ وَاوًا اَوْ يَاءً جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ كِكِسَاوَانِ وَكِسَاآنِ.

ترجمہ: اور لیکن اسم ممدود پس اگر اس کا ہمزہ اصلیہ ہو تو اسے ثابت رکھا جائے گا جیسے قراان قراء میں اور اگر (ہمزہ) تانیثی ہو تو واؤ کیساتھ بدلا جائے گا جیسے حمراوان حمراء میں اور اگر حرف اصل سے یعنی واؤ سے یا یاء سے تبدیل شدہ ہو تو اسمیں دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے کساوان، کساان۔

تشریح: اماّ الممدود الخ. اسمِ ممدود (یعنی وہ اسم جس کے آخر میں الف ممدودہ ہو) تو (۱) اگر اس کا ہمزہ اصلی ہو یعنی

[1] جب کہ وہ بابِ استثناء میں مستعمل ہو رہا ہے نہ کہ صفت میں۔ ورنہ اس کا اعراب موصوف والا ہوگا۔

نہ زائد ہو اور نہ واوٗ اصلی اور یاء اصلی سے بدلا ہوا ہو اور نہ ہی واوٗ زائدہ اور یا زائدہ سے بدلا ہوا ہو تو تثنیہ بناتے وقت اصل کی رعایت کرتے ہوئے اس کو باقی رکھتے ہیں جیسے قُرّاءٌ اس کے تثنیہ میں قُرّاانِ پڑھیں گے،

(۲) اور اگر اسم ممدودہ کا ہمزہ تانیث کے لئے ہو تو تثنیہ میں اس کو واوٗ سے بدلتے ہیں جیسے حمراءُ اس کے تثنیہ میں حَمْرَاوَانِ پڑھیں گے اس لئے کہ علامتِ تانیث کا درمیان میں آنا درست نہیں۔

(۳) اور اگر اسم ممدودہ کا ہمزہ واوٗ اصلی یا یاء اصلی سے بدلا ہوا ہو تو اس کے تثنیہ میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) ہمزہ کو باقی رکھنا کیونکہ اگر چہ خود تو اصلی نہیں لیکن حرف اصلی سے مبدل ہے (۲) واوٗ سے بدلنا کیونکہ اس کا ہمزہ حمراء کے ہمزہ کے مشابہ ہے جیسے کِسَاءٌ کہ اصل میں کِسَاوٌ تھا اس کے تثنیہ میں کِسَاوَانِ اور کِسَاانِ دونوں جائز ہیں اور جیسے رِدَاءٌ کہ اصل میں رِدَایٌ تھا لہٰذا اس کے تثنیہ میں رِدَاءَانِ اور رِدَاوَانِ میں دونوں وجہیں جائز ہیں۔

وَيَجِبُ حَذْفُ نُونِهٖ عِنْدَ الْاِضَافَةِ تَقُوْلُ جَاءَنِیْ غُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمَا مِصْرٍ وَكَذٰلِكَ تُحْذَفُ تَاءُ التَّانِيْثِ فِیْ تَثْنِيَّةِ الْخُصْيَةِ وَالْاِلْيَةِ خَاصَّةً تَقُوْلُ خُصْيَانِ وَاِلْيَانِ لِاَنَّهُمَا مُتَلَازِمَانِ فَكَاَنَّهُمَا شَیْءٌ وَاحِدٌ.

ترجمہ: اور اضافت کے وقت تثنیہ کے نون کو حذف کرنا واجب ہے تو کہے گا جاءنی غلاما زید، جاء نی مسلما مصر اور اسی طرح خاص کر لفظ خصیۃ اور لفظ الیۃ کے تثنیہ میں تائے تانیث کو حذف کیا جاتا ہے تو کہے گا۔ خصیان او الیان. اس لئے کہ یہ دوسرے کو لازم ہیں۔ پس گویا کہ یہ دونوں شئی واحد ہیں۔

تشریح: **ویجب حذف نونه عند الاضافة الخ.** نون تثنیہ کا اضافت کے وقت حذف کرنا وجب ہے، جیسے جاء نی غلاما زیدٍ، غُلاما اصل میں غُلامان تھا نون تثنیہ کا اضافت کی وجہ سے گر گیا اور جاء نی مُسلما مصرٍ، مُسلما اصل میں مُسلمانِ تھا نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

قولہ وکذا تاء التانیث الخ. تثنیہ کے نون کی طرح خاص طور پر خُصیۃٌ اور اَلیۃٌ کی تاء تانیث کو تثنیہ میں حذف کر دیا جاتا ہے جوازاً یعنی باقی رکھنا بھی جائز ہے، خُصیۃ کے تثنیہ میں خُصیان اور الیۃٌ کے تثنیہ میں اَلیان پڑھیں گے اور خُصیتان اور الیتان بھی پڑھ سکتے ہیں۔

لانّهما الخ: سے اس کی وجہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خصیان اگر چہ دو چیزیں ہیں اسی طرح الیان بھی دو چیزیں ہیں اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ تائے تانیث کو باقی رکھا جائے جیسے مِروَحَۃٌ کی تثنیہ مِروَحَتانِ آتی ہے لیکن یہ دونوں خصیے اور دونوں سرین ایک دوسرے کیلئے لازم ملزوم ہیں اور ان کے درمیان شدّتِ اتصال ہے تو شدّتِ اتصال کی وجہ سے گویا کہ یہ شے واحد ہیں لہٰذا ان کے تثنیہ کو بمنزلہ کلمہ مفردہ کر لیا گویا کہ یہ تثنیہ حکماً مفرد ہے اگر ان کے تثنیہ میں تاءِ تانیث کو باقی رکھا جائے تو ان کے درمیان میں تاءِ تانیث کا واقع ہونا لازم آئے گا حالانکہ تاءِ تانیث مفرد کے درمیان میں نہیں آ سکتی بلکہ مفرد کے آخر میں ہوتی ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا اُرِيْدَ اِضَافَةُ مُثَنًّى اِلَى الْمُثَنّٰى يُعَبَّرُ عَنِ الْاَوَّلِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَقَدْ صَغَتْ

قُلُوْبُكُمَا وَفَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا وَذٰلِكَ لِكَرَاهَةِ اِجْتِمَاعِ تَثْنِيَّتَيْنِ فِيْمَا تَاَكَّدَ الْاِتِّصَالُ بَيْنَهُمَا لَفْظًا وَمَعْنًى.

ترجمہ: اور جان تو کہ تحقیق شان یہ ہے کہ جب کسی تثنیہ کی تثنیہ کی طرف اضافت کا ارادہ کیا جائے تو اول تثنیہ کو لفظ جمع کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا اور فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا اور یہ اس لئے کہ دو تثنیہ کا جمع ہونا مکروہ ہے ان دو چیزوں میں جن کے درمیان لفظاً و معنًی اتصال مؤکد ہو۔

تشریح: واعلم الخ. جب اسم ظاہر تثنیہ کو تثنیہ کی ضمیر کی طرف مضاف کرنا مقصود ہو تو تثنیہ اوّل یعنی مضاف کو بصیغہ جمع لایا جائے گا، بصیغہ تثنیہ نہیں لایا جائے گا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''فَقَد صَغَت قُلُوبُكُماَ'' اس میں قلوبکما اصل میں قلبان اور کما تھا، اضافت کی وجہ سے قلباکما ہونا چاہیے تھا مگر تثنیہ مضاف کو بصیغہ جمع تعبیر کر کے قلوبکما کہا گیا اور اسی طرح ''فَاقطَعُوا اَيدِيَهُماَ'' میں ایدیھما اصل میں یدان اور ھما تھا اور اضافت کی وجہ سے يَدَيْهُماَ ہونا چاہیے تھا لیکن تثنیہ مضاف کو بصیغہ جمع تعبیر کر کے ایدیھما کہا گیا۔

و ذٰلک: سے اس کی وجہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان لفظاً اور معنیً اتصال مؤکد ہوتا ہے اور ہر ایسی دو چیزیں جن میں لفظاً اور معنیً اتصال مؤکد ہو تو ان میں دو تثنیوں کا جمع ہونا مکروہ ہے اور مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان لفظاً اتصال مؤکد باعتبار اضافت ہے اور معنیً اتصال مؤکد اس اعتبار سے ہے کہ مضاف کا معنی مضاف الیہ کے معنی کا جزء ہوتا ہے۔

فَصْل: اَلْمَجْمُوعُ اِسْمٌ دَلَّ عَلٰى اٰحَادٍ مَقْصُوْدَةٍ بِحُرُوْفٍ مُفْرَدَةٍ بِتَغَيُّرٍ مَّا اِمَّا لَفْظِيٌّ كَرِجَالٍ فِيْ رَجُلٍ اَوْ تَقْدِيْرِيٌّ كَفُلْكٍ عَلٰى وَزْنِ اُسُدٍ فَاِنَّ مُفْرَدَهُ اَيْضًا فُلْكٌ لٰكِنَّهُ عَلٰى وَزْنِ قُفْلٍ فَقَوْمٌ وَرَهْطٌ وَنَحْوُهُ وَاِنْ دَلَّ عَلٰى اٰحَادٍ لٰكِنَّهُ لَيْسَ بِجَمْعٍ اِذْ لاَ مُفْرَدَ لَهُ.

ترجمہ: مجموع وہ اسم ہے جو افراد مقصودہ پر حروف مفردہ کے ساتھ دلالت کرے کچھ تغیر کر کے یہ تبدیلی یا لفظی ہوگی جیسے رجال رجل میں یا تقدیری جیسے فلک بروزن اسد پس تحقیق اس کا مفرد بھی فُلک ہے لیکن وہ بروزن قفل ہے پس قوم اور رھط اور اس کی مثل اگر چہ افراد مقصودہ پر دلالت کرتے ہیں لیکن جمع نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان کا کوئی مفرد نہیں۔

تشریح: فصل، المجموع الخ. مجموع وہ اسم ہے جو افراد مقصودہ پر دلالت کرے اپنے مفرد کے حروف کے ساتھ مع کچھ تغیرّ کے، بحروفٍ مفردہ سے بتایا کہ مفرد کے حروف اصلیہ جمع میں پائے جاتے ہیں، بتغیرٍ ماّ سے بتادیا کہ جمع کا صیغہ مفرد کے صیغہ کے مغایر ہوتا ہے خواہ وہ مغایرت لفظی ہو یا تقدیری، مغایرت لفظاً ہو جیسے رجالٌ جمع رجلٌ کی کہ اس میں مغایرت لفظی ہے بایں طور کہ جمع میں راپر بجائے فتحہ کے کسرہ ہے اور جیم پر بجائے ضمہ کے فتحہ ہے اور جیم اور لام کے درمیان الف زائدہ ہے اور مغایرت تقدیراً ہو جیسے فُلکٌ (بمعنی ایک کشتی) مفرد ہے اور فُلکٌ (بمعنی کئی کشتیاں) جمع ہے، مفرد اور جمع کے درمیان اگر چہ مغایرت لفظی نہیں لیکن مغایرت تقدیری ہے وہ اس طرح کہ فُلکٌ بصورتِ مفرد بروزن قُفلٌ (تالا) ہے اور فُلکٌ بصورت جمع بروزن اُسدٌ (کئی شیر) ہے۔

ثُمَّ الْجَمْعُ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُصَحَّحٌ وَهُوَ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ وَمُكَسَّرٌ وَهُوَ مَا يَتَغَيَّرُ فِيْهِ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ. وَالْمُصَحَّحُ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُذَكَّرٌ وَهُوَ مَا اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ وَاوٌ مَضْمُوْمٌ مَا قَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَفْتُوْحَةٌ كَمُسْلِمُوْنَ اَوْ يَاءٌ مَكْسُوْرٌ مَا قَبْلَهَا وَنُوْنٌ كَذٰلِكَ لِيَدُلَّ عَلٰى اَنَّ مَعَهُ اَكْثَرَ مِنْهُ نَحْوُ مُسْلِمِيْنَ وَهٰذَا فِي الصَّحِيْحِ.

ترجمہ: پھر جمع دو قسم پر ہے مصحح اور وہ وہ ہے کہ اس کے واحد کی بناء متغیر نہ ہو اور مکسر اور وہ وہ ہے کہ جس میں اس کے واحد کی بناء متغیر ہو اور جمع مصحح دو قسم پر ہے مذکر اور وہ وہ ہے کہ اس کے مفرد کے آخر میں واوَ ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ ہو جیسے مسلمون یا یاء ماقبل مکسور اور نون اسی طرح مفتوحہ لاحق کیا گیا ہوتا کہ یہ لاحق کرنا اس بات پر دلالت کرے کہ تحقیق اس کے ساتھ اس سے زائد ہیں۔ جیسے مسلمین اور یہ بات اسم صحیح میں ہے۔

تشریح: ثم الجمع علی قسمین الخ. جمع کی دو قسمیں ہیں۔(۱) جمع مصحح اس کو جمع سالم بھی کہتے ہیں (۲) جمع مکسّر اس کو جمع تکسیر بھی کہتے ہیں۔

جمع مصحّح: وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن اور واحد کی بناء سلامت رہے جیسے مُسلِمُون جمع ہے مسلمٌ کی، اس میں واحد یعنی مسلمٌ کا وزن اور اس کی شکل سلامت ہے۔

جمع مکسّر: وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہے جیسے رجالٌ جمع ہے رجلٌ کی کہ اس میں واحد یعنی رجلٌ کا وزن سلامت نہیں رہا بلکہ درمیان میں الف آجانے کی وجہ سے اس کی بناء ٹوٹ گئی۔

والمصححّ علی قسمین الخ. پھر جمع مصحح کی دو قسمیں ہیں: (۱) مذکر (۲) مؤنث

جمع مصحّح مذکر: وہ اسم ہے کہ جس کے مفرد کے آخر میں واوَ ماقبل مضموم اور نون مفتوح یا یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوح ملحق ہو تا کہ لحوق اس بات پر دلالت کرے کہ اس واحد کے ساتھ اس کی جنس میں سے اس سے زائد افراد ہیں جیسے مُسلِمُونَ (حالت رفعی میں) اور مُسلِمِینَ (حالت نصبی وجری میں) یہ دونوں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایک مسلم کے ساتھ اس ایک سے زائد اور بھی ہیں۔

ھذا فی الصحیح الخ. یہ صحیح میں ہے یعنی مفرد کے آخر میں واوَ ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ یا یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ کا الحاق بغیر کسی تغیر کے صحیح میں ہوتا ہے لیکن اسمِ منقوص یا اسمِ مقصور میں الحاق مذکورہ کے وقت کچھ نہ کچھ تغیر ہوتا ہے جس کو مصنفؒ امّا المنقوص سے بیان کرتے ہیں۔

اَمَّا الْمَنْقُوْصُ فَتُحْذَفُ يَاؤُهٗ مِثْلُ قَاضُوْنَ وَدَاعُوْنَ وَالْمَقْصُوْرُ يُحْذَفُ اَلِفُهٗ وَيُبْقٰى مَا قَبْلَهَا مَفْتُوْحًا لِيَدُلَّ عَلَى الْاَلِفِ مَحْذُوْفَةٍ مِثْلُ مُصْطَفَوْنَ.

ترجمہ: اور لیکن اسم منقوص تو اس کی یا کو حذف کیا جائے گا جیسے قاضون، داعون اور (لیکن) اسم مقصور تو اس کے الف کو حذف کیا جائے گا اور اس کے ماقبل کو مفتوح باقی رکھا جائے گا تا کہ الف محذوفہ پر دلالت کرے جیسے مصطفون۔

تشریح: امّا المنقوص الخ. اسم منقوص یعنی وہ اسم جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو تو اس کو جمع مذکر سالم بناتے وقت

اس کی یاء کوحذف کردیتے ہیں جیسے قاضُون، داعُون **والمقصور یحذف الفه الخ.** اسم مقصور یعنی وہ اسم جس کے آخر میں الف مقصورہ ہوتو اس کو جمع مذکر سالم بناتے وقت اس کے الف کو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کردیتے ہیں اور ماقبل کے فتحہ کو باقی رکھتے ہیں، تاکہ وہ فتحہ الف محذوفہ پر دلالت کرے، جیسے مُصْطَفَوْنَ اصل میں مصطَفَیُوْنَ تھا۔ یاء متحرک ماقبل مفتوح یاء کو الف سے بدل دیا۔ اب التقائے ساکنین لازم آیا الف اور واؤ کے درمیان تو الف کو گرادیا، مصطفون ہوگیا۔

وَيُخْتَصُّ بِأُولِي الْعِلْمِ وَاَمَّا قَوْلُهُمْ سِنُوْنَ وَاَرْضُوْنَ وَثُبُوْنَ وَقِلُوْنَ فَشَاذٌّ.

ترجمہ: اور یہ (جمع مصحح مذکر) ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے اور رہا ان کا قول سنون. ارضون، ثبون، قلون تو شاذ ہے۔

تشریح: ویختصّ بأُولی العلم: مذکورہ جمع یعنی وہ جمع جس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم اور نون مفتوح یا یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوح ہو، یہ مذکر ذوی العقول کے ساتھ مختص ہے۔

تشریح: امّا قولھم الخ. یہاں سے غرض ایک سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کی تقریر یہ ہے کہ سَنَةٌ بمعنی سال اور اَرْضٌ بمعنی زمین اور ثُبَةٌ بمعنی جماعت وگروہ اور قُلَّةٌ بمعنی گُلّی ڈنڈا۔ یہ سب الفاظ نہ ہی مذکر ہیں اور نہ ہی عاقل ہیں، حالانکہ ان کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ آتی ہے، جسے سِنُون، ارضُون اور ثُبون اور قِلون، تو مصنف کا یہ دعویٰ کرنا کہ جمع مذکر سالم کا وزن مذکر ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے۔ یہ کیسے درست ہوسکتا ہے۔

جواب: مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ تمام جُموع، شاذ ہیں۔

وَيَجِبُ اَنْ لاَ يَكُوْنَ اَفْعَلَ مُؤَنَّثُهٗ فَعْلاَءَ كَاَحْمَرَوَحَمْرَاءَ وَلاَ فَعْلاَنَ مُؤَنَّثُهٗ فَعْلٰى كَسَكْرَانَ وَسَكْرَىٰ وَلاَ فَعِيْلاً بِمَعْنَى مَفْعُوْلٍ كَجَرِيْحٍ بِمَعْنٰى مَجْرُوْحٍ وَلاَ فَعُوْلاً بِمَعْنٰى فَاعِلٍ كَصُبُوْرٍ بِمَعْنٰى صَابِرٍ.

ترجمہ: اور ضروری ہے کہ وہ اسم ایسا افعل نہ ہو کہ جس کی مؤنث فعلاء ہے جیسے احمر، حمراء اور نہ ایسا فعلان ہو کہ جس کی مؤنث فعلی ہے جیسے سکران، سکری اور نہ ایسا فعیل ہو جو بمعنی مفعول ہو جیسے جریح بمعنی مجروح اور نہ ایسا فعول ہو جو بمعنی فاعل ہو جیسے صبور بمعنی صابر۔

تشریح: ویجب ان لا یکون عبارت کی وضاحت سے پہلے ایک تمہید سمجھ لیں کہ اسم کی دو قسمیں ہیں: (۱) اسم ذات، (۲) اسم صفت۔ اسم ذات وہ اسم ہے جو محض ذات پر دلالت کرے اور اس میں صفتی معنی نہ ہو جیسے زید، اور اسم صفت وہ اسم ہے جو ذات کے ساتھ ساتھ کسی صفت پر بھی دلالت کرے۔ یعنی وہ اسم ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے جس میں صفتی معنی ہو، جیسے قائمٌ.

آمدم برسر مطلب۔ یہاں سے مصنفؒ دونوں اسموں کی جمع مذکر سالم بنانے کی شرائط بیان کررہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ وہ اسم جس سے جمع مذکر سالم بنانا مقصود ہو اگر وہ اسم ذات ہو تو اس کی جمع مذکر سالم بنانے کی تین شرطیں ہیں: (۱) مذکر ہو، یعنی اس میں تاء تانیث نہ لفظاً ہو نہ تقدیراً۔ پس طلحةٌ اور عینٌ کی جمع مذکر سالم نہیں بنے گی، کیونکہ اوّل میں تائے تانیث لفظاً ہے اور ثانی میں تقدیراً۔ (۲) علم

ہو،لہٰذا رجل کی جمع مذکر سالم نہیں بنے گی، کیونکہ یہ علم نہیں۔(۳) اس کا مسمّٰی عاقل ہو،لہٰذا اعوج (جو گھوڑے کا علم ہے) کی جمع مذکر سالم نہیں آئے گی۔ اور اگر وہ اسم جس کی جمع مذکر سالم بنانی ہے، اسم صفت ہو تو اس سے جمع مذکر سالم بنانے کی چھ شرطیں ہیں: (۱) مذکر عاقل ہو، (۲) اس کے آخر میں تاء تانیث[2] نہ ہو جیسے علّامۃ۔

(۳) ایسے اَفعل کے وزن[3] پر نہ ہو، جس کی مؤنث فعلاء کے وزن پر ہو، جیسے احمر، اس کی مؤنث حمر آء آتی ہے۔ لہٰذا اس کی جمع احمرون نہیں آئے گی۔

(۴) ایسے فَعلان کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فَعلٰی کے وزن پر آتی ہے[4]، جیسے سکران، اس کی مؤنث سکرٰی آتی ہے۔ لہٰذا سکران کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ نہیں آئے گی۔

(۵) ایسے فعیل کے وزن پر نہ ہو جو بمعنی مفعول کے ہو، جیسے جریح بمعنی مجروح۔ (۶) ایسے فعول کے وزن پر[1] نہ ہو جو بمعنی فاعل کے ہو، جیسے صَبُور بمعنی صابر۔

وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِهِ بِالْإِضَافَةِ نَحْوُ مُسْلِمُوْ مِصْرٍ.

ترجمہ: اور اس (جمع مذکر سالم) کے نون کو اضافت کی وجہ سے حذف کرنا واجب ہے جیسے مسلمو مصر.

تشریح: ويجب حذف نونه الخ. جمع مذکر سالم کے نون کو اضافت کے وقت حذف کرنا واجب ہے، جیسے مُسلمو مصرٍ، مسلمو اصل میں مسلمون تھا۔ نون جمع سالم کا اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

وَمُؤَنَّثٌ وَهُوَ مَا اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ اَلِفٌ وَتَاءٌ نَحْوُ مُسْلِمَاتٍ وَشَرْطُهٗ اِنْ كَانَ صِفَةً وَلَهٗ مُذَكَّرٌ اَنْ يَكُوْنَ مُذَكَّرُهٗ قَدْ جُمِعَ بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ مُذَكَّرٌ فَشَرْطُهٗ اَنْ لَّا يَكُوْنَ مُؤَنَّثًا مُجَرَّدًا عَنِ التَّاءِ كَالْحَائِضِ وَالْحَامِلِ. وَاِنْ كَانَ اِسْمًا غَيْرَ صِفَةٍ جُمِعَ بِالْاَلِفِ وَالتَّاءِ بِلَا شَرْطٍ كَهِنْدَاتٍ.

ترجمہ: اور مؤنث اور وہ وہ ہے کہ اس کے آخر میں الف اور تاء لاحق کیا گیا ہو جیسے مسلمات اور اگر وہ صفت ہو اور اس کیلئے مذکر ہو تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس کا مذکر ایسا ہو کہ اس کی جمع واؤ نون کے ساتھ لائی گئی ہو۔ جیسے مسلمون اور اگر اس کیلئے مذکر نہ ہو تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسی مؤنث نہ ہو جو تاء سے خالی ہو جیسے حائض، حامل۔ اور اگر وہ مؤنث مفرد اسم غیر صفت ہو تو بغیر کسی شرط کے اس کی جمع الف تاء کے ساتھ لائی جائے گی جیسے ھندات۔

تشریح: مؤنث هو ما اُلحق الخ. یہاں سے جمع مصحّح (جمع سالم) کی دوسری قسم جمع مؤنث سالم کا بیان ہے۔ فرماتے ہیں کہ جمع مؤنث سالم وہ اسم ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف اور تاء کو لاحق کیا گیا ہو۔ جیسے مسلماتٌ۔

وشرطهٗ الخ. یہاں سے جمع مؤنث سالم بنانے کی شرائط بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسم جس سے

---

[1] یلیہا، المسند الیہ میں الیہ کی ضمیر مجرور سے حال ہے اور نکرۃً حال ثانی ہے اور مضافۃً حال ثالث ہے ۱۲۔

جمع مؤنث سالم بنانی مقصود ہو وہ اسم صفت ہوگا یا غیر صفت ہوگا۔ اگر صفت ہو تو اس کا مذکر ہو یا نہیں ہوگا۔ اگر اس کا مذکر ہو تو پھر اس کی جمع مؤنث سالم بنانے کی شرط یہ[۲] ہے کہ اس مذکر کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ بنائی گئی ہو۔

جیسے مسلمات جمع ہے مسلمۃ کی یہ اسم صفت ہے اور اس کا مذکر مسلمٌ ہے اور اس مذکر کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ مسلمون بنائی گئی ہے اور اگر اس اسم صفت کا مذکر نہ ہو تو پھر اس کی جمع مؤنث سالم بنانے کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسی مؤنث ہو جو تائے تانیث سے[۱] خالی نہ ہو۔ اگر تائے تانیث سے خالی ہو تو اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ نہیں لائی جائے گی جیسے حائضٌ اور حاملٌ۔ یہ اسم صفت ہیں ان کے لئے مذکر نہیں ہے چونکہ یہ تائے تانیث سے خالی ہیں اس لئے ان کی جمع الف اور تاء کے ساتھ حائضات اور حاملات نہیں آئے گی بلکہ ان کی جمع، جمع مکسر حوائض اور حوامل آئے گی اور اگر اسم مؤنث غیر صفت ہو تو بغیر کسی شرط کے اس کی جمع مؤنث سالم الف اور تا کے ساتھ آئیگی جیسے ھندٌ اس کی جمع ھندات آتی ہے۔

وَالْمكَسَّرُ صِيْغَتُهُ فِي الثُّلَاثِيْ كَثِيْرَةٌ تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ كَرِجَالٍ وَاَفْرَاسٍ وَفُلُوْسٍ وَفِيْ غَيْرِ الثُّلَاثِيْ عَلٰى وَزْنِ فَعَالِلُ وَفَعَالِيْلُ قِيَاسًا كَمَا عَرَفْتَ فِي التَّصْرِيْفِ.

ترجمہ: اور جمع مکسر کے صیغے ثلاثی میں کثیر ہیں جن کو سماع کے ساتھ پہچانا جا سکتا ہے۔ جیسے رجال، افراس، فلوس اور غیر ثلاثی میں (اس کے صیغے) فعالل و فعالیل کے وزن پر ہیں قیاساً جیسا کہ آپ علم صرف میں پہچان چکے ہیں۔

تشریح: **والمكسّر صيغتُهُ الخ.** مصنف جمع مصحح کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اب جمع مکسر کو بیان فرما رہے ہیں کہ جمع مکسر کے صیغے ثلاثی سے بہت آتے ہیں ان کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں اور یہ محض سماع پر موقوف ہیں جیسے رجالٌ یہ جمع ہے رجلٌ کی۔ افراسٌ جمع ہے فرسٌ کی اور فلوسٌ جمع ہے فلسٌ کی۔ البتہ غیر ثلاثی مجرد میں قیاسی طور پر فعاللُ اور فعاليلُ کے وزن پر آتے ہیں جیسے دراھم، درھمٌ کی جمع ہے بروزن فعاللُ اور دنانیر دینارٌ کی جمع ہے بروزن فعالیلُ۔

ثُمَّ الْجَمْعُ اَيْضًا عَلٰى قِسْمَيْنِ جَمْعُ قِلَّةٍ وَهُوَ مَا يُطْلَقُ عَلَى الْعَشْرَةِ فَمَا دُوْنَهَا وَاَبْنِيَّتُهُ اَفْعُلٌ وَاَفْعَالٌ وَاَفْعِلَةٌ وَفِعْلَةٌ وَجَمْعَا الصَّحِيْحِ بِدُوْنِ اللَّامِ كَزَيْدُوْنَ وَمُسْلِمَاتٍ وَجَمْعُ كَثْرَةٍ وَهُوَ مَا يُطْلَقُ عَلٰى مَافَوْقَ الْعَشَرَةِ وَاَبْنِيَّتُهُ مَا عَدَا هٰذِهِ الْاَبْنِيَّةِ.

ترجمہ: پھر جمع بھی دو قسم پر ہے جمع قلت اور وہ وہ ہے کہ دس پر پس اس پر جو دس کے نیچے ہے بولی جائے اور اس کی بنائیں (اوزان) اَفْعُلٌ وَاَفْعَالٌ وَاَفْعِلَةٌ وَفِعْلَةٌ اور صحیح کی دو جمعیں ہیں بغیر الف لام کے جیسے زیدون و مسلمات اور جمع کثرت اور وہ وہ ہے جس کا دس سے زائد پر اطلاق کیا جائے اس کی بنائیں (اوزان) وہ ہیں جو ان کے ماسوا ہیں۔

تشریح: **ثم الجمع على قسمين الخ.** جمع کی باعتبار معنی[۲] کے دو قسمیں ہیں (۱) جمع قلّت (۲) جمع کثرت

جمع قلت: وہ جمع ہے جو دس یا دس سے کم پر بولی جائے[۳] اس کے چار وزن ہیں:

(۱) اَفْعُلٌ جیسے اکلُبٌ جمع ہے کلبٌ کی (۲) اَفْعَالٌ جیسے اقوالٌ جمع ہے قولٌ کی۔

(۳) اَفۡعِلَۃٌ جیسے اَطۡعِمَۃٌ جمع ہے طعام کی (۴) فِعۡلَۃٌ جیسے غِلۡمَۃٌ جمع ہے غلام کی۔

اور جمع صحیح کے دونوں وزن یعنی جمع مذکر سالم و جمع مؤنث سالم، جبکہ الف لام کے بغیر ہوں بھی جمع قلت کے وزن ہیں جیسے مسلمون، زیدون اور مسلماتٌ.

جمع کثرت: وہ جمع ہے جو دس سے زیادہ پر بولی جائے۔ جمع کثرت کے اوزان مذکورہ بالا اوزان کے علاوہ ہیں۔

فائدہ: بعض اوقات جمع قلت اور جمع کثرت کے اوزان کا ایک دوسرے پر اطلاق ہوجاتا ہے کسی قرینہ کی وجہ سے۔

فصل: اَلۡمَصۡدَرُ اِسۡمٌ یَدُلُّ عَلَی الۡحَدَثِ فَقَطۡ وَیُشۡتَقُّ مِنۡهُ الۡاَفۡعَالُ کَالضَّرۡبِ وَالنَّصۡرِ مَثَلاً وَاَبۡنِیَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِیِّ الۡمُجَرَّدِ غَیۡرُ مَضۡبُوۡطَةٍ تُعۡرَفُ بِالسَّمَاعِ وَمِنۡ غَیۡرِهٖ قِیَاسِیَّةٌ کَالۡاِفۡعَالِ وَالۡاِنۡفِعَالِ وَالۡاِسۡتِفۡعَالِ وَالۡفَعۡلَلَةِ وَالتَّفَعۡلُلِ مَثَلاً.

ترجمہ: فصل مصدر وہ اسم ہے جو صرف حدث پر دلالت کرے اور اس سے افعال مشتق ہوتے ہوں جیسے الضرب (مارنا) النصر (مدد کرنا) مثلاً اور اس کے اوزان ثلاثی مجرد سے منضبط نہیں ہیں۔ سماع کے ساتھ پہچانے جاتے ہیں اور غیر ثلاثی مجرد سے قیاسی ہیں جیسے افعال وغیرہ مثلاً۔

تشریح: فصل، المصدر الخ. مصدر وہ اسم ہے جو فقط حدث یعنی معنی مصدری پر دلالت کرے، زمانہ اور نسبت الی الفاعل پر دلالت نہ کرے اور حدث وہ معنی ہے جو خود بخود قائم نہ ہو بلکہ اپنے غیر کے ساتھ قائم ہو۔ خواہ اس غیر سے صادر ہو یا اس غیر سے صادر نہ ہو۔ اول یعنی غیر سے صادر ہو جیسے الضرب کہ یہ مثلاً زید وغیرہ سے صادر ہوتا ہے اور ثانی یعنی غیر سے صادر نہ ہو جیسے موت۔

ویشتق منه الخ: اور مصدر سے بہت سے فعل مشتق ہوتے ہیں جیسے الضرب اور النصر مصدر ہیں اور ان سے بہت سے فعل مثلاً ضَرَبَ، یَضۡرِبُ، نَصر ینصُر وغیرہ مشتق ہوتے ہیں۔

وابنیتهٗ من الثلاثی المجرد الخ. ثلاثی مجرد سے مصدر کے اوزان منضبط نہیں بلکہ سماعی ہیں یعنی اہل عرب سے سننے سے معلوم ہوتے ہیں۔ جبکہ ثلاثی مجرد کے غیر یعنی ثلاثی مزید فیہ، رباعی مجرد اور رباعی مزید فیہ سے مصدر کے اوزان قیاسی ہیں یعنی انکے اوزان متعین ہیں کہ فلاں باب کا مصدر فلاں وزن پر آئے گا اور فلاں باب کا مصدر فلاں وزن پر آئیگا چنانچہ جس باب کی ماضی انفعل کے وزن پر ہو۔ اس باب کا مصدر انفعال کے وزن پر آئے گا اور جس باب کی ماضی اِسۡتَفۡعَلَ کے وزن پر ہو اس باب کا مصدر استفعال کے وزن پر آئے گا اور جس باب کی ماضی فَعۡلَلَ کے وزن پر ہو اس باب کا مصدر فَعۡلَلَةٌ کے وزن پر آئے گا اور جس باب کی ماضی تَفَعۡلَلَ کے وزن پر ہو اس باب کا مصدر تَفَعۡلُلُ کے وزن پر آئیگا اور جس باب کی ماضی اَفۡعَلَ کے وزن پر ہو اس باب کا مصدر اِفۡعَالُ کے وزن پر آئیگا۔

فَالۡمَصۡدَرُ اِنۡ لَمۡ یَکُنۡ مَفۡعُوۡلاً مُطۡلَقًا یَعۡمَلُ عَمَلَ فِعۡلِهٖ اَعۡنِیۡ یَرۡفَعُ الۡفَاعِلَ اِنۡ کَانَ لاَ زِمًا نَحۡوُ اَعۡجَبَنِیۡ قِیَامٌ زَیۡدٌ وَیَنۡصِبُ مَفۡعُوۡلاً اَیۡضًا اِنۡ کَانَ مُتَعَدِّیًا نَحۡوُ اَعۡجَبَنِیۡ ضَرۡبٌ زَیۡدٍ عَمۡرًوا.

ترجمہ: پس مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہو تو عمل کرتا ہے اپنے فعل کا سا عمل، میں مراد لیتا ہوں کہ فاعل کو رفع دیتا ہے اگر وہ مصدر لازمی

ہو جیسے اعجبنی قیام زیدا اور نصب دیتا ہے مفعول کو بھی اگر وہ مصدر متعدی ہو جیسے اعجبنی ضرب زید عمرًوا۔

تشریح: فالمصدر ان لم یکن مفعولا مطلقا الخ. یہاں سے فاضل مصنفؒ مصدر کا عمل اور اس کے عمل کرنے کی شرط بیان کرر ہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ مصدر بشرطیکہ مفعول مطلق نہ ہو۔اپنے فعل کا سا عمل کرتا ہے پس اگر وہ فعل لازمی کا مصدر ہو تو فعل لازمی والا عمل کرتا ہے یعنی فقط فاعل کو رفع دیتا ہے جیسے اَعْجَبَنی قیامٌ زیدٌ اس میں قیام مصدر لازمی ہے جس نے زید کو رفع دیا فاعل ہونے کی بناء پر اور اگر وہ فعل متعدی کا مصدر ہو تو فعل متعدی والا عمل کرتا ہے یعنی فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دیتا ہے جیسے اعجبنی ضربٌ زیدٌ عمرًوا۔اس میں ضرب مصدر متعدی ہے جس نے زید کو رفع دیا فاعل ہونے کی بناء پر اور عمرو کو نصب دیا مفعول بہ ہونے کی بناء پر۔

۩۞۩۞۩۞۩۞۩۞۩۞۩۞۩۞

وَلاَ يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ مَعْمُوْلِ الْمَصْدَرِ عَلَيْهِ فَلاَ يُقَالُ اَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ ضَرْبَ عَمْرٍو اَوْ لاَ عَمْرًوا ضَرْبُ زَيدٍ.

ترجمہ: اور مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا جائز نہیں پس نہیں کہا جائے گا اعجبنی زید ضرب عمروا اور نہ ہی کہا جائے گا عمرواً ضرب زید.

تشریح: ولا یجوز تقدیم معمول المصدر علیه الخ. مصنف علاّم فرماتے ہیں کہ مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا جائز نہیں خواہ وہ معمول فاعل ہو یا مفعول بہ ہو۔جیسے اعجبنی زیدٌ ضربٌ عمروًا کہنا جائز نہیں۔اس لئے کہ اس میں زیدٌ فاعل کی تقدیم ضرب مصدر پر ہو رہی ہے جو کہ جائز نہیں ہے اور اعجبنی عمرًا ضربُ زیدٍ کہنا بھی جائز نہیں۔اس لئے کہ اس میں عمرو مفعول بہ کی تقدیم ضرب مصدر پر ہو رہی ہے جو کہ نا جائز ہے۔

۩۞۩۞۩۞۩۞۩۞۩۞۩۞۩۞

وَيَجُوْزُ اِضَافَتُهٗ اِلَى الْفَاعِلِ نَحْوُ كَرِهْتُ ضَرْبَ زَيْدٍ عَمْرًوا وَاِلَى الْمَفْعُوْلِ بِهٖ نَحْوُ كَرِهْتُ ضَرْبَ عَمْرٍو زَيْدٌ.

ترجمہ: اور مصدر کی اضافت فاعل کی طرف جائز ہے جیسے کرهت ضربَ زید عمراً یا مفعول بہ کی طرف جیسے کرهت ضرب عمروزیدٌ۔

تشریح: ویجوز اضافتهٗ الخ. مصدر کی فاعل کی طرف اضافت کرنا جائز ہے اور اس وقت فاعل لفظاً مجرور ہوگا اس لئے کہ مضاف الیہ ہے اور معنًی مرفوع ہوگا اسلئے کہ فاعل ہے اور اگر آگے مفعول بہ مذکور ہو تو وہ منصوب ہوگا جیسے کرهتُ ضربَ زید عمرًا۔اور مصدر کی اضافت مفعول بہ کی طرف بھی جائز ہے اس وقت مفعول بہ لفظاً مجرور ہوگا اس لئے کہ مضاف الیہ ہے اور معنی منصوب ہوگا اس لئے کہ مفعول بہ ہے۔اور اگر آگے فاعل بھی مذکور ہو تو وہ مرفوع ہوگا جیسے کرهتُ ضربَ عمروٍ زیدٌ۔

وَاَمَّا اِنْ كَانَ مَفْعُوْلاً مُطْلَقًا فَالْعَمَلُ لِلْفِعْلِ الَّذِىْ قَبْلَهٗ نَحْوُ ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًوا فَعَمرٌومَنْصُوْبٌ بِضَرَبْتُ.

ترجمہ: اور لیکن اگر وہ مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل اس فعل کیلئے ہوگا جو اس سے پہلے ہے۔جیسے ضربتُ ضرباً عمرواً (میں نے مارا عمرو کو مارنا) پس عمرو ضربت کی وجہ سے منصوب ہے۔

تشریح: و امّا ان کان مفعولا مطلقا الخ. اور اگر مصدر مفعول[1] مطلق ہو تو اس وقت عمل مصدر کیلئے [2] نہ ہوگا بلکہ اس

فعل کیلئے ہوگا جو اس سے پہلے واقع ہے اور جس کا یہ مفعول مطلق ہے جیسے ضربتُ ضربًا عمروًا۔ اس میں ضربًا مصدر مفعول مطلق ہے اس لئے عمرًا پر نصب ضربتُ کی وجہ سے ہے نہ کہ ضربًا کی وجہ سے۔

فَصْل: اِسْمُ الْفَاعِلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الْحُدُوْثِ.

ترجمہ: اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس کیساتھ فعل قائم ہے بطریق حدوث کے۔

تشریح: فصل، اسم الفاعل الخ. اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل یعنی مصدر سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جسکے ساتھ فعل (حدث) بطور حدوث کے قائم ہے۔

فوائد قیود: (۱) اسم بمنز لۂ جنس کے ہے جو تمام اسماء کو شامل ہے۔ (۲) مشتقٌ من فعلٍ فصل اول ہے جس سے اسم جامد خارج ہوگیا۔ (۳) لیدلّ علی من قام به الفعل فصل ثانی ہے اس سے اسم مفعول اور اسم تفضیل خارج ہوگئے کیونکہ اسم مفعول اس ذات پر دلالت کرتا ہے جس پر فعل واقع ہوتا ہے نہ کہ اس پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے اور اسم تفضیل اس طرح خارج ہوگیا کہ اگرچہ وہ اس ذات پر دلالت کرتا ہے جس کے ساتھ فعل قائم ہے لیکن زیادتی کے ساتھ جبکہ اسم فاعل میں زیادتی والا معنی نہیں پایا جاتا۔

(۴) بمعنی الحدوث فصل ثالث ہے اس سے صفت مشبّہ خارج ہوگیا کیونکہ صفت مشبّہ اس ذات پر دلالت کرتا ہے جس کے ساتھ فعل بطریقِ ثبوت ودوام قائم ہو جبکہ اسم فاعل اس ذات پر دلالت کرتا ہے جس کے ساتھ فعل بطریقِ حدوث وتجدد قائم ہو۔

وَصِيْغَتُهُ مِنَ الثُّلاثِي الْمُجَرَّدِ عَلٰى وَزْنِ فَاعِلٍ كَضَارِبٍ وَنَاصِرٍ وَمِنْ غَيْرِهٖ عَلٰى صِيْغَةِ الْمُضَارِعِ مِنْ ذٰلِكَ الْفِعْلِ بِمِيْمٍ مَضْمُوْمٍ مَكَانَ حَرْفِ الْمُضَارِعَةِ وَكَسْرِ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُدْخِلٍ وَمُسْتَخْرِجٍ.

ترجمہ: اور ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کا صیغہ فاعل کے وزن پر آتا ہے کہ جیسے ضارب و ناصر اور غیر ثلاثی مجرد سے اسی فعل کے مضارع کے وزن پر آتا ہے۔ میم مضمومہ کو حرف مضارعۃ کی جگہ پر رکھنے اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دینے کے ساتھ جیسے مدخل اور مستخرج۔

تشریح: وصیغته من الثلاثی الخ. اسم فاعل کا صیغہ ثلاثی مجرد سے اکثر فاعلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے ضاربٌ اور ناصرٌ اور ثلاثی مجرد کے علاوہ سے اس باب کے مضارع معلوم کے وزن پر آتا ہے مع کچھ تغیّر کے بایں طور کہ علامتِ مضارع کی جگہ میم مضموم لگاتے ہیں اور آخر سے پہلے حرف کو کسرہ دیتے ہیں اگر کسرہ نہ ہو جیسے مُدْخِلٌ اور مستخرِجٌ۔ مُدْخِل باب افعال کا اسم فاعل ہے جو یُدخِلُ مضارع کے وزن پر ہے مگر قدرے تغیر کے ساتھ وہ اس طرح کے علامتِ مضارع کی جگہ میم مضموم رکھدی گئی ہے اور اسی طرح مستخرِجٌ یہ باب استفعال کا اسم فاعل ہے جو یستخرِجُ مضارع کے وزن پر ہے قدرے تغیّر کے ساتھ کہ علامتِ مضارع کی جگہ میم مضموم رکھ دی گئی ہے۔

وَهُوَ يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَعْرُوْفِ اِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْحَالِ اَوِ الْاِسْتِقْبَالِ وَمُعْتَمِداً عَلَى الْمُبْتَدَاِ

نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ اَوْ ذِی الْحَالِ نَحْوُ جَاءَ نِیْ زَيْدٌ ضَارِبًا اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْ مَوْصُوْلٍ نَحْوُ مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْ مَوْصُوْفٍ نَحْوُ عِنْدِیْ رَجُلٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْ هَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ حَرْفِ النَّفْیِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ.

ترجمہ: اور وہ یعنی اسم فاعل اپنے فعل معروف کا سا عمل کرتا ہے۔ بمعنی حال یا استقبال ہو اور سہارا لینے والا ہو مبتدا پر جیسے زید قائم ابوہ یا ذوالحال پر جیسے جاء نی زید ضاربا ابوہ، عمروا یا موصول پر یا جیسے مررت بالضارب ابوہ عمروا یا موصوف پر جیسے عندی رجل ضارب ابوہ عمروا یا حرف استفہام پر جیسے اقائم زید یا حرف نفی پر جیسے ما قائم زیدٌ۔

تشریح: **وھو یعمل عمل فعلہ المعروف الخ.** اسم فاعل اپنے فعل معروف والا عمل کرتا ہے یعنی اگر اسکا فعل لازمی ہو تو فعل لازمی والا عمل کرتا ہے یعنی فقط فاعل کو رفع دیتا ہے اور اگر اس کا فعل متعدی ہو تو فعل متعدی والا عمل کرتا ہے یعنی فاعل کو رفع دیتا ہے اور مفعول بہ کو نصب دیتا ہے لیکن اس کے عمل کرنے کی دو شرطیں ہیں (١) معنی میں حال یا استقبال کے ہو (٢) چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کئے ہوئے ہو یعنی اس کے شروع میں چھ چیزوں[1] میں سے کوئی ایک چیز ہو اور اسم فاعل ان کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔

(١) اس سے پہلے مبتدا ہو جیسے زیدٌ قائم ابوہ، اس صورت میں اسم فاعل اس مبتدا کی خبر ہوگا۔

(٢) ذوالحال ہو جیسے جاء نی زیدٌ ضاربًا ابوہ عمرًوا۔ اس صورت میں اسم فاعل ذوالحال سے حال ہوگا۔

(٣) موصول ہو جیسے مررت بالضارب ابوہ عمرًوا، اس صورت میں اسم فاعل موصول کا صلہ ہوگا۔

(٤) موصوف ہو جیسے عندی رجلٌ ضاربٌ ابوہٗ عمرًا، اس صورت میں اسم فاعل موصوف کی صفت ہوگا۔

(٥) ہمزہ استفہام ہو جیسے اَقائمٌ زیدٌ۔ (٦) حرف نفی ہو جیسے مَا قائمٌ زیدٌ۔

فَاِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْمَاضِیْ وَجَبَتِ الْاِضَافَةُ مَعْنًى نَحْوُ زَيْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو اَمْسِ.

ترجمہ: پس اگر اسم فاعل بمعنی ماضی ہو تو اضافت معنویہ واجب ہے جیسے زید ضارب عمرو امس۔

تشریح: **فان کان بمعنی الماضی الخ.** جب اسم فاعل[1] متعدی ہو اور اس کا مفعول بہ مذکور ہو اور اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں نہ ہو بلکہ کسی قرینے کی وجہ سے ماضی کے معنی میں ہو تو اس وقت ماضی کے معنی میں ہونے کی وجہ سے مفعول بہ میں عمل نہیں کرے گا بلکہ مفعول بہ کی طرف اس کی اضافت واجب ہوگی اضافت معنویہ کے ساتھ جیسے زیدٌ ضاربُ عمروٍ اَمْسِ، اس میں ضاربُ اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہونے کی وجہ سے عمرو میں عمل نہیں کر رہا بلکہ مفعول بہ کی طرف مضاف ہے اضافت معنویہ کے ساتھ۔

هٰذَا اِذَا كَانَ مُنَكَّرًا اَمَّا اِذَا كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ يَسْتَوِیْ فِيْهِ جَمِيْعُ الْاَزْمِنَةِ نَحْوُ زَيْدُنِ الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْرَوانِ الْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ.

ترجمہ: یہ شرط اس وقت ہے جب اسم فاعل نکرہ ہو لیکن جب معرف باللام ہو تو اس میں سب زمانے برابر ہیں جیسے زید الضارب ابوہ عمروا الآن اوغدا او امس۔

تشریح: هذا اذا كان منكرًا الخ. اسم فاعل کے عمل کا اس بات کے ساتھ مشروط ہونا کہ وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو اس وقت ہے جب اسم فاعل نکرہ ہو اور اگر اسم فاعل معرفہ ہو یعنی الف لام بمعنی الّذی کے ساتھ معرّف ہو تو تمام زمانے برابر ہیں۔ یعنی ہر حال میں مفعول بہ میں عمل کرے گا خواہ ماضی کے معنی میں ہو یا حال کے معنی میں ہو یا استقبال کے معنی میں ہو۔ نیز اس وقت مذکورہ چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کی شرط بھی نہیں ہوگی جیسے زیدٌ الضاربُ ابوہ عَمْرًوا الآنَ او غداً او امسِ۔

فَصْل: اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ مُتَعَدٍّ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْفِعْلُ وَصِيْغَتُهٗ مِنْ مُجَرَّدِ الثُّلَاثِيْ عَلٰى وَزْنِ مَفْعُوْلٍ لَفْظًا كَمَضْرُوْبٍ اَوْ تَقْدِيْرًا كَمَقُوْلٍ وَمَرْمِيٍّ وَمِنْ غَيْرِهٖ كَاِسْمِ الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُدْخَلٍ وَمُسْتَخْرَجٍ.

ترجمہ: فصل اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوا اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے لفظاً جیسے مضروب یا تقدیرا جیسے مقول مرمی اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم مفعول اسم فاعل کی طرح ہے آخر کے ماقبل کے فتحہ کے ساتھ جیسے مُدْخَلٌ مُسْتَخْرَجٌ۔

تشریح: فصل، اسم المفعول الخ. اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل (مصدری معنی) واقع ہے۔

فوائد قیود: (۱) اسمٌ بمنزلہ جنس کے ہے جو تمام اسماء کو شامل ہے۔ (۲) مشتق من فعلٍ فصل اول ہے جس سے اسم جامد نکل گیا۔ (۳) علٰی من وقع علیه الفعل فصلِ ثانی ہے جس سے اسم فاعل، صفت مشبہ اور اسم تفضیل نکل گئے کیونکہ یہ تینوں من قام به الفعل پر دلالت کرتے ہیں، من وقع علیہ الفعل پر دلالت نہیں کرتے، من وقع علیہ الفعل پر دلالت نہیں کرتے اور من فعلٍ متعدٍ اس لئے کہا کہ فعل لازمی سے اسم مفعول نہیں بنتا۔

وصیغۃ اسم مفعول کا صیغہ ثلاثی مجرد سے اکثر[1] مفعولٌ کے وزن پر آتا ہے خواہ لفظاً یعنی لفظی طور پر مفعول کے وزن پر جیسے مضروبٌ بروزن مفعول ہے، خواہ تقدیرًا یعنی تقدیری طور پر مفعول کے وزن پر جیسے مقولٌ اصل میں مَقْوُوْلٌ بروزن مفعولٌ تھا اور مرمیٌّ اصل میں مَرْمُوْیٌ بروزن مفعول تھا۔ بعد میں تعلیل ہوئی اور ثلاثی مجرد کے غیر سے اسم مفعول اسم فاعل کے مانند ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اسم فاعل کے آخر کا ماقبل مکسور ہوتا ہے اور اسم مفعول کے آخر کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے جیسے مُدْخَلٌ، مستخرَجٌ۔

وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَجْهُوْلِ بِالشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ فِيْ اِسْمِ الْفَاعِلِ نَحْوُ زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلَامُهٗ الْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ.

ترجمہ: اور وہ یعنی اسم مفعول اپنے فعل مجہول کا سا عمل کرتا ہے انہی شرائط کے ساتھ جو اسم فاعل میں مذکور ہو چکی ہیں۔ جیسے زیدٌ مضروب غلامه الآن اوغدا اوامس۔

تشریح: ویعمل عمل فعله المجهول الخ. یعنی اسم مفول اپنے فعل مجہول والا عمل کرتا ہے یعنی نائب فاعل کو رفع دیتا ہے اور اگر دوسرا مفعول بہ ہو تو اس کو نصب کر دیتا ہے لیکن انہی دو شرائط کے ساتھ جو اسم فاعل کے عمل کی شرائط ہیں (١) معنی میں حال یا استقبال کے ہو (٢) مذکورہ بالا چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کئے ہوئے ہو جیسے زید مضروب ابوه الآن اور جیسے (١) زید معطی علامه درهما (٢) جاء نی زید معطی علامه درهما (٣) جاء نی زید المعطی غلامه درهما (٤) جاء نی رجلٌ معطیً غلامه درهما (٥) امعطی علامه درهما (٦) ما معطی علامه درهما. اور یہ دونوں شرطیں اس وقت ہیں جب اسم مفعول نکرہ ہو اور اگر اسم مفعول معرّف باللام ہو تو پھر بغیر کسی شرط کے عمل کرے گا یعنی اس میں سب زمانے برابر ہونگے اور اس وقت کسی چیز پر اعتماد بھی ضروری نہ ہوگا جیسے زیدُنْ المعطی ابوه درهمًا الأن اوغدًا اوامس۔

تنبیہ: بمعنی حال یا استقبال کی شرط مفعول بہ میں عمل کرنے کیلئے ہے۔ نائب فاعل کو رفع دینے کیلئے نہیں بلکہ نائب فاعل کو بغیر اس شرط کے رفع دیتا ہے جیسا کہ اسم فاعل میں گذرا۔

فَصْل: اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لاَزِمٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الثُّبُوْتِ.

ترجمہ: صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازمی سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس کیساتھ فعل بطور ثبوت کے قائم ہے۔

تشریح: فصل، صفت مشبّه الخ. صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے کہ جس کے ساتھ فعل (مصدری معنی) بطور ثبوت کے قائم ہو۔

فوائد قیود: لفظ اسم بمنزلہ جنس کے ہے جو تمام اسماء کو شامل ہے۔ مشتق فصل اول ہے جس سے اسم جامد خارج ہو گیا۔ فعل لازم فصل ثانی ہے اس سے وہ اسم فاعل اور اسم مفعول خارج ہو گئے جو فعل متعدی سے مشتق ہوتے ہیں۔ لیدل علی من قام فصل ثالث ہے۔ اس سے اسم مفعول خارج ہو گیا کیونکہ وہ من وقع علیه الفعل پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح اسم زمان، اسم مکان، اسم آلہ بھی خارج ہو گئے کیونکہ اگر چہ وہ فعل لازم سے مشتق ہوتے ہیں لیکن اس ذات پر دلالت نہیں کرتے جس کے ساتھ فعل قائم ہے۔ بمعنی الثبوت فصل رابع ہے اس سے اسم فاعل اور اسم تفضیل خارج ہو گئے کیونکہ یہ اس ذات پر دلالت کرتے ہیں جن کے ساتھ فعل بطورِ تجدّد وحدوث کے قائم ہے۔

فائدہ: ۔صفت مشبہ اور اسم فاعل میں فرق یہ ہے کہ اسم فاعل میں صفت عارضی ہوتی ہے اور صفت مشبہ میں صفت لازمی اور دائمی ہوتی ہے۔ ضاربٌ اس کو کہیں گے جس میں ضرب پہلے موجود نہ ہو، اب پیدا ہو گئی ہو اور حَسَنٌ اس شخص کو کہیں گے جس میں صفتِ حُسن ہر وقت دائمی طور پر موجود ہو۔

وَصِيْغَتُهَا عَلٰى خِلاَفِ صِيْغَةِ اِسْمِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ وَاِنَّمَا تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ كَحَسَنٍ وَصَعْبٍ وَظَرِيْفٍ.

ترجمہ: اورصفت مشبہ کے صیغے اسم فاعل واسم مفعول کے صیغہ کے خلاف ہوتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ان کو سماع کے ساتھ پہچانا جاتا ہے۔ جیسے حسن، صعب، ظریف۔

تشریح: وصیغتها الخ. صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغے کے خلاف ہوتا ہے اس لئے کہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے وزن قیاسی ہیں لیکن صفت مشبہ کے اوزان سماعی ہیں جو سننے سے معلوم ہوتے ہیں جیسے حَسَنٌ بمعنی صاحبِ جمال، صعبٌ بمعنی دشوار، ظریفٌ بمعنی خوش طبع۔

وَهِيَ تَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقًا بِشَرْطِ الْاِعْتِمَادِ الْمَذْكُوْرِ. وَمَسَائِلُهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ لِاَنَّ الصِّفَةَ اِمَّا بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدَةٌ عَنْهُمَا وَمَعْمُوْلُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اِمَّا مُضَافٌ اَوْ بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدٌ عَنْهُمَا فَهٰذِهٖ سِتَّةٌ وَمَعْمُوْلُ كُلٍّ مِنْهَا اِمَّا مَرْفُوْعٌ اَوْ مَنْصُوْبٌ اَوْ مَجْرُوْرٌ فَذٰلِكَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ.

ترجمہ: اور وہ اپنے فعل کا سا عمل کرتا ہے مطلقاً اعتماد مذکور کی شرط کے ساتھ اور اس کی اقسام اٹھارہ ہے اس لئے کہ صفت مشبہ یا الف لام کے ساتھ ہوگی یا الف لام سے خالی ہوگی اور ان میں سے ہر ایک کا معمول یا مضاف ہوگا یا الف لام کے ساتھ ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا پس یہ چھ ہیں اور ہر ایک کا معمول مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور پس یہ اٹھارہ ہیں۔

تشریح: وهي تعمل الخ. صفت مشبّہ اپنے فعل لازمی والا عمل کرتا ہے مطلقاً یعنی بمعنی حال واستقبال ہونے کی شرط[1] کے بغیر۔ بشرطیکہ چھ چیزوں میں سے اسم موصول کے علاوہ باقی پانچ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کئے ہوئے ہو۔

فائدہ: اسم موصول پر اعتماد کی شرط اسلئے نہیں کہ باتفاقِ نحویین صفت مشبّہ پر جو الف لام ہوتا ہے وہ بمعنی الّذی نہیں ہوتا بلکہ حرفی ہوتا ہے جبکہ اسم فاعل اور اسم مفعول پر الف لام بمعنی الّذی ہوتا ہے۔

ومسائلها الخ. صفت مشبہ کے مسائل یعنی صفت مشبّہ کی قسمیں اٹھارہ ہیں کیونکہ صفت مشبہ معرّف باللام ہوگا جیسے الحسن یا مجرد عن اللام ہوگا جیسے حسنٌ پھر ان میں سے ہر ایک کا معمول یا تو معرّف باللام ہوگا جیسے الوجه یا مضاف ہوگا جیسے وجهه یا ان دونوں سے مجرد ہوگا یعنی نہ معرف باللام ہوگا اور نہ مضاف ہوگا۔ جیسے وجهٌ. دو کو تین میں ضرب دینے سے چھ ہوئے پھر ان چھ میں ہر ایک کا معمول یا مرفوع ہوگا فاعل ہونے کی بناء پر یا منصوب ہوگا اسم فاعل کے مفعول بہ کے مشابہ ہونے کی بناء پر اگر معرفہ ہو یا منصوب ہوگا تمیز ہونے کی بناء پر اگر نکرہ ہو یا مجرور ہوگا اس بناء پر کہ اس کی طرف صفت مشبہ مضاف ہے۔ چھ کو تین سے ضرب دینے سے کل اٹھارہ قسمیں ہوئی۔

وَتَفْصِيْلُهَا نَحْوُ جَاءَنِي زَيْدُنِ الْحَسَنُ وَجْهُهٗ ثَلٰثَةُ اَوْجُهٍ وَكَذٰلِكَ الْحَسَنُ الْوَجْهُ وَالْحَسَنُ وَجْهٌ وَحَسَنٌ وَجْهُهٗ وحَسَنُ الْوَجْهِ وَحَسَنٌ وَجْهٌ.

ترجمہ: اوران (اٹھارہ قسموں) کی جیسے جاء نی زید الخ ہے۔

تشریح: وتفصیلها الخ۔صفت مشبہ کی اٹھارہ قسموں کی تفصیل یہ ہے کہ!

(۱) صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف ہو پھراس معمول پر رفع ،نصب، جر ہو جیسے الحسنُ وجهُهُ، الحسنُ وجهَهُ، الحسنُ وجهِهٖ یہ تین قسمیں ہوئیں۔

(۲) صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول بھی معرف باللام ہو پھراس معمول پر رفع ،نصب، جرآئے جیسے الحسنُ الْوَجْهُ، الحسنُ الْوَجْهَ، الحسن الْوَجْهِ یہ کل چھ قسمیں ہوگئیں۔

(۳) صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول دونوں سے مجرد ہو یعنی نہ معرف باللام ہواور نہ مضاف ہواوراس معمول پر رفع، نصب، جر ہو جیسے الحسن وَجهٍ، الحسن وَجْهًا، الحسن وَجْهٌ چھ میں تین جمع کرنے سے کل نو قسمیں ہوئیں۔

(۴) صفت مشبہ مجرد عن اللام ہواوراس کا معمول مضاف ہو پھراس معمول پر رفع ،نصب، جر ہو جیسے حسنٌ وجهُهُ حسنٌ وجهَهُ، حسنُ وجهِهٖ۔ نواور تین بارہ ہوئیں۔

(۵) صفت مشبہ مجرد عن اللام ہواوراس کا معمول معرّف باللام ہواوراس پر رفع نصب جرآئے جیسے حسنٌ الْوَجْهُ، حسنٌ الْوَجهَ حسنُ الْوَجْهِ بارہ میں تین جمع کرنے سے پندرہ ہوئے۔

(۶) صفت مشبہ مجرد عن اللام ہواوراس کا معمول دونوں سے مجرد ہو یعنی نہ مضاف ہواور نہ معرف باللام ہواوراس پر رفع ،نصب، جر آئے جیسے حسنٌ وجهٌ، حسنٌ وجهًا، حسنُ وجهٍ، پندرہ میں تین جمع کرنے سے کل اٹھارہ قسمیں ہوئیں۔

وَهِيَ عَلٰى خَمْسَةِ اَقْسَامٍ مِنْهَا مُمْتَنِعٌ اَلْحَسَنُ وَجْهٍ وَالْحَسَنُ وَجْهِهٖ وَمُخْتَلَفٌ فِيْهِ حَسَنُ وَجْهِهٖ وَالْبَوَاقِيْ اَحْسَنُ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَاحِدٌ وَحَسَنٌ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرَانِ وَقَبِيْحٌ اِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ ضَمِيْرٌ.

ترجمہ: اورصفت مشبہ کی اٹھارہ قسمیں پانچ قسموں پر ہیں ان میں سے بعض ممتنع الحسنُ وجه الحسنُ وجهِهٖ اور بعض مختلف فیہ حسنُ وجهِهٖ اور باقی احسن ہیں اگر ان میں ایک ضمیر ہواور حسن ہیں اگر ان میں دو ضمیریں ہوں اور قبیح ہے اگر اس میں ضمیر نہ ہو۔

تشریح: وهي على خمسة اقسام الخ. صفت مشبہ کی احسن، حسن، قبیح، مختلف فیہ اور ممتنع کے اعتبار سے پانچ قسمیں ہیں۔

ممتنع: صفت مشبہ کی اٹھارہ قسموں میں سے دو قسمیں ممتنع ہیں (۲) صفت مشبہ معرف باللام ہواور وہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہواور وہ معمول مضاف ہو ایسی ضمیر کی طرف جو صفت کے موصوف کی طرف لوٹ رہی ہو جیسے الحسن وجهِهٖ۔

(۱) صفت مشبہ معرف باللام ہواور وہ ایسے معمول کی طرف مضاف ہو جو مجرد عن اللام والاضافۃ ہو یعنی نہ مضاف ہو نہ معرف باللام ہو جیسے الحسنُ وجهٍ[۱]۔

مختلف فیہ: صفت مشبہ کی اٹھارہ قسموں میں سے ایک قسم مختلف فیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ صفت مشبہ مجرد عن اللام ہواور وہ ایسے معمول کی طرف مضاف ہو جو مضاف ہو ایسی ضمیر کی طرف جو موصوف کی طرف لوٹ رہی ہو جیسے حسنُ وجهِهٖ[۲]۔

والبواقي الخ: باقی پندرہ قسموں میں سے وہ اقسام جن میں ایک ضمیر ہو (خواہ وہ ضمیر صفت مشبہ میں ہو یا اس کے معمول میں ہو) احسن ہیں اور یہ نو اقسام ہیں، الحسنُ الوجهِ، الحسنُ الوجهَ، حسنٌ الوجهِ حسنُ الوجهِه، الحسنُ وجه، حسنٌ

وجھًا، حسنُ وجهٍ، الحسنُ وجهُهٗ، حسنٌ وجهُهٗ، یہ احسن اس لئے ہیں کہ موصوف کے ساتھ ربط دینے کیلئے ایک ضمیر کافی ہے۔

ان کان فیه ضمیران الخ: اور وہ اقسام جن میں دو ضمیریں ہوں یعنی ایک صفت مشبہ میں اور دوسری اس کے معمول میں، وہ حسن ہیں اور وہ دو قسمیں ہیں، الحسنُ وجهَه، حسنٌ وجهَهٗ. اور یہ حسن اس لئے ہیں کہ صفت کے موصوف کے ساتھ ربط کیلئے ایک ضمیر کافی تھی لہٰذا دوسری ضمیر بلاضرورت ہے اس لئے بلاضرورت کی وجہ سے یہ حسن ہوگئی۔

اور وہ اقسام جن میں کوئی ضمیر نہ ہو، نہ صفت مشبہ میں اور نہ اس کے معمول میں وہ قبیح ہیں اور اس کی چار اقسام ہیں۔ الحسنُ الوجهُ، حسنٌ الوجهُ، الحسنُ وجهٌ، حسنٌ وجهٌ. ان کے قبیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر کے نہ ہونے کی وجہ سے صفت کا اپنے موصوف سے ربط نہ رہا۔

وَالضَّابِطَةُ اَنَّکَ مَتٰی رَفَعْتَ بِهَا مَعْمُوْلَهَا فَلاَ ضَمِیْرَ فِی الصِّفَةِ وَمَتٰی نَصَبْتَ اَوْ جَرَرْتَ فَفِیْهَا ضَمِیْرُ الْمَوْصُوْفِ نَحْوُ زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْهُهٗ.

ترجمہ: اور (ضمیر کے پہچان کا) ضابطہ یہ ہے کہ اگر تو صفت مشبہ کے ذریعے اس کے معمول کو رفع دے تو صفت میں کوئی ضمیر نہ ہوگی اور جب تو نصب دے یا جر دے تو اس میں موصوف کی ضمیر ہوگی۔ جیسے زیدٌ حسنٌ وجههٗ۔

تشریح: **والضابطة الخ.** یہاں سے ضمیر کے پہچاننے کا ضابطہ بیان کرتے ہیں۔ ضابطہ یہ ہے کہ جب صفت مشبہ کا معمول منصوب یا مجرور ہو تو صفت مشبہ میں ضمیر ہوگی جو اس کا فاعل بنے گی اور اگر صفت مشبہ کا معمول مرفوع ہو تو اس وقت صفت مشبہ میں ضمیر نہیں ہوگی بلکہ اس کا معمول اس کا فاعل بنے گا۔ اس وقت صفت مشبہ تذکیر و تانیث، افراد تثنیہ جمع میں اپنے موصوف کے مطابق ہوگی کیونکہ ضمیر کا اپنے مرجع کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ اب اس تفصیل کو نقشہ ذیل سے معلوم کریں۔

فَصْلٌ: اِسْمُ التَّفْضِیْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِیَدُلَّ عَلَی الْمَوْصُوْفِ بِزِیَادَةٍ عَلٰی غَیْرِهٖ.

ترجمہ: فصل اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جو اپنے غیر کی بنسبت معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہو۔

تشریح: **فصل، اسم التفضیل الخ.** اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل یعنی مصدر سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جو بنسبت اپنے غیر کے معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہو۔

فوائد قیود: (۱) لفظ اسم بمنزلۂ جنس کے ہے جو تمام اسماء کو شامل ہے۔ (۲) مشتق فصل اول ہے جس سے جامد نکل گیا۔ (۳) لیدل علی الموصوف فصل ثانی ہے اس سے اسم زمان اور اسم مکان اور اسم آلہ خارج ہوگئے کہ یہ ایسی ذات پر دلالت نہیں کرتے جو معنی مصدری کے ساتھ متصف ہوں۔ (۴) بزیادةٍ فصل ثالث ہے اس سے اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ خارج ہوگئے کیونکہ ان میں معنی مصدری زیادتی کے ساتھ نہیں پایا جاتا۔ (۵) علی غیرہ فصل رابع ہے کہ اس سے اسم مبالغہ خارج ہوگیا

کیونکہ اس میں اگر چہ معنی مصدری زیادتی کے ساتھ پایا جاتا ہے مگر اس میں زیادتی علی الغیر کا لحاظ نہیں ہوتا۔

وَصِيْغَتُهُ اَفْعَلُ فَلاَ يُبْنٰى اِلاَّ مِنَ الثُّلاثِى الْمُجَرَّدِ الَّذِىْ لَيْسَ بِلَوْنٍ وَلاَ عَيْبٍ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ.

ترجمہ: اور اسم تفضیل کا صیغہ افعل ہے پس نہیں بنایا جاتا مگر اس ثلاثی مجرد سے جس میں لون وعیب والا معنی نہ ہو جیسے زید افضل الناس (زید سارے لوگوں میں سے افضل ہے)

تشریح: وصیغتهٗ الٰی اخرہ. اسم تفضیل کا صیغہ مفرد مذکر کیلئے اَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے اور مفرد مؤنث کیلئے فُعْلٰی کے وزن پر آتا ہے۔ اسم تفضیل صرف ثلاثی مجرد سے بنایا جاتا ہے۔ ثلاثی مجرد کے غیر یعنی ثلاثی مزید فیہ، رباعی مجرد اور رباعی مزید فیہ سے نہیں بنایا جاتا۔ مثال جیسے زیدٌ افضل النّاس اس میں افضل اسم تفضٰل ہے اسلئے کہ یہ افعل کے وزن پر ہے اور یہ مشتق ہے فَضْل سے اور یہ ثلاثی مجرد ہے۔ اور اس میں لَون وعیب کا معنی بھی نہیں پایا جاتا۔

فَاِنْ كَانَ زَائِدًا عَلَى الثُّلاثِىْ اَوْ كَانَ لَوْنًا اَوْ عَيْبًا يَجِبُ اَنْ يُبْنٰى اَفْعَلُ مِنْ ثُلاثِىْ مُجَرَّدٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مُبَالَغَةٍ وَشِدَّةٍ وَكَثْرَةٍ ثُمَّ يُذْكَرُ بَعْدَهٗ مَصْدَرُ ذٰلِكَ الْفِعْلِ مَنْصُوْبًا عَلَى التَّمْيِيْزِ كَمَا تَقُوْلُ هُوَ اَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا وَاَقْوٰى حُمْرَةً وَاَقْبَحُ عَرَجًا.

ترجمہ: پس اگر فعل ثلاثی مجرد سے زائد ہو یا وہ ثلاثی مجرد ہو جس میں لون یا عیب کے معنی ہیں تو اس وقت واجب ہے کہ افعل کسی ثلاثی مجرد سے بنایا جائے تا کہ وہ مبالغہ اور شدت وکثرت پر دلالت کرے اس کے بعد اس فعل کا مصدر بناء بر تمییز کے منصوب ذکر کیا جائے جیسا کہ تو کہے گا ھو اشد منه استخراجا (وہ اس سے ازروئے نکالنے کے زیادہ سخت ہے) اور ھو اقوی منه حمرۃ (وہ اس سے ازروئے سرخ ہونے کے زیادہ قوی ہے) اور اقبح منه عرجا (وہ اس سے ازروئے لنگڑا ہونے کے زیادہ قبیح ہے)

تشریح: فان کان زائداً الخ. پس اگر وہ فعل جس سے اسم تفضیل بنانا مقصود ہو وہ ثلاثی مجرد کا غیر ہو یعنی ثلاثی مزید فیہ یا رباعی مجرد یا رباعی مزید فیہ ہو یا وہ فعل ایسا ثلاثی مجرد ہو جس میں لون وعیب کا معنی پایا جاتا ہو تو اولاً ثلاثی مجرد کے الفاظ شدّت، قوّت، ضعف، حُسن، قبح وغیرہ میں سے کسی ایسے لفظ سے، (جو اس کے مقصود کے موافق ہو) افعَل کے وزن پر صیغہ بنالیں گے پھر اس فعل کے مصدر کو جس سے اسم تفضیل بنانا مقصود ہو تمیز کی بناء پر منصوب ذکر کریں گے جیسے ھُو اشدُّ منه استخراجًا یہ ثلاثی مزید فیہ سے اسم تفضیل بنانے کی مثال ہے اور ھو اقویٰ منه حُمرۃً یہ ایسے ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل بنانے کی مثال ہے جس میں لَون کے معنی ہیں۔ ھو اقبَح منه عرجًا یہ ایسے ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل بنانے کی مثال ہے جس میں عیب کے معنی ہیں۔

فائدہ: عیب سے مراد عیب ظاہری ہے، عیب باطنی نہیں لہٰذا جہالت سے اسم تفضیل اَجْهَل بنانا درست ہوگا۔

وَقِيَاسُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لِلْفَاعِلِ كَمَا مَرَّ وَقَدْ جَاءَ لِلْمَفْعُوْلِ قَلِيْلاً نَحْوُ اَعْذَرُ وَاَشْغَلُ وَاَشْهَرُ.

ترجمہ: اور اسم تفضیل کا قیاس یہ ہے کہ وہ فاعل (کی تفضیل) کیلئے ہو اور کبھی (خلاف قیاس) مفعول (کی تفضیل) کیلئے بھی آتا ہے جیسے اعذر (زیادہ معذور) اشغل (زیادہ مشغول) اشھر (زیادہ مشہور)

تشریح: وقیاسهٗ الخ. اسم تفضیل کا قیاس یہ ہے کہ یہ فاعل کیلئے ہو یعنی فاعل کی افضلیت[1] پر دلالت کرے جیسے زید اَعْلَم من عمرٍو البتہ خلاف قیاس[1] کبھی اسم تفضیل مفعول کی افضلیت پر دلالت کرنے کیلئے بھی آتا ہے جیسے اَعْذَر (بمعنی زیادہ معذور) اشغل (بمعنی زیادہ مشغول) اشھر (بمعنی زیادہ مشہور)۔

وَاسْتِعْمَالُهٗ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَوْجُهٍ اِمَّا مُضَافٌ كَزَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ اَوْ مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ زَيْدُنِ الْاَفْضَلُ اَوْ بِمِنْ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو.

ترجمہ: اور اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں پر ہے یا مضاف ہو کر جیسے زید افضل القوم (زید قوم میں سے زیادہ فضیلت والا ہے) یا معرف باللام ہو کر (یہ الف لام عہد خارجی ہوگا) جیسے زیدن الافضل یا لفظ من کے ساتھ ہو کر جیسے زید افضل من عمرو۔

تشریح: واستعمالهٗ علٰی ثلٰثة اوجه الخ. اسم تفضیل تین طریقوں میں سے ایک طریقہ کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے (۱) یا اضافت کے ساتھ یعنی مضاف ہو کر جیسے زیدٌ افضل القوم (۲) یا الف لام کے ساتھ یعنی معرف باللام ہو کر جیسے زیدٌ الافضلُ (۳) یا مِن کے ساتھ جیسے زیدٌ افضلُ من عمروٍ[2]۔

وَيَجُوْزُ فِي الْاَوَّلِ الْاِفْرَادُ وَمُطَابَقَةُ اِسْمِ التَّفْضِيْلِ لِلْمَوْصُوفِ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَالزَّيْدَانِ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَاَفْضَلا الْقَوْمِ وَالزَّيْدُوْنَ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَاَفْضَلُوْا الْقَوْمِ.

ترجمہ: اور پہلی قسم میں (اسم تفضیل کو) مفرد لانا بھی جائز ہے اور اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق لانا بھی۔ جیسے زید افضل القوم، الزیدان افضل القوم یاافضلا القوم، الزیدون افضل القوم یاافضلوا القوم مثلا ھند فضلی النساء (ھندہ ساری عورتوں میں سے زیادہ فضیلت والی ہے) الھندان فضلی النساء یافضلیا النساء الھندات فضلی النساء یافضلیات النساء۔

تشریح: ویجوز فی الاول الخ. اسم تفضیل کے استعمال کی پہلی صورت (یعنی اس کے مضاف ہو کر مستعمل ہونے کی صورت) میں اسم تفضیل کو مفرد لانا[1] بھی جائز ہے خواہ موصوف واحد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو۔ جیسے زیدٌ افضلُ القوم، الزیدان افضلُ القوم الزیدون افضلُ القوم اور اسم تفضیل کو افراد، تثنیہ اور جمع میں موصوف کے مطابق لانا بھی جائز ہے۔

جیسے زیدٌ افضل القوم، الزیدان افضلا القوم، الزیدون افضلُوا القوم۔

وَفِي الثَّانِيْ يَجِبُ الْمُطَابَقَةُ نَحْوُ زَيْدُنِ الْاَفْضَلُ وَالزَّيْدَانِ الْاَفْضَلَانِ وَالزَّيْدُوْنَ الْاَفْضَلُوْنَ.

ترجمہ: اور دوسری قسم میں مطابقت واجب ہے۔ جیسے زیدن الافضل الزیدان الافضلان. الزیدون الافضلون۔

تشریح: وفی الثانی الخ. اسم تفضیل کے استعمال کی دوسری صورت (یعنی اسم تفضیل کے معرف باللام ہو کر مستعمل ہونے

کی صورت) میں اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق مفرد، تثنیہ، جمع لانا واجب ہے۔[۳] جیسے زیدٌ الافضل، الزیدانِ الافضلانِ الزیدون الافضلون۔

وَفِي الثَّالِثِ يَجِبُ كَوْنُهُ مُفْرَدًا مُذَكَّراً اَبَدًا نَحْوُ زَيْدٌ وَهِنْدٌ وَالزَّيْدَانِ وَالْهِنْدَانِ وَالزَّيْدُوْنَ وَالْهِنْدَاتُ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو.

ترجمہ: اور تیسری قسم میں اسم تفضیل کا ہمیشہ مفرد مذکر ہونا واجب ہے جیسے زید افضل من عمر. هند افضل من عمرو الزيدان اوالهندان افضل من عمرو الخ۔

تشریح: وفی الثالث الخ. اسم تفضیل کے استعمال کی تیسری صورت (یعنی اسم تفضیل کے مِن کے ساتھ مستعمل ہونے کی صورت) میں اسم تفضیل کو مفرد مذکر لانا واجب ہے۔ خواہ موصوف مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو، خواہ موصوف مذکر ہو یا مؤنث ہو[۱]۔ جیسے زید افضل من عمروٍ، الزيدان افضلُ من عمروٍ، الزيدون افضلُ من عمروٍ، هندٌ افضلُ من عمروٍ. الهندان افضلُ من عمروٍ، الهنداتُ افضلُ من عمروٍ۔

وَعَلَى الْاَوْجُهِ الثَّلٰثَةِ يُضْمَرُ فِيْهِ الْفَاعِلُ وَهُوَ يَعْمَلُ فِي ذٰلِكَ الْمُضْمَرِ وَلاَ يَعْمَلُ فِيْ الْمُظْهَرِ اَصْلاً اِلَّا فِي مِثْلِ قَوْلِهِمْ مَا رَأَيْتُ رَجُلاً اَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِيْ عَيْنِ زَيْدٍ فَاِنَّ الْكُحْلَ فَاعِلٌ لِاَحْسَنَ وَهٰهُنَا بَحْثٌ.

ترجمہ: اور تینوں صورتوں پر اسم تفضیل میں فاعل کی ضمیر ہوتی ہے اور وہ (اسم تفضیل) اسی ضمیر میں عمل کرتا ہے اور اسم ظاہر میں بالکل عمل نہیں کرتا مگر اہلِ عرب کے قول مارأيت رجلا احسن فی عینه الكحل منه فی عین زید کی مثل میں اس لئے کہ کحل احسن کا اسم فاعل ہے اور یہاں ایک بحث ہے۔

تشریح: وعلٰی الاوجه الثلثة یضمر فیه الخ. اسم تفضیل کے استعمال کی تینوں صورتوں میں اسم تفضیل میں ضمیر پوشیدہ ہوتی ہے اور اسم تفضیل اسی ضمیر میں عمل کرتا ہے اور یہ ضمیر مستتر اسم تفضیل کا فاعل ہوتا ہے۔

ولا یعمل فی المظهر الخ. اسم تفضیل اسم ظاہر یعنی اسم ملفوظ میں بالکل عمل نہیں کرتا خواہ اسم ظاہر فاعل ہو یا مفعول۔ مگر مارأیت رجلاالخ جیسی ترکیب میں اسم تفضیل فاعل ظاہر میں عمل کرتا ہے۔

مثل: سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں تین شرطیں پائی جائیں۔

(۱) اسم تفضیل باعتبار لفظ کے کسی شے کی صفت ہو اور باعتبار معنی کے اس شے کے متعلّق کی صفت ہو۔ درانحالانکہ وہ متعلّق شی اس طور پر ہو کہ وہ متعلق اس شے اور دوسری کسی شے کے درمیان مشترک ہو۔

(۲) وہ متعلق شی ایسا ہو کہ اسی شے کے اعتبار سے مفضّل ہو اور دوسری شے کے اعتبار سے مفضل علیہ ہو۔

(۳) اسم تفضیل منفی ہو۔ پھر متعلقِ شے کا اسی شے کے اعتبار سے مفضل اور دوسری شے کے اعتبار سے مفضل علیہ ہونا، اسم تفضیل پر حرف نفی کے داخل ہونے سے پہلے ہو اور حرفِ نفی کے داخل ہونے کے بعد معاملہ اس کے برعکس ہو جیسے ما رایتُ رجلاً احسن فی عینہِ الکحل منہ فی عین زیدٍ (نہیں دیکھا میں نے کوئی آدمی کہ زیادہ خوب صورت ہو اس کی آنکھ میں سُرمہ، اس سُرمہ سے جو زید کی آنکھ میں ہے) اس مثال میں پہلے اثبات کا معنی کریں گے تا کہ مثال کا معنی ظاہر ہو جائے بعد میں منفی کا معنی کریں گے، اثباتی صورت میں احسن اسم تفضیل ہے جو باعتبار لفظ کے ایک شے یعنی رجل کی صفت ہے اور باعتبار معنی کے رجل کے متعلّق یعنی الکحل کی صفت ہے اور متعلقِ شے یعنی الکحل ایسا ہے کہ یہ عینِ رجل اور عینِ زید کے درمیان مشترک ہے۔

(۲) الکحل عینِ رجل کے اعتبار سے مفضل اور عین زید کے اعتبار سے مفضل علیہ ہے۔ الغرض اس میں اسم تفضیل کے منفی ہونے کے علاوہ دونوں شرطیں موجود ہیں اب مثال کا معنی یہ ہوگا ''دیکھا میں نے ایک مرد کو کہ اس کی آنکھ کا سرمہ زید کی آنکھ کے سُرمہ سے زیادہ اچھا ہے'' اب اس پر حرف نفی داخل کریں تو اسم تفضیل مثبت سے منفی بن جائے گا۔ اب الکحل باعتبار زید کے مفضل اور باعتبار رجل کے مفضل علیہ ہے۔ اب اس مثال میں تینوں شرطیں موجود ہیں اور مقصود زید کی آنکھ کے سرمہ کی تعریف کرنا ہے اب مثال کا معنی یہ ہوگا کہ نہیں دیکھا میں نے کسی مرد کو کہ اس کی آنکھ میں سُرمہ زیادہ اچھا ہو زید کی آنکھ کے سُرمہ سے۔ اس مثال میں مَا نافیہ، رأیت فعل با فاعل اور رجلاً مفعول بہ ہے۔ احسن اسم تفضیل ہے جو الکحل اسم ظاہر میں عمل[1] کر رہا ہے اور یہ اسم ظاہر احسن کا فاعل ہے جیسا کہ مصنف ؒ کا قول ''فانّ الکحل فاعل لاحسن'' بھی یہی بتا رہا ہے۔

ھٰھنا بحث الخ. یہاں ایک بحث ہے یعنی اسی مثال کو ایک اور عبارت سے لا سکتے ہیں جو اس سے مختصر ہے یعنی مَا رأیتُ رجلاً احسن فی عینہ الکحل من عین زید یعنی کتاب میں مذکور مثال میں منہ کی ہٗ ضمیر اور فی جارہ محذوف ہے باوجودیکہ دونوں کا معنی ایک ہے بلکہ اس مثال کو ایک اور عبارت سے بھی لا سکتے ہیں جو اس سے بھی زیادہ مختصر ہے ما رأیتُ کعینِ زیدٍ احسن فیھا الکحل باوجودیکہ تینوں کا معنی ایک ہے۔ اور ان تینوں مثالوں میں تینوں شرائط موجود ہیں اور احسن، الکحل اسم ظاہر میں عمل کر رہا ہے۔

اَلْقِسْمُ الثَّانِیْ فِی الْفِعْلِ

وَقَدْ سَبَقَ تَعْرِیْفُہٗ وَاَقْسَامُہٗ ثَلٰثَۃٌ مَاضٍ وَمُضَارِعٌ وَاَمْرٌ. اَلْاَوَّلُ الْمَاضِیُّ وَھُوَ فِعْلٌ دَلَّ عَلٰی زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِکَ وَھُوَ مَبْنِیٌّ عَلَی الْفَتْحِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ مَعَہٗ ضَمِیْرٌ مَرْفُوْعٌ مُتَحَرِّکٌ وَلَا وَاوٌ کَضَرَبَ وَمَعَ الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّکِ عَلَی السُّکُوْنِ کَضَرَبْتُ وَعَلَی الضَّمِّ مَعَ الْوَاوِ کَضَرَبُوْا.

ترجمہ: دوسری قسم فعل کے بیان میں ہے اور تحقیق اس کی تعریف گذر چکی ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں ماضی، مضارع، امر۔ اول ماضی ہے اور وہ وہ فعل ہے جو ایسے زمانے پر دلالت کرے جو تیرے زمانہ سے پہلے ہے اور وہ مبنی برفتحہ ہوتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ ضمیر

مرفوع متحرک نہ ہواور نہ ہی واؤ ہو جیسے ضرب اور ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ مبنی بر سکون ہوگا۔ جیسے ضَرَبْتَ اور واؤ کے ساتھ مبنی بر ضم ہوگا۔ جیسے ضَرَبُوْا.

تشریح: مصنفؒ کلمہ کی اقسام ثلٰثہ اسم، فعل اور حرف میں سے قسم اول (اسم) کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد دوسری قسم فعل کی بحث کو شروع کررہے ہیں۔

وقد سبق تعریفه الخ: اس کی تعریف پہلے گذر چکی ہے۔ نیز فعل کی علامات بھی گذر چکی ہیں۔ لہذا اب اقسام بیان کرتے ہیں

واقسامهٔ الخ. یہاں سے غرض فعل کی تقسیم کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل کی تین قسمیں ہیں (۱) ماضی (۲) مضارع (۳) امر، **الاول ماضی الخ**. پہلا فعل ماضی[۱] ہے۔

وهو فعل الخ: یہاں سے فعل ماضی کی تعریف کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ماضی وہ فعل ہے جو ایسے زمانہ پر دلالت کرے جو تیرے زمانے سے پہلے ہو یعنی اے مخاطب! جس زمانہ (حال) میں تُو ہے وہ فعل اس سے پہلے والے زمانہ[۲] پر دلالت کرے جیسے ضَرَبَ (اس نے گذرے ہوئے زمانہ میں مارا)۔

فوائد قیود: (۱) لفظِ **فعل** جنس کے مرتبہ میں ہے جو تمام افعال کو شامل ہے۔

(۲) **دلَّ علی زمان** الخ فصل ہے جس سے مضارع وامر نکل گئے۔

وهو مبنی الخ. یہاں سے مصنفؒ پہلی قسم یعنی ماضی کی کیفیت کو بیان کررہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی قسم کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک ہوگی یا واؤ ہوگا یا ان دونوں میں سے کچھ نہیں ہوگا۔ اگر ماضی کے آخر میں نہ ضمیر مرفوع متحرک ہو اور نہ ہی واؤ ہو تو فعل ماضی مبنی[۳] بر فتحہ ہوگی فتحہ خواہ لفظی ہو جیسے ضَرَبَ یا تقدیری ہو جیسے دَعَا کہ اصل میں دَعَوَ تھا۔ اور اگر اس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک ہو تو مبنی بر سکون[۴] ہوگی جیسے ضَرَبْتُ اور اگر اس کے آخر میں واؤ ہو تو واؤ کی مناسبت سے یہ مبنی بر ضم ہوگی خواہ ضمہ لفظاً ہو جیسے ضربُوا یا ضمہ تقدیرًا ہو جیسے رَمَوْا کہ اصل رَمَیُوْا تھا۔

وَالثَّانِی الْمُضَارِعُ وَهُوَ فِعْلٌ يَشْبَهُ الْاِسْمَ بِاِحْدٰى حُرُوْفِ اَتَيْنَ فِیْ اَوَّلِهٖ لَفْظًا فِی اِتِّفَاقِ الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ نَحْوُ يَضْرِبُ وَيَسْتَخْرِجُ كَضَارِبٍ وَمُسْتَخْرِجٍ وَفِیْ دُخُوْلِ لَامِ التَّاكِيْدِ فِیْ اَوَّلِهِمَا تَقُوْلُ اِنَّ زَيْدًا لَيَقُوْمُ كَمَا تَقُوْلُ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ وَفِی تَسَاوِيْهِمَا فِیْ عَدَدِ الْحُرُوْفِ وَمَعْنًى فِیْ اَنَّهٗ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ كَاِسْمِ الْفَاعِلِ وَلِذَالِكَ سَمَّوْهُ مُضَارِعًا.

ترجمہ: اور دوسرا فعل مضارع ہے اور وہ وہ فعل ہے جو حروف اتین میں سے کسی ایک کے اس کے شروع میں آنے کی وجہ سے اسم کے مشابہ ہو خواہ مشابہت لفظی طور پر حرکات وسکنات کے متفق ہونے میں ہو جیسے یضرب ویستخرج مثل ضارب ومستخرج کے اور ان کے شروع میں لام تاکید کے داخل ہونے میں جیسے تو کہے ان زیدا لیقوم جیسا کہ تو کہتا ہے ان زیدا لقائم اور عدد حروف میں

ان دونوں کے برابر ہونے میں اور خواہ وہ مشابہت معنوی طور پر ہو اس بات میں کہ وہ فعل اسم فاعل واسم مفعول کی طرح حال واستقبال میں مشترک ہو اور اسی وجہ سے نحویوں نے اس کا نام مضارع رکھا ہے۔

تشریح: **والثانی المضارع الخ**. مصنفؒ دوسری قسم مضارع[1] کو بیان کر رہے ہیں۔

وھو فعل الخ: سے غرض مضارع کی تعریف کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مضارع وہ فعل ہے جو حروفِ اتین میں سے کسی ایک حرف کے اس کے شروع میں آنے کی وجہ سے اسم کے مشابہ ہو لفظی اور معنوی طور پر۔ پھر لفظاً مشابہت تین امور میں ہوتی ہے۔

(۱) مشابہت اس امر میں کہ دونوں (مضارع اور اسم) حرکات اور سکنات میں متفق ہوں یعنی اسم فاعل میں جتنے حروف ساکن اور متحرک ہوں اتنے ہی مضارع میں متحرک وساکن ہوں جیسے یَضْرِبُ ضاربٌ کے مشابہ ہے اور یستخرج، مستخرجٌ کے مشابہ ہے۔

(۲) اور مشابہت اس امر میں کہ دونوں کے شروع میں لام تاکید داخل ہو جیسے ان زیدًا لَیقوم اور انّ زیدًا لقائمٌ۔

(۳) اور مشابہت اس امر میں کہ دونوں تعدادِ حروف میں مساوی ہوں جیسے یَضْرِبُ اور یستخرِجُ کہ جتنے حرکات وسکنات ضاربٌ اور مستخرجٌ کے ہیں اتنے ہی یضرب اور یستخرج کے ہیں یعنی جیسے ضاربٌ میں تین حرکتیں اور ایک سکون ہے اسی طرح یضرب میں تین حرکتیں اور ایک سکون ہے اور جیسے مستخرجٌ میں چار حرکتیں اور دو سکون ہیں اسی طرح یستخرج میں چار حرکتیں اور دو سکون ہیں اور انّ زیداً لقائمٌ میں جس طرح قائمٌ اسم فاعل پر لام تاکید داخل ہے اسی طرح انّ زیدًا لَیقوم میں یقوم فعل مضارع پر لام تاکید داخل ہے اور جتنے حروف ضاربٌ اور مستخرجٌ کے ہیں اتنے ہی یضرب اور یستخرج کے ہیں چنانچہ ضاربٌ کے چار حروف ہیں اسی طرح یضرب کے بھی چار حروف ہیں اور مستخرجٌ کے چھ حروف ہیں اسی طرح یستخرج کے بھی چھ حروف ہیں اور معناً مشابہت اس طرح ہے کہ جس طرح اسم فاعل حال اور استقبال کے معنوں کے درمیان مشترک ہوتا ہے اسی طرح فعل مضارع بھی حال اور استقبال کے معنوں کے درمیان مشترک ہوتا ہے۔ اسی مشابہت کی وجہ سے اس کا نام فعل مضارع رکھا گیا۔

ولذلک سمّوہ الخ. یہاں سے مصنفؒ فعل مضارع کی وجہ تسمیہ بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ مضارع ماخوذ ہے مضارعۃ سے اور مضارعۃ کا معنی ہے مشابہت، تو نحویوں نے مذکورہ بالا مشابہت کی وجہ سے اس کا نام مضارع رکھ دیا[2]۔

وَالسِّیْنُ وَسَوْفَ تُخَصِّصُهُ بِالْإِسْتِقْبَالِ نَحْوُ سَيَضْرِبُ وَسَوْفَ يَضْرِبُ وَاللَّامُ الْمَفْتُوحَةُ بِالْحَالِ نَحْوُ لَيَضْرِبُ. وَحُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُوْمَةٌ فِي الرُّبَاعِيِّ نَحْوُ يُدَحْرِجُ وَيُخْرِجُ لِاَنَّ اَصْلَهُ يُأَخْرِجُ وَمَفْتُوحَةٌ فِي مَا عَدَاهُ كَيَضْرِبُ وَيَسْتَخْرِجُ.

ترجمہ: اور سین اور سوف اس (فعل مضارع) کو استقبال کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں جیسے سَيَضْرِبُ وَسَوْفَ يَضْرِبُ (وہ عنقریب مارے گا) اور لام مفتوحہ حال کے ساتھ (اس کو خاص کر دیتا ہے) جیسے لیضرب (وہ مارتا ہے) اور حروف مضارعت رباعی میں مضموم ہوتے ہیں۔ جیسے یدحرج ویخرج اس لئے کہ اس کی اصل یاخرج ہے اور ان کے ماسوا میں (حروف مضارعت) مفتوح ہوتے ہیں جیسے یضرب ویستخرج۔

تشریح: **والسين والسوف الخ.** مصنف علام فرماتے ہیں کہ جب فعل مضارع پر سینؔ اور سوف داخل ہوں تو یہ فعل مضارع کو استقبال کے معنی کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں جیسے سَیَضْرِبُ (عنقریب مارے گا وہ ایک مرد) سَوف یضرِبُ (عنقریب مارے گا وہ ایک مرد)۔

فائدہ: سینؔ اور سوف میں فرق یہ ہے کہ سین استقبالِ قریب کیلئے آتا ہے اور سوف استقبالِ بعید کیلئے آتا ہے۔

واللام المفتوحة: جب فعل مضارع پر لامِ تاکید مفتوحہ داخل ہو تو یہ فعل مضارع کو حال کے معنی کے ساتھ خاص کر دیتا ہے جیسے لَیضرِبُ (البتہ مارتا ہے وہ ایک شخص)

حروف المضارعة مضمومة الخ. حروف مضارع یعنی حروف اَتَیْن یہ رباعی میں مضموم ہوتے ہیں اور رباعی سے مراد وہ مضارع ہے جس کی ماضی میں چار حروف ہوں خواہ چاروں حروف اصلی ہوں جیسے یُدحرج کی ماضی دَحْرَجَ میں چاروں حروف اصلی ہیں یا کوئی حرف زائد ہو جیسے یُخرِجُ کی ماضی اَخرَجَ میں چار حرف ہیں۔لیکن پہلا حرف زائد ہے اسی طرح یُضارِب کی ماضی ضَارَبَ میں چار حرف ہیں۔لیکن دوسرا حرف زائد ہے۔اس کے علاوہ یعنی وہ مضارع جس کی ماضی چار حرفی نہ ہو بلکہ چار حروف سے کم ہو یا زیادہ ہو تو اس میں حروف مضارعت مفتوح ہوتے ہیں۔ چار حرف سے کم ہو جیسے یضرِب کی ماضی ضَرَبَ میں تین حروف ہیں اور چار حروف سے زائد ہو جیسے یستخرج کی ماضی اِستخرَجَ میں چھ حروف ہیں۔

꙳꙳꙳꙳꙳꙳꙳꙳

وَاِنَّمَا اَعْرَبُوْهُ مَعَ اَنَّ اَصْلَ الْفِعْلِ الْبِنَاءُ لِمُضَارَعَتِهٖ اَیْ لِمُشَابَهَتِهِ الْاِسْمَ فِی مَا عَرَفْتَ وَاَصْلُ الْاِسْمِ الْاِعْرَابُ وَذٰلِکَ اِذَا لَمْ یَتَّصِلْ بِهٖ نُوْنُ تَاکِیْدٍ وَلاَ نُوْنُ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ وَاِعْرَابُهٗ ثَلٰثَةُ اَنْوَاعٍ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَزْمٌ نَحْوُ هُوَ یَضْرِبُ وَلَنْ یَّضْرِبَ وَلَمْ یَضْرِبْ.

ترجمہ: اور سوا اس کے نہیں کہ نحویوں نے اس (فعل مضارع کو معرب کیا ہے باوجود یکہ فعل میں اصل بناء ہے اس لئے کہ یہ اسم کے مشابہ ہے ان باتوں میں جن کو تو پہچان چکا ہے اور اصل اسم میں معرب ہونا ہے اور یہ اس وقت ہے جب اس کے ساتھ نون تاکید ملا ہوا نہ ہو اور نہ ہی نون جمع مؤنث (اسکے ساتھ متصل ہو) اور اس کے اعراب تین ہیں رفع نصب، جزم جیسے هو یضرب ولن یضرب ولم یضرب۔

تشریح: **وانّما اعربوه الخ.** یہاں سے فعل مضارع کے معرب ہونے کی وجہ بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ فعل میں اصل بناء ہے لیکن چونکہ فعل مضارع وجوہ مذکورہ میں اسم کے مشابہ ہوتا ہے اور اسم میں اصل اعراب ہے تو اسی مشابہت کی وجہ سے فعل مضارع بھی معرب بنا دیا گیا ہے۔

وذلک الخ. یہاں سے مقصود فعل مضارع کے معرب ہونے کی شرط کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ جب فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید اور نون جمع مؤنث کا ملا ہوا نہ ہو تو معرب ہوتا ہے اور اگر نون جمع مؤنث یا نون تاکید فعل مضارع کے آخر میں ملا ہوا ہو تو معرب نہیں بلکہ مبنی[1] ہوتا ہے۔

واعرابه ثلثة انواع الخ. فعل کے اعراب تین ہیں (۱) رفع (۲) نصب (۳) جزم۔رفع ونصب، اسم اور

فعل کے درمیان مشترک ہیں۔لیکن جزم فعل کے ساتھ خاص ہے جس طرح جر اسم کے ساتھ خاص ہے۔رفع کی مثال جیسے هُو یضرِبُ اورنصب کی مثال جیسے ولَن یّضرِبَ اور جزم کی مثال جیسے لم یضرِبْ۔

فَصْلٌ فِی اَصْنَافِ اِعْرَابِ الْفِعْلِ وَهِیَ اَرْبَعَةٌ اَلْاَوَّلُ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِالسُّکُونِ وَیُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الصَّحِیْحِ غَیْرِ الْمُخَاطَبَةِ تَقُوْلُ هُوَ یَضْرِبُ وَلَنْ یَّضْرِبَ وَلَمْ یَضْرِبْ.

ترجمہ: فصل فعل مضارع کے اعراب کی قسموں کے بیان میں اور یہ چار ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ،نصب فتحہ کیساتھ اور جزم سکون کے ساتھ ہواور یہ مفرد صحیح غیر مخاطبہ کے ساتھ مختص ہے تو کہے گا هو یضرب ولن یضرب ولم یضربْ۔

تشریح: فصل فی اصناف الاعراب. فعل مضارع کے اعراب کی چار قسمیں ہیں۔

الاول: مضارع کے اعراب کی پہلی قسم یہ ہے۔رفع ضمّہ کے ساتھ،نصب فتحہ کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ اور یہ مفرد صحیح غیر مخاطبہ کے ساتھ مختص ہے۔مفرد کہنے سے تثنیہ وجمع نکل گئے کہ ان کا اعراب آگے آرہا ہے اور صحیح سے مراد عندالنحاۃ وہ کلمہ ہے جس کے لام کلمہ کے مقابلے میں حرفِ علت نہ ہو لہٰذا مثال اور اجوف بھی عندالنحاۃ صحیح ہیں۔البتہ معتل اللام (واوی۔یائی۔الفی) بھی اس سے خارج ہو گئے کہ انکا اعراب آگے آرہا ہے اور غیر مخاطبه کی قید سے مخاطبہ کا صیغہ نکل گیا کہ اس کا اعراب بھی آگے آرہا ہے۔ مفرد صحیح غیر مخاطبہ کے پانچ صیغے ہیں (۱)واحد مذکر غائب (۲)واحد مؤنث غائب (۳)واحد مذکر حاضر (۴)واحد متکلم (۵) تثنیہ وجمع متکلم جیسے هُوَ یضربُ، هی تضربُ، انتَ تضربُ، انا اَضرِبُ، نحن نضربُ یہ حالتِ رفع کی مثالیں ہیں۔اور لَنْ یّضربَ، لن تضربَ، لن تضربَ، لن اضربَ، لن نضربَ یہ حالتِ نصب کی مثالیں اور لم یضربْ، لم تضربْ، لم تضربْ، لم اضربْ، لم نضربْ یہ حالتِ جزم کی مثالیں ہیں۔

وَالثَّانِیْ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِثُبُوْتِ النُّوْنِ وَالنَّصْبُ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِهَا وَیُخْتَصُّ بِالتَّثْنِیَّةِ وَجَمْعِ الْمُذَکَّرِ وَالْمُفْرَدَةِ الْمُخَاطِبَةِ صَحِیْحًا کَانَ اَوْ غَیْرَهٗ تَقُوْلُ هُمَا یَفْعَلانِ وَهُمْ یَفْعَلُوْنَ وَاَنْتِ تَفْعَلِیْنَ وَلَنْ یَفْعَلاَ وَلَنْ یَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلِیْ وَلَمْ تَفْعَلاَ وَلَمْ تَفْعَلُوا وَلَمْ تَفْعَلِیْ.

ترجمہ: اور اعراب کی دوسری قسم یہ ہے کہ رفع ثبوت نون کے ساتھ اور نصب وجزم نون کو حذف کرنے کے ساتھ ہو اور یہ تثنیہ اور جمع مذکر اور مفردہ مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ مختص ہے خواہ صحیح ہوں یا غیر صحیح تو کہے گا هما یفعلان هم یفعلون. انت تفعلین الخ۔

تشریح: الثانی: مضارع کے اعراب کی دوسری قسم یہ ہے۔رفع نون کو ثابت رکھنے کے ساتھ،نصب اور جزم نون کے حذف کے ساتھ اور اعراب کی یہ قسم تین صیغوں کے ساتھ خاص ہے۔ (۱) تثنیہ (۲) جمع مذکر (۳) مفردہ مخاطبہ کے ساتھ۔ خواہ یہ سب صحیح ہوں یا غیر صحیح، پھر تثنیہ خواہ مذکر ہو یا مؤنث، غائب ہو یا حاضر۔اور جمع مذکر خواہ غائب ہو یا حاضر جیسے هُما یفعلان.

هما يرمِيان، هم يفعلون، هم يرمون، انتِ تفعلينَ، انتِ تَرمين، یہ حالت رفعی کی مثالیں ہیں اور لن یفعَلا، لن یرمیا، لن یفعلوا، لن یرموا،لن تفعلی، لَن ترمی یہ حالتِ نصب کی مثالیں ہیں اور لم یفعلا، لم یرمیا، لم یفعلوا، لم یرموا، لم تفعلی، لم ترمی یہ حالتِ جزم کی مثالیں ہیں۔

وَالثَّالِثُ اَنْ يَكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحةِ لَفْظًا وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَيُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْيَائِيِّ وَالْوَاوِيِّ غَيْرَ تَثْنِيَّةٍ وَجَمْعٍ وَمُخَاطَبَةٍ تَقُوْلُ هُوَ يَرْمِيْ وَيَغْزُوْ وَلَنْ يَرْمِيَ وَيَغْزُوَ وَلَمْ يَرْمِ وَلَمْ يَغْزُ.

ترجمہ: اوراعراب کی تیسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ اورنصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہو اور یہ ناقص یائی اور واوی کے ساتھ مختص ہے درانحالیکہ وہ تثنیہ اور جمع اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ نہ ہوں تو کہے گا هویرمی ویغزو ولن یرمی ولن یغزوولم یرم ولم یغز۔

تشریح: والثالث: مضارع کے اعراب کی تیسری قسم یہ ہے۔رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ،نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم حذفِ لام کے ساتھ اور یہ قسم ناقص واوی اور یائی کے ان صیغوں کے ساتھ خاص ہے جو تثنیہ اور جمع مذکر اور واحد مؤنث مخاطبہ کے علاوہ ہوں اور وہ پانچ صیغے ہیں۔واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب۔واحد مذکر حاضر، واحد متکلم، تثنیہ وجمع متکلم جیسے هُو يَرْمِیُ، هُو يَغْزُوْ، لَنْ يرمیَ، لن يغزوَ، لم يرمِ، لم يغْزُ۔

وَالرَّابِعُ اَنْ يَكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَيُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْاَلْفِيِّ غَيْرَ تَثْنِيَّةٍ وَجَمْعٍ وَمُخَاطَبَةٍ نَحْوُ هُوَ يَسْعٰى وَلَنْ يَّسْعٰى وَلَمْ يَسْعَ.

ترجمہ: اوراعراب کی چوتھی قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ اورنصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہو اور یہ ناقص الفی کے ساتھ مختص ہے درانحالیکہ وہ ناقص الفی تثنیہ اور جمع اور واحد مؤنثہ مخاطبہ نہ ہو۔جیسے هو یسعیٰ ولن یسعی ولم یسع۔

تشریح: الرابع: مضارع کے اعراب کی چوتھی قسم یہ ہے۔رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ،نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور جزم حذفِ لام کے ساتھ اور یہ قسم ناقص الفی کے ان صیغوں کے ساتھ مختص ہے جو تثنیہ اور جمع مذکر اور واحد مؤنث مخاطبہ کے علاوہ ہوں اور وہ وہی مذکورہ بالا پانچ صیغے ہیں جیسے هُو يسعٰى، لن يسعٰى، لم يسعَ۔

فَصْل: اَلْمَرْفُوعُ عَامِلُهٗ مَعْنَوِيٌّ وَهُوَ تَجَرُّدُهٗ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ نَحْوُ هُو يَضْرِبُ وَيَغْزُوْ وَيَرْمِيْ وَيَسْعٰى.

ترجمہ: فعل مضارع مرفوع کا عامل معنوی ہوتا ہے اور (عامل معنوی) فعل مضارع کا عامل ناصب وجازم سے خالی ہونا ہے۔جیسے هویضرب ویغزو ویرمی ویسعی۔

تشریح: فصل، المرفوع الخ. فعل مضارع مرفوع کا عامل[1] معنوی ہوتا ہے اور وہ عامل معنوی فعل مضارع کا عامل ناصب اور عامل جازم سے خالی ہونا ہے جیسے ھو یضرب، ھو یغزُو، ھو یرمی،ھو یسعیٰ۔

فَصْل: اَلْمَنْصُوْبُ عَامِلُهٗ خَمْسَةُ اَحْرُفٍ اَنْ وَلَنْ وَكَيْ وَاِذَنْ وَاَنِ الْمُقَدَّرَةُ نَحْوُ اُرِيْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَيَّ وَاَنَا لَنْ اَضْرِبَکَ وَاَسْلَمْتُ کَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَاِذَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَکَ.

ترجمہ: فصل فعل مضارع منصوب کے عامل پانچ حرف ہیں اَنْ وَلَنْ وَكَيْ واِذَنَ اور اَنْ مقدرہ جیسے ارید ان تحسن الی (میں ارادہ کرتا ہوں کہ تو احسان کرے میری طرف) وانا لن اضربک (اور میں ہرگز نہیں ماروں گا تجھے) اور اسلمت کی ادخل الجنة (اسلام لایا میں تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں) اور اذن یغفر اللّٰہ لک (اس وقت اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے گا)۔

تشریح: فصل، المنصوب الخ. فعل مضارع منصوب کے عامل ناصب پانچ ہیں (۱) اَنْ (۲) لَنْ (۳) کَی (۴) اِذَنْ، (۵) اَنْ مقدرہ۔

(۱) اَنْ[2] جیسے اُرید ان تُحسَن الیَّ (میں چاہتا ہوں کہ تو میرے ساتھ اچھا سلوک کرے)

(۲) لن، یہ فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اور اس کو مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے اور نفی میں تاکید کا معنی پیدا کر دیتا ہے جیسے اَنا لن اضربَک (میں تجھے ہرگز نہ ماروں گا)

(۳) کَیْ یہ سببیت کا معنی دیتا ہے اور اس کا ماقبل، مابعد کیلئے سبب ہوتا ہے جیسے اسلمتُ کی ادخُلَ الجنّة (میں اسلام لایا تاکہ جنت میں داخل ہوؤں) تو اسلام لانا دخولِ جنت کا سبب ہے۔

(۴) اِذَنْ یہ دو شرطوں کے ساتھ فعل مضارع کو نصب دیتا ہے (۱) اسکا مابعد اپنے ماقبل کا معمول نہ ہو (۲) مضارع مستقبل کے معنی میں ہو، حال کے معنی میں نہ ہو اور یہ کسی بات کے جواب میں مستعمل ہوتا ہے جیسے کسی نے کہا تُبتُ (میں نے توبہ کی) تو اس کے جواب میں آپ کہیں گے اِذَنْ یغفر اللّٰہ لک (تب اللہ تعالیٰ تجھے بخش دیں گے)

(۵) اَن مقدرہ، ان ملفوظہ کی طرح فعل مضارع کو نصب کرتا ہے۔

وَتُقَدَّرُ اَنْ فِيْ سَبْعَةِ مَوَاضِعَ بَعْدَ حَتّٰى نَحْوُ اَسْلَمْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَلامِ کَيْ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ لِيَذْهَبَ وَلامِ الْجَحْدِ نَحْوُ مَا کَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَالْفَاءِ الْوَاقِعَةِ فِيْ جَوَابِ الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالنَّفْيِ وَالتَّمَنِّيْ وَالْعَرْضِ نَحْوُ اَسْلِمْ فَتَسْلَمَ وَلا تَعْصِ فَتُعَذَّبَ وَهَلْ تَعَلَمُ فَتَنْجُوَ وَمَا تَزُوْرُنَا فَنُكْرِمَکَ وَلَيْتَ لِيْ مَالاً فَاُنْفِقَهٗ وَاَلا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْراً.

ترجمہ: اور ان سات جگہوں میں مقدر مانا جاتا ہے حتی کے بعد جیسے اسلمت حتی ادخل الجنة۔ لام کَیْ کے بعد جیسے قام زید لیذھب لام جحد کے بعد جیسے ما کان اللّٰہ لیعذبھم اور اس فاء کے بعد جو امر، نہی استفہام، نفی، تمنی، عرض کے جواب

میں واقع ہو۔جیسے اَسْلَمْ فَتَسَلَم، لَاتَعْصِ فَتُعذَّبَ، ھل تعلَمُ فَتَنْجوَ، ما تزورنا فنکرمک، لیت لی مالا فانفقه اور الاتَنْزِلَ بنا فتصیب خیراً۔

تشریح: وتقدّر اَنْ فی سبعة الخ. اَنْ سات جگہوں میں مقدر ہوتا ہے۔

(۱) حتٰی کے بعد جیسے اسلمتُ حتی ادخلَ الجنّۃَ (میں اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہو جاؤں) اس میں حتی کے بعد اَن مقدر ہے۔جس نے ادخل فعل مضارع کو نصب دیا ہے۔

(۲) لام کَی کے بعد یعنی وہ لام جو کَی سببیہ کے معنی میں ہو اور اس کا ماقبل مابعد کیلئے سبب ہوتا ہے۔جیسے قام زیدٌ لیذھَب (زید کھڑا ہوا تا کہ چلے) تو کھڑا ہونا چلنے کا سبب ہے۔اس میں لام کَی کے بعد اَن مقدر ہے جس نے یذھب فعل مضارع کو نصب دیا۔

(۳) لامِ جحد کے بعد۔جحد کا لغوی معنی ہے انکار کرنا اور نحویوں کی اصطلاح میں لامِ جحد وہ لام ہے جو کَانَ منفی کی خبر پر داخل ہوتا ہے اور نفی کی تاکید کیلئے آتا ہے جیسے ما کان اللّٰهُ لیُعذِّبَھم (البتہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیگا) اس میں لامِ جحد کے بعد اَن مقدر ہے جس نے یعذّب فعل مضارع کو نصب دیا۔

(۴) اس فاء کے بعد اَن مقدر ہوتا ہے جو ان چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو یعنی امر، نہی، استفہام، نفی، تمنّی، عرض کے بعد واقع ہو بشرطیکہ فاء کا ماقبل، مابعد کیلئے سبب ہو یعنی فاء کے بعد اَن کے مقدر ہونے کی دو شرطیں ہیں (۱) فاء سے پہلے مذکورہ چھ چیزوں میں سے کوئی ہو۔ (۲) فاء کا ماقبل مابعد کیلئے سبب ہو۔

(۱) امر: جیسے اَسْلِمْ فَتَسْلَمَ (تُو اسلام لے آ، تا کہ تُو سلامت رہے) یہ اس فاء کی مثال ہے جو امر کے جواب میں واقع ہے اور اس کے بعد اَن مقدر ہے جس نے تسلم فعل مضارع کو نصب دیا۔

(۲) نہی: جیسے لا تَعْصِ فَتُعَذَّبَ (تُو نافرمانی نہ کر کہ تُو عذاب دیا جائیگا) یہ اس فاء کی مثال ہے جو نہی کے جواب میں واقع ہے۔ اس فاء کے بعد اَن مقدر ہے جس نے تُعذَّب فعل مضارع کو نصب دیا۔

(۳) استفہام: جیسے ھَل تعلَمُ فَتَنْجُوَ (کیا تُو سیکھتا ہے کہ نجات پائے) یہ اس فاء کی مثال ہے جو استفہام کے جواب میں واقع ہے اور اس فاء کے بعد اَن مقدر ہے جس نے تنجو فعل مضارع کو نصب دیا۔

(۴) نفی: جیسے ما تَزُورنَا فنکرمَکَ (تو ہماری زیارت نہیں کرتا کہ ہم تیرا اکرام کریں) یہ اس فاء کی مثال ہے جو نفی کے جواب میں واقع ہے اور فاء کے بعد اَن مقدر ہے جس نے نکرم فعل مضارع کو نصب دیا۔

(۵) تمنّی: جیسے لیتَ لِی مالاً فَاُنْفِقَهٗ (کاش میرے پاس مال ہوتا کہ مَیں اسے خرچ کرتا) یہ اس فاء کی مثال ہے جو تمنّی کے جواب میں واقع ہے اور فاء کے بعد اَن مقدر ہے جس نے انفقهٗ فعل مضارع کو نصب دیا۔

(۶) عرض: جیسے اَلا تنزِل بنا فتصیبَ خیراً (تو ہمارے پاس کیوں نہیں آتا کہ تُو بھلائی پائے) یہ اس فاء کی مثال ہے جو عرض کے جواب میں واقع ہے اور اس فاء کے بعد اَن مقدر ہے جس نے فعل مضارع کو نصب دیا اور ان تمام مثالوں میں فاء کا ماقبل مابعد کیلئے سبب ہے۔

وَبَعْدَ الْوَاوِ الْوَاقِعَةِ فِیْ جَوَابِ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ كَذٰلِكَ نَحْوُ اَسْلِمْ وَتَسْلَمَ اِلٰی آخِرِهٖ وَبَعْدَ اَوْ بِمَعْنَی اِلٰی اَنْ اَوْ اِلَّا اَنْ نَحْوُ لَاَحْبِسَنَّكَ اَوْ تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ و وَاوِ الْعَطْفِ اِذَا كَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَیْهِ اِسْماً صَرِیْحاً نَحْوُ اَعْجَبَنِیْ قِیَامُكَ وَتَخْرُجَ.

ترجمہ:اور(اسی طرح)اس واؤ کے بعد(بھی ان مقدر کیا جاتا ہے)جوان چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو جیسے اسلم وتسلم الخ اوراو بمعنی الی ان یا الا ان کے بعد بھی(ان مقدر ہوتا ہے)جیسے لاجسنک او تعطینی حقی(پرور بضرور میں تجھے روکے رکھوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق دے یا تجھے روکے رکھوں گا ہر وقت میں مگر اس وقت میں کہ تو مجھے میرا حق دے)اور واؤ عاطفہ کے بعد(بھی ان مقدر ہوتا ہے)جب کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو جیسے اعجبنی قیامک وتخرج(تعجب میں ڈالا مجھ کو تیرے کھڑے ہونے نے اور تیرے نکلنے نے)۔

تشریح: وبعد الواو الواقعة الخ.(۵)اس واؤ کے بعد بھی اَن مقدر ہوتا ہے جوان چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہے یعنی امر، نہی استفہام، نفی، تمنّی، عرض کے بعد واقع ہو بشرطیکہ واؤ کا ماقبل مابعد کے مصاحب ہو یعنی دونوں کے حصول کا زمانہ ایک ہو اس کو واؤ صرف بھی کہتے ہیں۔اس کی مثالیں وہی ہیں جو فاء میں مذکور ہوئیں۔فرق اتنا ہے کہ ان امثلہ میں فاء کی جگہ واؤ رکھ دی جائے جیسے اَسْلِمْ وتسلمَ، لا تعصِ وتعذَّبَ الخ

(۶) اُس اَو کے بعد بھی اَن مقدر ہوتا ہے جو الیٰ اَن یا الاّ اَن کے معنی میں ہو یعنی وہ اَوْ جو الیٰ اَن یا الاّ ان کے معنی میں ہو تو اس کے بعد بھی اَن مقدر ہوتا ہے جیسے لَاَحْبِسَنَّکَ اَو تعطِیَنی حقّی اگر اَو بمعنی الیٰ اَن ہو تو تقدیرِ عبارت یوں ہوگی لَاَحبسنَّکَ الٰی ان تُعطِیَنی حقّی (کہ البتہ ضرور بضرور میں تجھ کو روکوں گا یہاں تک کہ تُو مجھ کو میرا حق دے دے)اور اگر اَوْ کو الاّ ان کے معنی میں کریں تو تقدیرِ عبارت یوں ہوگی لَاَحبسنَّکَ فی کلِ وقتٍ الاَّ فی وقتِ اَن تعطیَنی حقی (کہ البتہ ضرور بضرور میں تجھ کو ہر وقت میں روکوں گا مگر اس وقت کہ تُو مجھے میرا حق دیدے)

و واو العطف اذا كان المعطوف عليه اسما صريحاالخ.

(۷) واؤ عطف کے بعد بھی اَن مقدر[1] ہوتا ہے(بلکہ ہر حرفِ عطف کے بعد اَن مقدر ہوتا ہے)جبکہ معطوف علیہ اسم صریح ہوا۔جیسے اعجبنی قیامُک و تَخرُجَ اس میں قیامُک معطوف علیہ ہے جو کہ اسم مفرد صریح ہے اور تخرج معطوف ہے جو کہ فعل اور جملہ فعلیہ ہے۔پس اس مثال میں اگر اَن مقدر نہ مانا جائے تو فعل کا عطف اسم پر اور جملے کا عطف مفرد پر لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے۔لہٰذا اس خرابی سے بچنے کیلئے واؤ عطف کے بعد اَن مقدر مانا جائے گا تاکہ تخرج فعل مصدر کی تاویل میں ہو کر اسم مصدر مفرد بن جائے۔پس اس طرح اسم تاویلی کا اسم صریح پر عطف ہوگا اور مفرد تاویلی کا مفرد صریحی پر عطف ہوگا اور یہ جائز ہے تو اَن مقدر ماننے کی صورت میں تقدیرِ عبارت یوں ہوگی اعجبنی قیامُک وخروجُک (مجھے تیرے کھڑے ہونے اور تیرے نکلنے نے تعجب میں ڈالا)۔

وَیَجُوْزُ اِظْهَارُ اَنْ مَعَ لامِ كَیْ نَحْوُ اَسْلَمْتُ لِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَمَعَ وَاوِ الْعَطْفِ نَحْوُ اَعْجَبَنِیْ

قِيَامُكَ وَاَنْ تَخْرُجَ وَيَجِبُ اِظْهَارُ اَنْ فِيْ لاَمِ كَيْ اِذَا اتَّصَلَتْ بِلاَ النَّافِيَةِ نَحْوُ لِئَلَّا يَعْلَمَ.

ترجمہ: اور اَنْ کا لام کی کے ساتھ اظہار کرنا جائز ہے لان ادخل الجنة اور واؤ عاطفہ کے ساتھ (بھی اظہار اَنْ کا جائز ہے) جیسے اعجبنی قیامک وان تخرج اور لام کی میں اَنْ کا ظاہر کرنا واجب ہے جب لام کی لائے نافیہ کے ساتھ متصل ہو جیسے لئلا یعلم۔

تشریح: ویجوز اظهار اَن مع لام کی الخ. لامِ کَی کے بعد اَن کو ظاہر کرنا جائز ہے جیسے اسلمتُ لِاَن ادخل الجنّةَ اور واؤ عطف کے بعد بھی اَن کو ظاہر کرنا جائز ہے جیسے اعجبنی قیامُک وان تخرجَ[1]۔

فائدہ: لام کَی کہہ کر لامِ جحد کو نکال دیا کہ اس کے بعد اَن کا اظہار جائز نہیں۔

ویجب اظهار اَن فی لام کی اذا اتصلت بلا النافیة الخ. جب لامِ کَی لائے نافیہ کے ساتھ متصل ہو تو لام کَی کے بعد اَن کو ظاہر کرنا واجب ہے تا کہ دو لاموں کا جمع ہونا لازم نہ آئے ورنہ تلفّظ میں ثقل ہو جائے گا جیسے لئلاَّ یعلَم۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اَنِ الْوَاقِعَةَ بَعْدَ الْعِلْمِ لَيْسَتْ هِيَ النَّاصِبَةُ لِلْفِعْلِ الْمُضَارِعِ وَاِنَّمَا هِيَ الْمُخَفَّفَةُ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاَنِ الْوَاقِعَةَ بَعْدَ الظَّنِّ جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ النَّصْبُ بِهَا وَاَنْ تَجْعَلَهَا كَالْوَاقِعَةِ بَعْدَ الْعِلْمِ نَحْوُ ظَنَنْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ.

ترجمہ: اور جان تو کہ بے شک وہ ان جو علم یعلم کے بعد واقع ہو وہ فعل مضارع کو نصب دینے والا نہیں ہوتا اور سوا اس کے نہیں کہ وہ ان مخففہ من المثقلہ ہوتا ہے جیسے علمت ان سیقوم (جان لیا میں نے عنقریب وہ کھڑا ہو گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا علم ان سیکون الخ (کہ جان لیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ تحقیق عنقریب تم میں سے بعض مریض ہوں گے) اور ان جو ظن یظن کے بعد واقع ہونیوالا ہو اس میں دو وجہ جائز ہیں (اس ان) کی وجہ سے نصب اور یہ کہ تو اس کو مثل اس ان کے بنائے جو علم یعلم کے بعد واقع ہونیوالا ہو جیسے ظننت ان سیقوم (میں نے گمان کیا کہ تحقیق وہ عنقریب کھڑا ہو گا یا یہ معنی کہ میں نے گمان کیا اس بات کو کہ عنقریب وہ کھڑا ہو گا)

تشریح: واعلم الخ. یہاں سے مقصود ایک فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ اَنْ جو عِلم کے بعد واقع ہو یا ایسے لفظ کے بعد واقع ہو جو یقین پر دلالت کرے تو وہ اَن نافیہ نہیں ہوتا بلکہ مخفّفہ من المثقلہ ہوتا ہے یعنی جب اَنْ ایسے لفظ کے بعد واقع ہو جو یقین پر دلالت کرے یعنی جس میں ظن نہ ہو تو وہاں اَنْ فعل مضارع کو نصب نہیں دیتا بلکہ وہ مخفّفہ من المثقّلہ ہوتا ہے جیسے علمتُ ان سیقومُ اصل میں تھا علمتُ انّه سیقوم اسی طرح قرآن مجید میں ہے عَلِم ان سیکونُ منکم مرضٰی جو کہ اصل میں علم انّه سیکونُ منکم مرضٰی تھا۔

فائدہ: جب عِلم کے بعد اَن مخفّفہ من المثقّلہ واقع ہو تو اس کے بعد والے فعل پر سین، سوف، قد یا حرفِ نفی میں سے کوئی نہ کوئی حرف ضرور داخل ہوگا۔

واَن الواقعة بعد الظنّ الخ. جب اَن ظنّ یا اس کے ہم معنی لفظ مثلاً حسبان کے بعد واقع ہو تو اس میں دو وجہیں[2] جائز ہیں۔ (۱) اس کے ساتھ فعل مضارع کو نصب دینا یعنی اسکو اَن مصدریہ بنانا بھی جائز ہے۔

(۲) اور اسے اَن مخفّفہ من المثقلہ بنانا بھی جائز ہے پس اگر یہ اَنْ مصدر یہ ہو تو فعل مضارع کو منصوب پڑھیں گے اور اگر مخفّفہ من المثقلہ ہو تو فعل مضارع کو مرفوع پڑھیں گے جیسے ظننتُ ان سیقومُ پڑھنا بھی جائز ہے اور اَنْ سیقومَ پڑھنا بھی جائز ہے۔

فَصْل: اَلْمَجْزُوْمُ عَامِلُهٗ لَمْ وَلَمَّا وَلَامُ الْاَمْرِ وَلَا فِي النَّهْيِ وَكَلِمُ الْمُجَازَاتِ وَهِيَ اِنْ وَمَهْمَا وَاِذْمَا وَحَيْثُمَا وَاَيْنَ وَمَتٰى وَمَا وَمَنْ وَاَيٌّ وَاَنّٰى وَاِنِ الْمُقَدَّرَةُ نَحْوُ لَمْ يَضْرِبْ وَلَمَّا يَضْرِبْ وَلِيَضْرِبْ وَلَا تَضْرِبْ وَاِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ اه.

ترجمہ: فعل مضارع مجزوم کا عامل لم اور لما، لام امر. لائے نہی اور کلم مجازات ہیں اور کلم مجازات ان، مھما، اذما، حیثما. این، متی، ما، من، ای، انی اور ان مقدرہ میں۔ جیسے لم یضرب، لما یضرب، لیضرب، لایضرب، ان تضرب اضرب۔

تشریح: فصل المجزوم عاملهٗ الخ. اس فصل میں مصنفؒ مضارع مجزوم کے عامل بتا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مضارع مجزوم کے عامل، لَمْ، لَمَّا، لامِ امر، لائے نہی اور کلماتِ مجازاۃ ہیں اور کلم مجازاۃ (یعنی وہ کلمات جو اول جملہ کے شرط اور ثانی جملہؔ کے جزا ہونے پر دلالت کرتے ہیں اس لیے ان کو کلمات شرط و جزا بھی کہتے ہیں) یہ ہیں۔ اِنْ و مَهْمَا و اِذْما و حیثما و این و متی و ما، مَنْ، ایٌّ، انّٰی اور اِنْ مُقدرہ۔ پھر ان کلماتِ مجازات میں سے کچھ اسم ہیں اور کچھ حرف اس لئے مصنفؒ نے لفظِ کلم بولا تا کہ دونوں کو شامل ہو جائے۔ پھر لَم، لمّا، لامِ امر اور لائے نہی صرف ایک فعل کو جزم دیتے ہیں۔ جیسے لَمْ یضرِبْ، لمّا یضربْ، لیضْرِبْ اور لا تضربْ، اور کلم مجازاۃ دو فعلوں کو جزم دیتے ہیں جیسے اِنْ تضربْ اَضربْ۔ اول کو شرط اور ثانی کو جزا کہتے ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لَمْ تَقْلُبُ الْمُضَارِعَ مَاضِيًّا مَنْفِيًّا وَلَمَّا كَذٰلِكَ اِلَّا اَنَّ فِيْهَا تَوَقُّعًا بَعْدَهٗ وَدَوَامًا قَبْلَهٗ نَحْوُ قَامَ الْاَمِيْرُ لَمَّا يَرْكَبْ وَاَيْضًا يَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ بَعْدَ لَمَّا خَاصَّةً تَقُوْلُ نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمَّا اَيْ وَلَمَّا يَنْفَعْهُ النَّدَمُ وَلَا تَقُوْلُ نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمْ.

ترجمہ: اور جان تو کہ تحقیق لفظ لم مضارع کو ماضی منفی بنا دیتا ہے اور لما بھی اسی طرح ہے الا یہ کہ لما میں اس کے بعد ضمیر ہوتی ہے اس سے پہلے دوام ہوتا ہے۔ پہلے جیسے قام الامیر لما یرکب (کھڑا ہوا امیر ابھی تک سوار نہیں ہوا) اور نیز خاص کر لما کا فعل حذف کرنا جائز ہے تو کہے گا ندم زید و لما (شرمندہ ہوا زید اور نہیں) یعنی و لما ینفعه الندم (نہیں نفع دیا اس کو شرمندگی نے) اور تو نہیں کہے گا ندم زید و لم۔

تشریح: واعلم الخ. حروفِ جازمہ میں سے لَمْ فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے اور لمّا بھی مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ لیکن لمْ اور لمّا میں تین وجوہ سے فرق ہے۔

(۱) لمّا میں زمانۂ تکلّم کے بعد فعل منفی کے ثبوت و وجود کی توقّع ہوتی ہے یعنی لمّا کے ذریعے اکثر اس فعل کی نفی کی جاتی ہے کہ زمانۂ تکلم کے بعد زمانہ مستقبل میں جس کے پائے جانے کی امید ہو جیسے جو شخص امیر کے سوار ہونے کی توقع رکھتا ہو تو وہ یوں کہے گا۔ قام الامیرُ

ولمّا یر کبْ یعنی امیر کھڑا ہے اورابھی تک سوار نہیں ہوا۔لیکن اس کے مستقبل میں سوار ہونے کی امید ہے۔بخلاف لَم کے کہ اس میں زمانۂ تکلم کے بعد فعل منفی کے وجود کی توقع نہیں ہوتی۔

(۲) نیز لمّا میں زمانۂ تکلم سے پہلے نفی میں دوام ہوتا ہے یعنی نفی وقتِ انتفاء سے لے کر زمانۂ تکلم تک کے تمام ازمنۂ ماضی کو شامل ہوتی ہے بخلاف لم کے کہ اس میں زمانۂ تکلّم سے قبل نفی میں دوام نہیں ہوتا۔

(۳) لمّا کے بعد فعل کو حذف کرنا جائز ہے بخلاف لم کے کہ اس کے بعد فعل کو حذف کرنا جائز نہیں جیسے ندِم زیدٌ ولمّا ای لَماّ ینفعه الندمُ کہنا جائز ہے لیکن ندِم زیدٌ ولم کہنا جائز نہیں ہے۔

وَاَمَّا كَلِمُ الْمُجَازَاتِ حَرْفًا كَانَتْ اَوْ اِسْمًا فَهِيَ تَدْخُلُ عَلَ الْجُمْلَتَيْنِ لِتَدُلَّ عَلٰى اَنَّ الْاُوْلٰى سَبَبٌ لِلثَّانِيَةِ وَتُسَمّٰى الْاُوْلٰى شَرْطًا وَالثَّانِيَةُ جَزَاءً ثُمَّ اِنْ كَانَ الشَّرْطُ وَالْجَزَاءُ مُضَارِعَيْنِ يَجِبُ الْجَزْمُ فِيْهِمَا لَفْظًا نَحْوُ اِنْ تُكْرِمْنِيْ اُكْرِمْكَ وَاِنْ كَانَا مَاضِيَيْنِ لَمْ تَعْمَلْ فِيْهِمَا لَفْظًا نَحْوُ اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ وَاِنْ كَانَ الْجَزَاءُ وَحْدَهٗ مَاضِيًا يَجِبُ الْجَزْمُ فِي الشَّرْطِ نَحْوُ اِنْ تَضْرِبْنِي ضَرَبْتُكَ وَاِنْ كَانَ الشَّرْطُ وَحْدَهٗ مَاضِياًجَازَ فِي الْجَزَاءِ الْوَجْهَانِ نَحْوُ اِنْ جِئْتَنِيْ اُكْرِمْكَ.

ترجمہ: اور رہے کلمات مجازات خواہ حرف ہوں یا اسم تو وہ دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں تاکہ اس بات پر دلالت کریں کہ پہلا جملہ دوسرے جملہ کیلئے سبب ہے اور اول کا نام شرط اور دوسرے کا نام جزاء رکھا جاتا ہے۔ پھر اگر شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں تو ان دونوں میں جزم لفظا واجب ہے۔جیسے ان تکرمنی اکرمک اور اگر وہ دونوں ماضی ہوں تو کلمات مجازات ان دونوں میں لفظاً عمل نہیں کریں گے۔جیسے ان ضربت ضربت اور اگر اکیلی جزاء ماضی ہوتو جزم شرط میں واجب ہے جیسے ان تضربنی ضربتک اور اگر اکیلی شرط ماضی ہوتو جزاء میں دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے ان جئتنی اکرمک۔

تشریح: **وامّا کلم المجازاة الخ.** اور کلمِ مجازاة یعنی کلمِ شرط و جزاء (خواہ حرف ہوں یا اسم) دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں تاکہ اس بات پر دلالت کریں کہ اول دوسرے کیلئے سبب ہے یعنی پہلا جملہ سبب ہے اور دوسرا مسبّب۔اول کو شرط اور ثانی کو جزاء کہتے ہیں۔

ثم ان کان الخ. یہاں سے شرط و جزا کے مجزوم ہونے کی صورتوں کو بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ شرط و جزا کی چار صورتیں ہیں

(۱) اگر شرط و جزا دونوں فعل مضارع ہوں تو ان دونوں میں جزم لفظاً واجب ہوتی ہے۔کیونکہ مضارع معرب ہے اس پر جزم آسکتی ہے جیسے اِن تُکرمْنی اُکرمْک۔

(۲) اگر شرط و جزاء دونوں فعل ماضی ہوں تو ان میں کلماتِ مجازات لفظاً عمل نہیں کریں گے البتہ ان میں جزم تقدیری ہوتا ہے جیسے اِن ضربتَ ضربتُ۔

(۳) اگر شرط مضارع اور جزا ماضی ہوتو شرط میں لفظاً جزم واجب ہوتی ہے جیسے اِنْ تضربْنی ضربتُک۔

(۴) اگر شرط ماضی اور جزا مضارع ہو تو جزا میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) جزم (۲) رفع جیسے اِن جئتنی اُکرمکَ اور اکرمُکَ۔

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا كَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا بِغَيْرِ قَدْ لَمْ يَجُزِ الْفَاءُ فِيْهِ نَحْوُ اِنْ اَكْرَمْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَاِنْ كَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا اَوْ مَنْفِيًّا بِلاَ جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ نَحْوُ اِنْ تَضْرِبْنِيْ اَضْرِبْكَ. اَوْ فَاَضْرِبُكَ وَاِنْ تَشْتِمْنِيْ لاَ اَضْرِبْكَ اَوْ فَلاَ اَضْرِبُكَ وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الْجَزَاءُ اَحَدَ الْقِسْمَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ. فَيَجِبُ الْفَاءُ فِيْهِ.

ترجمہ: اور جان تو کہ تحقیق شان یہ ہے کہ جب جزاء فعل ماضی بغیر قد کے ہو تو اس میں فاء لانا جائز نہیں۔ جیسے ان اکرمتنی اکرمتک (اگر تو میرا اکرام کرے گا تو میں بھی تیرا اکرام کروں گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن دخلہ کان آمنا (اور وہ شخص جو داخل ہوا اس بیت اللہ شریف میں تو ہوگا امن والا) اور اگر جزاء فعل مضارع مثبت یا (مضارع) منفی بلا ہو تو اس میں دونوں وجہیں جائز ہیں جیسے ان تضربنی اضربک یافاضربک (اگر تو مجھے مارے گا تو میں بھی تجھے ماروں گا) اوران تشتمنی لااضربک یافلا اضربک (اگر تو مجھے گالی دے گا تو میں تجھے نہیں ماروں گا) اور اگر جزاء ان مذکورہ دو قسموں میں سے کوئی ایک قسم نہ ہو تو اس میں فاء واجب ہے۔

تشریح: **واعلم الخ**. یہاں سے مصنفؒ جزا پر فاء کے داخل ہونے اور داخل نہ ہونے کی صورتیں بیان فرمارہے ہیں یعنی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کب جزا پر فاء لانا واجب ہے اور کب جائز اور کب ممتنع۔

(۱) جب جزاء ماضی بغیر قَد کے ہو تو جزا میں فاء کا لانا جائز[۱] نہیں جیسے اِنْ اکرمتَنی اکرمتُک اس میں اکرمتُک جزا ہے جو ماضی ہے اور بغیر قَد کے ہے اس لئے اس پر فاء نہیں لائی جائے گی اور جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ''ومن دَخَلهٗ کان اٰمنًا'' اس میں بھی کان جزاء ہے جو ماضی بغیر قد کے ہے۔ اس لئے اس پر فاء نہیں لائی گئی۔

(۲) جب جزا مضارع مثبت ہو یا مضارع منفی بلا ہو (یعنی منفی بِما اور منفی بِلَن نہ ہو) تو جزا پر فاء کا لانا اور نہ لانا دونوں طرح جائز[۲] ہے۔ جیسے اِن تضربُنی اضربُک یا فاَضربُک اس میں اضربک جزا ہے جو کہ فعل مضارع مثبت ہے اس لئے اس پر فاء کا لانا اور نہ لانا دونوں طرح جائز ہے اور جیسے اِن تشتمنی لا اضربُک یا فلا اضربُک اس میں لا اضربک فعل مضارع منفی بلا ہے اس لئے اس پر فاء کو لانا اور نہ لانا دونوں طرح جائز ہے۔

وان لم یکن الجزاء احد القسمین الخ. (۳) اگر جزا مذکورہ قسموں میں سے کوئی قسم نہ ہو یعنی جب جزا نہ تو ماضی بغیر قد کے ہو اور نہ ہی جزا مضارع منفی بلا ہو اور نہ جزا مضارع مثبت ہو تو جزاء پر فاء لانا واجب[۳] ہے۔

وَذٰلِكَ فِيْ اَرْبَعِ صُوَرٍ اَلْاُوْلٰى اَنْ يَّكُوْنَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا مَعَ قَدْ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ وَالثَّانِيَةُ اَنْ يَّكُوْنَ مُضَارِعًا مَنْفِيًّا بِغَيْرِ لَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلاَمِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَالثَّالِثَةُ اَنْ يَّكُوْنَ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَالرَّابِعَةُ اَنْ يَّكُوْنَ

جُمْلَةً اِنْشَائِيَّةً اِمَّا اَمْرًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ وَاِمَّا نَهْيًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ.

ترجمہ: اور یہ چار صورتوں میں ہے اول یہ کہ جزاء ماضی قد کے ساتھ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ان یسرق فقد سرق اخ له من قبل (اگر اس نے چوری کی تو پس چوری کی تھی اس کے بھائی نے بھی اس سے پہلے) دوسری یہ کہ جزاء مضارع منفی بغیر لا کے ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه (اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا) اور تیسری یہ کہ جزا جملہ اسمیہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (جو شخص ایک نیکی لائے گا پس اس کے لئے دس گنا نیکیاں ہوں گی) اور چوتھی یہ ہے کہ جزاء جملہ انشائیہ ہو یا امر ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول قل ان کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی (اے محمد ﷺ فرما دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھتے ہو تو میری پیروی کرو) یا نہی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: فان علمتموهن مؤمنات فلا ترجعوهن الی الکفار (اگر تم ان عورتوں کو مومن جانو تو ان کو کافروں کی طرف مت لوٹاؤ)

تشریح: وذلک: سے فاء کے وجوب کی صورتوں کو بیان کرتے ہیں کہ فاء کے وجوب کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) جزا جب ماضی قدؔ کے ساتھ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "اِن یسرقْ فقد سَرَقَ اخٌ له من قبل" اس میں قد سرق جزا ہے جو کہ ماضی قد کے ساتھ ہے اس لئے اس پر فاء لانا واجب ہے۔

(۲) جب جزا مضارع منفی بغیر لا ہو یعنی مضارع منفی بما یا بِلن ہو لیکن منفی بِلم نہ ہو کہ وہ ماضی کے معنی میں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبلَ منه" اس میں لن یُقبل جزا ہے جو کہ مضارع منفی بلَن ہے اس لئے اس پر فاء لانا واجب ہے۔

(۳) جب جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "مَن جاء بالحسنة فلهٗ عشر اَمثالها" اس میں لهٗ عشرُ اَمثالِها جزا ہے جو کہ جملہ اسمیہ ہے اس لئے اس پر فالا نا واجب ہے۔

(۴) جزا جملہ انشائیہ ہو خواہ امر ہو یا نہی۔ امر ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے قل اِن کنتم تُحبّون اللّٰه فاتّبعونی، اس میں اتّبعونی جزا ہے جو کہ جملہ انشائیہ امر ہے اس لئے اس پر فاء لانا واجب ہے، نہی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "فاِن علمتُموهنَّ مومنٰت فلا ترجعوهنّ الی الکفّار، اس میں لاترجعوهنّ جزا ہے جو کہ نہی ہے اس لئے اس پر فاء لانا واجب ہوگی۔

وَقَدْ يَقَعُ اِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُم يَقْنَطُوْنَ.

ترجمہ: اور کبھی اذا (مفاجاتیہ) جملہ اسمیہ کے ساتھ فاء کی جگہ واقع ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وان تصبهم سيئه بما قدمت ايديهم اذا هم يقنطون۔

تشریح: وقد یقع اذا مع الجملة الاسمية الخ. کبھی جزا پر فاء کی جگہ اذا مفاجاتیہ واقع ہوتا ہے جبکہ جزا جملہ اسمیہ ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے اِن تُصِبْهم سيّئةٌ بما قدّمت ايديهم اذا هم يقنطون۔ اس میں هم يقنطون جزا ہے جو کہ جملہ

اسمیہ ہے اس لئے اس پر فاء کی جگہ اذا مفاجاتیہ داخل ہے۔

وَاِنَّمَا تُقَدَّرُ اِنْ بَعْدَ الْاَفْعَالِ الْخَمْسَةِ الَّتِیْ هِیَ الْاَمْرُ نَحْوُ تَعَلَّمْ تَنْجُ وَالنَّهْیُ نَحْوُ لاَ تَكْذِبْ یَكُنْ خَیْراً لَّکَ وَالْاِسْتِفْهَامُ نَحْوُ هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْکَ وَالتَّمَنِّیْ نَحْوُ لَیْتَکَ عِنْدِیْ اَخْدِمْکَ وَالْعَرْضُ نَحْوُ اَلا تَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَیْراً.

ترجمہ: اورسوائے اس کے نہیں کہ ان شرطیہ اپنی شرط سمیت پانچ افعال کے بعد مقدر کیا جاتا ہے (۱) امر کے بعد جیسے تَعَلَّمْ تَنْجُ۔ (۲) نہی کے بعد جیسے لاتکذب یکن خیرا لک (۳) استفہام کے بعد جیسے ھل تزورنا نکرمک (۴) تمنی کے بعد جیسے لیتک عندی اخدمک (۵) عرض کے بعد جیسے الاتنزل بنا تصب خیرا۔

تشریح: وانّمااِنْ تقدّر الخ. پیچھے گذرا تھا کہ اِن مقدرہ فعل کو جزم دیتا ہے اب یہاں سے اِنْ (شرطیہ) کے مقدر ہونے کے مواضع بیان کررہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ ان مع شرط کے پانچ اشیاء کے بعد مقدر ہوتا ہے۔

(۱) امر کے بعد جیسے تعلّم، تنجُ اس کی تقدیرعبارت تعلّم اِن تتعلّمْ تنجُ ہے۔

(۲) نہی کے بعد جیسے لا تکذِبْ یکن خیراً لک اس کی تقدیرعبارت لا تکذبْ اِن لاتکذبْ یکن خیراًلک ہے۔

(۳) استفہام کے بعد جیسے ھل تزورُنا نکرمْک اس کی تقدیرعبارت ھل تزورُنا اِن تزُرْنا نکرمْک ہے۔

(۴) تمنّی کے بعد جیسے لیتک عندی اخدمْک۔اس کی تقدیرعبارت لیتکَ عندی ان تکن عندی اخدمْک ہے۔

(۵) عرض کے بعد جیسے اَلا تنزلُ بنا تُصِبْ خیراً اس کی تقدیرعبارت اَلا تنزلُ بنا اِن تنزِلْ بنا تُصِبْ خیرًا ہے۔

وَبَعْدَ النَّفْیِ فِیْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نَحْوُ لا تَفْعَلْ شَرًّا یَكُنْ خَیْراً لَکَ.

ترجمہ: اور نفی کے بعد (ان شرطیہ مقدر کیا جاتا ہے) بعض جگہوں میں جیسے لاتفعل شراً یکن خیرالک۔

تشریح: وبعد النفی الخ. اور بعض مواضع میں نفی کے بعد بھی اِن مقدر ہوتا ہے جیسے لا تفعلُ شراً یکن خیراً لک۔ اس کی تقدیرعبارت لا تفعلُ شراً اِن لا تفعلْ شراً یکن خیراً لک ہے۔

تنبیہ: لیکن یادرکھیں کہ نفی کے بعد اِن کے مقدر ہونے کا ذکر سہو کا تب ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ نفی کے بعد اِن مقدر نہیں ہوتا کیونکہ نفی خبرِ محض ہے اوراس میں طلب کا معنیٰ نہیں پایا جاتا اور اِن وہاں مقدر ہوتا ہے جہاں طلب کا معنیٰ پایا جاتا ہو۔

وَذٰلِکَ اِذَا قَصَدَ اَنَّ الْاَوَّلَ سَبَبٌ لِلثَّانِیْ كَمَا رَأَیْتَ فِی الْاَمْثِلَةِ فَاِنَّ مَعْنٰی قَوْلِنَا تَعَلَّمْ تَنْجُ هُوَ اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ وَكَذٰلِکَ الْبَوَاقِیْ فَلِذٰلِکَ امْتَنَعَ قَوْلُکَ لاَ تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ لِاِمْتِنَاعِ السَّبَبِیَّةِ اِذْ لاَیَصِحُّ اَنْ

يُقَالَ اِنْ لاَ تَكْفُرُ تَدْخُلِ النَّارَ.

ترجمہ: اشیاء مذکورہ کے بعد ان شرطیہ کا مقدر کرنا اس وقت ہے جب یہ قصد کیا جائے کہ مضمون اول مضمون ثانی کیلئے سبب ہے جیسا کہ آپ مثالوں میں دیکھ چکے ہیں پس ہمارے قول تعلم تنج کا معنی یہ ہے کہ ان تتعلم تنج (اگر تو سیکھے گا تو نجات پائے گا) اور اسی طرح باقی مثالیں ہیں پس اسی وجہ سے تیرا قول لا تکفر تدخل النار (کفر مت کر داخل ہو جائے گا نار میں) منع ہے کیونکہ سببیت ممتنع ہے ان لا تکفر تدخل النار (اگر تو کفر نہیں کرے گا تو جہنم میں داخل ہو جائے گا) کہنا صحیح نہیں۔

تشریح: وذٰلک اذا قصد الخ. یہاں سے مصنف علام مذکورہ پانچ اشیاء کے بعد اِن مع شرط کے مقدر ہونے کی شرط کو بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ پانچ اشیاء کے بعد اِن مع شرط کے مقدر ہونے کی شرط یہ ہے کہ مضمونِ اول کا مضمون ثانی کیلئے سببیت کا ارادہ کیا جائے یعنی اِن مع شرط کے اس وقت مقدر ہوتا ہے جب مضمون اوّل ثانی کیلئے سبب ہو۔ جیسے تعلّم تنجُ میں تعلّم نجات کا سبب ہے اور لا تکذب یکن خیراً لک میں عدم کذب خیر کا سبب ہے۔ باقی بھی اسی طرح ہیں۔

فلذٰلک الخ. یہ ماقبل میں بیان کردہ شرط پر تفریع ہے چونکہ اشیاء خمسہ مذکورہ کے بعد اِن مع شرط کے مقدر ماننے کی شرط یہ ہے کہ مضمون اول، مضمون ثانی کیلئے سبب ہو اسی وجہ سے تیرا قول "لا تکفُرْ تدخلِ النارَ" ممتنع ہوگا یعنی اس میں اِن مع شرط کی تقدیر (مقدر ماننا) صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس میں لا تکفر اگرچہ نہی ہے لیکن اگر ان مع شرط کے مقدر مانیں تو اس کی تقدیرِ عبارت "لاتکفُرْ اِن لا تکفُرْ تدخلِ النار" ہوگی جو کہ ممتنع ہے اس لئے کہ عدمِ کفر تو دخولِ جنّت کا سبب ہے نہ کہ دخول جہنّم کا۔

وَالثَّالِثُ الْاَمْرُ وَهُوَ صِيْغَةٌ يُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الْفَاعِلِ الْمُخَاطَبِ.

ترجمہ: تیسری قسم امر ہے اور وہ (امر حاضر معروف) وہ صیغہ ہے جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے فعل طلب کیا جائے۔

تشریح: والثالث الامر.

وھو صیغته الخ: یہاں سے فعل کی اقسام ثلٰثہ میں سے قسم ثالث امر کی تفصیل بیان کر رہے ہیں کہ امر کا لغوی معنی ہے "حکم کرنا" اور نحویوں کی اصطلاح میں لفظِ امر، امر غائب، متکلم، مخاطب تمام کو شامل ہے خواہ معروف ہوں یا مجہول، لیکن امر حاضر معروف کو الامر بالصیغة اور باقی اقسام کو الامر بالحرف کہتے ہیں۔ لیکن چونکہ امر سے متبادر امر حاضر معروف ہے اس لئے مصنفؒ امر حاضر معروف کی تعریف کر رہے ہیں۔

هو صیغةٌ الخ: امر حاضر معروف وہ صیغہ ہے جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے فعل طلب کیا جائے۔

فوائدِ قیود: (۱) لفظِ صیغةٌ بمنزلہٗ جنس کے ہے جو معرّف وغیر معرّف امر، نہی، ماضی، مضارع، امر غائب، امر متکلم، امر حاضر، امر معروف اور امر مجہول سب کو شامل ہے۔

(۲) یُطلب بھا: فصل اول ہے اس سے ماضی مضارع خارج ہو گئے کیونکہ ان دونوں میں کسی فعل کو طلب نہیں کیا جاتا۔

(۳) الفعل: فصل ثانی ہےاس سے نہی خارج ہوگیا کیونکہ اس میں طلبِ فعل نہیں بلکہ طلب ترکِ فعل ہوتا ہے۔

(۴)من الفاعل: فصل ثالث ہےاس سے امر مجہول خارج ہوگیا کیونکہ اس میں فاعل سے نہیں بلکہ مفعول سے طلبِ فعل ہوتا ہے۔

(۵)المخاطب فصل رابع ہےاس سے امر غائب معروف اور امر متکلم معروف نکل گئے کیونکہ اس میں فاعل مخاطب سے نہیں بلکہ فاعل غائب یا فاعل متکلم سے فعل طلب کیا جاتا ہے۔

بِاَنْ تَحْذِفَ مِنَ الْمُضَارِعِ حَرْفَ الْمُضَارَعَةِ ثُمَّ تُنْظَرُ فَاِنْ كَانَ مَا بَعْدَ حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ سَاكِنًا زِدتَّ هَمْزَةَ الْوَصْلِ مَضْمُومَةً اِنِ انْضَمَّ ثَالِثُهٗ نَحْوُ اُنْصُرْ وَمَكْسُوْرَةً اِنِ انْفَتَحَ اَوِ انْكَسَرَ كَاِعْلَمْ وَاِضْرِبْ وَاِسْتَخْرِجْ. وَاِنْ كَانَ مُتَحَرِّكًا فَلاَ حَاجَةَ اِلَى الْهَمْزَةِ نَحْوُ عِدْ وَحَاسِبْ وَالْاَمْرُ مِنْ بَابِ الْاِفْعَالِ مِنَ الْقِسْمِ الثَّانِي.

ترجمہ: بایں طور کہ مضارع سے حرف مضارعت کو حذف کیا جائے پھر دیکھا جائے پس اگر حرف مضارعت کے بعد والا حرف ساکن ہے تو ہمزہ وصلی زیادہ کرے گا (تاکہ ابتداء بالسکون لازم نہ آئے) اور ہمزہ وصلی مضموم ہوگا اگر اس کا تیسرا حرف (یعنی عین کلمہ) مضموم ہے۔ جیسے (تنصر سے) انصر اور مکسور ہوگا اگر تیسرا حرف مفتوح یا مکسور ہو جیسے (تعلم سے) اعلم (تضرب سے) اضرب (تستخرج سے) استخرج۔ اور اگر حرف مضارعت کے بعد والا حرف متحرک ہے تو ہمزہ وصلی کی ضرورت نہیں (کیونکہ ابتداء بالسکون لازم نہیں آتا)۔ جیسے (تعد سے) عد (تحاسب سے) حاسب اور باب افعال کا امر قسم ثانی سے ہے۔

تشریح: بان تحذف الخ. یہاں سے مصنفؒ امر حاضر معروف کے اشتقاق اور بنانے کا طریقہ بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ امر حاضر معروف کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ فعل مضارع سے علامتِ مضارع کو گرا دو پھر دیکھو کہ اس کا مابعد ساکن ہے یا متحرک۔ اگر اس کا مابعد ساکن ہے تو ہمزہ وصلی شروع میں لاؤ تاکہ ابتداء میں ساکن کا ہونا لازم نہ آئے اور آخر سے ساکن کر دو پھر عین کلمہ کو دیکھو اگر عین کلمہ مضموم ہو تو ہمزہ وصلی مضموم لاؤ جیسے اُنْصُرْ اور اگر عین کلمہ مفتوح یا مکسور ہو تو ہمزہ وصلی مکسور لاؤ جیسے اِعْلَمْ، اِضْرِبْ، اِسْتَخْرِجْ اور اگر علامتِ مضارع گرانے کے بعد مابعد متحرک ہو تو ہمزہ وصلی لانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ابتداء بالساکن لازم نہیں آتا، صرف آخری حرف کو ساکن کر دو جیسے عِدْ، حَاسِبْ۔

والامر الخ. یہاں سے غرض ایک سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کی تقریر یہ ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ "جب حرفِ مضارعۃ کے حذف کے بعد فاء کلمہ ساکن ہو تو ہمزہ وصلی لائیں گے پھر اگر عین کلمہ مفتوح یا مکسور ہو تو ہمزہ وصلی مکسور ہوگا" غلط ہے۔ اس لئے کہ باب افعال کے امر میں ہمزہ وصلی مفتوح ہوتا ہے حالانکہ عین کلمہ مکسور ہے۔

جواب: والامر من باب الافعال من القسم الثانی سے مصنفؒ اس کا جواب دے رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ افعال کا امر قسم اول سے نہیں بلکہ قسم ثانی سے ہے اس لئے کہ اس میں علامتِ مضارع کا مابعد ساکن نہیں بلکہ متحرک ہے جیسے تُکرِم کہ اصل میں تُأکْرِمُ تھا لیکن واحد متکلم اُکرِم کی مناسبت کی وجہ سے تأکرم کا ہمزہ حذف ہوگیا پھر جب امر بنانے کیلئے علامتِ مضارع کو گرائیں گے تو ہمزہ محذوفہ واپس لوٹ آئے گا اور یہ ہمزہ وصلی نہیں بلکہ ہمزہ قطعی ہے۔

وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى عَلَامَةِ الْجَزْمِ كَاِضْرِبْ وَاُغْزُ وَارْمِ وَاِسْعَ وَاِضْرِبَا وَاِضْرِبُوْا وَاِضْرِبِيْ.

ترجمہ: اور وہ امر علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے۔ جیسے اضرب اغز، ارم اور اسع. اضربا، اضربوا، اضربی۔

تشریح: وھو مبنیٌّ الخ. یہاں سے امر حاضر معروف کی کیفیت بیان کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ امر حاضر معروف علامتِ جزم پر مبنی ہوتا ہے۔ مفرد صحیح میں علامتِ جزم آخری حرف کا سکون ہے جیسے اِضْرِبْ، مفرد معتل واوی، مفرد معتل یائی اور مفرد معتل الفی میں علامتِ جزم حرفِ علت یعنی لام کلمہ کا حذف ہے جیسے اُغْزُ، اِرْمِ اور اِسْعَ اور تثنیہ (مذکر ومؤنث) جمع مذکر اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ میں علامتِ جزم نون اعرابی کا حذف ہے جیسے اِضْرِبا، اِضْرِبوا، اِضْرِبی.

فَصْل: فِعْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ هُوَ فِعْلٌ حُذِفَ فَاعِلُهُ وَاُقِيْمَ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهُ وَيُخْتَصُّ بِالْمُتَعَدِّيْ.

ترجمہ: فصل فعل مالم یسم فاعلہ وہ فعل ہے جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور مفعول کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہو اور وہ مختص ہے متعدی کے ساتھ۔

تشریح: فصل، فعل ما لم یسم فاعلهٔ الخ.

فعل مالم یسم فاعلہ (فعل مجہول) وہ فعل ہے جسکے فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کے قائم مقام کردیا گیا ہو۔ فعل مالم یسم فاعلہ یعنی فعل مجہول فعل متعدی کے ساتھ مختص ہے یعنی فعل مجہول فقط فعل متعدی سے آتا ہے، فعل لازمی سے نہیں آتا۔

وَعَلَامَتُهُ فِي الْمَاضِيْ اَنْ يَّكُوْنَ اَوَّلُهُ مَضْمُوْمًا فَقَطْ وَمَا قَبْلَ اٰخِرِهٖ مَكْسُوْرًا فِي الْاَبْوَابِ الَّتِيْ لَيْسَتْ فِيْ اَوَائِلِهَا هَمْزَةُ وَصْلٍ وَلَا تَاءٌ زَائِدَةٌ نَحْوُ ضُرِبَ وَدُحْرِجَ وَاُكْرِمَ. وَاَنْ يَكُوْنَ اَوَّلُهُ وَثَانِيْهِ مَضْمُوْمًا وَمَا قَبْلَ اٰخِرِهٖ كَذٰلِكَ فِيْمَا فِيْ اَوَّلِهٖ تَاءٌ زَائِدَةٌ نَحْوُ تُفُضِّلَ وَتُضُوْرِبَ.

ترجمہ: فعل مجہول کی علامت ماضی میں یہ ہے کہ اس کا اول حرف مضموم ہو فقط اور آخر کا ماقبل مکسور ہو یہ علامت ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں ہمزہ وصلی اور تاء زائدہ نہیں جیسے ضرب، دحرج اور اکرم۔ اور فعل مجہول کی علامت ماضی میں یہ ہے کہ اس کا پہلا اور دوسرا حرف مضموم ہو اور اس کے آخر کا ماقبل اسی طرح مکسور ہو (یہ علامت) ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں تاء زائدہ ہے جیسے تفضل اور تضورب.

تشریح: قوله وعلامتهٔ فی الماضی الخ. یہاں سے مقصود فعل مالم یسم فاعلہ کی ماضی میں علامت کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ماضی تین حال سے خالی نہیں یا اس کے شروع میں تاء زائدہ ہوگی یا ہمزہ وصلی ہوگا یا ان دونوں میں سے کچھ نہیں ہوگا۔ اگر ماضی کے شروع میں نہ تاء زائدہ ہو اور نہ ہمزہ وصلی ہو تو پھر فعل مجہول کی ماضی میں علامت یہ ہے کہ اسکا فقط پہلا حرف مضموم[1] اور آخر کا ماقبل مکسور ہو۔ جیسے ضُرِبَ یہ ثلاثی مجرد سے ماضی مجہول ہے اور جیسے دُحْرِجَ[2]، اُكْرِمَ[3] اور اگر ماضی کے شروع میں تاء زائدہ ہو تو پھر فعل مجہول کی ماضی میں علامت یہ ہے کہ پہلا اور دوسرا حرف مضموم ہو اور آخر کا ماقبل مکسور[1] ہو جیسے تُفُضِّلَ یہ باب تفعّل کی ماضی مجہول ہے اور تُضُوْرِبَ یہ باب تفاعل کی ماضی مجہول ہے۔

وَاَنْ يَّكُوْنَ اَوَّلُهٗ وَثَالِثُهٗ مَضْمُوْمًا وَمَا قَبْلَ اٰخِرِهٖ كَذٰلِكَ فِيْ مَا فِيْ اَوَّلِهٖ هَمْزَةُ وَصْلٍ نَحْوُ اُسْتُخْرِجَ وَاُقْتُدِرَ.

ترجمہ: اورفعل مجہول کی علامت ماضی میں یہ ہے کہ اس کا پہلا اور تیسرا حرف مضموم ہواوراس کے آخر کا ماقبل اسی طرح مکسور ہو(اور یہ علامت)ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں ہمزہ وصلی ہے جیسے استخرج اور اقتدر۔

تشریح:

اوراگر ماضی کے شروع میں ہمزہ وصلی ہوتو پھرفعل مجہول کی ماضی میں علامت یہ ہے کہ اس کا پہلا اور تیسرا حرف مضموم اور آخر کا ماقبل مکسور[۲] ہوجیسے اُسْتُخْرِجَ یہ باب استفعال کی ماضی مجہول ہے،اُقْتُدِرَ یہ باب افتعال کی ماضی مجہول ہے۔

وَالْهَمْزَةُ تَتْبَعُ الْمَضْمُوْمَ اِنْ لَمْ تُدْرَجْ.

ترجمہ: اور ہمزہ حرف مضموم کے تابع ہوتا ہے اگر درمیان کلام میں آ کر گرے نہیں۔

تشریح: والهمزة تتبع: ماضی مجہول میں ہمزہ وصلی اگر ساقط نہ ہو بلکہ مذکور ہوتو باعتبار حرکت کے حرفِ مضموم[۳] کے تابع ہوتا ہے حرف مکسور کے تابع نہیں ہوتا اگر چہ ہمزہ وصلی میں اصل کسرہ ہے۔یعنی ہمزہ وصلی ماضی مجہول میں ہمیشہ مضموم ہوتا ہے۔

وَفِي الْمُضَارِعِ اَنْ يَّكُوْنَ حَرْفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُوْمًا وَمَا قَبْلَ اٰخِرِهٖ مَفْتُوْحًا نَحْوُ يُضْرَبُ وَيُسْتَخْرَجُ اِلَّا فِيْ بَابِ الْمُفَاعَلَةِ وَالْاِفْعَالِ وَالتَّفْعِيْلِ وَالْفَعْلَلَةِ وَمُلْحَقَاتِهَا الثَّمَانِيَةِ فَاِنَّ الْعَلَامَةَ فِيْهَا فَتْحُ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ نَحْوُ يُحَاسَبُ وَيُدَحْرَجُ.

ترجمہ: اورمضارع میں علامت مجہول یہ ہے کہ حرف مضارعت مضموم اورآخر کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے۔جیسے یضرب ویستخرج مگر باب مفاعلہ،افعال،تفعیل،فعللہ اوراس کے آٹھ ملحقات میں پس تحقیق ان میں علامت (فقط) حرف آخر کے ماقبل کا مفتوح ہونا ہے جیسے یُحَاسَبُ وَيُدَحْرَجُ۔

تشریح: وفی المضارع الخ.اس کا عطف فی الماضی پر ہے یعنی فعل مجہول کی مضارع میں علامت یہ ہے کہ حرف مضارعت مضموم اورآخر کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے جیسے يُضْرَبُ، يُسْتَخْرَجُ۔ یہ علامت تمام بابوں میں ہے مگر چار بابوں[۱] (۱) اِفعال (۲) تفعیل (۳) تفاعل اور (۴) فعللۃ یعنی وہ جن کی ماضی چار حرفی ہو اوراس کے ملحقاتِ سبعہ میں فعل مجہول کے مضارع میں علامت فقط آخر کے ماقبل کا فتحہ ہے اس لئے کہ ان میں حرف مضارعت معروف اور مجہول دونوں میں پہلے سے مضموم ہوتا ہے جیسے يُدَحْرَجُ، يُحَاسَبُ، يُكْرَمُ، يُصَرَّفُ آخر سے ماقبل کا فتحہ اس لئے ہے تاکہ معروف اور مجہول میں امتیاز ہوجائے۔

و ملحقاتها الثمانية الخ. یہ کاتب سے سہوًا لکھا گیا ہے اس لئے کہ فعللہ کے ملحقات سات ہیں نہ کہ آٹھ۔اوروہ

سات ابواب یہ ہیں جَلْبَبَ، قَلْنَسَ، جَوْرَبَ، سَرْوَلَ، شَرْيَفَ، حَيْعَلَ قَلْسٰی۔

وَفِي الْاَجْوَفِ مَاضِيْهِ قِيْلَ وَبِيْعَ وَ بِالْاِشْمَامِ قِيْلَ وَبِيْعَ وَبِالْوَاوِ قُوْلَ وَبُوْعَ.

ترجمہ: اوراجوف میں یعنی اس کی ماضی مجہول میں قِيْلَ بِيْع ہےاوراشمام کے ساتھ قیل، بیع اورواؤ کے ساتھ قول بوع ہے۔

تشریح: و فی الاجوف الخ. اوراجوف کی ماضی مجہول (خواہ واوی ہو یا یائی ہو) تین طریقے سے آتی ہے۔یعنی وہ ماضی جس کا عین کلمہ معروف میں الف سے بدلا ہوا ہوتو اس کی ماضی مجہول تین طریقے پر آ ئیگی۔

(۱) افصح لغت پراس کی ماضی مجہول قِيْلَ اور بِيْعَ آئے گی۔ (۲) وبالاشمام: اجوف واوی ویائی کی ماضی مجہول اشمام کے ساتھ بھی آتی ہے یعنی فاء کے کسرہ کوضمہ کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے اور یاء کو واؤ کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے تا کہ معلوم ہوجائے کہ فاءکلمہ اصل میں مضموم ہے۔

(۳) واؤ کے سکون کے ساتھ جیسے قُوْلَ، بُوْعَ کہ اصل میں قُوِلَ اور بُيِعَ تھے پھر واؤ اور یاء کو ساکن کردیاقُوْلَ اور بُيْعَ ہوگیا پھر بُيْعَ میں یُوسر والا قاعدہ جاری کر کےیعنی ماقبل کےضمہ کی وجہ سے یاء کو واؤ سے بدل دیا تو بُوْعَ ہوگیا۔

وَكَذالِكَ بَابُ اُخْتِيْرَ وَاُنْقِيْدَ دُوْنَ اُسْتُخِيْرَ و اُقِيْمَ لِفَقْدِ فُعِلَ فِيْهِمَا.

ترجمہ: اوراسی طرح ہیں باب اختیر انقید نہ کہ استخیر واقیم۔ان دونوں میں فعل کے گم ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: وکذلک باب اُخْتِير وانقيد الخ. باب افتعال اور باب انفعال کی ماضی مجہول معتل العین، وجوہ ثلٰثہ مذکورہ میں ثلاثی مجرد کی ماضی مجہول معتل العین کی مثل ہے۔یعنی جس طرح ثلاثی مجرد کی ماضی مجہول معتل العین میں وجوہ ثلاثہ مذکورہ جاری ہوتے ہیں اسی طرح باب افتعال اورانفعال کی ماضی مجہول معتل العین میں بھی وجوہ ثلٰثہ مذکورہ جاری ہوتے ہیں کیونکہ اول کے دوحرف ہٹادیں تو فُعِلَ کا وزن بن جاتا ہے۔جیسے اُخْتِيْرَ، اُنْقِيْدَ کہ ان دونوں میں تِيْرَ اور قِيْدَ بغیر کسی فرق کے قِيْلَ اور بِيْعَ کی مثل ہیں لہٰذاان دونوں کو مذکورہ بالا تینوں وجوہ سے پڑھ سکتے ہیں۔لیکن باب استفعال اور اِفعال کی ماضی مجہول معتل العین میں وجوہ ثلٰثہ مذکورہ جاری نہیں ہوتے بلکہ ان میں صرف پہلی صورت جاری ہوگی۔اس لئے کہ ان میں حرف علّت کا ماقبل اصل میں ساکن ہے جیسے اُسْتُخِيْرَ اور اُقِيْمَ کہ اُسْتُخِيرَ اصل میں اُسْتُخْيِرَ تھا اور اُقِيْمَ اصل میں اُقْوِمَ تھا چونکہ ان میں فُعِلَ کا وزن مفقود ہے اس لئے ان میں وجوہ ثلٰثہ مذکورہ جاری نہیں ہوتے۔

وَفِي مُضَارِعِهٖ تُقْلَبُ الْعَيْنُ اَلِفاً نَحْوُ يُقَالُ وَيُبَاعُ كَمَا عَرَفْتَ فِي التَّصْرِيْفِ مُسْتَقْصًى.

ترجمہ: اوراجوف کے مضارع مجہول میں عین کلمہ الف سے بدلا جائے گا۔جیسے یقال، یباع جیسا کہ علم صرف میں پورے طریقے پر آپ پہچان چکے ہیں۔

تشریح: وفی مضارعه تُقلب الخ. اوراجوف کے مضارع مجہول میں عین کلمہ الف سے بدل جاتا ہے خواہ عین کلمہ واوٌ ہو یا یاء ہو۔ اجوف کا عین کلمہ واوٌ ہو جیسے یُقَالُ اصل میں یُقْوَلُ تھا واوٌ کو الف سے بدل دیا یُقَالُ ہوگیا اور عین کلمہ یاء ہو جیسے یُبَاعُ اصل میں یُبْیَعُ تھا یاء کو الف سے بدل دیا یُبَاعُ ہوگیا۔

فَصْل: اَلْفِعْلُ اِمَّا مُتَعَدٍّ وَهُوَ مَا يُتَوَقَّفُ فَهْمُ مَعْنَاهُ عَلٰى مُتَعَلِّقٍ غَيْرِ الْفَاعِلِ كَضَرَبَ وَاِمَّا لَازِمٌ وَهُوَ مَا بِخِلَافِهٖ كَقَعَدَ وَقَامَ.

ترجمہ: فصل فعل یا متعدی ہوگا اور وہ وہ ہے کہ اس کے معنی کا سمجھنا ایسے متعلق پر موقوف ہو جو فاعل کا غیر ہے جیسے ضرب اور یا لازم ہوگا اور وہ وہ ہے جو اس کے خلاف ہو جیسے قعَدَ وَقَامَ۔

تشریح: فصل، الفعل الخ. یہاں سے فعل کی ایک اور تقسیم کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل کی دو قسمیں ہیں (۱) فعل متعدی (۲) فعل لازمی۔

فعل متعدی: وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا فاعل کے علاوہ متعلق خاص یعنی مفعول بہ پر موقوف ہو اور متعلق خاص سے مراد مفعول بہ ہے جیسے ضَرَبَ کہ جس طرح اس کے معنی کا سمجھنا فاعل یعنی ضاربٌ پر موقوف ہے اسی طرح متعلق خاص یعنی مضروب پر بھی موقوف ہے۔

فعل لازمی: وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا صرف فاعل پر موقوف ہو اور فاعل کے علاوہ متعلق خاص پر موقوف نہ ہو جیسے قام اور قَعد کہ ان میں قیام اور قعود کے معنی کا سمجھنا فاعل کے علاوہ مفعول بہ پر موقوف نہیں ہے۔

وَالْمُتَعَدِّیْ قَدْ يَكُوْنُ اِلٰى مَفْعُولٍ وَاحِدٍ كَضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرواً وَاِلَى الْمَفْعُوْلَيْنِ كَاَعْطٰى زَيْدٌ عَمْرواً دِرْهَماً وَيَجُوْزُ فِيْهِ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى اَحَدِ مَفْعُوْلَيْهِ كَاَعْطَيْتُ زَيْدًا اَوْ اَعْطَيْتُ دِرْهَمًا بِخِلَافِ بَابِ عَلِمْتُ وَاِلٰى ثَلَاثَةِ مَفَاعِيْلَ نَحْوُ اَعْلَمَ اللّٰهُ زَيْداً عَمْروًا فَاضِلاً وَمِنْهُ اَرٰى وَاَنْبَاَ وَنَبَّاَ وَاَخْبَرَ وَخَبَّرَ وَحَدَّثَ.

ترجمہ: اور متعدی کبھی ایک مفعول کی طرف (متعدی) ہوتا ہے جیسے ضرب زید عمرواً اور (کبھی) دو مفعولوں کی طرف جیسے اعطی زید عمرواً درهماً اور اس میں دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔ جیسے اعطیت زیدا یا اعطیت درهما بخلاف باب علمت کے۔ اور (کبھی متعدی ہوتا ہے) تین مفعولوں کی طرف جیسے اعلم اللّٰه زیداً عمروًا فاضلاً اور اسی قسم سے ہیں۔ اری، انبأ، نبأ، اخبر، خبر اور حدث۔

تشریح: وقد یکون الٰی مفعول واحد الخ. فعل متعدی کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) فعل متعدی کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے ضَرَبَ زیدٌ عمراً۔

(۲) والی مفعولین اور کبھی فعل متعدی دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔ مفعول ثانی باعتبار مصداق کے مفعول اول کے مغایر ہوگا یا نہیں ہوگا۔ اگر مفعول ثانی باعتبار مصداق کے مفعول اول کے مغایر ہو جیسے اعطیتُ زیداً درهماً کہ

اس میں درھمًا باعتبار مصداق کے زید کے مغایر ہے اور اگر مفعول ثانی باعتبار مصداق کے مفعول اول کے مغایر نہ ہو بلکہ باعتبار مصداق کے مفعول ثانی ومفعول اول متحد ہوں جیسے علمت زیدًا فاضلاً کہ اس میں فاضلاً باعتبار مصداق کے زید کے مغایر نہیں ہے بلکہ زید اور فاضل باعتبار مصداق کے متّحد ہیں یعنی دونوں کا مصداق ایک ہی ہے۔

ویجوز فیه الخ. باب اعطیت میں یعنی جب مفعول ثانی باعتبار مصداق کے مفعول اول کے مغایر ہوتو اس وقت ایک مفعول پر اکتفاء کرنا جائز ہے جیسے اعطیت زیدًا درھمًا میں اعطیتُ زیدًا یا اعطیت درھمًا کہنا بھی جائز ہے لیکن باب علمتُ میں یعنی جب مفعول ثانی باعتبار مصداق کے مفعول اول کے مغایر نہ ہوتو اس وقت ایک مفعول پر اکتفاء کرنا جائز نہیں۔ پس جب مفعول اول کو ذکر کیا جائے گا تو مفعول ثانی کو ذکر کرنا ضروری ہوگا۔ ہاں دونوں کو حذف کرنا جائز ہے لیکن ایک کو ذکر کرنا اور ایک کو حذف کرنا ناجائز ہے۔ لہٰذا علمت زیدًا یا علمت فاضلاً کہنا جائز نہ ہوگا بلکہ علمت زیدا فاضلاً کہا جائے گا۔

(۳) کبھی فعل متعدی تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے اعلم اللّٰهُ زیدا عمراً فاضلاً (یعنی اللہ نے زید کو جتوایا کہ عمرو فاضل ہے) اور اَرٰی، اَنْبَأَ، نَبَّأَ، خَبَّر، اَخْبَرَ، حَدَّث وغیرہ اسی قبیل سے ہیں۔ یعنی یہ سب بھی متعدی بہ سہ مفعول ہیں۔

خلاصہ: یہ ہے کہ فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) متعدی بیک مفعول جیسے ضرب زیدٌ عمرًا۔

(۲) متعدی بدو مفعول جس میں ایک مفعول پر اکتفاء کرنا جائز ہے جیسے اعطیت زیدًا درھمًا.

(۳) متعدی بدو مفعول جس میں ایک مفعول پر اکتفاء کرنا جائز نہیں جیسے علمت زیدًا فاضلاً۔

(۴) متعدی بہ سہ مفعول جیسے اعلم اللّٰه زیدًا عمرا فاضلاً۔

وَهٰذِهِ السَّبْعَةُ مَفْعُوْلُهَا الْاَوَّلُ مَعَ الْاَخِيْرَيْنِ كَمَفْعُوْلَيْ اَعْطَيْتُ فِيْ جَوَازِ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَحَدِهِمَا تَقُوْلُ اَعْلَمَ اللّٰهُ زَيْداً وَالثَّانِيْ مَعَ الثَّالِثِ كَمَفْعُوْلَيْ عَلِمْتُ فِيْ عَدَمِ جَوَازِ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَحَدِهِما فَلا تَقُوْلُ اَعْلَمْتُ زَيْداً خَيْرَ النَّاسِ بَلْ تَقُوْلُ اَعْلَمْتُ زَيْدًا عَمْرًوا خَيْرَ النَّاسِ.

ترجمہ: اور ان ساتوں فعلوں کا پہلا مفعول آخری دونوں کے ساتھ باب اعطیت کے دونوں مفعولوں کی مانند ہے ان دو میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنے کے جواز میں تو کہے گا اعلم اللّٰه زیداً اور دوسرا مفعول تیسرے کے ساتھ باب علمت کے دو مفعولوں کی مانند ہے ان میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنے کے عدم جواز میں پس تو نہیں کہے گا اعلمت زیداً خیر الناس بلکہ تو کہے گا اعلمت زیداً عمرواً خیر الناس۔

تشریح: وهذه السبعة الخ. ایک مفعول پر اکتفاء کے جواز میں ان سات افعال (اعلم، انبأ، اخبر، نبّأ، خبّر، حدّث اور ارٰی) کے مفعول اول کا آخری دو مفعولوں (مفعول ثانی وثالث) کے ساتھ وہی تعلق ہے جو باب اعطیت کے دونوں

مفعولوں کا آپس میں تعلق ہے یعنی جس طرح باب اعطیت کے دونوں مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اکتفاء کرنا جائز ہے اسی طرح ان سات افعال کے مفاعیل ثلاثہ میں سے مفعول اول کو ذکر کرنا اور آخری دو مفعولوں کو حذف کرنا یا آخری دونوں مفعولوں کو ذکر کرنا اور مفعول اول کو حذف کرنا دونوں طرح جائز ہے جیسے اعلم اللّٰہ زیدًا عمرًا فاضلاً میں اعلم اللّٰہُ زیداً کہنا یا اعلم اللّٰہ عمراً فاضلاً کہنا جائز ہے لیکن ایک مفعول پر اکتفاء کے عدم جواز میں ان افعال سبعہ کے مفعول ثانی اور مفعول ثالث کا آپس میں تعلق باب علمت کے دونوں مفعولوں کے آپس میں تعلق کی طرح ہے یعنی جس طرح باب علمت کے دو مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اکتفاء کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح ان افعال سبعہ کے مفعول ثانی کو ذکر کرنا اور مفعول ثالث کو حذف کرنا یا مفعول ثالث کو ذکر کرنا اور مفعول ثانی کو حذف کرنا جائز نہیں۔ جیسے دوسرے مفعول کو حذف کر کے اعلمت زیداً خیر الناس کہنا جائز نہیں بلکہ دوسرے مفعول کو ذکر کر کے اعلمت زیداً عمرو خیر الناس کہنا ضروری ہے۔

فَصْل: اَفْعَالُ الْقُلُوبِ عَلِمْتُ وَظَنَنْتُ وَحَسِبْتُ وَخِلْتُ وَرَأَيْتُ وَوَجَدْتُّ وَزَعَمْتُ وَهِيَ اَفْعَالٌ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُهُمَا عَلَى الْمَفْعُولِيَّةِ نَحْوُ عَلِمْتُ زَيْداً عَالِمًا.

ترجمہ: افعال قلوب علمت ظننت، حسبت، خلت، رأیت، وجدت، زعمت ہیں اور وہ افعال مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں۔ پس ان دونوں کو مفعولیت کی بناء پر نصب دیتے ہیں۔ جیسے علمت زیدا عالما (میں نے جانا ہے کہ زید عالم ہے)

تشریح: فصل، افعال القلوب الخ. افعال قلوب سات ہیں جو یہ ہیں۔ علمتُ، ظننتُ، حسبتُ، خِلتُ، رأیتُ، وجدتُّ زعمتُ ہیں۔ اور یہ حصر استقرائی ہے عقلی نہیں۔ ان میں سے علمتُ، رأیت اور وجدتُّ یقین کیلئے آتے ہیں اور ظننت حسبت اور خلت شک کیلئے آتے ہیں اور زعمتُ یقین اور شک کے درمیان مشترک ہے چونکہ یہ افعال شک و یقین کیلئے ہیں اور یقین اور شک کا تعلق قلب سے ہوتا ہے اس لئے ان کو افعال قلوب کہا جاتا ہے۔

تدخل علی المبتدأ والخبر الخ. افعال قلوب مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور ان کو مفعولیت کی بناء پر نصب دیتے ہیں جیسے علمت زیداً عالمًا اس میں زیدا مفعول بہ اول اور عالمًا مفعول بہ ثانی ہے یہ پہلے مبتدا اور خبر تھے یعنی زیدٌ عالمٌ تھے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لِهٰذِهِ الْاَفْعَالِ خَوَاصُّ مِنْهَا اَنْ لَّا تُقْتَصَرَ عَلٰى اَحَدِ مَفْعُوْلَيْهَا بِخِلَافِ بَابِ اَعْطَيْتُ فَلاَ تَقُوْلُ عَلِمْتُ زَيْداً.

ترجمہ: اور جان تو کہ تحقیق ان افعال کیلئے چند خواص ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء نہیں کیا جاتا بخلاف باب اعطیت کے کہ اس کے دو مفعولوں میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنا جائز ہے پس نہیں کہا جائے علمت زیدا۔

تشریح: واعلم انّ لهذه الافعال خواص الخ. افعال قلوب کے چند خواص ہیں مصنفؒ چار خاصوں کو بیان کرتے ہیں۔

(۱) پہلا خاصہ یہ ہے کہ افعال قلوب کے دونوں مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اکتفاء کرنا جائز نہیں جب ایک مفعول کو ذکر کیا جائے

گا تو دوسرے مفعول کو بھی ذکر کرنا ضروری ہوگا۔ جیسے علمت زیداً عالمًا میں علمت زیداً یاعلمت عالمًا کہنا جائز نہیں ہے بلکہ دونوں کو ذکر کرنا ضروری ہے ہاں البتہ دونوں کو حذف کرنا جائز ہے

وَمِنْهَا جَوَازُ الْاِلْغَاءِ اِذَا تَوَسَّطَتْ نَحْوُ زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ اَوْ تَأَخَّرَتْ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ.

ترجمہ: اوران خواص میں سے ایک اور یہ ہے کہ ان کے عمل کو لفظاً اور معنی باطل کرنے کا جواز ہے جب یہ درمیان میں آجائیں جیسے زید ظننت قائم یا جب یہ مؤخر ہوجائیں جیسے زید قائم ظننت۔

تشریح: (۲) ومنها جواز الالغاء الخ. افعال قلوب کا دوسرا خاصہ یہ ہے کہ ان کا عمل لفظاً اور معنًی باطل کرنا جائز ہے جبکہ یہ افعال دونوں مفعولوں کے آخر میں ہوں یا دونوں مفعولوں کے درمیان میں ہوں۔ دونوں مفعولوں کے درمیان میں ہوں جیسے زیدٌ ظننت قائمٌ۔ دونوں مفعولوں کے آخر میں ہوں جیسے زیدٌ قائمٌ ظننت[۱]۔

وَمِنْهَا اَنَّهَا تُعَلَّقُ اِذَا وَقَعَتْ قَبْلَ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَقَبْلَ النَّفْيِ نَحْوُ عَلِمْتُ مَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَقَبْلَ لَامِ الْاِبْتِدَاءِ نَحْوُ عَلِمْتُ لَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ.

ترجمہ: اوران خواص میں سے ہے ایک اور یہ ہے کہ ان کو معلق کیا جاتا ہے جب یہ استفہام سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت ازید عندک ام عمرو یا نفی سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت ما زید فی الدار یا لام ابتداء سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت لزید منطلق۔

تشریح: (۳) ومنها انها تعلق الخ. افعال قلوب کے خواص میں سے ایک خاصہ یہ ہے کہ ان کا عمل لفظاً باطل ہوجاتا ہے لیکن معنی عمل کرتے ہیں اور یہ لفظاً عمل کا باطل ہونا اور معنًی باطل نہ[۱] ہونا اس وقت ہے جب یہ استفہام سے پہلے واقع ہوں یا حرف نفی سے پہلے واقع ہوں یا لام ابتداء سے پہلے واقع ہوں۔ استفہام سے پہلے واقع ہوں جیسے علمتُ زیدٌ عندک ام عمرٌو (میں نے جانا کہ کیا تیرے پاس زید ہے یا عمرو) حرف نفی سے پہلے واقع ہوں جیسے علمتُ ما زیدٌ فی الدار (مجھے علم ہوا کہ زید گھر میں نہیں ہے) لام ابتداء سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت لَزیدٌ منطلقٌ (میں نے جانا کہ البتہ زید چلنے والا ہے)

وَمِنْهَا اَنَّهَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ فَاعِلُهَا وَمَفْعُوْلُهَا ضَمِيْرَيْنِ لِشَيْءٍ وَاحِدٍ نَحْوُ عَلِمْتُنِيْ مُنْطَلِقًا وَظَنَنْتُكَ فَاضِلاً.

ترجمہ: اوران خواص میں سے ایک اور یہ ہے کہ تحقیق قصہ یہ ہے کہ یہ جائز ہے کہ ان کا فاعل اور مفعول ایسی دو ضمیریں ہوں جو شئی واحد کیلئے ہوں۔ جیسے علمتنی منطلقاً وظننتک فاضلا۔

تشریح: (۴) ومنها انّها یجوز الخ. افعال قلوب کے خواص میں سے ایک خاصہ یہ ہے کہ ان میں یہ بھی جائز ہے کہ انکا فاعل اور مفعول یہ ایسی دو ضمیر متصل ہوں جو شے واحد کیلئے[۲] ہوں خواہ شے واحد مخاطب ہو یا غائب ہو یا متکلم ہو جیسے علمتُنی منطلقا

---

[۱] الضارب الرجل بھی قیاس کے تقاضا پر نا جائز ہے کیونکہ اس میں بھی اضافت لفظیہ سے تخفیف فی اللفظ کا فائدہ حاصل نہیں ہورہا، لیکن اسے الحسن الوجه پر محمول کرکے جائز قرار دیا گیا ہے۔

اس میں فاعل اور مفعول بہ دونوں ضمیر متصل ہیں جو شے واحد یعنی متکلم کیلئے ہیں یعنی دونوں ضمیروں کا مصداق شے واحد متکلم ہی ہے یا جیسے ظننتَک فاضلاً اس میں فاعل اور مفعول بہ دونوں ضمیریں متصل ہیں جو شے واحد یعنی مخاطب کیلئے ہیں یعنی اس مثال میں دونوں ضمیروں کا مصداق شے واحد مخاطب ہے یا جیسے ظنَّہٗ فاضلاً اس میں فاعل اور مفعول بہ دونوں ضمیریں متصل ہیں جو شے واحد یعنی غائب کیلئے ہیں یعنی اس مثال میں دونوں ضمیروں کا مصداق شے واحد غائب ہے لیکن یہ چیز افعال قلوب کے علاوہ افعال میں جائز نہیں لہٰذا ضربتُنی کہنا درست نہ ہوگا بلکہ فاعل ومفعول بہ کی ضمیروں کے درمیان "نفس" کا فاصلہ لا کر یوں کہا جائے گا ضربتُ نفسی.

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ يَكُوْنُ ظَنَنْتُ بِمَعْنٰى اِتَّهَمْتُ وَعَلِمْتُ بِمَعْنٰى عَرَفْتُ وَرَأَيْتُ بِمَعْنٰى اَبْصَرْتُ وَوَجَدْتُ بِمَعْنٰى اَصَبْتُ الضَّالَّةَ فَتَنْصِبُ مَفْعُوْلاً وَاحِدًا فَقَطْ فَلاَ تَكُوْنُ حِيْنَئِذٍ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ.

ترجمہ: اور جان تو کہ شان یہ ہے کہ کبھی کبھی ظننتُ اتھمتُ کے معنی میں اور علمت عرفت کے معنی میں اور رأیت ابصرت کے معنی میں اور وجدت اصبتُ الضالۃَ کے معنی میں ہوتے ہیں۔ پس (اس وقت) یہ صرف مفعول واحد کو نصب دیں گے۔ پس اس وقت یہ افعال قلوب میں سے نہیں ہوں گے۔

تشریح: واعلم الخ. یہاں سے مقصود ایک فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ افعال قلوب میں سے بعض فعل یقین اور شک کے علاوہ دوسرے معنی کیلئے بھی آتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ افعال ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں اور اس وقت یہ افعال قلوب نہیں ہوتے اس لئے کہ اس وقت ان کے معنی کا تعلق قلب سے نہیں ہوتا جیسے ظننتُ، اتّھمتُ کے معنی میں ہوتا ہے اور علمتُ عرفت (میں نے پہچانا) کے معنی میں ہوتا ہے اور رأیت، ابصرتُ (میں نے آنکھ سے دیکھا) کے معنی میں ہوتا ہے اور وجدت، اَصَبْتُ الضّالّۃ (میں نے گمشدہ چیز کو پالیا) کے معنی میں ہوتا ہے۔

فَصْل: اَلْاَفْعَالُ النَّاقِصَةُ هِيَ اَفْعَالٌ وُضِعَتْ لِتَقْرِيْرِ الْفَاعِلِ عَلٰى صِفَةٍ غَيْرَ صِفَةِ مَصْدَرِهَا وَهِيَ كَانَ وَصَارَ وَظَلَّ وَبَاتَ اِلٰى اٰخِرِهَا.

ترجمہ: فصل افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی ایسی صفت پر جو ان کے مصدر والی صفت کے علاوہ ہو ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہوں اور وہ کان، صار، ظل، بات الخ ہیں۔

تشریح: فصل الافعال الناقصة الخ. افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو اپنے فاعل کو ایسی صفت پر ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہوں جو ان (افعال) کی صفتِ مصدر (یعنی مصدری معنی والی صفت) کے علاوہ ہو اور وہ صفت جس پر فاعل کو ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں وہ ان کی خبر ہے جیسے کان زیدٌ قائمًا، اس میں کان نے اپنے فاعل یعنی زید کیلئے صفتِ قیام کو ثابت کیا اور یہ صفتِ قیام اس کی صفتِ مصدر یعنی کینونت کے علاوہ[1] ہے۔

اور وہ افعال ناقصہ سترہ ہیں۔ جو کہ یہ ہیں کَانَ، صارَ، ظلّ، باتَ، اصبح، اضحی، امسٰی، عاد، اٰض، غدا، راح، مازال،ماانفکّ، مابرح، مافتئ، مادام، لیس. چونکہ مصنفؒ افعال ناقصہ کو مرفوعات کی بحث میں شمار کر چکے ہیں اس

لئے یہاں دوبارہ شمار نہیں کیا۔

تَدْخُلُ عَلَی الْجُمْلَةِ الْاِسْمِیَّةِ لِاِفَادَةِ نِسْبَتِهَا حُکْمَ مَعْنَاهَا فَتَرْفَعُ الْاَوَّلَ وَتَنْصِبُ الثَّانِیَ فَتَقُوْلُ کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا.

ترجمہ: افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جملہ کی نسبت کو اپنے معنی کے اثر کا فائدہ دینے کیلئے پس اول کو رفع دیتے ہیں اور ثانی کو نصب دیتے ہیں۔ بس تو کہے گا کان زید قائما۔

تشریح: وتدخل علی الجملة الاسمية الخ. افعال ناقصہ جملہ اسمیہ (جو مبتدا اور خبر سے مرکب ہوتا ہے) پر داخل ہوتے ہیں تا کہ اپنے معنی کا حکم اور اثر جملہ اسمیہ کی نسبت کو عطا کریں یعنی یہ افعال اپنے معنی کا حکم اور اثر خبر کو عطا کرنے کیلئے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جیسے صَار کا معنی انتقال ہے اور اس کے معنی کا حکم اور اثر جو اس پر مرتّب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کی خبر منتقل الیہ ہے جیسے صار زیدٌ غنیًّا (زید مالدار ہوگیا) اس مثال میں صَار جملہ اسمیہ یعنی زیدٌ غنیٌ پر داخل ہے اور صارَ نے اپنے معنی (یعنی انتقال) کا حکم اور اثر خبر (غنیاً) کو عطاء کیا کہ وہ زید کا منتقل الیہ ہے۔ معنی یہ ہے کہ زید فقیر سے غنی کی طرف منتقل ہو گیا یعنی زید فقیر سے غنی ہو گیا۔

فترفع الاول الخ. یہ افعال جملہ اسمیہ کے جزءِ اول کو رفع دیتے ہیں اور اس کو ان کا اسم کہا جاتا ہے۔ اور جزءِ ثانی کو نصب دیتے ہیں اور اس کو ان کی خبر کہا جاتا ہے جیسے کان زیدٌ قائماً اس میں زید مرفوع ہے اور یہ کان کا اسم ہے اور قائما منصوب ہے اور یہ کَان کی خبر ہے۔

وَکَانَ عَلٰی ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ نَاقِصَةٌ وَهِیَ تَدُلُّ عَلٰی ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا فِی الْمَاضِیْ اِمَّا دَائِمًا نَحْوُ کَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا اَوْ مُنْقَطِعًا نَحْوُ کَانَ زَیْدٌ شَابًّا وَتَامَّةً بِمَعْنَی ثَبَتَ وَحَصَلَ نَحْوُ کَانَ الْقِتَالُ اَیْ حَصَلَ الْقِتَالُ.

ترجمہ: اور کلمہ کان تین قسم پر ہے (۱) ایک ناقصہ اور وہ وہ ہے جو اپنے فاعل کیلئے زمانہ ماضی میں اپنی خبر کے ثابت ہونے پر دلالت کرے خواہ (یہ ثبوت زمانہ ماضی میں) دائمی ہو جیسے کان اللّٰہ علیما حکیما (اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے) یا منقطع ہو (یعنی خبر اسم سے جدا ہونے والی ہو) جیسے کان زید شابا (زید جوان تھا) اور (۲) دوسرا قسم تامہ بمعنی ثبت و حصل ہے جیسے کان القتال یعنی حصل القتال (لڑائی ہوئی)

تشریح: وکان علی ثلٰثة اقسام الخ. کان کی تین قسمیں ہیں (۱) ناقصہ (۲) کان تامّہ (۳) کان زائدہ

کان ناقصہ: وہ کان ہے جو اپنے فاعل کیلئے زمانہ ماضی میں اپنی خبر کے ثابت ہونے پر دلالت کرے یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میری خبر میرے فاعل کے لئے زمانہ ماضی میں ثابت ہے عام ازیں کہ یہ ثبوت دائمی ہو یا منقطع ہو، ثبوت دائمی ہو یعنی خبر اسم سے

جدا نہ ہو جیسے کان اللّٰہ علیمًا حکیمًا (اللہ جاننے والے حکمت والے ہیں) اس میں خبر (علیم، حکیم) اسم (اللہ) سے جدا نہیں ہوتی۔ خواہ ثبوت منقطع ہو یعنی خبر اسم سے جدا ہو جیسے کان زیدٌ شابًّا (زید جوان تھا) تو یہ شباب زید سے جدا ہو چکا ہے۔

کان تامّہ: وہ کان ہے جو حصل اور ثبت کے معنی میں ہو۔ کان تامہ کو کان تامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ محض فاعل پر تام ہو جاتا ہے اور خبر کا محتاج نہیں ہوتا جیسے کان القتالُ یعنی حصل القتالُ۔

ﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒ

وَزَائِدَةٌ لَّا يَتَغَيَّرُ بِاِسْقَاطِهَا مَعْنَى الْجُمْلَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

شعر: جِيَادُ ابْنَىْ اَبِى بَكْرٍ تَسَامٰى عَلٰى كَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ. اَىْ عَلَى الْمُسَوَّمَةِ.

ترجمہ: اور تیسری قسم زائدہ ہے یعنی جس کے گرانے سے جملہ کا معنی تبدیل نہیں ہوتا جیسے شاعر کا قول ہے شعر الخ۔ میرے بیٹے ابی بکر کے تیز رفتار گھوڑے پر، ان عربی گھوڑوں پر، جن پر عمدہ ہونے کے نشان لگائے گئے ہیں، فوقیت رکھتے ہیں۔

تشریح: کان زائدہ: وہ ہے کہ جس کے ساقط کرنے سے جملے کا معنی متغیر نہ ہو جیسے شاعر کا شعر ہے

ے جِيَادُ اِبْنِىْ اَبِىْ بَكْرٍ تَسَامٰى عَلٰى كَانَ الْمُسَوَّمَة الْعِرَابِ

جیاد جمع ہے جید کی بمعنی تیز رفتار گھوڑا۔ تسامٰی اصل میں تتسامٰی تھا۔ ایک تاء کو تخفیفاً حذف کر دیا گیا بمعنی بلند ہونا، فوقیت رکھنا، مسومۃ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس پر عمدہ ہونے کا نشان لگایا گیا ہو۔ عِراب جمع ہے عربی کی بمعنی اسپ تازی (یعنی عربی گھوڑا)

شعر کی ترکیب: جیاد مضاف۔ اِبْنِی مبدل منہ ابی بکر بدل۔ مبدل منہ اپنے بدل سے ملکر مضاف الیہ ہوا۔ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتدا۔ تسامیٰ فعل اس میں ھی ضمیر راجع بسوئے جیاد اس کا فاعل۔ علیٰ حرف جار کان زائدہ، المسومۃ موصوف العِراب صفت موصوف صفت ملکر مجرور۔ جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق ہوا فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

محل استشہاد: اس میں کان زائدہ ہے جس کی طرف مصنفؒ نے اپنے قول علی المسومۃ سے اشارہ کیا۔

ﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒ

وَصَارَ لِلْاِنْتِقَالِ نَحْوُ صَارَ زَيْدٌ غَنِيًّا.

ترجمہ: اور صار ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کیلئے آتا ہے جیسے صار زید غنیا (ہو گیا زید غنی)۔

تشریح: صار للانتقال الخ. صَارَ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کیلئے آتا ہے جیسے صار زیدٌ غنیًّا۔ زید فقر سے غناء کی طرف منتقل ہو گیا یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف انتقال کیلئے آتا ہے۔ جیسے صار الطین حجراً مٹی پتھر ہو گئی۔

ﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒﭑﭒ

وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى وَاَضْحٰى تَدُلُّ عَلَى اقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِتِلْكَ الْاَوْقَاتِ نَحْوُ اَصْبَحَ زَيْدٌ ذَاكِراً اَىْ كَانَ ذَاكِرًا فِىْ وَقْتِ الصُّبْحِ وَبِمَعْنٰى صَارَ نَحْوُ اَصْبَحَ زَيْدٌ غَنِيًّا وَ تَامَّةٌ بِمَعْنٰى دَخَلَ فِى

الصَّبَاحِ وَالضُّحٰى وَالْمَسَا.

ترجمہ: اصبح امسی واضحی (یہ تینوں افعال) مضمون جملہ کو اپنے اوقات (صبح وشام اور چاشت) کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے اصبح زید ذاکرا یعنی (زید صبح کے وقت ذکر کرنے والا تھا) اور یہ تینوں کبھی بمعنی صار بھی ہوتے ہیں۔ جیسے اصبح زید غنیا (زید غنی ہوگیا) اور یہ تینوں کبھی تامہ بھی ہوتے ہیں۔اس وقت اصبح کا معنی ہوگا دخل فی الصباح۔ امسی کا معنی ہوگا دخل فی المسا. اضحی کا معنی ہوگا دخل فی الضحی۔

تشریح: اصبح، امسٰی، اضحٰی الخ. اصبح، امسٰی، اضحی یہ تینوں افعال مضمون جملہ کے اپنے اپنے وقتوں (یعنی صبح، شام اور چاشت) کے ساتھ مقترن ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ یعنی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مضمون جملہ ہمارے اوقات کے ساتھ ملا ہوا ہے جیسے اصبح زیدٌ ذاکراً (زید صبح کے وقت میں ذکر کرنے والا ہوا) امسٰی زیدٌ مسرورًا (زید شام کے وقت میں خوش ہوا) اور اضحٰی زیدٌ حزینًا (زید چاشت کے وقت میں غمگین ہوا)

و بمعنی صار الخ. کبھی یہ تینوں افعال (اصبح، امسٰی اور اضحٰی) صار کے معنی میں ہوتے ہیں اور اس وقت ان کے معنی میں وقت کے معنی کا لحاظ نہیں ہوتا جیسے اصبح زیدٌ غنیًّا یعنی زید غنی ہوگیا اور امسٰی زیدٌ مسروراً یعنی زید خوش ہوگیا اور اضحیٰ زیدٌ حزیناً یعنی زید غمگین ہوگیا۔

تامة بمعنی الخ. اور کبھی یہ تینوں افعال تامہ ہوتے ہیں اور اس وقت یہ خبر کے محتاج نہ ہونگے، اس وقت اصبح کا معنی دخل فی الصباح اور امسٰی کا معنی دخل فی المساء اور اضحٰی کا معنی دخل فی الضحیٰ ہوتا ہے جیسے اصبح زیدٌ بمعنی دخل زیدٌ فی الصباح (زید صبح کے وقت داخل ہوا) اور امسٰی زیدٌ بمعنی دخل زید فی المساء (زید شام کے وقت داخل ہوا) اور اضحیٰ زیدٌ بمعنی دخل زیدٌ فی الضحیٰ (زید چاشت کے وقت داخل ہوا)

وَظَلَّ وَبَاتَ يَدُلَّانِ عَلَى اقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِوَقْتَيْهِمَا نَحْوُ ظَلَّ زَيْدٌ كَاتِبًا وَبِمَعْنٰى صَارَ.

ترجمہ: اور ظل و بات یہ دونوں مضمون جملہ کو اپنے اپنے اوقات (یعنی دن اور رات) کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں جیسے ظل زید کاتبا (یعنی حصل کتابته فی النهار زید کی کتابت دن میں حاصل ہوئی) اور یہ دونوں کبھی بمعنی صار بھی ہوتے ہیں۔

تشریح: ظلّ و باتَ یدلان الخ. ظلّ اور باتَ یہ دونوں مضمون جملہ کے اپنے اپنے اوقات (یعنی رات اور دن) کے ساتھ مقترن ہونے پر دلالت کرتے ہیں جیسے ظلّ زیدٌ کاتباً (یعنی زید دن میں کاتب ہوا) باتَ زیدٌ نائماً (یعنی زید رات بھر سوتا رہا)۔

وبمعنی صار: کبھی یہ دونوں صار کے معنی میں ہوتے ہیں جیسے ظلّ زیدٌ غنیًّا یعنی صار زیدٌ غنیاً (زید مالدار ہوگیا) بات زیدٌ غنیًّا یعنی صار زیدٌ غنیًّا یعنی زید مالدار ہوگیا۔

وَمَازَالَ وَمَافَتِيَ وَمَا بَرِحَ وَمَا انْفَكَّ تَدُلُّ عَلَى اسْتِمْرَارِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا مُذْ قَبِلَهُ نَحْوُ

مَازَالَ زَيْدٌ اَمِيْراً وَيَلْزَمُهَا حَرْفُ النَّفْيِ.

ترجمہ: یہ چاروں افعال اپنے فاعل کیلئے اپنی خبر کے ثبوت کے استمرار ودوام پر دلالت کرتے ہیں۔ جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا جیسے مازال زید امیرا اور حرف نفی اس کو لازم ہے۔

تشریح: **مازال و ما فتی وما برح ومانفک الخ.** یہ چاروں افعال اپنے فاعل کیلئے اپنی خبر کے ثبوت کے استمرار پر دلالت کرتے ہیں لیکن ان میں یہ ثبوتِ استمرار مطلقاً نہیں ہوتا بلکہ یہ ثبوتِ استمرار اس وقت سے ہوتا ہے جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے یعنی یہ بتاتے ہیں کہ جب سے ہمارے فاعل نے ہماری خبر کو قبول کیا ہے اس وقت سے فاعل کیلئے خبر کا ثبوت دائمی ہے۔ جیسے مازال زیدٌ امیراً یعنی زید کیلئے امارت کا ثبوت اس وقت سے مستمر اور دائمی ہے جب سے زید نے امارت کو قبول کیا ہے۔

ویلزمها الخ. یعنی جب ان سے دوام اور استمرار کا ارادہ کیا جائے تو ان پر حرف نفی لازم ہوتی ہے۔ بعض اوقات حرف نفی تقدیری ہوتا ہے جیسے تاللہ تفتئو تذکر ای لاتفتئو حرف نفی کے لزوم کی وجہ یہ ہے کہ خود ان میں نفی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ زال، برح اور فتی کا معنی زائل ہونا ہے اور انفکّ کا معنی جدا ہونا ہے۔ پس جب ان پر حرف نفی داخل ہوتا ہے تو یہ نفی النفی کے معنی میں ہوجاتے ہیں اور نفی کی نفی یہ ثبوت ودوام کو مستلزم ہے یعنی نفی کی نفی سے ثبوت، دوام اور استمرار کا معنی پیدا ہوجاتا ہے۔

وَمَا دَامَ يَدُلُّ عَلٰى تَوْقِيْتِ اَمْرٍ بِمُدَّةِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا نَحْوُ اَقُوْمُ مَادَامَ الْاَمِيْرُ جَالِسًا.

ترجمہ: اور ما دام اپنے فاعل کیلئے اپنی خبر کے ثابت ہونے کی مدت کے ساتھ ہونے کی مدت کے ساتھ کسی چیز کو موقت کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے اقوم ما دام الامیر جالسا (میں کھڑا رہوں گا جب تک کہ امیر بیٹھنے والا ہے)

تشریح: **ما دام الخ.** مادام اپنے فاعل کیلئے اپنی خبر کے ثبوت کی مدت کے ساتھ کسی چیز کو موقت کرنے پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ بتاتا ہے کہ جب تک میرے فاعل کیلئے میری خبر ثابت ہے اس وقت تک فلاں چیز بھی ثابت ہے جیسے اقوم مادام الامیرُ جالسًا (میں کھڑا ہوں جب تک امیر بیٹھا ہے) اس میں متکلم نے اپنے قیام کی مدت کو امیر کے بیٹھنے کی مدت تک موقت کر دیا۔ یعنی مادام یہ بتا رہا ہے کہ جب تک میرے فاعل (امیر) کیلئے میری خبر (جلوس) ثابت ہے اس وقت تک قیام بھی ثابت ہے فائدہ: مادام میں مَا مصدریہ ہوتا ہے جو اپنے اسم وخبر کے ساتھ ملکر مصدر کی تاویل میں ہوکر مضاف الیہ بنتا ہے مضاف محذوف ''زمان'' کیلئے تو اقوم مادام الامیر جالسًا کی تقدیر عبارت یوں ہوگی اقوم زمان دوام جلوس زید.

وَلَيْسَ يَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ مَعْنَى الْجُمْلَةِ حَالاً وَقِيْلَ مُطْلَقًا وَقَدْ عَرَفْتَ بَقِيَّةَ اَحْكَامِهَا فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلاَ نُعِيْدُهَا.

ترجمہ: اور لیس زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی پر دلالت کرتا ہے اور کہا گیا ہے کہ مطلق نفی پر دلالت کرتا ہے اور ان افعال ناقصہ

کے بقیہ احکام آپ قسم اول میں پہچان چکے ہیں لہذا ہم انہیں نہیں لوٹائیں گے۔

تشریح: لیس الخ. یہ زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی پر دلالت کرتا ہے جیسے لیس زیدٌ قائماً یعنی زید زمانہ حال میں کھڑا ہونے والا نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ لیس مضمون جملہ کی مطلق نفی کیلئے آتا ہے یعنی خواہ وہ نفی زمانہ موجودہ میں ہو یا مستقبل میں ہو یا ماضی میں ہو۔

فَصْل: اَفْعَالُ الْمُقَارِبَةِ هِیَ اَفْعَالٌ وُضِعَتْ لِلدَّلَالَةِ عَلٰی دُنُوِّ الْخَبَرِ لِفَاعِلِهَا وَهِیَ ثَلَاثَةُ اَقْسَامٍ

ترجمہ: فصل افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو اپنے فاعل کیلئے خبر کے نزدیک ہونے پر دلالت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہوں۔ اور وہ تین قسم پر ہیں۔

تشریح: فصل، افعال المقاربة الخ. افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو اپنے فاعل کیلئے خبر کے قریب ہونے پر دلالت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہوں۔ یہ افعال ناقصہ کی طرح اسم وخبر پر داخل ہو کر اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور ان کی خبر فعل مضارع اَن کے ساتھ ہوتی ہے یا اَنْ کے بغیر ہوتی ہے۔ افعال مقاربہ کی تین قسمیں ہیں

اَلْاَوَّلُ لِلرَّجَاءِ وَهُوَ عَسٰی وَهُوَ فِعْلٌ جَامِدٌ لَا يُسْتَعْمَلُ مِنْهُ غَيْرُ الْمَاضِیْ وَهُوَ فِی الْعَمَلِ مِثْلُ كَادَ اِلَّا اَنَّ خَبَرَهٗ فِعْلٌ مُضَارِعٌ مَعَ اَنْ نَحْوُ عَسٰی زَيْدٌ اَنْ يَّقُوْمَ.

ترجمہ: اول امید کیلئے ہے اور وہ عسی ہے اور وہ ایسا فعل جامد ہے کہ اس سے سوا ماضی کے استعمال نہیں کیا جاتا اور وہ عمل میں کاد کی طرح ہے الا یہ کہ اس کی خبر فعل مضارع مع ان ہوتی ہے جیسے عسی زیدان یقوم۔

تشریح: الاول: افعال مقاربہ کی پہلی قسم رجاء (یعنی امید) کیلئے ہے یعنی اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کہ متکلم کو اس بات کی امید ہے کہ فاعل کیلئے خبر کا حصول قریب ہے، اس کے لئے عسٰی مستعمل ہوتا ہے اور یہ فعل جامد ہے اس سے ماضی کے علاوہ اور کوئی صیغہ استعمال نہیں ہوتا اور پھر ماضی کے بھی چند صیغے آتے ہیں، عسٰی، عَسَتْ (واحد مؤنث غائب) چھ مخاطب کے اور ایک واحد متکلم کا۔

وھو فی العمل الخ. عسٰی عمل میں کَادَ کی طرح ہے یعنی جس طرح کادَ اسم وخبر کو چاہتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے اسی طرح عسٰی بھی اسم وخبر کو چاہتا ہے اور اس کی خبر بھی فعل مضارع ہوتی ہے۔ لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ کادَ کی خبر فعل مضارع اَنْ کے بغیر ہوتی ہے لیکن عسٰی کی خبر فعل مضارع اَنْ کے ساتھ ہوتی ہے جیسے عسٰی زید ان یقومَ اس میں زید مرفوع ہے اس بناء پر کہ عسٰی کا فاعل ہے اور ان یقوم محل نصب میں عسٰی کی خبر ہے۔

وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ الْخَبَرِ عَلٰی اِسْمِهٖ نَحْوُ عَسٰی اَنْ يَّقُوْمَ زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ اَنْ نَحْوُ عَسٰی زَيْدٌ يَّقُوْمُ.

ترجمہ: اور عسی کے اسم پر خبر کو مقدم کرنا جائز ہے جیسے عسی ان یقوم زید اور کبھی ان کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے عسی زید یقوم۔

تشریح: ویجوز تقدیم الخبر علی اسم الخ. عسٰی کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے عسٰی ان یقوم

زیدٌ اس صورت میں ان یقوم محل رفع میں عسٰی کا فاعل ہوگا اور زید مرفوع ہے اس بناء پر کہ یہ یقوم کا فاعل ہے اس وقت عسٰی تامہ ہوتا ہے اور یہ خبر کا محتاج نہیں ہوتا۔ بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں عسٰی ناقصہ ہوتا ہے۔

وقد یحذف الخ: کبھی عسٰی کی خبر سے اَن کو حذف کردیا جاتا ہے اس بناء پر کہ یہ کادَ کے مشابہ ہے جیسے عسٰی زیدٌ یقوم،

وَالثَّانِیْ لِلْحُصُوْلِ وَھُوَ کَادَ وَخَبَرُہٗ مُضَارِعٌ دُوْنَ اَنْ نَحْوُ کَادَ زَیْدٌ یَّقُوْمُ وَقَدْ تَدْخُلُ اَنْ نَحْوُ کَادَ زَیْدٌ اَنْ یَقُوْمَ.

ترجمہ: اور دوسری قسم حصول کیلئے ہے اور وہ کاد ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر ان کے ہوتی ہے۔ جیسے کاد زید یقوم (زید یقیناً کھڑا ہونے کے قریب ہے) اور کبھی ان مصدریہ (کاد کی خبر پر بھی) داخل ہوتا ہے جیسے کاد زیدان یقوم۔

تشریح: والثانی: افعال مقاربہ کی دوسری قسم حصول کیلئے ہے یعنی اس بات پر دلالت کرنے کیلئے ہے کہ متکلم یہ خبر دیتا ہے کہ فاعل کیلئے خبر کا حصول یقیناً قریب ہے نہ کہ بطور امید کے یعنی متکلم کو اس بات کا تقین ہوتا ہے کہ فاعل کے لیے خبر کا حصول قریب ہے اور اس کے لئے کادَ فعل مستعمل ہوتا ہے جو اسم اور خبر کو چاہتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر اَن کے ہوتی ہے جیسے کادَ زیدٌ یقوم اس میں زیدٌ مرفوع ہے اس بناء پر کہ یہ کادَ کا فاعل ہے اور یقوم محلِ نصب میں کادَ کی خبر ہے۔

وقد تدخل اَن: اور کبھی کادَ کی خبر پر اَن مصدریہ داخل ہوتا ہے اس بناء پر کہ یہ عسٰی کے مشابہ ہے جیسے کادَ زیدٌ ان یقوم۔

وَالثَّالِثُ لِلْاَخْذِ وَالشُّرُوْعِ فِی الْفِعْلِ وَھُوَ طَفِقَ وَجَعَلَ وَکَرُبَ وَاَخَذَ وَاِسْتِعْمَالُھَا مِثْلُ کَادَ نَحْوُ طَفِقَ زَیْدٌ یَکْتُبُ وَ اَوْشَکَ وَاِسْتِعْمَالُھَا مِثْلُ عَسٰی وَکَادَ.

ترجمہ: اور تیسری قسم فعل میں شروع ہونے کیلئے ہے اور وہ طفق جعل، کرب اور اخذ ہیں ان (چاروں) کا استعمال کاد کی طرح ہے۔ جیسے کادزید یکتب (زید نے یقیناً لکھنا شروع کردیا) اور (تیسری قسم میں ایک لفظ) اوشک (بھی) ہے اس کا استعمال عسی اور کاد دونوں کی طرح ہے۔

تشریح: والثالث: افعال مقاربہ کی تیسری قسم فعل میں اخذ اور شروع ہونے کیلئے ہے یعنی اس بات پر دلالت کرنے کیلئے ہے کہ متکلم فاعل کیلئے خبر کے حصول کے قریب ہونے کی خبر دیتا ہے اس لئے کہ متکلم کو اس کے شروع ہونے کا یقین ہے۔ اس کے لئے پانچ فعل مستعمل ہوتے ہیں۔ طفِق، جعل، کرَب، اخذ، اوشک، ان میں سے طفق، جعل، کرب اور اخذ یہ کاد کی طرح مستعمل ہوتے ہیں یعنی یہ اسم وخبر کو چاہتے ہیں اور ان کی خبر فعل مضارع بغیر اَن کے ہوتی ہے جیسے طفق زید یکتب،

او شکَ: یہ عسٰی اور کادَ کی طرح مستعمل ہوتا ہے یعنی کبھی عسٰی کے دونوں استعمالوں کی طرح مستعمل ہوتا ہے یعنی کبھی خبر کو چاہتا ہے جیسے اوشک زیدٌ ان یقوم اور کبھی خبر کو نہیں چاہتا ہے جیسے اوشک ان یقومَ زیدٌ اور کبھی کادَ کے استعمال کی طرح مستعمل ہوتا ہے یعنی اسم اور خبر کو چاہتا ہے اور خبر فعل مضارع بغیر اَن کے ہوتی ہے جیسے اوشک زیدٌ یقوم۔

فَصْل: فِعْلاَ التَّعَجُّبِ مَا وُضِعَ لِاِنْشَاءِ التَّعَجُّبِ وَلَهٗ صِيْغَتَانِ مَا اَفْعَلَهٗ نَحْوُ مَا اَحْسَنَ زَيْداً اَیْ اَیُّ شَیْءٍ اَحْسَنَ زَيْداً وَفِیْ اَحْسَنَ ضَمِيْرٌ وَهُوَ فَاعِلُهٗ وَاَفْعِلْ بِهٖ نَحْوُ اَحْسِنْ بِزَيْدٍ.

ترجمہ: فصل تعجب کے دوفعل، فعل تعجب وہ ہے جوانشاءتعجب کیلئے وضع کیا گیا ہواس کیلئے دو صیغے ہیں، ایک ماافعله جیسے مااحسن زیداً یعنی ای شئی احسن زیدا احسن میں ضمیر(هو) ہےاوروہی اس کا فاعل ہےاورافعل به جیسے احسن بزید۔

تشریح: فصل، فعلا التعجب الخ.

تعجب کا معنی ہے نفس کا ایسی چیز کےادراک کے وقت متاثر ہونا جس کا سبب مخفی ہواورفعل تعجب وہ فعل ہے جوانشاءِ تعجب کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

ولهٗ صیغتان: فعل تعجب کے دوصیغے ہیں۔

(١) ما افعله' جیسے ما احسن زیداً، ما احسن زیدًاکا لغوی معنی تو یہ ہے کہ کس چیز نے زید کوحسین کردیالیکن با محاورہ معنی یہ ہے کہ زید کیا ہی حسین ہے۔(٢) اَفْعِلْ به جیسے اَحْسَنْ بزیدیعنی زیدکس قدر حسین ہے۔

ما افعله' کی ترکیب: مَا استفہامیہ بمعنی ایّ شی مبتدا،احسن فعل اس میں ھُو ضمیراس کا فاعل،زیداً مفعول بہ،فعل اپنے فاعل اورمفعول بہ سےملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکرخبرہوئی مبتدا کی،مبتدااپنی سےملکر جملہ اسمیہ[1] انشائیہ ہوا (٢)افعِل بہ جیسے احسن بزیدٍ۔

افعل به کی ترکیب: احسِن صیغہ امر بمعنی فعل ماضی یعنی احسَنَ باءزائدہ زیدٌ فاعل ہےاورہمزہ صیرورۃ کا ہے۔فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔معنی یہ ہوگا ''صارزید ذا حسن ''یعنی زید حسن والا ہوگیا۔لیکن با محاورہ ترجمہ یہ ہوگا کہ زید کیا ہی حسین ہے۔

وَلاَ يُبْنَيَانِ اِلاَّ مِمَّا يُبْنٰى مِنْهُ اَفْعَلُ التَّفْضِيْلِ وَيُتَوَصَّلُ فِی الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ مَا اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجًا فِی الْاَوَّلِ وَاَشْدِدْ بِاسْتِخْرَاجِهٖ فِی الثَّانِی كَمَا عَرَفْتَ فِیْ اِسْمِ التَّفْضِيْلِ.

ترجمہ: اور یہ دوصیغے نہیں بنائے جاتے مگراسی سے جس سےافعل التفضیل بنایا جاتا ہےاورممتنع میں ما اشد استخراجا کی مثل کو اول صیغہ میں اوراشدد باستخراجه کوثانی صیغہ میں ذریعہ بنایا جائے گا جیسا کہ اسم تفضیل میں آپ پہچان چکے ہیں۔

تشریح: ولا یبنیان الا مما یبنی الخ. فعل تعجب صرف اس باب اورفعل سے بنایا جاتا ہےجس سےاسم تفضیل بنایا جاتا ہےیعنی فعل تعجب صرف ایسے ثلاثی مجرد سے بنایا جاتا ہےجس میں لَون اورعیب والامعنی نہ ہواوروہ ثلاثی مجرد جس میں لَون یا عیب والامعنی ہو یا رباعی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ یا رباعی مزید فیہ سے یہ دوصیغے ممتنع ہیں۔اوروہ فعل جس سےفعل تعجب بنانا ممتنع ہے یعنی ایسا ثلاثی مجرد جس میں لون اورعیب والامعنی ہو یا ثلاثی مزید فیہ یا رباعی مجرد یا رباعی مزید فیہ تو ان میں فعل تعجب بنانے کیلئے پہلے صیغے میں اَشَدَّ استخراجًا اوردوسرے صیغے میں اَشْدِدْ بِاستخراجهٖ کی مثل کوذریعہ بنایا جائے گا یعنی شدّت،ضعف،حسن

---

[1] لحوق مجازاًدخول کے معنی میں ہے کیونکہ لحوق تو آخر میں ہوتا ہےاورھاءحرف تنبیہ شروع میں آتی ہے۔١٢

فتح وغیرہ افعال سے جو فعل مقصود کے موافق ہو اس سے فعل تعجب کے یہ دو صیغے بنائے جائیں گے۔ پھر اس کے بعد وہ فعل جس سے فعل تعجب بنانا ممتنع ہے اس کے مصدر کو پہلے صیغے میں مفعولیت کی بناء پر منصوب ذکر کریں گے اور دوسرے صیغے میں باء جار کا مجرور بنا کر ذکر کریں گے۔ اول صیغہ کی مثال جیسے ما اشدَّ استخراجًا (کس چیز نے سخت کیا استخراج کو) اور دوسرے صیغے کی مثال اشددْ باستخراجِهٖ (اس کا استخراج صاحب شدت ہوا)

وَلاَ یَجُوْزُ التَّصَرُّفُ فِیْهِمَا بِتَقْدِیْمٍ وَلاَ تَاخِیْرٍ وَلاَ فَصْلٍ وَالْمَازَنِیُّ اَجَازَ الْفَصْلَ بِالظَّرْفِ نَحْوُ مَا اَحْسَنَ الْیَوْمَ زَیْداً.

ترجمہ: اور ان دونوں میں تقدیم وتاخیر کا تصرف جائز نہیں اور نہ ہی فصل کا اور مازنی نے ظرف کے ذریعے فصل کو جائز کیا ہے جیسے ما احسن الیوم زیدا۔

تشریح: ولا یجوز التصرّف الخ. فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان تقدیم اور تاخیر کے ساتھ تصرف کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ پہلے صیغے میں مفعول بہ کو مقدم کرکے زیداً ما احسَن کہنا اور دوسرے صیغے میں جار مجرور کو مقدم کرکے بزیدٍ احسنْ کہنا جائز نہیں، اسی طرح فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان فصل کرنا بھی جائز نہیں۔ پہلے صیغے میں جیسے ما احسَن فی الدار زیدًا اور دوسرے صیغے میں احسنِ الْیوم بزید کہنا جائز نہیں۔

والمازنیّ: مازنی نحوی نے فعلِ تعجب اور اس کے معمول کے درمیان ظرف کے ساتھ فاصلے کو جائز قرار دیا ہے۔ لہٰذا مازنی کے نزدیک ما احسن فی الدار زیدًا اور احسن الیوم بزیدٍ کہنا جائز ہے۔

فَصْل: اَفْعَالُ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ مَا وُضِعَ لِاِنْشَاءِ مَدْحٍ اَوْ ذَمٍّ اَمَّا الْمَدْحُ فَلَهٗ فِعْلاَنِ نِعْمَ وَ فَاعِلُهٗ اِسْمٌ مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ اَوْ مُضَافٌ اِلَی الْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ نَحْوُ نِعْمَ غُلاَمُ الرَّجُلِ زَیْدٌ.

ترجمہ: فصل افعال مدح وذم فعل مدح وذم وہ ہے جو انشاء مدح یا ذم کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ لیکن مدح تو اس کیلئے دو فعل ہیں ایک نعم اور اس کا فاعل اسم معرف باللام ہوتا ہے جیسے نعم الرجل زید (زید اچھا آدمی ہے) یا (اس کا فاعل) وہ اسم ہوتا ہے جو معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نعم غلام الرجل زید (زید کا غلام اچھا آدمی ہے)

تشریح: فصل، افعال المدح و الذم الخ. افعالِ مدح وذم وہ افعال ہیں جو انشاءِ مدح وذم کیلئے وضع کیے گئے ہوں۔ انشاءِ مدح کیلئے دو فعل ہیں۔

(۱) نِعْمَ ہے، عام طور پر اس کا فاعل معرف باللام ہوتا ہے جیسے نعم الرجل زیدٌ (زید اچھا آدمی ہے) یا اسکا فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے نعم غلامُ الرجل زیدٌ۔

وَقَدْ يَكُوْنُ فَاعِلُهٗ مُضْمَرًا وَيَجِبُ تَمْيِيْزُهٗ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ نَحْوُ نِعْمَ رَجُلاً زَيْدٌ اَوْ بِمَا نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَنِعِمَّا هِيَ اَيْ نِعْمَ شَيْئًا هِيَ.

ترجمہ: اور کبھی اس (نعم) کا فاعل ضمیر مستتر ہوتا ہے اور (اس وقت) اس کی تمیز نکرہ منصوبہ کے ساتھ واجب ہے جیسے نعم رجلاً زید (زید اچھا ہے ازروئے مرد ہونے کے) یا (اس کی تمیز لفظ (ما کے ساتھ ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فنعما ھی یعنی نعم شیئا ھی (وہ صدقات ازروئے شئی ہونے کے اچھے ہیں)۔

تشریح: وقد یکون فاعلہٗ الخ. کبھی اس کا فاعل ھو ضمیر ہوتی ہے جو نِعم میں مستتر اور مبہم ہوتی ہے اس صورت میں اس کی تمیز نکرہ منصوبہ کے ساتھ یا مَا نکرہ بمعنی شی کے ساتھ لانا واجب ہے جیسے نعم رجلاً زیدٌ اس میں نَعم کا فاعل ھُو ہے جو نعم میں مستتر مبہم ہے اور رجلاً نکرہ منصوبہ اس کی تمیز ہے۔ممیّز تمیز ملکر نِعم کا فاعل ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے یا اس کی تمیز کلمۂ مَا بمعنی شیٔ ہوگی اور وہ محلِّ نصب میں ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''فَنِعِمّا هِيَ'' اس میں نعم کا فاعل ھو ضمیر ہے جو اس کے اندر پوشیدہ ہے اور مَا اس کی تمیز ہے جو نکرہ ہے اور شے کے معنی میں ہے اور محلِ نصب میں ہے۔اور ھی مخصوص بالمدح ہے معنی یہ ہوگا نِعم شیئًا هِيَ۔

وَزَيْدٌ يُسَمّٰى الْمَخْصُوْصَ بِالْمَدْحِ.

ترجمہ: اور زید اس کا نام مخصوص بالمدح رکھا جاتا ہے۔

تشریح: زیدٌ یسمٰی المخصوص بالمدح الخ. اور افعالِ مدح وذم میں فاعل کے بعد جو چیز ہو وہ مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذّم کہلاتی ہے جیسا کہ مذکورہ بالا امثلہ میں فاعل کے بعد زید ہے لہٰذا یہ مخصوص بالمدح کہلائے گا۔

وَحَبَّذَا نَحْوُ حَبَّذَا زَيْدٌ حَبَّ فِعْلُ الْمَدْحِ وَفَاعِلُهٗ ذَا وَالْمَخْصُوْصُ بِالْمَدْحِ زَيْدٌ.

ترجمہ: اور (دوسرا) حبذا جیسے حبذا زید حب فعل مدح ہے اور اس کا فاعل ذا ہے اور مخصوص بالمدح زید ہے۔

تشریح: (۲) حبّذا ہے جیسے حبّذا زیدٌ اس میں حبّ فعل ہے اور ذَا اس کا فاعل ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے اس کا فاعل ہمیشہ ذَا ہی ہوتا ہے۔چاہے مخصوص بالمدح مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع۔خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔

وَيَجُوْزُ اَنْ يَّقَعَ قَبْلَ مَخْصُوْصٍ اَوْ بَعْدَهٗ تَمْيِيْزٌ نَحْوُ حَبَّذَا رَجُلاً زَيْدٌ وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَجُلاً اَوْ حَالٌ نَحْوُ حَبَّذَا رَاكِبًا زَيْدٌ وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَاكِبًا.

ترجمہ: اور (حبذا) کے مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد تمیز کا واقع ہونا جائز ہے۔جیسے حَبَّذَا رَجُلاً زَيْدٌ وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَجُلاً یا حال کا (واقع ہونا جائز ہے) جیسے حَبَّذَا رَاكِبًا زَيْدٌ اور حَبَّذَا زَيْدٌ رَاكِبًا.

تشریح: ویجوز ان یقع الخ. مصنف فرماتے ہیں کہ حبّذا کے مخصوص بالمدح سے پہلے یا مخصوص بالمدح کے بعد

حال یا تمیز کو ذکر کرنا جائز ہے اور افراد، تثنیہ، جمع میں اور تذکیر و تانیث میں یہ حال اور تمیز مخصوص بالمدح کے مطابق ہوگا۔ تمیز کی مثال جیسے حبّذا رجلاً زیدٌ اور حبّذا زیدٌ رجلاً۔ پہلی مثال میں تمیز مخصوص بالمدح سے پہلے ہے اور دوسری مثال میں تمیز مخصوص بالمدح کے بعد ہے اور حال کی مثال جیسے حبّذا راکباً زیدٌ اور حبّذا زیدٌ راکباً۔ پہلی مثال میں حال مخصوص بالمدح سے پہلے ہے اور دوسری مثال میں حال مخصوص بالمدح کے بعد واقع ہے۔

وَاَمَّا الذَّمُّ فَلَهٗ فِعْلَانِ اَیْضًا بِئْسَ نَحْوُ بِئْسَ الرَّجُلُ عَمْرٌو وَبِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ عَمْرٌو وَبِئْسَ رَجُلاً عَمْرٌو وَسَاءَ نَحْوُ سَاءَ الرَّجُلُ زَیْدٌ وَسَآءَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَیْدٌ وَسَآءَ رَجُلاً زَیْدٌ وَ سَآءَ مِثْلُ بِئْسَ فِیْ سَائِرِ الْاَقْسَامِ.

ترجمہ: اور لیکن ذم تو اس کیلئے بھی دو فعل ہیں ایک بئس اور دوسرا ساء جیسے سَاءَ الرَّجُلُ زَیْدٌ اور سَآءَ غُلَامُ الرَّجُلُ زَیْدٌ اور سَاءَ رَجُلاً زَیْدٌ اور سَاءَ تمام احکام میں بِئْسَ کی طرح ہے۔

تشریح: **وامّا الذم الخ.** انشاءِ ذم کیلئے بھی دو فعل ہیں۔ (۱) بئس یہ نِعم کی طرح ہے اس کا فاعل معرّف باللام ہوتا ہے جیسے بئس الرجل عمروٌ یا اس کا فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے بئس غلامُ الرجل عمروٌ یا اسکا فاعل بئس میں ضمیر مستتر ہوتی ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ لانا واجب ہے جیسے بئس رجلاً عمروٌ یا اس کی تمیز ما نکرہ بمعنی شی لائی جائے گی جیسے بئسما اشتروا به انفسهم۔

(۲) دوسرا فعل سآء ہے۔ ساء بئس کی طرح ہے یعنی اس کا فاعل معرف باللام ہوگا جیسے ساء الرجل زیدٌ یا معرف باللام کی طرف مضاف ہوگا جیسے ساء غلام الرجل زیدٌ یا اس کا فاعل ضمیر مستتر ہوگی جسکی تمیز نکرہ منصوبہ لانا واجب ہوگی جیسے ساء رجلاً زیدٌ۔

اَلْقِسْمُ الثَّالِثُ فِی الْحُرُوْفِ

وَقَدْ مَضٰی تَعْرِیْفُهٗ وَاَقْسَامُهٗ سَبْعَةَ عَشَرَ حُرُوْفُ الْجَرِّ وَالْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ وَحُرُوْفُ الْعَطْفِ وَحُرُوْفُ التَّنْبِیْهِ وَحُرُوْفُ النِّدَاءِ وَحُرُوْفُ الْاِیْجَابِ وَحُرُوْفُ الزِّیَادَةِ وَحَرْفَا التَّفْسِیْرِ وَحُرُوْفُ الْمَصْدَرِ وَحُرُوْفُ التَّحْضِیْضِ وَحُرُوْفُ التَّوَقُّعِ وَحَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ وَحُرُوْفُ الشَّرْطِ وَحَرْفُ الرَّدْعِ وَتَاءُ التَّانِیْثِ اَلسَّاکِنَةُ وَالتَّنْوِیْنُ وَنُوْنَا التَّاکِیْدِ.

ترجمہ: قسم ثالث حروف میں ہے اور حرف کی تعریف تحقیق گذر چکی ہے اور اس کے اقسام سترہ ہیں حروف الجر الخ۔

تشریح: **القسم الثالث فی الحروف.** مصنفؒ پہلی دو قسموں (اسم و فعل) کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد تیسری قسم حروف میں شروع ہو رہے ہیں اور چونکہ اس کی تعریف چونکہ پہلے گذر چکی ہے لہذا اس کی تقسم کرنا درست ہے۔

---

[1] ذُو کے دو معنی آتے ہیں: (۱) بمعنی صاحب اس وقت یہ معرب ہوتا ہے اور اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے۔ (۲) بمعنی الذی بنی طے کی لغت میں اس وقت یہ مبنی ہوتا ہے۔۱۲

حروف کی سترہ قسمیں ہیں: (۱)حروف جر (۲)حروف مشبّہ بالفعل (۳)حروف عطف (۴)حروف تنبیہ (۵)حروف نداء (۶)حروف ایجاب (۷)حروف زیادت (۸)حرفا التفسیر (۹)حروف مصدر (۱۰)حروف تحضیض (۱۱)حروف توقع (۱۲)حرفا استفہام (۱۳)حروف شرط (۱۴)حرف ردع (۱۵)تاء تانیث الساکنۃ (۱۶)تنوین (۱۷)نونا التاکید۔

فَصْل: حُرُوْفُ الْجَرِّ حُرُوْفٌ وُضِعَتْ لِاِفْضَاءِ الْفِعْلِ وَشِبْهِهٖ اَوْ مَعنَى الْفِعْلِ اِلٰى مَا تَلِيْهِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَاَنَا مَارٌّ بِزَيْدٍ وَهٰذَا فِي الدَّارِ اَبُوْكَ اَیْ اُشِيْرُ اِلَيْهِ فِيْهَا.

ترجمہ: فصل: حروف جر وہ حروف ہیں جو فعل وشبہ فعل یا معنی فعل کو اس چیز تک پہنچانے کے لئے وضع کیے گئے ہوں۔ جس چیز کے ساتھ یہ حروف متصل ہیں: جیسے مَرَرْتُ بِزَيْد. اَنَا مَارٌّ بِزَيْدٍ. هٰذَا فِي الدَّارِ اَبُوْكَ یعنی اشير الى ابيك فی الدار۔

تشریح: فصل حروف الجر الخ. حروف جارہ وہ حروف ہیں جو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اس چیز تک پہنچانے کیلئے وضع کیے گئے ہوں جس کے ساتھ وہ حروف متصل ہیں۔ افضائے فعل کی مثال جیسے مررتُ بزيدٍ (میں زید کے پاس سے گذرا) اور افضائے شبہ فعل کی مثال جیسے انا مارٌّ بزيدٍ (میں زید کے پاس سے گذرنے والا ہوں) اور افضائے معنی فعل کی مثال جیسے هذا فی الدار ابوک (یہ تیرا باپ گھر میں ہے) اس میں هذا اسم اشارہ بمعنی اُشیر ہے، جملہ کا معنی یہ ہے اُشير الى ابيك فی الدار۔

وَهِيَ تِسْعَةَ عَشَرَ حَرْفًا. مِنْ وَهِيَ لِاِبْتِدَاءِ الْغَايَةِ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ يَّصِحَّ فِيْ مُقَابَلَتِهِ الْاِنْتِهَاءُ كَمَا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ.

ترجمہ: حروف جر انیس حرف ہیں (ایک ان میں سے) من ہے اور وہ ابتداء غایت کیلئے آتا ہے۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں انتہاء لانا صحیح ہو تو کہے سرت من البصرة الى الكوفة (میں نے بصرہ سے کوفہ تک سیر کی)۔

تشریح: وهی تسعة عشر حرفا الخ (حروف جر انیس ہیں)

(۱) مِن: ان میں سے ایک مِن ہے جو ابتدائے غایت کیلئے آتا ہے یعنی اس چیز کی ابتدا بتانے کیلئے آتا ہے جس کی انتہا ہو اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں الیٰ کو لانا صحیح ہو جو انتہائے غایت کیلئے آتا ہے پھر اس کا مدخول وہ محل ہوگا جس سے فعل کی ابتداء ہو۔ خواہ وہ محل ظرف مکان ہو جیسے سرتُ من البصرة الى الكوفة یا وہ محل ظرف زمان ہو جیسے صمتُ من يوم الخميس.

وَلِلتَّبْيِيْنِ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ يَصِحَّ وَضْعُ لَفْظِ الَّذِیْ مَكَانَهٗ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَلِلتَّبْعِيْضِ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ يَصِحَّ لَفْظُ بَعْضٍ مَكَانَهٗ نَحْوُ اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ.

ترجمہ: اور (کبھی مِنْ) تبیین کیلئے آتا ہے۔ (اس کی علامت یہ ہے کہ مِنْ کی جگہ لفظ الذی رکھنا صحیح ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فاجتنبوا الرجس من الاوثان (بچو تم گندگی سے یعنی بتوں سے) اور من تبعیض کیلئے آتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ لفظ بعض کو اس کی جگہ رکھنا صحیح ہوتا ہے۔ جیسے اخذت من الدراهم (لئے میں نے کچھ دراھم)

تشریح: وللتبيين: اور کبھی مِن تبیین کیلئے آتا ہے یعنی امر مبہم سے جو مقصود ہو اس کو ظاہر کرنے کیلئے آتا ہے اور اس کی

علامت یہ ہے کہ اگر اس کی جگہ الّذی کو رکھا جائے تو جملے کا معنی صحیح رہے۔کلام کے معنی میں کوئی فرق نہ آئے جیسے "فاجتنبوا الرجسَ من الاوثان" ای الرجس الذی هو الاوثان (بچوتم گندگی یعنی بتوں سے) پس اگر مِن کی جگہ الّذی رکھ کر الرجس الذی هو الاوثان کہیں تو بھی معنی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

وللتبعیض: اور کبھی مِن تبعیض کیلئے آتا ہے یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ما قبل والے فعل کا تعلق میرے مدخول کے بعض حصے سے ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کی جگہ لفظِ بعض کو رکھا جائے تو کلام کا معنی درست رہے جیسے اخذتُ من الدراهم ای بعض الدراهم (میں نے کچھ دراہم لیے) اب اس مثال میں مِن نے یہ بتایا کہ اخذت کا تعلق میرے مدخول "الدراهم" کے بعض حصے سے ہے اور پھر مِن کی جگہ بعض رکھنے سے معنی میں کوئی فرق بھی نہ پڑا۔

وَزَائِدَةٌ وَعَلَامَتُهُ اَنْ لَّا يَخْتَلَّ الْمَعْنٰى بِاِسْقَاطِهَا نَحْوُ مَا جَاءَنِيْ مِنْ اَحَدٍ وَلا تُزَادُ مِنْ فِي الْكَلَامِ الْمُوْجَبِ خِلافًا لِلْكُوْفِيِّيْنَ وَاَمَّا قَوْلُهُمْ قَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ وَشِبْهُهُ فَمُتَاوَّلٌ.

ترجمہ: اور زائدہ ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کو گرانے سے معنی فاسد نہیں ہوتا جیسے مَاجَاءَ نِيْ مِنْ اَحَدٍ۔اور مِن کلام موجب میں زائدہ نہیں ہوتا بخلاف کوفیوں کے اور لیکن ان کا قول "قَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ" اور اس کے مشابہ متاوّل ہے۔

تشریح: **وزائدة**: اور کبھی مِن زائدہ ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کو ساقط کر دیا جائے تو کلام کے معنی میں کوئی خلل واقع نہ ہو جیسے ماجاء نی من احد (میرے پاس کوئی ایک نہیں آیا) اب اگر مِن کو گرا کر یوں کہیں ماجاء نی احدٌ تو بھی پہلے والا معنی برقرار رہتا ہے۔

ولا تزاد فی الکلام الموجب خلافا للکوفیین مِنْ الخ. نحاۃ بصرہ کا مذہب یہ ہے کہ مِن زائدہ کلام غیر موجب میں ہوتا ہے۔لیکن کلام موجب میں مِن زائدہ نہیں ہوتا بخلاف نحاۃ کوفہ کے کہ وہ کلامِ موجب میں بھی مِنْ کی زیادتی کو جائز قرار دیتے ہیں اور کوفی حضرات عرب کے مقولہ قد کان من مطرٍ سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کلام موجب ہے اور اس میں مِنْ زائدہ ہے، اس لئے کہ اگر من کو حذف کر کے یوں کہیں قد کان مطرٌ تو بھی معنی میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔پس اس سے معلوم ہوا کہ کلامِ موجب میں بھی مِنْ زائدہ ہوتا ہے تو مصنفؒ نے اسکا جواب دیا کہ قد کان مِن مطرٍ اور اس کے مشابہ کوئی بھی قول ہو تو وہ متاوّل ہے یعنی ہر وہ کلامِ موجب جس میں مِنْ کی زیادتی متوھم ہو تو وہ متؤول ہے بایں طور کہ اس میں مِنْ زائدہ نہیں ہوتا بلکہ مِن تبیینیہ یا تبعیضیہ ہوتا ہے اور مثال مذکور میں بھی مِنْ تبیینیہ یا تبعیضیہ ہے۔پس اگر مِنْ تبیینیہ ہو تو معنی یہ ہوگا "قد کان شیٔ مطرٍ اور اگر مِن تبعیضیہ ہو تو معنی یہ ہوگا قد کان بعضُ مطرٍ۔

فائدہ: مِن کے اور بھی معانی ہیں جو کہ بڑی کتابوں سے معلوم کیے جا سکتے ہیں۔

وَاِلٰى وَهِيَ لِاِنْتِهَاءِ الْغَايَةِ كَمَا مَرَّ وَبِمَعْنٰى مَعَ قَلِيْلاً كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ.

ترجمہ: اور دوسرا الی ہے اور وہ انتہاء غایہ کیلئے ہے جیسا کہ گذرا اور بمعنی مع کے آنا قلیل ہے جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ۔

تشریح: (۲) دوسرا الیٰ ہے اور یہ انتہائے غایت کیلئے آتا ہے پھر خواہ یہ انتہا مکان کے اعتبار سے ہو جیسے سرتُ من البصرة الى الكوفة، یا انتہا زمان کے اعتبار سے ہو جیسے اتّموا الصيام الى الليل، اور الیٰ کبھی مع کے معنی میں ہوتا ہے۔ لیکن الیٰ کا مع کے معنی میں ہونا بہت کم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے فاغسلوا وجوهكم وايديَكم الىٰ المرافق یعنی مع المرفق۔

وَحتّٰى وَهِيَ مِثْلُ اِلٰى نَحْوُ نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتّٰى الصَّبَاحِ وَبِمَعْنٰى مَعَ كَثِيْرًا نَحْوُ قَدِمَ الْحَاجُّ حَتّٰى الْمُشَاةِ.

ترجمہ: اور تیسرا حتی ہے اور وہ الی کی مثل ہے جیسے نمت البارحة حتى الصباح اور بمعنی مع کثیر ہے از روئے استعمال کے جیسے قَدِمَ الحاج حتى المشاة.

تشریح: (۳) حتٰی: تیسرا حتی ہے یہ الیٰ کی مثل ہے یعنی یہ انتہائے غایت کیلئے آتا ہے جیسے نِمْتُ البارحة حتى الصباح اور حتی مع کے معنی میں کثرت سے مستعمل ہوتا ہے جیسے قدم الحاجُّ حتى المشاةِ یعنی آگئے حاجی لوگ پیدل چلنے والوں سمیت۔

وَلا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَى الظَّاهِرِ فَلا يُقَالُ حَتَّاهُ خِلافًا لِلْمُبَرَّدِ وَقَوْلُ الشَّاعِرِ. شعر

فَلا وَاللّٰهِ لا يَبْقٰى اُنَاسٌ فَتًى حَتَّاكَ يَا ابْنَ اَبِيْ زِيَادٍ شَاذٌّ

ترجمہ: اور نہیں داخل ہوتا مگر اسم ظاہر پر پس نہیں کہا جاتا حتاہُ خلاف ہے امام مبرد کیلئے اور شاعر کا قول فَلا وَاللّٰهِ الخ شاذ ہے۔

تشریح: ولا تدخل الّا على الظاهر الخ. حتی صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا چنانچہ حتّاہ نہیں کہا جاتا بخلاف مبرّد نحوی کے کہ وہ حتی کے اسم ضمیر پر داخل ہونے کو بھی جائز قرار دیتے ہیں اور شاعر کے درج ذیل شعر سے استدلال کرتے ہیں۔

فلا واللّٰه لا يبقٰى اناسٌ فتًى حتّاک یا ابن ابی زیادٍ

اس میں حتی ضمیر کی طرف مضاف ہے اس سے معلوم ہوا کہ حتی ضمیر پر داخل ہوسکتا ہے اور اسکی طرف مضاف ہوسکتا ہے لیکن مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ شاذ ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔ لہٰذا اس پر کسی اور مثال کو قیاس کرنا غلط ہوگا۔

شعر کی ترکیب: اس ترکیب میں لا زائدہ ہے جیسے لا اُقسم بهذا البلد میں لا زائدہ ہے۔ واللّٰه اُقسم کے متعلق ہو کر قسم ہے، لا يبقٰى فعل اُناس فاعل جو جمع ہے انسانٌ کی، فتًى کا عطف اناسٌ پر ہے اور حرف عطف محذوف ہے۔ یا فتًى، اناسٌ سے بدل ہے۔ حتاک یہ جار مجرور ملکر متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جوابِ قسم ہے۔ قسم جواب قسم ملکر، جواب نداء ہے۔ یَا حرف نداء قائم مقام ادعو کے۔ ادعُو فعل اس میں انا ضمیر اسکا فاعل۔ ابن مضاف ابی زیاد مضاف الیہ، مضاف مضاف

الیہ سے ملکر منادٰی مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور منادی مفعول بہ سے ملکر نداء، نداء جوابِ نداء سے ملکر جملہ ندائیہ انشائیہ ہوا۔ اناسٌ میں فتًی شامل تھا اس کو علیحدہ ذکر کرنا عبداللہ ابن ابی زیاد کے ذکر میں مبالغہ کرنا ہے۔ اس لئے کہ اس کو اپنی جوانی پر بڑا غرور تھا۔

شعر کا معنی: اللہ کی قسم زمین پر کوئی انسان باقی نہیں رہے گا اور نہ کوئی جوان یہاں تک کہ تو بھی اے ابن ابی زیاد۔ اس کلام سے معلوم ہوا کہ حتی اور الیٰ کے درمیان دو فرق ہیں (۱) الیٰ اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے لیکن حتّی اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے، اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا (۲) حتی مع کے معنی میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے اور الیٰ مع کے معنی میں کم استعمال ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وَفِیْ وَهِیَ لِلظَّرْفِیَّةِ نَحْوُ زَیْدٌ فِی الدَّارِ وَالْمَاءُ فِی الْکُوْزِ وَبِمَعْنٰی عَلٰی قَلِیْلاً نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ.

ترجمہ: اوران میں سے فی ہے اور وہ ظرفیۃ کیلئے ہے جیسے زید فی الدار والماء فی الکوز اور بمعنی علی کم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ۔

تشریح: (۴) فی: چوتھا حرفِ جر فی ہے یہ ظرفیت کیلئے آتا ہے یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میرا مدخول میرے ماقبل کیلئے ظرف ہے خواہ حقیقۃً ظرف ہو جیسے زیدٌ فی الدار اور الماء فی الکوز، اس میں دار، زید کیلئے اور کوزہ، ماء کیلئے ظرف ہے۔ خواہ ظرف مجازاً ہو جیسے نظرتُ فی الکتاب اس میں کتاب نظر (دیکھنے) کیلئے ظرف ہے مجازاً۔ اور فی علیٰ کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن فی کا علیٰ کے معنی میں آنا بہت کم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''لَاُصلبنّکم فی جذوع النخل'' یعنی علیٰ جذوع النخل (یعنی میں تمہیں کھجور کی شاخوں پر ضرور بضرور سولی دونگا)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وَالْبَاءُ وَهِیَ لِلْاِلْصَاقِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ اَیْ اِلْتَصَقَ مُرُوْرِیْ بِمَوْضِعٍ یَقْرُبُ مِنْهُ زَیْدٌ وَلِلْاِسْتِعَانَةِ نَحْوُ کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ.

ترجمہ: اوران حروف میں سے باء ہے اور وہ الصاق کیلئے ثابت ہے جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ یعنی میرا گزرنا ایسی جگہ کے ساتھ ملصق ہے جس سے زید قریب ہوتا ہے۔ اور استعانت کیلئے ثابت ہے جیسے کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ

تشریح: (۵) باء: پانچواں حرفِ جر باء ہے۔ باء الصاق کیلئے آتا ہے یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی چیز میرے مدخول کے ساتھ ملصق ہے خواہ یہ الصاق واتصال حقیقی ہو جیسے بہ داءٌ خواہ مجازاً ہو جیسے مررت بزیدٍ یعنی التصق مرُوری بموضع یقرب منه زیدٌ یعنی میرا گذرنا مل گیا اس جگہ کے ساتھ کہ زید اس جگہ کے قریب ہے۔ گذرنا حقیقۃً زید کے ساتھ ملا ہوا نہیں۔

وللاستعانة: اور باء استعانت کیلئے آتی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فاعل نے فعل مذکور میں میرے مدخول سے مدد چاہی ہے اور میرا مدخول میرے ماقبل والے فعل کا آلہ ہے جیسے کتبتُ بالقلم یعنی کاتب نے فعل کتابت میں میرے مدخول قلم سے مدد

لی ہے۔

وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّعْلِيْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ وَلِلْمُصَاحَبَةِ كَخَرَجَ زَيْدٌ بِعَشِيْرَتِهٖ وَلِلْمُقَابَلَةِ كَبِعْتُ هٰذَا بِذَاكَ وَلِلتَّعْدِيَةِ كَذَهَبْتُ بِزَيْدٍ وَلِلظَّرْفِيَّةِ كَجَلَسْتُ بِالْمَسْجِدِ.

ترجمہ: اور کبھی کبھار تعلیل کیلئے ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ اور مصاحبت کیلئے ہے جیسے خَرَجَ زَيْدٌ بِعَشِيْرَتِهٖ اور مقابلہ کیلئے جیسے بِعْتُ هٰذَا بِذَاكَ اور تعدیہ کیلئے ہے جیسے ذَهَبْتُ بِزَيْدٍ اور ظرفیت کیلئے ہے جیسے جَلَسْتُ بِالْمَسْجِدِ.

تشریح: وللتعليل: باء تعلیل کیلئے آتی ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میرا مدخول میرے ماقبل والے فعل کی علت اور سبب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''انّكم ظلمتم انفسكم باتّخاذكم العجل'' (تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا بچھڑے کو خدا بنانے کے سبب سے) اس میں اتّخاذكم العجل یہ سبب ہے ظلم کا۔

وللمصاحبة: اور باء مصاحبت کیلئے آتی ہے یعنی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میرا مدخول فعلِ متعلّق کے معمول کے ساتھ فعل کے تعلق میں شریک اور مصاحب ہے جیسے خرج زيد بعشيرته ای مع عشيرته (زید اپنے کنبے سمیت نکلا) اب اس مثال میں باء اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ میرا مدخول (عشیرہ) فعل متعلّق (خرج) کے معمول (زید) کے ساتھ اس فعل کے تعلق میں شریک ہے کہ عشیرہ بھی زید کے ساتھ نکلنے میں شریک ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ لفظ باء کی جگہ لفظ مع رکھنا درست ہوتا ہے۔

وللمقابلة: اور باء مقابلے کیلئے آتی ہے یعنی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میرا مدخول کسی چیز کے مقابلے میں ہے جیسے بعتُ هذا بذاك (میں نے اسے اس کے مقابلے میں بیچا)۔

وللتعدية: اور باء تعدیت کیلئے آتی ہے یعنی فعلِ لازمی کو فعل متعدی بنا دیتی ہے جیسے ذهبتُ بزيدٍ بمعنی اذهبتُه یعنی میں زید کو لے گیا۔

وللظرفية: اور باء ظرفیت کیلئے آتی ہے یعنی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میرا مدخول میرے ماقبل کیلئے ظرف ہے جیسے جلستُ بالمسجد ای فی المسجد۔

وَزَائِدَةً قِيَاسًا فِي خَبَرِ النَّفْيِ نَحْوُ مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ وَفِي الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ هَلْ زَيْدٌ بِقَائِمٍ وَسَمَاعًا فِي الْمَرْفُوْعِ نَحْوُ بِحَسْبِكَ زَيْدٌ اَیْ حَسْبُكَ زَيْدٌ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اَیْ كَفَى اللّٰهُ وَفِي الْمَنْصُوْبِ نَحْوُ اَلْقٰى بِيَدِهٖ اَیْ اَلْقٰى يَدَهٗ.

ترجمہ: اور کبھی کبھار زائدہ ہوتی ہے نفی کی خبر میں قیاسی طور پر جیسے مَازَيْدٌ بِقَائِمٍ اور استفہام میں جیسے هَلْ زَيْدٌ بِقَائِمٍ اور مرفوع میں سماعی طور پر جیسے بِحَسْبِكَ زَيْدٌ ای حَسْبُكَ زَيْدٌ اور كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا یعنی كَفَى اللّٰهُ اور منصوب میں جیسے اَلْقٰى بِيَدِهٖ اَیْ اَلْقٰى يَدَهٗ۔

تشریح: وزائدة قياسًا الخ. مامشبہ بلیس اور لیس اور استفہام بِهَلْ کی خبر میں باء قیاسًا زائدہ ہوتی ہے۔ ما مشبہ بلیس

کی خبر میں باء کے زائدہ ہونے کی مثال جیسے ماز یدٌ بقائم اور لیس کی خبر میں باء کے زائدہ ہونے کی مثال جیسے لیس عمروٌ بقاعدٍ اور استفہام بھلْ کی خبر میں باء کے زائدہ ہونے کی مثال جیسے ھل زیدٌ بقائم۔

وسماعًا فی المرفوع الخ. اور مرفوع ومنصوب میں سماعی طور پر باء زائدہ ہوتی ہے۔ مرفوع عام ہے خواہ مبتدا ہو یا فاعل ہو۔ مبتدا ہو جیسے بحسبک زیدٌ اس میں حسبک مبتدا ہے اور اس پر جو باء داخل ہے یہ باء زائدہ ہے کیونکہ اس کے گرانے سے معنی میں خلل نہیں آتا۔ بحسبک زید کا جو معنی ہے حسبک زید کا بھی وہی معنی ہے اور فاعل ہو جیسے کفی باللّٰہ شھیدًا اس میں اللّٰہ فاعل ہے اس پر جو باء داخل ہے یہ باء زائدہ ہے یعنی کفی اللّٰہُ شھیداً اور کبھی منصوب میں باء سماعی طور پر زائدہ ہوتی ہے جیسے القٰی بیدہٖ ای القٰی یدَہٗ اس میں یدَہٗ مفعول بہ ہے۔ مفعول بہ پر جو باء داخل ہے یہ باء زائدہ ہے۔

ﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐ

وَاللَّامُ وَھِیَ لِلْاِخْتِصَاصِ نَحْوُ اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ وَالْمَالُ لِزَیْدٍ وَلِلتَّعْلِیْلِ کَضَرَبْتُہٗ لِلتَّادِیْبِ.

ترجمہ: ان حروف جارہ میں سے لام ہے۔ اور وہ اختصاص کیلئے ثابت ہے جیسے اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ اور اَلْمَالُ لِزَیْدٍ۔ اور تعلیل کیلئے ثابت ہے جیسے ضربتُہٗ للتادیب.

تشریح: (۲) لام: چھٹا لام ہے اور یہ اختصاص کیلئے آتا ہے یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کسی چیز کا (اور میرے ماقبل کا) میرے مدخول کے ساتھ اختصاص ہے۔ اور یہ اختصاص خواہ بطور استحقاق کے ہو جیسے الجلُّ للفرس، جُل گھوڑے کیلئے ہے یعنی گھوڑا جُل کا مستحق ہے یا اختصاص بطور ملکیت کے ہو جیسے المالُ لزیدٍ (مال زید کیلئے ہے) یعنی زید مال کا مالک ہے۔

وللتعلیل: اور کبھی لام تعلیل کیلئے آتا ہے یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میرا مدخول ماقبل والے فعل کی علت ہے جیسے ضربتُہٗ للتادیب اس میں تادیب ضرب کی علّت ہے۔

ﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐ

وَزَائِدَةً کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی رَدِفَ لَکُمْ اَیْ رَدِفَکُمْ.

ترجمہ: اور زائدہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ رَدِفَ لَکُمْ ای رَدِفَکُمْ۔

تشریح: وزائدۃ: اور کبھی لام زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے رَدِفَ لکُم ای ردفکم (وہ تمہارا ردیف ہے)

ﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐﭏﭐ

وَبِمَعْنٰی عَنْ اِذَا اسْتُعْمِلَ مَعَ الْقَوْلِ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَیْہِ.

ترجمہ: اور بمعنی عن بھی ہے جب قول کے ساتھ استعمال ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ

۱؎ خلاصہ یہ کہ کم کے محلاً منصوب ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں: (۱) کم کے بعد فعل ہو، (۲) اور وہ فعل اس کی ضمیر میں عمل نہ کر رہا ہو۔

خیراً مَا سَبَقُوۡنَا اِلَیۡہِ.

تشریح: **وبمعنی عن:** اور کبھی لام، عن کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے جبکہ قول کے بعد واقع ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''قال الذین کفروا للذین اٰمنوا'' اس میں لام عَن کے معنی میں ہے۔ یعنی قال الذین کفروا عن الذین اٰمنوا (کافروں نے ایمان والوں کے بارے میں کہا کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو یہ (مومن) لوگ اس دین کی طرف ہم پر سبقت نہ لے جاتے)۔

وَفِیۡهِ نَظْرٌ وَبِمَعۡنَی الۡوَاوِ فِی الۡقَسۡمِ لِلتَّعَجُّبِ کَقَوۡلِ الۡهُزَلِیِّ. شعر.

لِلّٰهِ یَبۡقٰی عَلَی الۡاَیَّامِ ذُوۡحَیَدٍ بِمُشۡمَخِرٍّ بِهِ الظَّیَّانُ وَالۡاٰسُ.

ترجمہ: اور اس میں نظر ہے اور واؤ کے معنی میں ہے قسم میں تعجب کیلئے جیسے هُزَلِیُّ کا قول لِلّٰهِ یَبۡقٰی الخ ہے۔

تشریح: **وفیہ نظر:** یعنی اس آیت سے لام کے عن کے معنی میں ہونے پر استدلال کرنا محل نظر ہے۔ دوسرا یہ بعض نسخوں میں ہے بعض میں نہیں یہ کاتب سے سہو ہو گیا ہے۔

وبمعنی الواو فی القسم الخ. اور کبھی لام واؤ قسمیہ کے معنی میں ہوتا ہے جبکہ جوابِ قسم ایسے امورِ عظام میں سے ہو جن پر تعجب کیا جاتا ہو جیسے ہُز لی کا قول ہے۔

شعر: للّٰہ یبقٰی علی الایام ذو حیدٍ بمشخِّرٍ به الظیّانُ والاسُ

لغوی تحقیق للّٰہ میں لام، واؤ قسمیہ کے معنی میں ہے جو اقسم کے متعلق ہے۔ یبقٰی فعل ہے اس سے پہلے لا نافیہ مقدر ہے۔ اصل میں لا یبقٰی علی الایام تھا پھر اس میں ایام مضاف الیہ ہے اور اس کا مضاف محذوف ہے جو کہ مُرور ہے تو اصل میں علی مرور الایام تھا۔ ذو حیدٍ، حید جمع ہے حَیۡدَۃٌ کی بمعنی وہ گرہ جو پہاڑی بکرے کے سینگ میں ہوں، مشمخرٍ بروزن مطمئنّ بمعنی بلند پہاڑ اور یہ موصوف ہے، بہ ظرف مستقر خبر مقدم ہے اور الظیّان (بمعنی چنبیلی) والآس بمعنی (ریحان درخت) معطوف معطوف علیہ سے ملکر مبتدا مؤخر ہے پھر یہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے مشمخرّ کی اور مشمخر پر جو باء داخل ہے یہ فی کے معنی میں ہے جو لا یبقیٰ کے متعلّق ہے۔

شعر کی ترکیب: لام بمعنی واؤ قسمیہ جار، لفظ اللّٰہ مقسم بہ مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق ہوئے اُقسم فعل کے، اُقسم فعل اس میں اَنا ضمیر اس کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قسم۔ لا یبقیٰ فعل علی حرف جر الایام مجرور، جار مجرور ملکر متعلق اول لایبقٰی کے۔ باء بمعنی فی حرف جار مشمخرّ موصوف، بہ ظرف مستقر خبر مقدم۔ الظیّان معطوف علیہ واؤ عاطفہ الاَس معطوف۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر اپنی خبر مقدم سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ثانی ہوئے فعل لا یبقیٰ کے، فعل لا یبقیٰ اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے ملکر جوابِ قسم، قسم جوابِ قسم سے ملکر جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا۔

شعر کا معنی: اللہ کی قسم زمانے کی آفات کی وجہ سے اور مرور زمانہ کی وجہ سے سینگ والا پہاڑی بکرا ایسے بلند پہاڑ میں باقی نہیں رہے گا جہاں ظیّان اور آس رہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ زمانے کی مصیبتوں سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑی بکرا جو پہاڑ

کے دامن میں رہتا ہے وہ بھی نہیں بچ سکتا، اس میں شاعر نے زمانے کی مصیبتوں سے کسی فرد کے نہ بچنے پر تعجب کر کے قسم کھائی ہے۔
محلِّ استشہاد: یہ ہے کہ للّٰہ میں لام بمعنی واوٗ قسمیہ ہے۔

وَرُبَّ وَهِيَ لِلتَّقْلِيْلِ كَمَا اَنَّ كَمِ الْخَبَرِيَّةَ لِلتَّكْثِيْرِ وَتَسْتَحِقُّ صَدْرَ الْكَلامِ.

ترجمہ: حروف جر میں سے ایک رب ہے اور وہ تقلیل کیلئے ہے جیسا کہ کم خبریہ تکثیر کیلئے ہے اور وہ کلام کی صدارت کا مستحق ہوتا ہے۔

تشریح:

(۷) **رُبّ:** ساتواں رُبّ ہے اور یہ انشاءِ[1] تقلیل کیلئے آتا ہے یعنی اپنے مدخول کے افراد میں تقلیل کا معنی پیدا کرتا ہے جیسا کہ کم خبریہ انشاءِ تکثیر کیلئے آتا ہے یعنی اپنے مدخول کے افراد میں تکثیر کے معنی پیدا کرتا ہے۔
وتستحقّ صدر الكلام الخ: یعنی رُبّ صدر کلام کا مستحق ہوتا ہے یعنی کلام کے شروع میں واقع ہوتا ہے تا کہ شروع کلام میں ہی انشاءِ تقلیل پر دلالت کرے۔

وَلا تَدْخُلُ اِلَّا عَلٰى نَكِرَةٍ مَوصُوْفَةٍ نَحْوُ رُبَّ رَجُلٍ كَرِيْمٍ لَقِيْتُهُ اَوْ مُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُفْرَدٍ مُذَكَّرٍ اَبَدًا مُمَيَّزٍ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ نَحْوُ رُبَّهٗ رَجُلاً وَرُبَّهٗ رَجُلَيْنِ وَرُبَّهٗ رِجَالاً وَرُبَّهٗ امْرَأَةً كَذٰلِكَ وَعِنْدَ الْكُوْفِيِّيْنَ يَجِبُ الْمُطَابَقَةُ نَحْوُ رُبَّهُمَا رَجُلَيْنِ وَرُبَّهُمْ رِجَالاً وَرُبَّهَا امْرَأَةً.

ترجمہ: اور وہ رب نہیں داخل ہوتا مگر نکرہ موصوفہ پر جیسے رُبَّ رَجُلٍ كَرِيْمٍ لَقِيْتُهٗ یا ایسے مضمر مبہم پر جو مفرد مذکر ہوگی ہمیشہ نکرہ منصوبہ کے ساتھ تمیز لائی گئی ہو جیسے ربّهٗ رَجُلاً وربهٗ رَجُلَيْن وربهٗ رجالا وربهٗ امرأة اسی طرح اور کوفیوں کے نزدیک مطابقت واجب ہوگی جیسے رُبَّهُمَا رَجُلَيْن الخ۔

تشریح: ولا تدخل الّا على النكرة الخ. اور ربّ نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے جیسے رُبّ رجلٍ كريمٍ لقيته یا ایسی ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہوتی ہے اور یہ ضمیر مبہم (جو کہ ربّ کا مدخول ہے) ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے خواہ اس کی تمیز واحد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو، مذکر ہو یا مؤنث ہو جیسے رُبّهٗ رجلاً، رُبّه رجلين، رُبّه رجالاً، رُبّه امرأة، رُبّه امرأتين، رُبّه نساء۔ لیکن نحاۃِ کوفہ کہتے ہیں کہ ضمیر مبہم اور اس کی تمیز میں افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہے تو کوفیوں کے نزدیک یوں کہیں گے رُبّه رجلاً، رُبّهما رجلَين، رُبّهم رجالاً، رُبَّها امرأةً، رُبّهما امرأتين، رُبَّهُنَّ نساءً۔

وَقَدْ تَلْحَقُهَا مَا الْكَافَّةُ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ نَحْوُ رُبَّمَا قَامَ زَيْدٌ وَرُبَّمَا زَيْدٌ قَائِمٌ.

ترجمہ: اور کبھی کبھی اس رب کو ما کافہ لاحق ہوتا ہے پس دونوں جملوں پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے رُبَّمَا قَامَ زَيْدٌ وَرُبَّمَا زَيْدٌ قَائِمٌ۔

تشریح: وقد تلحقها ما الكافة الخ. اور کبھی رُبّ کے ساتھ مَا کافہ لاحق ہوتا ہے جو اس کو عمل کرنے سے روک دیتا

[1] خلاصہ یہ کہ کم کے محلًّا منصوب ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں: (۱) کم کے بعد فعل ہو، (۲) اور وہ فعل اس کی ضمیر میں عمل نہ کر رہا ہو۔

ہے اور اس وقت رُبّ جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ جملہ فعلیہ پر داخل ہو جیسے رُبَّما قام زیدٌ، جملہ اسمیہ پر داخل ہو جیسے رُبَّما زیدٌ قائمٌ۔ اس صورت میں رُبّ جملہ کی نسبت کی تقلیل یا تکثیر کیلئے ہوگا لہٰذا جملوں کا معنی یہ ہوگا کہ قیام زید کم ہے۔

وَلا بُدَّ لَهَا مِنْ فِعْلٍ مَاضٍ لِاَنَّ رُبَّ لِلتَّقْلِيْلِ الْمُحَقَّقِ وَهُوَ لا يَتَحَقَّقُ اِلَّا بِهٖ وَيُحْذَفُ ذٰلِکَ الْفِعْلُ غَالِبًا کَقَوْلِکَ رُبَّ رَجُلٍ اَکْرَمَنِیْ فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ هَلْ لَقِیْتَ مَنْ اَکْرَمَکَ اَیْ رُبَّ رَجُلٍ اَکْرَمَنِیْ لَقِیْتُهٗ فَاَکْرَمَنِیْ صِفَةُ الرَّجُلِ وَلَقِیْتُهٗ فِعْلُهَا وَهُوَ مَحْذُوْفٌ.

ترجمہ: اور اس رب کیلئے فعل ماضی ضروری ہے اس لئے کہ رب تقلیل محقق کیلئے ہے اور وہ نہیں محقق ہوتی مگر فعل ماضی کے ساتھ اور حذف کیا جاتا ہے وہ فعل اکثر جیسے تیرا کہنا رُبَّ رَجُلٍ اَکْرَمَنِیْ اس شخص کے جواب میں جس نے کہا هَلْ لَقِیْتَ مَنْ اَکْرَمَکَ یعنی رُبَّ رَجُلٍ اَکْرَمَنِیْ لَقِیْتُهٗ پس اکرمنی "الرجل" کی صفت ہے اور لقیتهٗ اسکا فعل ہے اور وہ محذوف ہے۔

تشریح: ولا بدّلها من فعل ماض الخ. رُبّ جس فعل کے متعلق ہوتا ہے اس فعل کا فعلِ ماضی ہونا ضروری ہے چاہے مَا کافہ اس پر داخل ہو یا نہ ہو اس لئے کہ رُبّ تقلیل واقعی کیلئے آتا ہے اور تقلیل واقعی فعل ماضی میں ہی متصور ہو سکتی ہے جیسے "رُبّ رجل شریف لَقِیْتُ" یعنی میں نے جن شرفاء سے ملاقات کی وہ تھوڑے ہیں اور آئندہ زمانہ میں جن شرفاء سے تمہاری ملاقات ہوتی ہے وہ قلیل ہیں یا کثیر یقیناً وہ تم نہیں جانتے لہٰذا معلوم ہوا کہ رُبّ تقلیل واقعی کیلئے آتا ہے۔

ویحذف ذلک الفعل الخ. یعنی رُبّ جس فعل کے متعلق ہوتا ہے اس فعل کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے جبکہ اس کے حذف پر کوئی قرینہ حالیہ یا قرینہ مقالیہ قائم ہو جیسے کوئی شخص آپ کو کہے هل لقیتَ مَن اکرمک (کیا تو نے اس سے ملاقات کی جس نے تیرا اکرام کیا) تو آپ اسکے جواب میں کہیں رُبّ رجلٍ اکرمنی یعنی رُبّ رجلٍ اکرمنی لقیتُهٗ (بہت تھوڑے سے ایسے مرد ہیں جنہوں نے میرا اکرام کیا میں نے ان سے ملاقات کی) تو اس مثال میں اکرمنی یہ رجل کی صفت ہے اور ربّ کا متعلق لقیتُهٗ فعل محذوف ہے اور اسے قرینہ مقالیہ کے قیام کی بناء پر حذف کر دیا گیا ہے اور وہ قرینہ مقالیہ سوال ہے کہ سوال میں جو فعل مذکور ہے جواب میں بھی وہی محذوف ہوگا تاکہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے۔

وَ وَاوُ رُبَّ وَهِیَ الْوَاوُ الَّتِیْ تُبْتَدَأُ بِهَا فِی اَوَّلِ الْکَلَامِ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ ؎

وَبَلْدَةٍ لَیْسَ بِهَا اَنِیْسٌ　　اِلَّا الْیَعَافِیْرُ وَاِلَّا الْعِیْسُ.

ترجمہ: اور ان میں سے واؤ رب ہے اور وہ وہ واؤ ہے جس کے ذریعے سے کلام کے شروع میں ابتداء کی جاتی ہے جیسے شاعر کا شعر، وَبَلْدَةٍ لَیْسَ الخ۔

تشریح: (۸) واؤ بمعنی رُبّ: آٹھواں واؤ بمعنی رُبّ ہے۔ واؤ بمعنی رُبّ وہ واؤ ہے جو کلام کے شروع میں واقع ہوتی ہے۔ واوِ رُبّ ہمیشہ اسم ظاہر نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتی ہے ضمیر مبہم پر داخل نہیں ہوتی اور اس کا متعلق بھی فعل ماضی ہوتا ہے جو اکثر محذوف ہوتا ہے۔ جیسے شاعر کا شعر ؎

وبلدةٍ ليس بها انيسٌ ☆ الاَّ اليعافِير والاَّ العيسٌ

اس میں واؤ بمعنی رُبّ ہے یعنی رُبّ بلدةٍ اور یہ متعلق ہے وطیت فعل ماضی کے جو بیت سابق میں مذکور ہے۔

ترکیب: وطیت فعل تُ ضمیر اس کا فاعل واؤ بمعنی رُبّ جار، بلدة موصوف، لیس فعل از افعال ناقصہ بِها ظرف مستقر فعل ناقص کیلئے خبر مقدم، انیس مستثنیٰ منہ الاَّ اليعافير معطوف عليه والاَّ العيس معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے ملکر اسم مؤخر، لیس اپنے اسم مؤخر اور خبر مقدم سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ انیسٌ بمعنی دوست یعافیر جمع ہے یعفور کی بمعنی مٹیالے رنگ کا ہرن اور عیسٌ جمع ہے اعیَس کی بمعنی وہ اونٹ جس پر سرخ وسفید بال ہوں۔

شعر کا معنی: بہت سے شہروں کو میں نے روندڈالا مگر مٹیالے رنگ کے ہرن اور سرخ وسفید بالوں والے اونٹ کے علاوہ کوئی دوست نہیں پایا۔

وَ وَاوُ الْقَسَمِ وَهِيَ تُخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ نَحْوُ وَاللّٰهِ وَالرَّحْمٰنِ لَاَضْرِبَنَّ فَلا يُقَالُ وَكَ وَتَاءُ الْقَسَمِ وَهِيَ تُخْتَصُّ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ فَلا يُقَالُ تَالرَّحْمٰنِ وَقَوْلُهُمْ تَرَبِّ الْكَعْبَةِ شَاذٌّ.

ترجمہ: اوران حروف جارہ میں سے واوِ قسم ہے اور وہ اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہوتی ہے جیسے واللّٰه والرحمٰن لا ضربن پس نہیں کہا جاتا وک اوران میں سے تاءِ قسم ہے اور وہ فقط لفظ اللہ کے ساتھ مختص ہوتی ہے پس نہیں کہا جائے گا تا لرحمٰن اوران کا قول ترب الكعبة شاذ ہے۔

تشریح: **(۹) واؤ القسم:** نواں حرف جر واؤ قسم ہے یہ اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہے یعنی اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتی۔ پھر اسم ظاہر عام ہے خواہ لفظِ اللّٰه ہو یا اس کا غیر ہو۔ لفظِ اللّٰه ہو جیسے واللّٰهِ لاضربنّ اور لفظ اللہ کا غیر ہو جیسے والرحمٰن لاَضْربن.

فلا يقال الخ. یہ وهی تختص پر تفریع ہے چونکہ واؤ قسم اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہے اور اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتی اس لئے وَکَ کہنا جائز نہیں۔

(۱۰) تاء القسم: دسواں حرف جر تاء قسم ہے اور وہ لفظِ اللّٰه کے ساتھ مختص ہے یعنی لفظ اللّٰه کے غیر پر داخل نہیں ہوتا اور غیر خواہ اسم ظاہر ہو یا اسم ضمیر، یہ جمہور کا مذہب ہے لیکن اخفش نحوی کہتے ہیں کہ تاء قسمیہ لفظ اللّٰه کے علاوہ اسم ظاہر پر بھی داخل ہوتی ہے اور وہ اہل عرب کے مقولہ تربِّ الكعبه سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں تاءِ قسم لفظِ اللّٰه کے غیر یعنی ربّ پر داخل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تاء قسم لفظ اللہ کے غیر پر بھی داخل ہوسکتی ہے لیکن مصنفؒ نے اسکا جواب دیا کہ یہ شاذ ہے جس سے استدلال کرنا غلط ہے۔

وَبَاءُ الْقَسَمِ وَهِيَ تَدْخُلُ عَلَى الظَّاهِرِ وَالْمُضْمَرِ نَحْوُ بِاللّٰهِ وَ بِالرَّحْمٰنِ وَبِكَ وَلَا بُدَّ لِلْقَسَمِ مِنَ الْجَوَابِ وَهِيَ جُمْلَةٌ تُسَمَّى الْمُقْسَمَ عَلَيْهَا.

ترجمہ: ان میں سے باءِ قسم ہے اور اسم ظاہر اور مضمر پر داخل ہوتی ہے جیسے باللّٰه بالرحمن اور بک اور قسم کیلئے جواب قسم ضروری

ہے اور وہ جملہ ہے جس کا مقسم علیہا نام رکھا جاتا ہے۔

تشریح: (۱۱) **باء القسم**: گیارہواں حرف جر باءِ قسم ہے اور باءِ قسم اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے۔ اسم ظاہر عام ہے خواہ لفظ اللّٰه ہو یا اللّٰه کا غیر ہو۔ جیسے بالرحمٰنِ اور اسمِ ضمیر ہو جیسے بکَ۔

ولا بد للقسم الخ. قسم کیلئے جواب قسم کا ہونا ضروری ہے۔ جواب قسم وہ ہے جس پر قسم کھائی جائے جیسے واللّٰه لافعلنّ کذا، اس مثال میں واللّٰہِ قسم ہے اور لافعلنّ کذا جوابِ قسم ہے اور جوابِ قسم ہمیشہ جملہ ہوتی ہے جس کا نام مُقْسَم علیہا رکھا جاتا ہے۔

فَاِنْ كَانَتْ مُوْجَبَةً يَجِبُ دُخُوْلُ اللَّامِ فِي الْاِسْمِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ نَحْوُ وَاللّٰهِ لَزَيْدٌ قَائِمٌ وَ وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا وَاِنَّ فِيْ الْاِسْمِيَّةِ نَحْوُ وَاللّٰهِ اِنَّ زَيْداً لَقَائِمٌ وَاِنْ كَانَتْ مَنْفِيَّةً وَجَبَ دُخُوْلُ مَا وَلا نَحْوُ وَاللّٰهِ مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ وَ وَاللّٰهِ لا يَقُوْمُ زَيْدٌ.

ترجمہ: اگر وہ جملہ مثبتہ ہو تو لام کا داخل ہونا واجب ہے جملہ اسمیہ اور فعلیہ میں جیسے واللّٰه لزیدٌ قائمٌ اور واللّٰه لافعلن کذا اور اسمیہ میں اِنّ جیسے واللّٰه اِنّ زیدا لقائمٌ اور اگر جملہ منفیہ ہو تو ما اور لا کا داخل ہونا واجب ہوگا جیسے واللّٰه ما زید بقائمٍ اور واللّٰه لایقوم زیدٌ۔

تشریح: **فان كانت موجبة الخ.** جوابِ قسم جملہ مثبتہ ہوگا یا جملہ منفیہ، اگر جملہ مثبتہ ہو تو فعلیہ ہوگا یا اسمیہ اگر فعلیہ ہو تو جوابِ قسم پر لام تاکید کا لانا ضروری ہے جیسے واللّٰه لافعلنّ کذا اس میں واللّٰہِ قسم ہے اور لافعلنّ کذا جوابِ قسم ہے جو کہ جملہ مثبتہ فعلیہ ہے اس لئے اس پر لامِ تاکید داخل ہے اور اگر جوابِ قسم جملہ مثبتہ جملہ اسمیہ ہو تو جوابِ قسم میں اِنّ یا لام تاکید کا لانا ضروری ہے جیسے واللّٰه لزیدٌ قائمٌ اس میں واللّٰہِ قسم ہے اور لَزَيْدٌقَائِمٌ جوابِ قسم ہے جو کہ جملہ اسمیہ مثبتہ ہے۔ اسلئے اس پر لام تاکید داخل ہے اور وَاللّٰهِ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ اس میں واللّٰه قسم ہے اور اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ جوابِ قسم ہے جو کہ جملہ اسمیہ مثبتہ ہے اس لیے اس پر اِنَّ داخل ہے۔ پھر کبھی جوابِ قسم پر لام تاکید اور انّ دونوں داخل ہوتے ہیں اور کبھی ایک۔

وان كانت منفية الخ. اور اگر جوابِ قسم جملہ منفیہ ہو (خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ) تو اس وقت مَا یا لا کا لانا ضروری ہے جیسے واللّٰہِ ما زیدٌ بقائم اس میں واللّٰہِ قسم ہے اور ما زیدٌ بقائمٍ جوابِ قسم ہے جو کہ جملہ منفیہ اسمیہ ہے اس لئے اس پر مَا داخل ہے اور واللّٰه لا یقوم زیدٌ اس میں واللّٰہِ قسم ہے اور لا یقوم زیدٌ جوابِ قسم ہے جو کہ جملہ منفیہ فعلیہ ہے اس لئے اس پر لَا داخل ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ جوابِ قسم تین حال سے خالی نہیں (۱) جوابِ قسم جملہ فعلیہ مثبتہ ہو تو اس صورت میں جوابِ قسم پر لام تاکید لانا ضروری ہے (۲) جوابِ قسم جملہ اسمیہ مثبتہ ہو تو اس صورت میں جوابِ قسم پر لام تاکید یا اِنّ (مکسورہ) لانا ضروری ہے (۳) جوابِ قسم جملہ منفیہ ہو خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو تو اس صورت میں جوابِ قسم پر لاَ یا مَا لانا ضروری ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّهُ قَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النَّفْيِ لِزَوَالِ اللَّبْسِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ اَىْ لا تَفْتَؤُ

وَيُحْذَفُ جَوَابُ الْقَسَمِ اِنْ تَقَدَّمَ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَاللّٰهِ اَوْ تَوَسَّطَ الْقَسَمُ نَحْوُ زَيْدٌ وَاللّٰهِ قَائِمٌ.

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ شان یہ ہے کہ کبھی کبھی التباس کے زائل ہونے کی وجہ سے حرف نفی حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ تاللّٰہ تفتؤ تذکر یوسف ای لا تفتؤ اور حذف کر دیا جاتا ہے جواب قسم اگر وہ چیز جو اس پر دلالت کرتی ہے مقدم ہو جیسے زید قائم واللّٰہ یا قسم درمیان میں آجائے جیسے زید واللّٰہ قائمٌ۔

تشریح: **واعلم انّه قد یحذف حرف اللفی الخ.** کبھی جوابِ قسم سے حرف نفی کو حذف کر دیا جاتا ہے جس وقت کہ منفی کا مثبت کے ساتھ التباس کا خوف نہ ہو (اور منفی مضارع ہو) جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''تاللّٰہِ تفتؤ تذکرُ یوسفَ'' اس میں تفتؤ جوابِ قسم ہے جس سے حرف نفی کو حذف کر دیا گیا ہے اصل میں لا تفتؤ تھا، لا کو اس لئے حذف کیا گیا کہ یہاں منفی کا مثبت کے ساتھ التباس کا خطرہ نہیں۔ اس لئے کہ فعل مضارع مثبت ہے جب جوابِ قسم فعل مضارع مثبت ہو تو اس پر لام تاکید کا لانا ضروری ہے لیکن یہاں لامِ تاکید نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مثبت نہیں بلکہ منفی ہے اور حرف نفی محذوف ہے۔

ویحذف جواب القسم الخ. اور کبھی پورے جوابِ قسم کو حذف کر دیا جاتا ہے جبکہ قسم سے مقدم کوئی ایسا جملہ ہو جو جوابِ قسم پر دلالت کرے جیسے زیدٌ قائمٌ واللّٰہِ اس کی تقدیر واللّٰہِ لزیدٌ قائمٌ ہے. چونکہ یہاں قسم سے پہلے زیدٌ قائمٌ ایسا جملہ ہے جو جوابِ قسم پر دلالت کر رہا ہے اس لئے جوابِ قسم کو حذف کر دیا گیا۔ پہلے جملہ کو دال بر جواب قسم کہا جاتا ہے۔

اوتوسّط القسم الخ. یا قسم ایسے جملے کے درمیان واقع ہو جو جوابِ قسم پر دلالت کرے تو اس وقت بھی جوابِ قسم کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے زیدٌ واللّٰہِ قائم اس کی تقدیر واللّٰہِ لَزید قائمٌ ہے چونکہ یہاں بھی قسم ایسے جملے کے درمیان واقع ہوئی ہے جو جوابِ قسم پر دال ہے۔ اس لئے یہاں بھی جوابِ قسم کو حذف کر دیا گیا۔

وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَةِ نَحْوُ رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ اِلَى الصَّيْدِ.

ترجمہ: اور عن مجاوزۃ کیلئے ثابت ہے جیسے رمیت السھم عن القوس الی الصید.

تشریح: **وعن للمجاوزة الخ.** (۱۲) بارہواں حرف جار عَنْ ہے اور یہ مجاوزۃ کیلئے آتا ہے یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی چیز میرے مدخول سے گذر گئی اور دور ہوگئی جیسے ''رمیتُ السھم عن القوس الی الصید'' اس میں عن نے اس بات پر دلالت کی کہ سہم (تیر) میرے مدخول یعنی قوس سے (کمان) گذر گیا اور دور ہو گیا۔

وَعَلٰى لِلْاِسْتِعْلَاءِ نَحْوُ زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ وَقَدْ يَكُوْنُ عَنْ وَعَلٰى اِسْمَيْنِ اِذَا دَخَلَ عَلَيْهِمَا مِنْ كَمَا تَقُوْلُ جَلَسْتُ مِنْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَنَزَلْتُ مِنْ عَلَى الْفَرَسِ.

ترجمہ: اور علی استعلاء کیلئے ثابت ہے جیسے زید علی السطح اور کبھی عن اور علی اسم ہوتے ہیں جب ان پر من داخل ہو جیسا کہ تو کہے گا جلست من عن یمینهٖ اور نزلت من علی الفرس (میں اس کی دائیں جانب بیٹھا اور میں گھوڑے کی پیٹھ سے اترا)

تشریح: (۱۳) **علی للاستعلاء**: تیرہواں حرف جر علیٰ ہے اور یہ استعلاء کیلئے آتا ہے یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی چیز میرے مدخول کے اوپر ہے، خواہ یہ استعلاء حقیقی ہو جیسے **زیدٌ علی السطح** اس میں علیٰ نے اس بات پر دلالت کی کہ زید میرے مدخول یعنی چھت پر ہے اور زید حقیقۃً چھت کے اوپر ہے اور خواہ یہ استعلاء حکمی ہو جیسے **علیه دَینٌ** (اس پر قرضہ ہے) قرضہ حکمی طور پر بندہ کے اوپر ہوتا ہے حقیقۃً نہیں۔

وقد یکون عن وعلی اسمین الخ. اور کبھی عن اور علیٰ دونوں اسم ہوتے ہیں۔ جب ان پر من جارہ داخل ہو گویا کہ ان پر مِنْ جارہ کا داخل ہونا ان کے اسم ہونے کی علامت ہوتا ہے اس وقت عن جانب کے معنی میں ہوتا ہے جیسے **جلستُ مِن عن یمینهٖ** یعنی **جلست من جانب یمینهٖ** اور علیٰ **فوق** کے معنی میں ہوتا ہے جیسے **نزلت من علی الفرس** یعنی **نزلت من فوق الفرس**۔

وَالْکَافُ لِلتَّشْبِیْهِ نَحْوُ زَیْدٌ کَعَمْرٍو وَزَائِدَةً کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ.

ترجمہ: اور کاف تشبیہ کیلئے ثابت ہے جیسے **زید کعمرٍو** (زید عمر کی مانند و مشابہ ہے) اور زائدہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لیس کمثله شیءٌ**۔

تشریح: (۱۴) **الکاف للتشبیه**: چودہواں حرف جر کاف تشبیہ ہے اور کاف تشبیہ کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ تشبیہ کا معنی ہے ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی وصف میں شریک کرنا، جس کو تشبیہ دی جائے اس کو مشبَّہ اور جس کے ساتھ تشبیہ دی جائے اس کو مشبَّہ بہ ہے اور جس حرف کے ذریعے تشبیہ دی جائے اس کو حرف تشبیہ اور جس وصف میں تشبیہ دی جائے اس کو وجہِ تشبیہ کہتے ہیں جیسے **زیدٌ کعمرٍ** اس میں زید **مشبَّه** اور عمر مشبّہ بہ اور **کاف** حرف تشبیہ اور جس وصف میں تشبیہ دے گئی ہے مثلاً شجاعت وغیرہ میں، تو یہ وجہ تشبیہ ہے

وزائدة: اور کبھی کاف زائدہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''**لیس کمثلهٖ شیءٌ**'' اس میں **کاف** زائدہ ہے ورنہ معنی فاسد ہو جائے گا۔

وَقَدْ تَکُوْنُ اِسْمًا کَقَوْلِ الشَّاعِرِ (ع) یَضْحَکْنَ عَنْ کَالْبَرَدِ الْمُنْهَمِّ.

ترجمہ: اور کبھی کبھار کاف اسم ہوتا ہے جیسے شاعر کا کہنا۔ **یضحکن عن کالبردِ الخ**۔

تشریح: **وقد تکون اسمًا الخ.** اور کاف حرف جار کبھی اسم ہوتا ہے جب اس پر حرف جر داخل ہو اس وقت **کاف مثل** کے معنی میں ہوتا ہے جیسے شاعر کا شعر ہے۔

یضحکن عنْ کالبردِ المنهمّ

یعنی **یضحکن عن اسنان مثل البرد المنهمّ، البرد** بمعنی **اوله، المنهمّ** بمعنی پگھلا ہوا۔

شعر کا معنی: وہ ہنستی ہیں ایسے دانتوں سے جو لطافت میں پگھلے ہوئے اولے کی طرح ہیں۔

وَمُذْ وَمُنْذُ لِلزَّمَانِ اِمَّا لِلْاِبْتِدَاءِ فِي الْمَاضِيْ كَمَا تَقُوْلُ فِيْ شَعْبَانَ مَا رَأَيْتُهُ مُذْ رَجَبَ اَوْ لِلظَّرْفِيَّةِ فِيْ الْحَاضِرِ نَحْوُ مَا رَأَيْتُهُ مُذْ شَهْرِنَا وَمُنْذُ يَوْمِنَا اَيْ فِيْ شَهْرِنَا وَفِيْ يَوْمِنَا.

ترجمہ: اور مذ ومنذ زمان کیلئے ہیں یا تو زمانہ ماضی میں ابتداء کیلئے ہیں جیسا کہ تو کہے شعبان میں ما رأیتهٗ مذ رجب یا ظرفیت کیلئے حاضر میں جیسے ما رأیتهٗ مذ شهرنا ومنذ یومنا یعنی فی شهرنااورفی یومنا.

تشریح:

(۱۵،۱۶) مذ ومنذ: پندرہواں حرف جر مذؔ ہے اور سولہواں حرف جر منذُ ہے۔ مذ ومنذ دونوں زمان کیلئے آتے ہیں پھر یا تو (۱) زمانہ ماضی میں فعل کی ابتدائی مدت بتانے کیلئے آتے ہیں جیسے شعبان کے مہینے میں تُو کہے ''ما رأیتهٗ مذ رجبَ''، یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی ابتدائی مدت رجب کا مہینہ ہے (۲) یا زمانہ موجود میں ظرفیت محضہ کیلئے آتے ہیں یعنی کام کی تمام مدت کو زمانہ موجودہ میں بتانے کیلئے آتے ہیں یعنی یہ بتاتے ہیں کہ فعل کا تمام زمانہ یہی موجودہ زمانہ ہے جیسے مارأیتهٗ مذ شهرنا یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی پوری مدت موجودہ مہینہ ہے۔ اورما رأیتهٗ مذیومنا میرے اس کو نہ دیکھنے کی پوری مدت آج کا دن ہے۔

وَخَلا وَعَدَا وَحَاشَا لِلْاِسْتِثْنَاءِ نَحْوُ جَاءَ نِی الْقَوْمُ خَلا زَيْدٍ وَحَاشَا عَمْرٍو وَعَدَا بَكْرٍ.

ترجمہ: اورخلااورعدااورحاشااستثناء کیلئے ثابت ہیں۔ جیسے جآءَ نی القوم خلا زید و حاشا عمرٍو وعدا بکرٍ۔

تشریح: خلا وعدا وحاشا الخ. خلااور عدااور حاشا استثناء کیلئے آتے ہیں یعنی مابعد کو ماقبل کے حکم سے خارج کرنے کیلئے آتے ہیں جیسے جاءنی القوم خلا زیدٍ وعدا عمروٍ و حاشا بکرٍ، یعنی ساری قوم میرے پاس آئی سوائے زید، عمرو اور بکر کے۔

فائدہ: (۱) خلا، عدا، حاشا ان تینوں کی دو حیثیتیں ہیں (۱) کبھی بطور فعل کے استعمال ہوتے ہیں اس وقت ان کا فاعل ان میں ضمیر ہوتی ہے اور ان کا مابعد مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے (۲) کبھی بطور حرف جر کے استعمال ہوتے ہیں اس وقت ان کا مابعد مجرور ہوتا ہے اور ان کے اندر کوئی ضمیر نہیں ہوتی۔ (۲) اور عن علیٰ کاف، مذاور منذ کبھی بطورِ حرف جر استعمال ہوتے ہیں اور کبھی بطورِ اسم، (۳) باقی گیارہ حروف صرف بطورِ حرف جر ہی استعمال ہوتے ہیں۔

فصلٌ: اَلْحُروفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ سِتَّةٌ اِنَّ وَاَنَّ وَكَاَنَّ وَلٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ هٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ تَنْصِبُ الْاِسْمَ وَتَرْفَعُ الْخَبَرَ كَمَا عَرَفْتَ نَحْوُ اِنَّ زَيْداً قَائِمٌ وَقَدْ يَلْحَقُهَا مَا الْكَافَّةُ فَتَكُفُّهَا عَنِ الْعَمَلِ وَحِيْنَئِذٍ تَدْخُلُ عَلَى الْاَفْعَالِ تَقُوْلُ اِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ.

ترجمہ: حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں اِنّ اَنَّ الخ یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع دیتے ہیں

جیسا کہ تو نے پہچانا (مرفوعات کی بحث میں) جیسے اِنّ زیدا قائمٌ اور کبھی کبھار ان کو ما کافہ لاحق ہوتا ہے پس وہ ان کو عمل سے روک دیتا ہے اور اس وقت وہ افعال پر داخل ہوتے ہیں تو کہے گا انما قائم زَیْدٌ۔

تشریح: فصل الحروف المشبھة بالفعل الخ. حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں۔اِنّ، اَنّ، کانّ، لکنّ، لیت و لعلّ،ان کو حروف مشبہ بالفعل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لفظاً ومعنیً وعملاً ہر تین لحاظ سے فعل کے مشابہ ہوتے ہیں۔لفظاً مشابہت اس طرح ہے کہ فعل ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے اسی طرح ان میں سے بھی بعض حروف ثلاثی ہیں اور بعض حروف رباعی ہیں اور جس طرح فعل ماضی مبنی برفتحہ ہوتا ہے اور اسی طرح یہ بھی مبنی برفتحہ ہوتے ہیں اور معناً مشابہت اس طرح ہے کہ ان میں فعل کا معنی پایا جاتا ہے جیسے اِنّ اور اَنّ بمعنی حققْتُ، کانّ بمعنی شبّھتُ، لکنّ بمعنی استدرکتُ، لیت بمعنی تمنّیتُ اور لعلّ بمعنی ترجّیتُ ہیں اور عملاً مشابہت اس طرح ہے کہ جس طرح فعل متعدی ایک اسم کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی ایک اسم کو رفع اور دوسرے اسم کو نصب دیتے ہیں البتہ یہ فعل کا فرعی عمل کرتے ہیں، فعل کا اصلی عمل یہ ہے کہ اسم مرفوع مقدم ہو اور منصوب مؤخر جبکہ فرعی عمل اس کے برعکس ہے۔

ھذه الحروف تدخل علی الجملة الاسمیة الخ. یہ حروف جملہ اسمیہ یعنی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں۔ مبتدا کو نصب دیتے ہیں اس کو انّ کا اسم کہتے ہیں اور خبر کو رفع دیتے ہیں اس کو انّ کی خبر کہتے ہیں جیسے انّ زیداً قائمٌ اس میں انّ نے زید کو نصب دیا جو اس کا اسم ہے اور قائمٌ کو رفع دیا جو اس کی خبر ہے۔

وقد یلحقھا ما الکافة: اور کبھی ان حروف کے ساتھ مَا کافہ لاحق ہوجاتا ہے جو ان کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے۔اس وقت یہ جملہ اسمیہ پر بھی داخل ہوتے ہیں جیسے انّما انا بشرٌ مثلکم اور جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہوتے ہیں جیسے انّما قام زیدٌ اس میں انّما، قام زید جملہ فعلیہ پر داخل ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِنّ الْمَكْسُوْرَةَ الْهَمْزَةَ لا تُغَيِّرُ مَعْنَى الْجُمْلَةِ بَلْ تُؤَكِّدُهَا وَاَنَّ الْمَفْتُوْحَةَ الْهَمْزَةَ مَعَ مَا بَعْدَهَا مِنَ الْاِسْمِ وَالْخَبَرِ فِيْ حُكْمِ الْمُفْرَدِ.

ترجمہ: اور جان لیجیے کہ اِنَّ (المکسورة الھمزة) جملہ کے معنی کو تبدیل نہیں کرتا بلکہ اس کو پختہ کرتا ہے اور اَنّ (المفتوحة الھمزة) اپنے مابعد یعنی اسم وخبر کے ساتھ ملکر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے۔

تشریح: واعلم الخ. یہاں سے مصنفؒ اِنّ اور اَنّ کے درمیان فرق کو بیان کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اِنّ مکسورہ جملے کے معنی کو تبدیل نہیں کرتا بلکہ اس کو مؤکد اور پختہ کردیتا ہے جیسے اِنّ زیدًا قائمٌ،اس جملہ نے وہی فائدہ دیا جو زید قائم نے دیا اور اس کے ساتھ ساتھ تاکید کا فائدہ بھی دیا جبکہ اَنّ مفتوحہ اپنے مابعد یعنی اسم وخبر کے ساتھ ملکر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اور جملہ کو مفرد کے حکم میں کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خبر کے مصدر کو اسم کی طرف مضاف کردیں۔جیسے بلغنی انّ زیداً قائم یعنی بلغنی قیامُ زید

وَلِذَالِکَ یَجِبُ الْکَسْرُ اِذَا کَانَ فِیْ اِبْتِدَاءِ الْکَلامِ نَحْوُ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَبَعْدَ الْقَوْلِ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَۃٌ وَبَعْدَ الْمَوْصُوْلِ نَحْوُ مَا رَأَیْتُ الَّذِیْ اِنَّهٗ فِی الْمَسَاجِدِ وَاِذَا کَانَ فِیْ خَبَرِهَا اللَّامُ نَحْوُ اِنَّ زَیْداً لَقَائِمٌ.

ترجمہ: اوراسی وجہ سے کسرہ واجب ہوتا ہے جب ابتداء کلام میں ہوجیسے ان زیدا قائمٌ اورقول کے بعد جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَۃٌ اورموصول کے بعد جیسے مَا رَأَیْتُ الَّذِیْ اِنَّهٗ فِی الْمَسَاجِدِ اورجس وقت اس کی خبر میں لام ہوجیسے اِنَّ زَیْداً لَقَائِمٌ.

تشریح: قوله ولذلک الخ. یہ ماقبل پرتفریع ہے فرماتے ہیں کہ چونکہ اِنّ مکسورہ جملہ کے معنی کوتبدیل نہیں کرتا۔اس لئے موضع جملہ میں اِنّ واقع ہوگا یعنی جہاں جملہ لانا مناسب ہووہاں اِنّ مکسورہ ہوگا۔مصنفؒ نے انّ مکسورہ کے چار مواضع بیان کیے ہیں۔

(۱) جب کلام کے شروع میں واقع ہوتوانّ مکسورہ ہوگا اس لئے کہ ابتدائے کلام موضع جملہ میں واقع ہوتا ہے جیسے انّ زیداً قائمٌ۔

(۲) جب قول یااس کے مشتقات کے بعد واقع ہوتواِنّ ہوگا اس لئے کہ اس کے بعد مقولہ ہوتا ہے جو ہمیشہ جملہ ہوتا ہے اورموضع جملہ میں اِنّ مکسورہ ہوتا ہے جیسے یقول اِنّها بقرۃٌ۔

(۳) جب موصول کے بعد واقع ہوتواِنّ مکسورہ ہوگا اس لئے کہ اس کے بعد صلہ ہوتا ہے جو ہمیشہ جملہ ہوتا ہے اورموضع جملہ میں اِنّ مکسورہ واقع ہوتا ہے جیسے مارأیت الذی اِنّه فی المساجد۔

(۴) جب اس کی خبر پر لام داخل ہوتو بھی اِنّ مکسورہ ہوگا۔اس لئے کہ لام تاکید جملہ کے معنی کی تاکید کیلئے آتا ہے جیسے انّ زیداً لَقائمٌ۔

فائدہ: انّ مکسورہ کے اس کے علاوہ بھی مواضع ہیں

وَیَجِبُ الْفَتْحُ حَیْثُ یَقَعُ فَاعِلاً نَحْوُ بَلَغَنِیْ اَنَّ زَیْداً قَائِمٌ وَحَیْثُ یَقَعُ مَفْعُوْلاً نَحْوُ کَرِهْتُ اَنَّکَ قَائِمٌ وَحَیْثُ یَقَعُ مُبْتَدأً نَحْوُ عِنْدِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ وَحَیْثُ یَقَعُ مُضَافًا اِلَیْهِ نَحْوُ عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ اَنَّ بَکْراً قَائِمٌ وَحَیْثُ یَقَعُ مَجْرُوْراً نَحْوُ عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ بَکْراً قَائِمٌ وَبَعْدَ لَوْ نَحْوُ لَوْ اَنَّکَ عِنْدَنَا لَاَکْرَمْتُکَ وَبَعْدَ لَوْ لا نَحْوُ لَوْ لا اَنَّهٗ حَاضِرٌ لَغَابَ زَیْدٌ.

ترجمہ: اورفتح واجب ہوگی جب کہ فاعل واقع ہورہا ہوجیسے بَلَغَنِیْ اَنّ زیداً قَائِمٌ اورجس جگہ مفعول واقع ہورہا ہوجیسے کَرِهْتُ اَنَّکَ قَائِمٌ اور جہاں مبتداء واقع ہورہا ہوجیسے عِنْدِیْ اَنَّکَ قَائمٌ اورجس جگہ مضاف الیہ واقع ہورہا ہوجیسے عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ اَنّ بَکْراً قَائِمٌ اورجس جگہ مجرور واقع ہورہا ہوجیسے عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ بَکْراً قَائِمٌ اورلو کے بعد جیسے لَو اَنَّکَ عِنْدَنَا لَاَکْرَمْتُکَ اور لَو لا کے بعد جیسے لَو لا اَنَّهٗ حَاضِرٌ لَغَابَ زَیْدٌ.

تشریح: ویجب الخ. شارحؒ یہاں سے اَنّ مفتوحہ کے مواضع[1] بیان فرمارہے ہیں۔مصنفؒ نے اَنّ مفتوحہ کے سات مواضع بیان کیے ہیں۔

---

[1] اور یہ اذ جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے۔۱۲

(۱) جس جگہ انّ فاعل واقع ہو یعنی جس جگہ اَنّ اپنے اسم وخبر سے ملکر فاعل بنے جیسے بلغنی اَنّ زیداً قائم اس مثال میں بلغنی فعل ہے اور اَنّ زیداً قائم مفرد کی تاویل میں ہوکر بلغ کا فاعل ہے تو تقدیر عبارت یوں ہوگی بلغنی قیامُ زیدٍ،

(۲) جس جگہ اَن مفعول واقع ہو یعنی جس جگہ اَن اپنے اسم وخبر سے ملکر مفعول بنے جیسے کرھت انّک قائم۔ اَن اپنے اسم وخبر کے ساتھ ملکر کرھت کا مفعول بہ بن رہا ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے کرھتُ قیامَک۔

(۳) جس جگہ اَنّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مبتدا بنے جیسے عندی انّک قائم، اس مثال میں اَن اپنے اسم وخبر کے ساتھ ملکر عندی کا مبتدا بن رہا ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے عندی قیامُک،

(۴) جس جگہ اَنّ مضاف الیہ واقع ہو یعنی جس جگہ اَن اپنے اسم وخبر سے ملکر مضاف الیہ بنے جیسے عجبتُ من طول ان بکرا قائم، اس مثال میں اَنّ اپنے اسم وخبر کے ساتھ ملکر مفرد کی تاویل میں ہوکر طول مضاف کا مضاف الیہ بن رہا ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے عجبتُ من طول قیامِ بکرٍ۔

(۵) جس جگہ اَنّ مجرور واقع ہو یعنی اَنّ اپنے اسم وخبر کے ساتھ ملکر مجرور بنے جیسے عجبتُ من اَنّ بکراً قائم، اس مثال میں انّ اپنے اسم وخبر کے ساتھ ملکر مفرد کی تاویل میں ہوکر مِن کا مجرور بن رہا ہے یعنی عجبت من قیام بکرٍ، ان پانچ مواضع میں اَنّ مفتوحہ اس لئے ہوتا ہے کہ فاعل اور مفعول اور مبتدا اور مضاف الیہ ومجرور یہ سب مفرد ہیں اور موضع مفرد میں اَنّ مفتوحہ ہی پڑھا جاتا ہے۔

(۶) لَو کے بعد اَنّ مفتوحہ پڑھنا واجب ہے لَو انّک عندنا لاکرمنّک، اس میں اَنّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مفرد کی تاویل میں ہوکر فاعل ہے۔ فعل محذوف ثَبَتَ کا، فعل اپنے فاعل سے ملکر شرط ہے اور لاکرمنّک جزاء ہے۔

(۷) لولا کے بعد اَنّ مفتوحہ واجب ہے اس لئے کہ لَولا کی دو قسمیں ہیں (۱) لولا امتناعیہ (۲) لولا تحضیضیہ۔

لولا تحضیضیہ: کے بعد بھی اَنّ مفتوحہ ہوتا ہے جیسے لولا اَنّی معاذ لک زعمت یعنی لولا زعمت انّی معاذ لک اس مثال میں اَنّی معاذ لک زعمت کا مفعول بہ ہے۔ اور موضع مفرد میں اَن مفتوحہ ہوتا ہے۔ اور

لولا امتناعیہ: کے بعد بھی اَن مفتوحہ ہوتا ہے اس لئے کہ لولا کے بعد مبتدا ہوتا ہے جو کہ مفرد ہے۔ اسلئے اس کے بعد بھی اَن مفتوحہ ہوگا جیسے لولا انہ حاضر لغاب زیدٌ (اگر وہ حاضر نہ ہوتا تو زید غائب ہو جاتا) اِن مکسورہ اور اَن مفتوحہ کے مواضع تو کافی ہیں البتہ ان کے بارے میں اصول یہی ہے کہ موضع جملہ میں اِن مکسورہ ہوگا اور موضع مفرد میں اَن مفتوحہ، فافھم۔

وَيَجُوْزُ الْعَطْفُ عَلٰى اِسْمِ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةِ بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ بِاِعْتِبَارِ الْمَحَلِّ وَاللَّفْظِ مِثْلُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو وَعَمْرًا.

ترجمہ: اور اِنّ (المکسورۃ) کے اسم پر رفع اور نصب کے ساتھ عطف جائز ہوگا محل کے اعتبار سے اور لفظ کے اعتبار سے جیسے ان زیدا قائمٌ و عمرٌو وعمروًا۔

---

[1] عَلم میں عَلمِ مفرد جیسے زید، عَلمِ مرکب جیسے عبدالرحمٰن، کنیت ابوعمار، لقب جیسے صدیق، فاروق، غنی اور تخلص جیسے سعدی سب آ گئے۔

تشریح: ویجوز العطف الخ. چونکہ اِنّ مکسورہ جملہ کے معنی کوتبدیل نہیں کرتا بلکہ اسے مؤکد کرتا ہے اسلئے اِن مکسورہ کے اسم پر دوسرے اسم کا عطف رفع اور نصب کے ساتھ جائز ہے یعنی انّ کے اسم کے معطوف پر رفع اور نصب دونوں جائز ہیں۔ رفع اسم کے محل پر عطف کرتے ہوئے جائز ہے اسلئے کہ اس کا اسم اصل میں مبتدا تھا جو کہ محل رفع میں ہوتا ہے اور نصب اسم کے لفظ پر عطف کرتے ہوئے جائز ہے۔ اس لئے اس کا اسم لفظاً منصوب ہوتا ہے جیسے انّ زیداً قائم و عمروٌ و عمراً یعنی معطوف عمرو کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے

وَاعْلَمْ اَنَّ اِنَّ الْمَکْسُوْرَۃَ یَجُوْزُ دُخُوْلُ اللَّامِ عَلٰی خَبَرِھَا وَقَدْ تُخُفُّفُ فَیَلْزَمُھَا اللَّامُ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِنْ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ وَحِیْنَئِذٍ یَجُوْزُ اِلْغَاؤُھَا کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ.

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ اِنَّ (المکسورۃ) اس کی خبر پر لام کا داخل ہونا جائز ہوتا ہے اور کبھی کبھی وہ مخففہ ہوتا ہے تو اس کو لام لازم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وان کلا لما لیوفینھم اور اس وقت اس کو لغو کرنا جائز ہوگا اور جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد وان کل لما جمیع لدینا محضرون.

تشریح: واعلم اَنّ اِنّ الخ. اِنّ مکسورہ کی خبر پر لام ابتدائیہ داخل کرنا جائز ہے اس لئے کہ لام جملہ کے معنی کی تاکید کیلئے آتا ہے اور انّ مکسورہ بھی اپنے اسم اور خبر سے ملکر جملہ ہوتا ہے جیسے اَنّ زیداً لَقائم۔ لیکن انّ مفتوحہ کی خبر پر لام ابتدائیہ داخل کرنا جائز نہیں

وقد تخفف الخ. کبھی انّ مکسورہ کو مخفّفہ بنادیا جاتا ہے۔ تخفیف کے بعد اس کی صورت اِنْ نافیہ جیسی ہوجاتی ہے اس لئے اِن مخففہ اور اِن نافیہ کے درمیان فرق کرنے کیلئے اس کی خبر پر لام ابتداء کا داخل کرنا ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وان کلًّا لما لیُوفینّھم اس میں ان مخففہ من المثقلہ ہے اور کلاً اسکا اسم ہے اور منصوب ہے لیوفینّھم یہ جواب قسم ہے قسم محذوف کی، اور اس پر جو لام داخل ہے یہ جواب قسم کا لام ہے اور لمَا میں مَا پر جو لام داخل ہے یہ ان مخفّفہ اور ان نافیہ کے درمیان فرق کرنے کیلئے ہے اور لما میں مَا زائدہ ہے اس کو اس لئے لایا گیا ہے تاکہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے جو کہ مکروہ ہے۔

وحینئذٍ یجوز الغاؤھا الخ. جب انّ مکسورہ کو ان مخفّفہ بنادیا جائے تو اس وقت الغاء یعنی اس کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "وانْ کلٌ لّما جمیعٌ لدینا محضَرون" اس میں ان مخفّفہ من المثقّلہ ہے اور اس کے عمل کو باطل کردیا گیا ہے اس لئے کلٌّ مرفوع ہے اور اگر اس کے عمل کو باطل نہ کرتے تو کلّ مرفوع نہ ہوتا، بلکہ منصوب ہوتا۔

وَیَجُوْزُ دُخُوْلُھَا عَلَی الْاَفْعَالِ عَلَی الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ نَحْوُ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِہٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ وَاِنْ نَظُنُّکَ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ.

ترجمہ: اور اس کا ان افعال پر داخل ہونا جائز ہے جو افعال مبتداء خبر پر داخل ہونے والے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وان کنت من قبلہ لمن الغافلین وان نظنک لمن الکٰذِبین.

تشریح: **ویجوز دخولها الخ.** جب انّ مکسورہ کو ان مخفّفہ بنادیا جائے تو اس کا ان افعال پر داخل[۲] ہونا بھی جائز ہے جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں جیسے افعال ناقصہ اور افعال قلوب جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "وان کنتَ من قبلہٖ لمن الغافلین" (تحقیق آپ اس سے قبل بے خبر لوگوں میں سے تھے) اس مثال میں اِنْ مخفّفہ فعل ناقص کنتَ پر داخل ہے۔ اور جیسے "وان نظنّک لمن الکٰذبین" (تحقیق ہم تمہیں جھوٹے لوگوں میں سے گمان کرتے ہیں) اس مثال میں ان مخفّفہ فعل قلوب پر داخل ہے اور یاد رکھیں کہ اس صورت میں بھی لام تاکید کا دخول ضروری ہے جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْ الْمَفْتُوحَةَ قَدْ تُخَفَّفُ فَحِيْنَئِذٍ يَجِبُ اِعْمَالُهَا فِيْ ضَمِيْرِ شَانٍ مُقَدَّرٍ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنْ زَيْدٌ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنْ قَدْ قَامَ زَيْدٌ.

ترجمہ: اور اسی طرح کبھی کبھی اَن (المفتوحۃ) مخفّفہ ہوتا ہے پس اس وقت اس کا ضمیر شان مقدر میں عمل کرنا واجب ہوگا پس وہ جملہ پر داخل ہوگا اسمیہ ہو جیسے بلغنی ان زید قائمٌ یا فعلیہ جیسے بلغنی ان قد قام زید.

تشریح: **وکذٰلک الخ.** انّ مکسورہ کی طرح انّ مفتوحہ کو بھی کبھی کبھی مخفّفہ بنادیا جاتا ہے اس وقت اَن مخفّفہ کا ضمیر شان مقدر میں عمل کرنا واجب ہوتا ہے اور ضمیر شان مقدر اس کا اسم بنتی ہے اور جو جملہ اس ضمیر شان کی تفسیر کرتا ہے وہ اس کی خبر بنتا ہے جب انّ مفتوحہ کو مخفّفہ بنادیا جائے تو چونکہ اس وقت یہ ضمیر شان مقدر میں عمل کرتا ہے اس لئے یہ مطلق جملہ پر داخل ہوتا ہے خواہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ، جملہ اسمیہ ہو جیسے بلغنی اَنْ زیدٌ قائمٌ اصل میں بلغنی انہ زید قائم تھا اور جملہ فعلیہ ہو جیسے بلغنی اَنْ قد قام زیدٌ، اصل میں بلغنی انہ قد قام زید تھا۔ پھر جملہ فعلیہ بھی عام ہے خواہ وہ فعل مبتدا خبر پر داخل ہونے والا جیسے افعال ناقصہ، افعال قلوب وغیرہ یا عام فعل ہو۔

وَيَجِبُ دُخُوْلُ السِّيْنِ اَوْ سَوْفَ اَوْ قَدْ اَوْ حَرْفِ النَّفْيِ عَلَى الْفِعْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى وَالضَّمِيْرُ الْمُسْتَتَرُ اِسْمُ اَنَّ وَالْجُمْلَةُ خَبَرُهَا.

ترجمہ: اور سین یا سوف یا قد یا حرف نفی کا فعل پر داخل ہونا واجب ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے علم ان سیکون منکم مرضیٰ وضمیر مستتر اَنّ کا اسم اور جملہ اسکی خبر ہوگا۔

تشریح: **ویجب دخول السین الخ.** جب انّ مفتوحہ کو ان مخفّفہ بنادیا جائے تو ان مخفّفہ جس فعل پر داخل ہو اس فعل پر سینؔ یا سوف یا قد یا حرف نفی کا لانا ضروری ہے تاکہ ان مخفّفہ اور ان مصدریہ میں التباس لازم نہ آئے کیونکہ یہ حروف اَن مصدریہ کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتے سوائے حرف نفی کے کہ وہ دونوں کے ساتھ جمع ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "علِم ان سیکونُ منکم مرضٰی" اس میں اَن مخفّفہ من المثقلہ ہے۔ ضمیر شان مقدر اس کا اسم ہے اور سیکون منکم مرضٰی جملہ اس کی خبر ہے۔

وَكَاَنَّ لِلتَّشْبِيْهِ نَحْوُ كَاَنَّ زَيْدَانِ الْاَسَدُ وَهُوَ مُرَكَّبٌ مِنْ كَافِ التَّشْبِيْهِ وَاِنَّ الْمَكْسُوْرَةِ وَاِنَّمَا

فُتِحَتْ لِتَقَدُّمِ الْكَافِ عَلَيْهَا تَقْدِيْرُهٗ اِنَّ زَيْدًا كَالْاَسَدِ وَقَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰى نَحْوُ كَاَنْ زَيْدٌ اَسَدٌ.

ترجمہ: اور کانّ تشبیہ کیلئے ثابت ہے جیسے کانّ زیدان الاسدُ اور وہ کاف تشبیہ اور انّ سے مرکب ہے اور جزاین نیست فتح دیا گیا بوجہ مقدم ہونے کاف کے اس پر اس کی اصل اِنَّ زَیْداً کَالْاَسَدِ ہے اور کبھی کبھار مخفف بنایا جاتا ہے پس عمل سے لغو ہو جاتا ہے جیسے کَاَنّ زَیْدٌ اَسَدٌ.

تشریح: کانّ للتشبیه الخ. کانّ انشاءِ تشبیہ کیلئے آتا ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دینے کیلئے آتا ہے جیسے کانّ زیدَنِ الاسدُ اور کانّ مرکب ہے کاف تشبیہ اور انّ مکسورہ سے۔

وانما فتحت الخ. یہاں سے ایک سوالِ مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال: کی تقریر یہ ہے کہ جب کانّ کاف تشبیہ اور انّ مکسورہ سے مرکب[1] ہے تو اسے کَاِنّ، اِنّ کو مکسورۃ الہمزہ پڑھنا چاہیے نہ کہ مفتوحۃ الہمزہ حالانکہ اسے کَانّ مفتوحۃ الہمزہ پڑھا جاتا ہے۔

جواب: چونکہ کاف حرفِ جر اس سے مقدم ہے اور حرف جر کے بعد انّ مفتوحہ ہوتا ہے نہ کہ انّ مکسورہ، اس لئے ہمزہ کو فتحہ دیا گیا اگرچہ معنًی انّ مکسورہ ہی ہے جیسے کَاَنَّ زیدنِ الاسدُ کی تقدیر اِنّ زیداً کالاسد ہے۔ کاف کو شروع میں لے آئے تاکہ شروع میں ہی سے انشاءِ تشبیہ معلوم ہو جائے۔

وقد تخفّف الخ. کبھی کانّ کو مخففہ بنا دیا جاتا ہے اس وقت یہ ملغٰی ہوگا یعنی اس کا عمل باطل[1] ہو جاتا ہے جیسے کَاَنْ زیدٌ اسدٌ۔

وَلٰكِنَّ لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَيُتَوَسَّطُ بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَغَائِرَيْنِ فِي الْمَعْنٰى نَحْوُ مَا جَآءَنِيْ الْقَوْمُ لٰكِنَّ عَمْرًوا جَاءَ وَغَابَ زَيْدٌ لٰكِنَّ بَكْراً حَاضِرٌ.

ترجمہ: اور لکن استدراک کے لئے ثابت ہے اور ایسی دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو کہ معنی میں متغایر ہوتی ہیں جیسے ماجآءنی القوم لکن عمرواً جاء اور غاب زید لکنّ بکرا حاضر.

تشریح: ولکن للاستدراک الخ. اور لکنَّ استدراک[2] کیلئے آتا ہے۔ یعنی کلامِ سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنے کیلئے آتا ہے مثلاً جب غاب زیدٌ کہا تو اس سے یہ وہم پیدا ہوا چونکہ زید اور بکر کی گہری دوستی ہے پس جب زید غائب ہے تو بکر بھی غائب ہوگا تو لکنّ بکراً حاضر کہہ کر اس وہم کو دور کر دیا۔

ویتوسّط بین کلامین الخ. چونکہ لکنّ استدراک کیلئے آتا ہے یعنی کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنے کیلئے آتا ہے اس لئے یہ ایسے دو جملوں کے درمیان واقع ہوتا ہے جو معنی کے لحاظ سے اثبات اور نفی میں مغایر ہوں یعنی معنی کے لحاظ سے ایک جملہ مثت ہو اور دوسرا منفی خواہ لفظاً مغایر ہوں یعنی ایک جملہ مثبت ہو اور دوسرا منفی یا نہ ہوں (یعنی دونوں جملے مثبت ہوں یا دونوں منفی ہوں) لفظاً مغایر ہوں جیسے ما جاء نی القوم لکنّ عمرًا جاء، اس مثال میں اول جملہ لفظاً و معنًی ہر دو لحاظ سے منفی ہے اور دوسرا جملہ لفظاً و معنًی مثبت ہے۔ اور لفظاً مغایر نہ ہوں جیسے غاب زیدٌ لکنّ بکراً حاضر کہ اس مثال میں دونوں جملے مثبت ہیں لیکن معنًی مغایر ہیں کہ غائب حاضر کی ضد ہے۔

وَيَجُوْزُ مَعَهَا الْوَاوُ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَلٰكِنَّ عَمْرًوا قَاعِدٌ وَقَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰى نَحْوُ مَشٰى زَيْدٌ لٰكِنْ بَكْرٌ عِنْدَنَا.

ترجمہ: اوراس لکن کے ساتھ واؤ جائز ہوتا ہے جیسے قام زید ولکنّ عمرًوا قاعِدٌاور کبھی کبھار ولکن مخفّفہ ہوتا ہے پس لغو ہوجاتا ہے جیسے مشی زید لکن بکر عندنا۔

تشریح: ویجوز معها الواو الخ.

لکنّ استدرا کیہ پر واؤ لانا جائز ہے (خواہ لکن مشدد ہو یا مخفّف) تا کہ لکنّ استدرا کیہ اور لکن عاطفہ کے درمیان فرق ہو سکے اس لئے کہ لکن عاطفہ پر حرف عطف داخل نہیں ہوتا جیسے قام زید و لکن عمراً قاعدٌ (زید قائم ہے اور لیکن عمرو قاعد ہے)

وقد تخفّف الخ. کبھی لکنّ استدرا کیہ کو مخفّفہ بنادیا جاتا ہے اس وقت یہ ملغیٰ ہوتا ہے یعنی عمل نہیں کرتا جیسے مشٰی زید لکنْ بکرٌ عندنا۔اس مثال میں لکن ملغیٰ عن العمل ہے لہٰذا بکر مبتدا اور عندنا خبر ہے۔

وَلَيْتَ لِلتَّمَنِّيْ نَحْوُ لَيْتَ هِنْداً عِنْدَنَا وَاَجَازَ الْفَرّاءُ لَيْتَ زَيْداً قَائِمًا بِمَعْنٰى اَتَمَنّٰى.

ترجمہ: اور لیت تمنی کیلئے ثابت ہے جیسے لیت هنداً عندنااور امام فراء نے لیت زیدا قائما بمعنی اتمنی کے جائز قرار دیا ہے۔

تشریح: ولیت للتمنّی الخ.

اور لیت انشاءِ تمنی کیلئے آتا ہے اور تمنّی کا مطلب ہے" طلب شی علی سبیل المحبّة سواءٌ کان ذلک الشئ ممکناً او محالاً" بر سبیل محبت کسی چیز کی طلب کرنا خواہ وہ چیز ممکن الحصول ہو یا محال الحصول ہو جیسے لیت هندًاعندنا(کاش ہندہ ہمارے پاس ہوتی)

واجاز الفرّاء الخ. فراءنحوی نے لیت کی دونوں جزؤں کے منصوب ہونے کو جائز قرار دیا ہے جیسے لیت زیداً قائمًا اس کی وجہ یہ ہے کہ فرّاءنحوی کہتے ہیں کہ لیتَ یہ اتمنّٰی کے معنی میں ہے گویا کہ اس نے کہا،اتمنّٰی زیدًا قائمًا پس دونوں جزئیں مفعولیت کی بناء پر منصوب ہیں۔

وَلَعَلَّ لِلتَّرَجِّيْ۔

كَقَوْلِ الشَّاعِرِ: شعر اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلاحًا.

ترجمہ: اور لعلّ ترجی کیلئے ہے جیسے شاعر کاقول احب الصالحین الخ۔

تشریح: ولعلّ للترجی الخ. اور لعلّ انشاءِ ترجّی کیلئے آتا ہے اور ترجّی کا معنی ہے"طلب شی ممکن علی سبیل المحبّة" یعنی امر مرجوّ کی توقع کرنا جیسے شاعر کا شعر ہے ؎

اُحِبُّ الصالحین ولستُ منهم لعلَّ اللّٰهَ یرزقنی صلاحًا

شعر کا معنی: میں نیک لوگوں سے محبت رکھتا ہوں حالانکہ میں (خود)ان میں سے نہیں ہوں۔شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے نیک بنادے۔

شعر کی ترکیب: اُحِبّ فعل بافاعل، الصالحین ذوالحال واؤ حالیہ لستُ ناقص تُ ضمیر اس کا اسم اور منهم ظرف مستقر ہو کر خبر۔ فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے ملکر حال۔ ذوالحال حال ملکر مفعول بہ لعلّ حرف مشبّہ بالفعل، اللّٰه اس کا اسم، یرزقنی فعل بافاعل نون وقایہ کا، یاء ضمیر متکلم کی مفعول بہ اول، صلاحًا مفعول بہ ثانی فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے ملکر خبر ہوئی لعلّ کی لعلّ اپنے اسم و خبر سے ملکر مفعول لہٗ ہوا احبّ فعل کا، احبّ فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور مفعول لہٗ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وَشَذَّ الْجَرُّ بِهَا نَحْوُ لَعَلَّ زَيْدٍ قَائِمٌ وَفِيْ لَعَلَّ لُغَاتٌ عَلَّ وَعَنَّ وَاَنَّ وَلَاَنَّ وَلَعَنَّ وَعِنْدَ الْمُبَرَّدِ اَصْلُهٗ عَلَّ زِيْدَ فِيْهِ اللَّامُ وَالْبَوَاقِيْ فُرُوْعٌ.

ترجمہ: اور لعل کے ذریعے جر دینا شاذ ہے جیسے لعلّ زَيْدٍ قائم اور لعل میں کئی لغات ہیں علّ وعنّ الخ اور امام مبرد کے نزدیک اس کا اصل عَلَّ ہے لام کو اس کے شروع میں زیادہ کیا گیا ہے اور باقی فروع ہیں۔

تشریح: وشذ الجرّ بها الخ. لعلّ کو حرف جر قرار دینا اور اس کے ساتھ مابعد کو جر دینا شاذ ہے جیسے لعلّ زيدٍ قائمٌ۔

وفی لعلّ لغات الخ. لعلّ میں چند اور لغات بھی ہیں (۱) عَلَّ (بدون اللام الاول) (۲) عَنَّ (بدون اللام الاول وبابدال اللام الثانی بالنون) (۳) اَنَّ (بدون اللام الاول وبابدال العین بالهمزة ولام الثانی بالنون) (۴) لَاَنَّ (بابدال العین بالهمزة واللام الثانی بالنون) (۵) لَعَنَّ (بابدال اللام الثانی بالنون)۔

وعند المبرّد: مبرد نحوی کے نزدیک ان میں علّ اصل ہے اس کے شروع میں لام زیادہ کیا گیا ہے اور باقی تمام اس کی فروع ہیں۔

فَصْلٌ: حُرُوْفُ الْعَطْفِ عَشْرَةٌ اَلْوَاوُ وَالْفَاءُ وَثُمَّ وَحَتّٰى وَاَوْ وَاِمَّا وَاَمْ وَلا وَبَلْ وَلٰكِنْ فَالْاَرْبَعَةُ الْاُوَلُ لِلْجَمْعِ فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَعَمْرٌو سَوَاءٌ كَانَ زَيْدٌ مُقَدَّمًا فِي الْمَجِيْئِ اَوْ عَمْرٌو وَالْفَاءُ لِلتَّرْتِيْبِ بِلا مُهْلَةٍ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرٌو اِذَا كَانَ زَيْدٌ مُتَقَدِّمًا وَعَمْرٌو مُتَأَخِّراً بِلا مُهْلَةٍ وَثُمَّ لِلتَّرْتِيْبِ بِمُهْلَةٍ نَحْوُ دَخَلَ زَيْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو اِذَا كَانَ زَيْدٌ مُتَقَدِّمًا وَبَيْنَهُمَا مُهْلَةٌ.

ترجمہ: حروف العطف دس ہیں واؤ الخ پس پہلے چار جمع کیلئے ثابت ہیں پس واؤ مطلق جمع کیلئے ہے جیسے جاءَنِیْ زَيْدٌ وَ عَمْرٌو عام ہے کہ زید مقدم ہو آنے میں یا عمرو اور فاء ترتیب بلا مهلة کیلئے ہے جیسے قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرٌو جب زید مقدم ہو اور عمرو مؤخر ہو بلا مهلة اور ثم ترتیب بمهلة کیلئے ہے جیسے دَخَلَ زَيْدٌ ثم عَمْرٌو جب زید مقدم ہو اور ان دونوں کے درمیان مهلة ہو۔

تشریح: فصل حروف العطف عشرة الخ. حروف عطف دس ہیں۔ واؤ، فاء، ثم، حتی، اَوْ، اِمّا، ام، لا، بل، لکن۔

فالاربعة الاوّل: پہلے چار یعنی واؤ، فاء، ثم اور حتیٰ جمع کیلئے ہیں یعنی معطوف اور معطوف علیہ کو اس حکم میں جمع کرنے کیلئے

آتے ہیں جو حکم معطوف علیہ کیلئے ثابت ہوتا ہے۔

فالواو الخ. واؤ مطلق جمع کیلئے آتی ہے یعنی اس میں ترتیب اور مقارنت کا لحاظ نہیں ہوتا جیسے جاء نی زید و عمرو (میرے پاس زید اور عمرو آئے) خواہ زید پہلے آیا ہو اور عمرو بعد میں یا عمرو پہلے آیا ہو اور زید بعد میں یا دونوں اکٹھے آئے ہوں۔

والفاء الخ. اور فاء ترتیب بلا مہلت کیلئے آتی ہے جیسے قام زید فعمروٌ اس میں فاء نے اس بات پر دلالت کی کہ زید پہلے کھڑا ہوا اور اس کے فوراً بعد بغیر تاخیر کے عمرو کھڑا ہوا۔

و ثم الخ. اور ثم ترتیب مع مہلت کے لئے آتا ہے جیسے دخل زیدٌ ثم عمروٌ، اس میں ثم نے اس بات پر دلالت کی کہ زید پہلے داخل ہوا اس کے بعد کچھ تاخیر سے عمرو داخل ہوا اور دونوں کے داخل ہونے کے درمیان کچھ وقفہ اور مہلت ہے۔

وَحَتّٰی کَثُمَّ فِی التَّرْتِیْبِ وَالْمُھْلَۃِ اِلَّآ اَنَّ مُھْلَتَھَا اَقَلُّ مِنْ مُھْلَۃِ ثُمَّ وَیُشْتَرَطُ اَنْ یَکُوْنَ مَعْطُوْفُھَا دَاخِلاً فِی الْمَعْطُوْفِ عَلَیْہِ وَھِیَ تُفِیْدُ قُوَّۃً فِی الْمَعْطُوْفِ نَحْوُ مَاتَ النَّاسُ حَتَّی الْاَنْبِیَاءُ اَوْ ضُعْفًا نَحوُ قَدِمَ الْحَاجُّ حَتّٰی الْمُشَاۃُ.

ترجمہ: اور حتی ثم کی طرح ہے ترتیب اور مھلۃ میں مگر یہ کہ اس حتی کی مھلۃ ثم کی مھلۃ سے کم ہے اور شرط کیا گیا ہے کہ اس کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو اور وہ معطوف میں قوۃ کا فائدہ دیتی ہے جیسے مَاتَ النَّاسُ حَتَّی الْاَنْبِیَاءُ یا ضعف کا جیسے قَدِمَ الْحَاجُ حَتَّی الْمُشَاۃُ۔

تشریح: وحتی کثُمّ الخ. اور حتی ثم کی طرح ہے یعنی جس طرح ثم ترتیب مع المہلت کیلئے آتا ہے اسی طرح حتی بھی ترتیب مع مہلت کیلئے آتا ہے۔ لیکن حتی کی مہلت ثم کی مہلت سے کم ہوتی ہے پس حتی، فاء اور ثم کے درمیان میں ہے۔

ویشترط: اور حتی کی شرط یہ ہے کہ معطوف، معطوف علیہ میں داخل ہو اور اس کا جزء ہو جیسے اکلتُ السمکةَ حتی رأسَها اس میں معطوف (رأس) معطوف علیہ (السمکۃ) میں داخل اور اس کا جزء ہے۔

وھی تفید قوۃ الخ.

حتی یا تو معطوف میں قوت کا فائدہ دیتا ہے یعنی معطوف معطوف علیہ کے اجزاء میں سے جزءِ قوی ہوتا ہے جیسے مات الناسُ حتی الانبیاءُ (مر گئے لوگ یہاں تک کہ انبیاء) اس میں انبیاء، الناس میں داخل ہے اور اس کے اجزاء میں سے جزء قوی ہے۔

او ضعفًا: یا حتی معطوف میں ضعف کا فائدہ دیتا ہے یعنی معطوف معطوف علیہ کے اجزاء میں سے جزءِ ضعیف ہوتا ہے جیسے قدم الحاجُّ حتی المشاۃُ (آ گئے حاجی یہاں تک کہ پیادے بھی) اس میں مشاۃ، حاج کا جزء ہے اور اس کے اجزاء میں سے جزء ضعیف ہے۔

وَاَوْ وَ اِمَّا و اَمْ ثَلٰثَتُھَا لِثُبُوْتِ الحُکْمِ لِاَحَدِ الْاَمْرَیْنِ مُبْھَمًا لَا بِعَیْنِہٖ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَوِ امْرَأَۃٍ وَاِمَّا اِنَّمَا تَکُوْنُ حَرْفُ الْعَطْفِ اِذَا تَقَدَّمَتْھَا اِمَّا اُخْریٰ نَحْوُ الْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ وَاِمَّا فَرْدٌ وَیَجُوْزُ اَنْ یَتَقَدَّمَ اِمَّا

عَلٰی اَوْ نَحْوُ زَیْدٌ اِمَّا کَاتِبٌ اَوْ اُمِّیٌّ.

ترجمہ: اوراواور اِمَّااور اَمْ ہیں یہ تینوں حروف دو چیزوں میں سے کسی ایک مبہم غیر معین چیز کیلئے حکم کو ثابت کرنے کی خاطر آتے ہیں جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اور اِمْرَأَۃٍ اور اِمّا سوائے اس کے نہیں حرف عطف ہوگا جب اس سے پہلے دوسرا اِمّا ہو جیسے اَلْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ وَاِمَّا فَرْدٌ اور اِمّا کا ''اَوْ'' پر مقدم ہونا جائز ہوگا جیسے زَیْدٌ اِمَّا کَاتِبٌ اَوْ اُمِّیٌّ۔

تشریح: اَو ، اِمّا، ام الخ. اَوْ، اِمّا اور امْ یہ تینوں امرین میں سے کسی ایک امر مبہم[1] غیر معین کیلئے حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں یعنی یہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حکم معطوف علیہ اور معطوف میں کسی ایک کیلئے ثابت ہے اور وہ مثبت لہٗ (یعنی جس کیلئے حکم ثابت ہے) متکلم کے ہاں مبہم غیر معین ہے جیسے مررت برجلٍ او امرأۃٍ (میں مرد یا عورت کے پاس سے گذرا) اس مثال میں حکم مرور، مرد اور عورت میں سے کسی ایک کیلئے ثابت ہے اور وہ متکلم کے ہاں متعین نہیں۔

وامّا انّما تکون: اور اِمّا عاطفہ اس وقت ہوتا ہے جب اس سے پہلے ایک اور اِمّا ہو جیسے **العدد** امّا زوج وامّا فردٌ۔

ویجوز ان یتقدم: اور اِمّا کا اَو سے مقدم ہونا بھی جائز ہے جیسے زیدٌ امّا کاتب او اُمّی اور اِمّا کا اَو پر مقدم نہ ہونا بھی جائز ہے جیسے زید کاتب او اُمّی۔

وَاَمْ عَلٰی قِسْمَیْنِ مُتَّصِلَۃٌ وَھِیَ مَا یُسْأَلُ بِھَا عَنْ تَعْیِیْنِ اَحَدِ الْاَمْرَیْنِ وَالسَّائِلُ بِھَا یَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِھِمَا مُبْھَمًا بِخِلاَفِ اَوْ وَاِمَّا فَاِنَّ السَّائِلَ بِھِمَا لا یَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِھِمَا اَصْلاً.

ترجمہ: اور ام دو قسموں پر ہے ایک متصلہ ہے اور وہ وہ ہے جس کے ذریعہ سے امرین میں سے کسی ایک کی تعیین کے متعلق سوال کیا جائے اور اس ام کے ساتھ سوال کرنے والا ان میں سے کسی ایک کے ثبوت کو جانتا ہے مبھم طور پر بخلاف اواور اِمّا کے کیونکہ ان کے ساتھ سوال کرنے والا ان دونوں میں سے کسی ایک کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا۔

تشریح: اَمْ علی قسمین الخ. اَمْ کی دو قسمیں ہیں (۱) ام متصلہ (۲) ام منقطعہ

ام متصلہ: وہ ہے جس کے ذریعے دو امروں میں سے کسی ایک کی تعیین کے متعلق سوال کیا جائے درانحالیکہ سائل اس بات کو جانتا ہو کہ ان دو امروں میں سے ایک (جو سائل کے نزدیک مبہم اور غیر معین ہے) ضرور ثابت ہے اور وہ محض تعیین کے متعلق سوال کر رہا ہے جیسے اَضربْتَ زیدًا اَمْ اکرمتہٗ (تو نے زید کو مارا یا اس کا اکرام کیا) اس مثال میں سائل یہ جانتا ہے کہ ضرب اور اکرام میں سے ایک کام ضرور ہوا ہے لیکن وہ تعیین کا سوال کر رہا ہے۔ بخلاف اَو یا اِمّا کے کہ ان کے ذریعے سوال کرنے والا دو امروں میں سے کسی ایک کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا نہ معین طور پر نہ مبہم طور پر جیسے اَجاءک زیدٌ او بکرٌ. اجاءک زیدٌ اِمّا بکرٌ۔

وَتُسْتَعْمَلُ بِثَلاثَۃِ شَرَائِطَ اَلْاَوَّلُ اَنْ یَقَعَ قَبْلَھَا ھَمْزَۃٌ نَحْوُاَ زَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو وَالثَّانِیُ اَنْ یَلِیَھَا لَفْظٌ مِثْلُ مَا یَلِی الْھَمْزَۃَ اَعْنِی اِنْ کَانَ بَعْدَ الْھَمْزَۃِ اِسْمٌ فَکَذٰلِکَ بَعْدَ اَمْ کَمَا مَرَّ وَاِنْ کَانَ بَعْدَ الْھَمْزَۃِ

فِعْلٌ فَكَذٰلِكَ بَعْدَهَا نَحْوُ اَقَامَ زَيْدٌ اَمْ قَعَدَ فَلا يُقَالُ اَرَأَيْتَ زَيْداً اَمْ عَمْروًا.

ترجمہ: اور وہ ام متصلہ تین شرائط کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے۔ پہلی شرط یہ کہ اس سے پہلے ہمزہ واقع ہو جیسے اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس ام کے ساتھ ویسا لفظ متصل ہو جیسا کہ ہمزہ کو متصل ہوتا ہے مراد لیتا ہوں اگر ہمزہ کے بعد اسم ہے تو وہ ام کے بعد ہو جیسا کہ گذرا اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہو تو اس ام کے بعد اسی طرح ہو جیسے اَقَامَ زَيْدٌ اَمْ قَعَدَ پس نہیں کہا جائے گا اَرَأَيْتَ زَيْداً اَمْ عَمْروًا۔

تشریح: وتستعمل الخ. ام متصلہ تین شرطوں کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے۔

الاوّل: پہلی شرط یہ ہے کہ ام سے پہلے ہمزۂ استفہام ہو جیسے اَزيدٌ عندك ام عمرٌو۔

الثانی: دوسری شرط یہ ہے کہ ام متصلہ کے بعد ایسا لفظ ہو جو اس لفظ کی طرح ہو جو ہمزہ استفہام کے بعد ہے یعنی اگر ہمزہ استفہام کے بعد اسم ہے تو اَمْ کے بعد بھی اسم ہو جیسے ازيدٌ عندك ام عمروٌ۔ اور اگر ہمزہ استفہام کے بعد فعل ہو تو ام کے بعد بھی فعل ہو جیسے اَقام زيدٌ ام قعد، پس اس دوسری شرط کی بناء پر اَرأيتَ زيدًا ام عمراً کہنا درست نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں ہمزہ استفہام کے بعد فعل ہے اور اَمْ کے بعد اسم ہے۔

وَالثَّالِثُ اَنْ يَكُوْنَ اَحَدُ الْاَمْرَيْنِ الْمُسْتَوِيَيْنِ مُحَقَّقًا وَاِنَّمَا يَكُوْنُ الْاِسْتِفْهَامُ عَنِ التَّعْيِيْنِ فَلِذٰلِكَ يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ جَوَابُ اَمْ بِالتَّعْيِيْنِ دُوْنَ نَعَمْ اَوْ لَا فَاِذَا قِيْلَ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو فَجَوَابُهُ بِتَعْيِيْنِ اَحَدِهِمَا اَمَّا اِذَا سُئِلَ بِاَوْ وَاِمَّا فَجَوَابُهُ نَعَمْ اَوْ لَا.

ترجمہ: اور تیسری شرط یہ ہے کہ امرین مستوبین میں سے کوئی ایک امر محقق وثابت ہو اور سوائے اس کے نہیں استفہام وسوال تعیین کے متعلق ہو پس اسی لئے جواب ام کا تعیین سے واجب ہوگا نہ کہ نعم یا لا سے پس جب کہا گیا ازيد عندك ام عمرو تو اس کا جواب ان میں سے کسی ایک کی تعیین سے ہوگا لیکن جب او اور اِمّا کے ذریعے سوال کیا گیا تو اس کا جواب نعم یا لا ہے۔

تشریح: **الثالث:** تیسری شرط یہ ہے کہ امرین متساوبین یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں سے کوئی ایک سائل کے نزدیک محقق اور ثابت ہو اور استفہام محض تعیین کیلئے ہو۔

فلذلک الخ. چونکہ ہمزہ اور اَمْ متصلہ طلبِ تعیین کیلئے آتے ہیں اس لئے جواب بھی تعیین کے ساتھ دیا جائے گا۔ نَعَمْ یا لاَ سے نہیں دیا جائیگا۔ اس لئے کہ نعم اور لا یہ دونوں تعیین کا فائدہ نہیں دیتے جیسے جب سائل نے ازيدٌ عندك ام عمروٌ کہا تو اس کے جواب میں زيدٌ یا عمروٌ کہا جائیگا۔ نعم یا لا نہیں کہا جائیگا، خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ اَمْ متصلہ کے ذریعے سوال تعیین کا ہوتا ہے۔ اس لئے جواب بھی تعیین کے ساتھ ہونا ضروری ہے تاکہ جواب سوال کے مطابق ہو۔

اَمّا اذا سُئل الخ. بخلاف اَوْ اور اِمّا کے کہ جب اَوْ یا اِمّا کے ساتھ سوال کیا جائے تو جواب میں نعم یا لا کہہ سکتے

ہیں جیسے اَجاء ک زیدٌ او عمروٌ ؟ یا اَجاء ک زیدٌ اِمّا عمروٌ ؟ تو جواب نعم یا لاَ کے ساتھ ہوگا۔ اسلئے کہ اس وقت مقصود تعیینِ دوامروں میں ایک نہیں نہیں بلکہ مقصد یہ پوچھنا ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس آیا ہے یا نہیں۔

وَمُنْقَطِعَةٌ وَهِيَ مَا تَكُوْنُ بِمَعْنٰى بَلْ مَعَ الْهَمْزَةِ كَمَا رَأَيْتَ شَبَحًا مِنْ بَعِيْدٍ قُلْتَ اِنَّهَا لَاِبِلٌ عَلٰى سَبِيْلِ الْقَطْعِ ثُمَّ حَصَلَ لَكَ شَكٌّ اَنَّهَا شَاةٌ فَقُلْتَ اَمْ هِيَ شَاةٌ تَقْصِدُ الْاِعْرَاضَ عَنِ الْاِخْبَارِ الْاَوَّلِ وَالْاِسْتِيْنَافَ بِسُؤَالٍ اٰخَرَ مَعْنَاهُ بَلْ هِيَ شَاةٌ.

ترجمہ: اور دوسری قسم منقطعہ ہے اور وہ وہ ہے جو معنی بل کے ہو ہمزہ کے ساتھ جیسا کہ تو نے دور سے ایک صورت دیکھی تو نے کہہ دیا اِنَّهَا لَاِبِلٌ (بے شک وہ اونٹ ہے) یقین کے طریقے پر پھر تجھے شک ہوا کہ وہ بکری ہے تو کہا تو نے اَمْ هِيَ شَاةٌ (یا وہ بکری ہے) پہلی خبر دینے سے اعراض کرنے اور دوسرے سوال کے استیناف کا ارادہ کرتا ہے۔ مطلب اس کا بل ھی شاۃ ہے یعنی بلکہ وہ بکری ہے۔

تشریح: ام منقطعہ: ام منقطعہ وہ ہے جو بل اور ہمزہ کے معنی میں ہو یعنی جہاں ام منقطعہ ہوگا وہاں اس سے پہلے والے کلام سے اعراض ہوگا اور بعد والے کلام کے متعلق سوال کیا گیا ہوگا جیسے آپ نے دور سے کوئی صورت دیکھی پس آپ نے یقین کر کے کہا کہ ''انّها لَاِبِلٌ پھر جب آپ تھوڑا قریب ہوئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ یہ یقیناً اونٹ نہیں ہے بلکہ شاید یہ بکری ہے تو آپ نے کہا کہ ''ام ھی شاۃٌ''تو اس کا معنی ہے بل اَھی شاۃٌ بلکہ کیا وہ بکری ہے؟ اس میں پہلی کلام یعنی ''انّها لَاِبِلٌ'' سے اعراض کیا گیا ہے اور بعد کے کلام کے متعلق سوال کیا گیا ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اَمِ الْمُنْقَطِعَةَ لَا تُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِي الْخَبَرِ كَمَا مَرَّ وَفِي الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَعِنْدَكَ زَيْدٌ اَمْ عَمْرٌو سَأَلْتَ اَوَّلًا عَنْ حُصُوْلِ زَيْدٍ ثُمَّ اَضْرَبْتَ عَنِ السُّؤَالِ الْاَوَّلِ وَاَخَذْتَ فِي السُّؤَالِ عَنْ حُصُوْلِ عَمْرٍو.

ترجمہ: اور جان لیجیے کہ ام منقطعہ نہیں استعمال ہوتا مگر خبر میں جیسا کہ گذرا اور استفہام میں جیسے اَعِنْدَكَ زَيْدٌ اَمْ عَمْرٌو تو نے پہلے زید کے حصول کا سوال کیا پھر اول سوال سے اعراض کر لیا اور عمرو کے حصول کے متعلق میں شروع ہوا۔

تشریح: **واعلم انّ ام المنقطعه الخ.** یہاں سے ام منقطعہ کے استعمال کے مواضع بیان کر رہے ہیں۔ ام منقطعہ کے استعمال کے دو مواضع ہیں۔

(۱) ام منقطعہ کبھی خبر کے بعد استعمال ہوتا ہے جیسے انّها لَاِبِلٌ ام ھی شاۃٌ

(۲) اور کبھی ام منقطعہ استفہام کے بعد واقع ہوتا ہے جب کہ متکلم کا ارادہ پہلے استفہام سے اعراض کر کے ام کے مابعد کے متعلق سوال کرنے کا ہو جیسے اعندک زید ام عمروٌ، اس میں متکلم نے پہلے تو زید کے حصول کے متعلق سوال کیا پھر جب اسے یقین ہو گیا کہ زید اس کے پاس نہیں تو اس نے پہلے استفہام سے اعراض کر کے دوسرے سوال میں شروع ہو گیا جو عمرو کے حصول کے متعلق ہے گویا کہ اس نے یوں کہا بل اَعمروٌ عندک (بلکہ کیا عمرو تیرے پاس ہے)

وَلَا وَبَلْ وَلٰكِنْ جَمِيْعُهَا لِثُبُوْتِ الْحُكْمِ لِاَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُعَيَّنًا اَمَّا لا فَلِنَفْيِ مَا وَجَبَ لِلْاَوَّلِ عَنِ الثَّانِيْ نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ لَا عَمْرٌو.

ترجمہ: اور لا اور بل اور لکن تمام امرین میں سے کسی ایک کیلئے حکم کے ثبوت کیلئے ہیں معین طور پر لیکن لا پس اس چیز کی ثانی سے نفی کیلئے ہے جو اول کیلئے ثابت ہے جیسے جاء نی زَیْدٌ لا عَمْرٌو.

تشریح: **ولا وبل ولکن الخ.** یہ تینوں دوامروں میں سے ایک معین امر کیلئے حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں۔

اَمّا لا فلنفی الخ: لاَ یہ ثانی یعنی معطوف سے ایسے حکم کی نفی کرنے کیلئے آتا ہے جو اول یعنی معطوف علیہ کیلئے ثابت ہے یعنی اس میں حکم علی سبیل التعیّن معطوف علیہ کیلئے ثابت ہوتا ہے جیسے جاء نی زیدٌ لا عمروٌ اس میں مجیئت والے حکم کی معطوف یعنی عمرو سے نفی کی جو کہ معطوف علیہ کیلئے ثابت ہے تو گویا کہ اس میں مجیئت کا حکم زید کیلئے علی سبیل التعیین ثابت[1] ہے۔

وَبَلْ لِلْاِضْرَابِ عَنِ الْاَوَّلِ وَالْاِثْبَاتِ لِلثَّانِيْ نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ بَلْ عَمْرٌو مَعْنَاهُ بَلْ جَاءَ نِيْ عَمْرٌو وَمَا جَاءَ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ مَعْنَاهُ بَلْ مَاجَاءَ خَالِدٌ۔

ترجمہ: اور بل اول سے اضراب اور ثانی کیلئے اثبات کی خاطر ثابت ہے جیسے جَاءَ نِيْ زَيْدٌ بَلْ عَمْرٌو اس کا معنی بَلْ جَاءَ نِيْ عَمْرٌو اور مَاجَاءَ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ اس کا معنی مَاجَاءَ خَالِدٌ ہے۔

تشریح: **وبل للاضراب الخ:** اور بل. اول یعنی معطوف علیہ سے حکم کے پھیرنے اور ثانی یعنی معطوف کیلئے اسی حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتا ہے یعنی اس میں حکم کا ثبوت علی سبیل التعیین معطوف کیلئے ہوتا ہے (خواہ کلام مثبت ہو یا منفی) اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی اس کیلئے نہ حکم کا ثبوت ہوتا ہے اور نہ ہی حکم کا سلب، جیسے جاء نی زیدٌ بل عمروٌ اس کا معنی ہے بل جاء نی عمروٌ اور ماجاء بکرٌ بل خالدٌ اس کا معنی ہے بل ماجاء خالدٌ۔

وَلٰكِنْ لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَيَلْزَمُهَا النَّفْيُ قَبْلَهَا نَحْوُ مَا جَاءَ نِيْ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو جَاءَ اَوْ بَعْدَهَا نَحْوُ قَامَ بَكْرٌ لٰكِنْ خَالِدٌ لَمْ يَقُمْ.

ترجمہ: اور لکن استدراک کیلئے ثابت ہے اور اسے وہ نفی جو اس سے پہلے ہے لازم ہے جیسے مَاجَاءَ نِيْ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو جَاءَ یا وہ نفی جو اس کے بعد ہے جیسے قَامَ بَكْرٌ لٰكِنْ خَالِدٌ لَمْ يَقُمْ۔

تشریح: **ولکن للاستدراک الخ:** اور لکنْ استدراک کیلئے آتا ہے یعنی کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنے کیلئے آتا ہے اور اس کو نفی لازم[2] ہوتی ہے یعنی لکن بغیر نفی کے مستعمل نہیں ہوتا خواہ نفی اس سے پہلے ہو جیسے ماجاء نی زیدٌ لکن عمروٌ جاء اور یا نفی اس کے بعد میں ہو جیسے قام بکرٌ لکن خالدٌ لم یقُمْ۔

---

[1] مجموع وہ اسم ہے جو حروف مفردہ میں قدرے تغیر کے بعد افراد مقصودہ پر دلالت کرے۔۱۲

فصل: حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ ثَلَاثَةٌ اَلَا وَاَمَا وَهَا وُضِعَتْ لِتَنْبِيْهِ الْمُخَاطَبِ لِئَلَّا يَفُوْتَهُ شَيْءٌ مِنَ الْكَلَامِ فَاَلَا وَاَمَا لَا يَدْخُلَانِ اِلَّا عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اَ لَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَقَوْلِ الشَّاعِرِ:

اَمَا وَالَّذِیْ اَبْكٰی وَاَضْحَكَ وَالَّذِیْ اَمَاتَ وَاَحْیٰی وَالَّذِیْ اَمْرُهُ الْاَمْر

اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ اَمَا لَا تَفْعَلُ وَاَ لَا لَا تَضْرِبُ۔

ترجمہ: حروف تنبیہ تین ہیں اَلا، اَمَا اور ھَا۔ یہ تینوں مخاطب کو تنبیہ کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں تا کہ کلام کا کچھ حصہ اس سے رہ نہ جائے پس اَلا اور اَمَا نہیں داخل ہوتے مگر جملہ پر خواہ اسمیہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الا انهم الأية اور شاعر کا قول اَمَا وَالَّذِیْ الخ یا فعلیہ ہو جیسے اَمَا لا تَفْعَلُ اور لا تَضْرِبُ.

تشریح: فصل حروف التنبيه الخ. حروف تنبیہ تین ہیں۔ اَلا، اَمَا، ھَا یہ مخاطب کو تنبیہ کرنے (چوکنا کرنے) کیلئے وضع کئے گئے ہیں تا کہ مخاطب سے متکلم کے کلام کا کچھ حصہ رہ نہ جائے۔ اَمَا اور اَلا یہ دونوں جملہ پر داخل ہوتے ہیں۔ جملہ عام ہے خواہ جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ، اسمیہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "اَلا انّهم هم المفسدون" (خبردار وہی لوگ فسادی ہیں) اور جیسے شاعر کا قول ہے

اَمَا والّذی اَبْكٰی واَضْحك والّذی اَمات و احییٰ والذی امره الامرُ

شعر کا معنیٰ: آگاہ رہو! قسم ہے اس ذات کی جو رلاتا ہے اور ہنساتا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کا حکم ہی حکم ہے۔ ان دونوں مثالوں میں اَلا اور اَمَا جملہ اسمیہ پر داخل ہیں یا فعلیہ ہو جیسے اَمَا لا تفعلُ (خبردار مت کر) اور اَلا لا تضربُ (خبردار مت مار)۔

وَالثَّالِثُ هَا تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ نَحْوُ هَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْمُفْرَدِ نَحْوُ هٰذَا وَهٰؤُلَاءِ.

ترجمہ: اور تیسرا ھَا ہے جو کہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے هَا زيدٌ قائمٌ اور مفرد پر جیسے هٰذا اور هٰؤلاء۔

تشریح: والثالث: اور تیسرا ھَا ہے اور یہ جملہ اسمیہ اور مفرد پر داخل ہوتا ہے۔ جملہ اسمیہ[1] پر داخل ہونے کی مثال جیسے هَازیدٌ قائمٌ اور مفرد پر داخل ہونے کی مثال جیسے هذا هٰؤلاء ان میں ھَا حرف تنبیہ ہے اور ذا اور اولاء اسمائے اشارہ ہیں۔

فصل: حُرُوْفُ النِّدَاءِ خَمْسَةٌ يَا وَاَيَا وَهَيَا وَاَیْ وَالْهَمْزَةُ الْمَفْتُوْحَةُ فَاَیْ وَالْهَمْزَةُ لِلْقَرِيْبِ وَاَيَا وَهَيَا لِلْبَعِيْدِ وَيَا لَهُمَا وَلِلْمُتَوَسِّطِ وَقَدْ مَرَّ اَحْكَامُ الْمُنَادٰی۔

ترجمہ: حروف النداء پانچ ہیں یا اور ایا اور ھیا اور ای اور ہمزہ مفتوحہ پس ای اور ہمزہ مفتوحہ قریب کیلئے ہیں اور ایا اور ھیا بعید کیلئے ہیں اور یاء ان دونوں کیلئے اور متوسطہ کیلئے ہے اور منادی کے احکام تحقیق گذر چکے ہیں۔

[1] خواہ وہ یاء ملفوظ ہو جیسے اَلْقَاضِیُ یا مقدر ہو، جیسے قاضٍ۔ [2] خواہ وہ الف مقصورہ ملفوظ ہو، جیسے المصطفٰی یا مقدر ہو جیسے مصطفًی۔

تشریح: فصل حروف النداء الخ. حروفِ نداء پانچ ہیں۔یَا، اَیَا، هَیَا، اَیْ اور ہمزہ مفتوحہ،اَیْ اور ہمزہ مفتوحہ نداء قریب کیلئے آتے ہیں۔اَیَا،هَیَا نداء بعید کیلئے آتے ہیں اور یَا عام ہے نداء قریب اور نداء بعید دونوں کیلئے آتا ہے اور متوسط کیلئے بھی آتا ہے۔

فَصْلٌ، حُرُوْفُ الْاِيْجَابِ سِتَّةٌ نَعَمْ وَبَلٰى وَاَجَلْ وَجَيْرِ وَاِنّ وَاِیْ اَمَّا نَعَمْ فَلِتَقْرِیْرِ کَلَامٍ سَابِقٍ مُثْبَتًا کَانَ اَوْ مَنْفِیًّا نَحْوُاَ جَاءَ زَیْدٌ قُلْتَ نَعَمْ وَاَمَا جَاءَ زَیْدٌ قُلْتَ نَعَمْ.

ترجمہ: حروف الایجاب چھ ہیں۔ایک نعم اور بلٰی الخ لیکن نعم سابق کلام کو پختہ کرنے کیلئے آتا ہے خواہ وہ کلام مثبت ہو یا منفی جیسے اجاء زید تو نے کہا نعم،اور اما جاء زیدٌ تو کہے نعم۔

تشریح: فصل حروف الایجاب[1] ستة الخ. حروف ایجاب چھ ہیں۔نعم، بلٰی، اَجَلْ، اِیْ، جَیْرِ، اِنّ

امّا نعم: نعم کلام سابق کی تثبیت اور تقریر (پختہ کرنے) کیلئے آتا ہے خواہ کلامِ سابق مثبت ہو یا منفی ہو۔پس اگر کلام سابق مثبت ہو تو مثبت کی تقریر کیلئے آتا ہے جیسے کوئی کہے ''اَجاء زیدٌ''اور اس کے جواب میں کہا جائے نَعَمْ تو معنی یہ ہوگا نعم جاء زیدٌ اور اگر کلامِ سابق منفی ہو تو منفی کی تقریر و تثبیت کیلئے آتا ہے جیسے کوئی شخص کہے اَما جاء زیدٌ اور اس کے جواب میں کہا جائے نَعَمْ تو معنی یہ ہوگا نعم ماجاء زیدٌ۔

وَبَلٰی تَخْتَصُّ بِاِیْجَابِ مَا نُفِیَ اِسْتِفْهَامًا کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی اَوْ خَبْرًا کَمَا یُقَالُ لَمْ یَقُمْ زَیْدٌ قُلْتَ بَلٰی اَیْ قَدْ قَامَ.

ترجمہ: اور بلیٰ اس چیز کو ثابت کرنے کے ساتھ مختص ہوتی ہے جس کی استفہاماً نفی کی گئی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی یا خبراً جیسے کہا جاتا ہے لَمْ یَقُمْ زَیْدٌ تو کہے بلٰی یعنی قد قام۔

تشریح:

وبلٰی: بلٰی اس چیز کے اثبات کیلئے آتا ہے جس کی پہلے نفی[2] کی گئی ہو یعنی بلٰی کلام منفی کے بعد واقع ہوتا ہے اور اس کی نفی کو توڑ کر اسے مثبت بنا دیتا ہے پھر وہ کلام منفی عام ہے خواہ وہ کلامِ منفی استفہام کی صورت میں ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''الستُ بربکم قالوا بلٰی''،یعنی بلٰی انتَ ربُّنا یعنی کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں۔یا وہ کلامِ منفی خبر کی صورت میں ہو جیسے کوئی کہے لم یقم زیدٌ (زید نہیں کھڑا)اور اس کے جواب میں کہا جائے بلٰی تو معنی یہ ہوگا بلٰی قد قام زیدٌ (کیوں نہیں تحقیق زید کھڑا ہے)

وَاِیْ لِلْاِثْبَاتِ بَعْدَ الْاِسْتِفْهَامِ وَیَلْزَمُهَا الْقَسَمُ کَمَا اِذَا قِیْلَ هَلْ کَانَ کَذَا قُلْتَ اِیْ وَاللّٰهِ وَاَجَلْ وَجَیْرِ وَاِنَّ لِتَصْدِیْقِ الْخَبَرِ کَمَا اِذَا قِیْلَ جَاءَ زَیْدٌ قُلْتَ اَجَلْ اَوْ جَیْرِ اَوْ اِنَّ اَیْ اُصَدِّقُکَ فِیْ هٰذَا الْخَبَرِ.

ترجمہ: اور اِیْ استفہام کے بعد اثبات کیلئے ہے اور اس کو قسم لازم ہوتی ہے جیسا کہ جب کہا جائے هَلْ کَانَ کَذَا تو کہے اِیْ وَاللّٰهِ اور اجل اور جیر اور اِنَّ خبر کی تصدیق کیلئے ثابت ہے جیسا کہ جب کہا جائے جَاءَ زَیْدٌ تو کہے اجل یا جیر یا اِنّ یعنی اُصَدِّقُکَ فِیْ هٰذا

اَلْخَبَرِ (میں اس خبر میں تیری تصدیق کرتا ہوں)

تشریح: **واِیْ للاثبات**[1] اور اِیْ استفہام کے بعد اثبات کیلئے آتا ہے اور اسے قَسم لازم ہوتی ہے فعلِ قَسم کے ذکر کئے بغیر جیسے جب کوئی کہے ''هل کان کذا؟'' اور اس کے جواب میں کہا جائے اِیْ واللّٰہِ (ہاں اللہ کی قسم) تو اس کا معنی ہوگا۔ ہاں اللہ کی قسم ایسے ہی ہے۔ اور یہاں فعلِ قسم کو ذکر کر کے اقسمتُ باللّٰہ کہنا جائز نہیں ہے۔

واجلْ وجَیرِ واِنّ الخ. یہ تینوں خبر کی تصدیق کرنے کیلئے آتے ہیں خواہ خبر مثبت ہو یا منفی جیسے جب کہا جائے جاء زیدٌ اور اس کے جواب میں کہا جائے اجلْ یاجیرِ یااِنّ تو اس کا مطلب یہ ہوگا ''اُصَدِّقُکَ فی هذا الخبر'' یعنی میں اس خبر میں تیری تصدیق کرتا ہوں۔

فَصْل: حُرُوْفُ الزِّيَادَةِ سَبْعَةٌ اِنْ وَاَن وَمَا وَلا وَمِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ فَاِنْ تُزَادُ مَعَ مَا النَّافِيَةِ نَحْوُ مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ وَمَعَ مَا الْمَصْدَرِيَّةِ نَحْوُ اِنْتَظِرْ مَا اِنْ يَجْلِسُ الْاَمِيْرُ وَمَعَ لَمَّا نَحْوُ لَمَّا اِنْ جَلَسْتَ جَلَسْتُ.

ترجمہ: حروف الزیادت سات ہیں اِنْ اور اَنْ الخ پس اِنْ ما نافیہ کے ساتھ زائدہ ہوتا ہے جیسے ما اِنْ زید قائمٌ اور ما مصدریہ کے ساتھ جیسے اِنْتَظِرْ مَا اِنْ يَّجْلِس الْاَمِيْر اور لما کے ساتھ جیسے لَمَّا اِنْ جَلَسْتَ جَلَسْتُ.

تشریح: **فصل، حروف الزیادة الخ.** حروفِ زیادت سات[2] ہیں۔ اِنْ، اَنْ، مَا، لاَ، مِنْ، باء، لام، زیادت کا معنی یہ ہے کہ اگر ان کو ساقط کر دیا جائے تو کلام کے اصل معنی میں کوئی خلل واقع نہ ہو اور زیادت بمعنی بے فائدہ نہیں بلکہ اس کے کلام میں بہت سے فوائد ہیں مثلاً تزیین کلام اور استقامتِ وزن اور تاکید وغیرہ اور زیادت کا معنی یہ بھی نہیں ہے کہ یہ ہمیشہ زیادہ ہوتے ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ اگر کلام میں حروف کی زیادتی مقصود ہو تو ان حروف میں سے کسی کو زائد کیا جائے گا۔

فَاِنْ تزادمع ماالنافية الخ: اِنْ ما نافیہ کے بعد اور مَا مصدریہ کے بعد اور لمّا کے بعد زیادہ ہوتا ہے۔ مَا نافیہ کے بعد زیادہ ہونے کی مثال جیسے ما اِنْ[3] زیدٌ قائمٌ اور ما مصدریہ کے بعد زیادہ ہونے کی مثال جیسے انتظر ما اِن یجلس الامیر۔ ما مصدریہ فعل کو مصدر کی تاویل میں کرے گا تو تقدیرِ عبارت یوں ہوگی انتظر مدة جلوس الامیر، اور لمّا کے بعد زیادہ ہونے کی مثال جیسے لمّا اِن جلستَ جلستُ۔

وَاَنْ تُزَادُ مَعَ لَمَّا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ وَبَيْنَ لَوْ وَالْقَسَمِ الْمُتَقَدَّمِ عَلَيْهَا نَحْوُ وَاللّٰهِ اَنْ لَوْ قُمْتَ قُمْتُ وَمَا تُزَادُ مَعَ اِذَا وَمَتٰى وَاَيٍّ وَاَنّٰى وَاَيْنَ وَاِنْ شَرْطِيَّاتٍ كَمَا تَقُوْلُ اِذَا مَا صُمْتَ صُمْتُ وَكَذَا الْبَوَاقِيْ.

ترجمہ: اور اَن لما کے ساتھ زائد ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ اور لو اور اس قسم کے درمیان جو اس لو پر مقدم ہے جیسے وَاللّٰہِ اَنْ لَو قُمْتَ قُمْتُ اور ما زائدہ ہوتا ہے اذا اور متی اور ایّ اور انّی اور این اور ان کے ساتھ دراں حالیکہ وہ حروف شرط ہوں جیسا کہ تو کہے گا اِذَا مَا صُمْتَ صُمْتُ اور اسی طرح ہیں باقی۔

تشریح: وان تزاد الخ: اورانْ لمّا کے بعدزیادہ ہوتا ہےاورلَواورقسم کےدرمیان زیادہ ہوتا ہے جب کہ قسم لَو پرمقدم ہو۔لمّا کے بعدزیادہ ہونے کی مثال جیسےاللہ تعالیٰ کاقول ہے"فلمّا اَن جاء البشیر"،قسم اور لَو کےدرمیان زیادہ ہونے کی مثال جیسے واللّٰہِ اَن لَوْ قمتَ قمتُ۔

ومَا تزاد مع اذا ومتی الخ: اورمَا، اذا، متی، ایٌّ، انّٰی، این اور اِنْ کےبعدزیادہ ہوتا ہے جب یہ شرطیہ ہوں جیسے اذا ما قمتَ قمتُ اورمتی ماتقمْ اَقُمْ اور باقی اسی طریقے پرمثلاًاین ما تقعدْ اَقعدْ، متی ما تذهبْ اَذهبْ۔

۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩

وَبَعْدَ بَعْضِ حُرُوْفِ الْجَرِّ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَعَمَّا قَلِيْلٌ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ وَمِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا وَزَيْدٌ صَدِيْقِيْ كَمَا اَنَّ عَمْرًوا اَخِيْ.

ترجمہ: اوربعض حروف جر کے بعد جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ اور عَمَّا قَلِيْلٌ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ اور مِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاَدْخِلُوْا نَارًا اور زَيْدٌ صَدِيْقِيْ كَمَا اَنَّ عَمْرًوا اَخِيْ۔

تشریح: وبعد بعض حروف الجر: اورکلمہَ مَا بعض حروفِ جرکے بعدبھی زیادہ ہوتا ہے جیسےاللہ تعالیٰ کاقول ہے "فبما رحمةٍ من اللّٰه"اس میں باء کے بعدما زائدہ ہے۔"عمّا قليلٍ ليُصبحنَّ نادمين"اس میں عن کے بعدما زائدہ ہےاور ممّا خطيئٰتِهم اُغرِقوا فادخلوا نارًا" اس میں مِن کے بعدما زائدہ ہے۔زیدٌ صديقی كما اَنَّ عمرًا اخی"اس میں کاف کے بعدمَازائدہ ہے۔

۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩

وَلَا تُزَادُ مَعَ الْوَاوِ بَعْدَ النَّفْيِ نَحْوُ مَا جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَلَا عَمْرٌو وَبَعْدَ اَنِ الْمَصْدَرِيَّةِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی مَا مَنَعَكَ اَن لَّا تَسْجُدَ وَقَبْلَ الْقَسَمِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ بِمَعْنٰی اُقْسِمُ۔

ترجمہ: اورلازائدہ ہوتا ہےاس واؤ کےساتھ جونفی کے بعدہو جیسے مَاجَاءَ نِيْ زَيْدٌ وَلاَعَمْرٌو اوران مصدریہ کے بعدجیسےاللہ تعالیٰ کافرمان مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ اورقسم سے پہلے جیسےاللہ تعالیٰ کافرمان لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ بِمَعْنٰی اُقْسِمُ.

ولا تزاد مع الواو الخ؛ اورلااس واوٴعاطفہ کے بعدزائدہ ہوتا ہے جونفی کے بعدواقع ہواوراَنْ مصدریہ کے بعدزائدہ ہوتا ہےاور قسم سے پہلے زائدہ ہوتا ہے۔اس واوٴعاطفہ کے بعد لاَ کےزائدہ ہونے کی مثال جونفی کے بعدواقع ہو جیسے ماجاء نی زیدٌ ولا عمروٌ اس مثال میں لا زائدہ ہےاوران مصدریہ کے بعدزیادہ ہونے کی مثال جیسےاللہ تعالیٰ کاقول ہے"ما منعک الّا تسجد" اس میں بھی لازائدہ ہے۔لہٰذااصل میں ان تسجد ہےاورقسم سے پہلے زائدہ ہونے کی مثال جیسےاللہ تعالیٰ کاقول ہے لا اُقسم بهذا البلدِ اس کامعنی ہے اُقسم۔

۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩۩

وَاَمَّا مِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ فَقَدْ مَرَّ ذِكْرُهَا فِي حُرُوْفِ الْجَرِّ فَلا نُعِيْدُهَا.

ترجمہ: اور لیکن من اور باء اور لام انکا ذکر حروف الجر میں گذر چکا پس ہم اسے نہیں لوٹاتے۔

تشریح: واما من والباء واللام الخ: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ من اور باء اور لام کے زائد ہونے کا ذکر مجرورات کی بحث میں گزر چکا ہے۔لہٰذا انہیں دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

فصل: حَرْفَا التَّفْسِيْرِ اَىْ وَاَنْ فَاَىْ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ اَىْ اَهْلِ الْقَرْيَةِ كَاَنَّكَ تُفَسِّرُهٗ اَهْلَ الْقَرْيَةِ وَاَنْ اِنَّمَا يُفَسَّرُ بِهَا فِعْلٌ بِمَعْنَى الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَنَادَيْنَاهُ اَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُ فَلا يُقَالُ قُلْتُ لَهٗ اَنِ اكْتُبْ اِذْ هُوَ لَفْظُ الْقَوْلِ لا مَعْنَاهُ۔

ترجمہ: تفسیر کے دوحرف ای اور اَن ہیں پس ای جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واسْئَلِ الْقَرْيَةَ اَىْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ گویا کہ تو نے اس کی اھل القریۃ کے ساتھ تفسیر کی اور اَن سوائے اس کے نہیں اس کے ساتھ تفسیر کیا جاتا ہے وہ فعل جو بمعنی القول ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَنَادَيْنَاهُ اَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُ پس نہیں کہا جاتا قُلْتُ لَهٗ اَنِ اكْتُبْ اس لئے کہ وہ لفظ قول ہے نہ کہ اسکا معنی۔

تشریح: قوله فصل حرفا التفسير الخ. کبھی کلام میں ابہام ہوتا ہے جس کی تفسیر کرنا ضروری ہوتی ہے تو حرف تفسیر دو ہیں اَیْ اور اور اَنْ۔اَیْ ہر مبہم کی تفسیر کیلئے آتا ہے خواہ وہ مبہم مفرد ہو جیسے واسئل القرية اى اهل القرية اس میں اَیْ نے اھل القریۃ کے ساتھ القریۃ کی تفسیر کی جو کہ مفرد ہے اور خواہ وہ مبہم جملہ ہو جیسے قطع رزقُه اى مات اس میں اَیْ نے مات کے ساتھ قطع رزقه کی تفسیر کی جو کہ جملہ ہے اور اَنْ اس فعل کی تفسیر کیلئے آتا ہے جو قول کے معنی میں ہو جیسے امر، نداء، کتابت وغیرہ اور فعل بمعنی قول کی تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ اَنْ فعل بمعنی قول کے مفعول کی تفسیر کرتا ہے اور مفعول اکثر مقدرؒ ہوتا ہے جیسے ونادينهُ انَّ يا ابراهيم (ہم نے اس کو آواز دی کہ اے ابراھیم) اس میں نداء بمعنی قول ہے کیونکہ نداء بغیر قول کے نہیں ہوتی تو نادیناہ بمعنی قلناہٗ ہے اور نادیناہٗ کا مفعول بہ مقدر ہے جس کی تفسیر ان يّا ابرٰهيم کررہا ہے اور وہ مفعول مقدر ''بلفظ'' ہے گویا کہ اصل عبارت یوں تھی ''نادیناه بلفظ هو قولنا يا ابرٰهيم'' کہ وہ لفظ ابراهيم ہے اور اَن اس فعل کی تفسیر کیلئے نہیں آتا جس میں قول کے معنی نہ ہوں اور نہ لفظِ قول کی تفسیر کیلئے آتا ہے چنانچہ یوں نہیں کہا جائیگا قلتُ له اَنْ اكتب۔اس لئے کہ لفظ خود قول ہے بمعنی قول نہیں ہے۔

فصل: حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ ثَلاثَةٌ مَا وَاَنْ وَاَنَّ فَالْاُوْلَيَانِ لِلْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اَىْ بِرُحْبِهَا وَقَوْلِ الشَّاعِرِ ؎

يَسُرُّ الْمَرْءَ مَا ذَهَبَ اللَّيَالِيْ   وَكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَهٗ ذَهَابَا.

ترجمہ: حروف المصدر تین ہیں۔ما اور اَن اور اَنَّ پس پہلے دو جملہ فعلیہ کیلئے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ

بِمَا رَحُبَتْ یعنی بِرُحْبِهَا اور شاعر کا قول۔ یسر المرء الخ.

تشریح: فصل حروف المصدر الخ. حروفِ مصدر تین ہیں۔ مَا، اَنْ اور اَنَّ، یہ تینوں حروف اپنے مدخول کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں۔ پہلے دو جملہ فعلیہ کے ساتھ مختص ہیں یعنی جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر اس کو مصدر کی تاویل میں کر دیتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''وضاقت علیهم الارض بما رحبتْ ای برحبها'' (زمین ان پر تنگ ہوگئی باوجود اس کے تنگ ہونے کے) تو اس میں مَا نے رحبتْ فعل ماضی کو مصدر کے معنی میں کر دیا ہے اور جیسے شاعر کا شعر ہے ؎

یَسُرُّ المرءَ ما ذهب اللیالی وکان ذَهابُهنّ لهٗ ذهابًا

محل استشہاد: ماذهب میں مَا مصدریہ فعل ماضی پر داخل ہے جس نے ذهب کو مصدر کی تاویل میں کر دیا ہے۔

شعر کی ترکیب: یسرُّ فعل، المرء مفعول بہ مقدم مَا مصدریہ ذهب فعل اللیالی فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر ما مصدریہ کی وجہ سے مصدر کی تاویل میں ہوکر فاعل، واؤ حالیہ، کان فعل از افعال ناقصہ چاہتا ہے اسم مرفوع اور خبر منصوب کو، ذهاب مضاف هنّ ضمیر راجع بسوئے اللیالی مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر اسم ہوا کان کا، لام حرف جار هٗ ضمیر راجع بسوئے المرء مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق مقدم ہوئے ذهابًا مصدر کے۔ ذهابًا اپنے متعلق سے ملکر خبر ہوئی کان کی۔ کان اپنے اسم اور خبر سے ملکر حال ہے المرء سے یا اللیالی سے۔

شعر کا معنی: خوش کرتا ہے آدمی کو راتوں کا گذرنا، حالانکہ ان راتوں کا گزرنا اس کا بھی گذرنا ہے۔

وَاَنْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَیْ قَوْلُهُمْ وَاَنَّ لِلْجُمْلَةِ الْاِسْمِیَّةِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ اَیْ قِیَامَكَ.

ترجمہ: اور اَنْ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّا اَنْ قَالُوْا یعنی قولهم اور اَنَّ جملہ اسمیہ کیلئے ہے جیسے عَلِمْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ یَعْنِیْ قِیَامَكَ۔

تشریح: اور اَنْ کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''فما كان جواب قومهٖ الَّا اَنْ قالوا ای قولهم'' (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا جواب نہیں تھا مگر ان کا یہ قول) تو اس مثال میں اَنْ نے قالوا کو مصدر کی تاویل میں کر دیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ''وما نقموا منهم الَّا اَنْ یؤمنوا'' میں اَنْ مصدریہ ہے۔

اور اَنَّ جملہ اسمیہ کے ساتھ مختص ہے یعنی جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اس کو مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے جیسے علمتُ اَنّك قائمٌ ای علمتُ قیامَك اس مثال میں اَنّ نے جملہ اسمیہ کو مصدر کی تاویل میں کر دیا ہے۔

حُرُوْفُ التَّحْضِیْضِ اَرْبَعَةٌ هَلَّا وَ اَلَّا وَلَوْلَا وَلَوْمَا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَمَعْنَاهَا حَضٌّ عَلَی الْفِعْلِ اِنْ دَخَلَتْ عَلَی الْمُضَارِعِ نَحْوُ هَلَّا تَاْكُلُ وَلَوْمٌ اِنْ دَخَلَتْ عَلَی الْمَاضِیْ نَحْوُ هَلَّا ضَرَبْتَ زَیْدًا وَحِیْنَئِذٍ لَا تَكُوْنُ تَحْضِیْضًا اِلَّا بِاِعْتِبَارِ مَا فَاتَ.

ترجمہ: حروف تحضیض چار ہیں هلّا اور الّا اور لولا اور لوما ان کیلئے کلام کی صدارت ہے اور ان کا معنی فعل پر ابھارنا ہے اگر مضارع پر داخل

ہوں جیسے ھلاّ تاکل اور اگر ماضی پر داخل ہوں تو لوم ہے جیسے ھلا ضَرَبْتَ زیداً اور اس وقت تحضیض نہ ہوگی مگر مافات کے اعتبار سے۔

تشریح: فصل حروف التحضیض الخ. حروفِ تحضیض چار ہیں اَلاَّ، ھَلاَّ، لوما، لولا، ان حروف کیلئے صدرِ کلام واجب ہے یعنی یہ کلام کے شروع میں واقع ہوتے ہیں۔

و معناھا الخ: پھر اگر یہ فعل مضارع پر داخل ہوں تو ان کا معنی آئندہ فعل پر ابھارنا اور برانگیختہ کرنا ہوتا ہے جیسے ھلاّ تاکل (تُو کھاتا کیوں نہیں) اور اگر فعل ماضی پر داخل ہوں تو ان کا معنی ترکِ فعل پر ملامت کرنا ہوتا ہے جیسے ھلاّ ضربت زیدًا (تو نے زید کو کیوں نہیں مارا)

و حینئذٍ الخ: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: کی تقریر یہ ہے کہ تحضیض تو مستقبل کے کام پر ہوتی ہے نہ کہ ماضی کے کام پر۔ پس جب یہ ماضی پر داخل ہوں تو اس وقت یہ تحضیض یعنی ترغیب کیلئے نہیں ہوتے بلکہ ملامت کیلئے ہوتے ہیں لہٰذا اس صورت میں ان کو حروف تحضیض نہیں کہنا چاہیے۔

جواب: جب یہ فعل ماضی پر داخل ہوں تو اس صورت میں یہ تحضیض کیلئے یقیناً نہیں ہوتے۔ لیکن اس صورت میں ان کا حروف تحضیض ہونا باعتبار مافات کے ہوتا ہے تاکہ آئندہ احتیاط کرے اور آئندہ کوئی فعل نہ چھوڑے۔

وَلا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَى الْفِعْلِ كَمَا مَرَّ وَاِنْ وَقَعَ بَعْدَهَا اِسْمٌ فَبِاضْمَارِ فِعْلٍ كَمَا تَقُوْلُ لِمَنْ ضَرَبَ قَوْمًا هَلاَّ زَيْداً اَىْ هَلاَّ ضَرَبْتَ زَيْداً.

ترجمہ: اور نہیں داخل ہونگے مگر فعل پر جیسا کہ گذرا۔ اور اگر ان کے بعد اسم واقع ہو تو فعل کے مقدر ہونے کے ساتھ ہوگا جیسا کہ تو کہے گا اس شخص سے جس نے لوگوں کو مارا ھَلاّ زیداً یعنی ھلاّ ضَرَبْتَ زَیْداً۔

تشریح: ولا تدخل الخ: یہ حروف ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں

وان وقع بعدھا اسم الخ: اگر ان حروف کے بعد کوئی اسم ہو تو فعل کے مقدر کرنے کے ساتھ ہوگا یعنی فعل مقدر مانا جائے گا اور وہ اسم فعل مقدر کا معمول ہوگا جیسے وہ شخص جس نے زید کے علاوہ ساری قوم کو مارا ہو تو اسے یوں کہا جائیگا ھلاّ زیدًا، اس میں ھلاّ اسم پر داخل ہے حالانکہ فعل پر داخل ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا ہم کہیں گے کہ اس میں زید مفعول بہ ہے فعل محذوف ضربت کا، اصل میں تھا ھلاّ ضربتَ زیداً۔

وَجَمِيْعُهَا مُرَكَّبَةٌ جُزْءُهَا الثَّانِىْ حَرْفُ النَّفْىِ وَالْاَوَّلُ حَرْفُ الشَّرْطِ اَوِالْاِسْتِفْهَامِ اَوْ حَرْفُ الْمَصْدَرِ. وَلِلَوْلا مَعْنًى اٰخَرُ هُوَ اِمْتِنَاعُ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ لِوُجُوْدِ الْجُمْلَةِ الْاُوْلٰى نَحْوُ لَوْلا عَلِىٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ وَحِيْنَئِذٍ تَحْتَاجُ اِلٰى جُمْلَتَيْنِ اُوْلٰهُمَا اِسْمِيَّةٌ اَبَدًا.

ترجمہ: اور یہ سارے کے سارے مرکب ہیں ان کا ثانی جزء حرف نفی اور اول جزء حرف شرط یا استفہام یا حرف مصدر ہے اور لولا کیلئے ایک دوسرا معنی ہے وہ دوسرے جملہ کا ممتنع ہونا ہے پہلے جملہ کے وجود کی وجہ سے جیسے لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ اور اس وقت دو

جملوں کی طرف محتاج ہوگا ان میں سے پہلا ہمیشہ اسمیّہ ہوگا۔

تشریح: **وجمیعها مرکبة:** یہ تمام حروف دو جزؤں سے مرکب ہوتے ہیں۔ان تمام کا جزء ثانی حرف نفی ہوتا ہے اور جزء اول بعض میں حرف شرط ہے جیسے لولا اور لوما اور بعض میں حرف استفہام ہے جیسے ھلاّ اور بعض میں حرف مصدر ہے جیسے اَلّاَ۔

ولِلولا معنی اخر الخ. اور لَولا کا ایک اور معنی ہے اور وہ یہ ہے ''جملہ ثانی کا امتناع ہو پہلے جملہ کے وجود کے سبب سے'' جیسے لولا علیٌّ لهلک عمرُ، اگر علی نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا۔لیکن چونکہ علیؓ موجود تھے اس لئے عمرؓ ہلاک نہیں ہوئے تو یہاں وجودِ علیؓ سبب ہے عمرؓ کے ہلاک نہ ہونے کا۔اس کو لولا امتناعیہ کہا جاتا ہے اور اول معنی کے اعتبار سے لولا تحضیضیہ کہلاتا ہے۔ لولا تحضیضیہ اور لولا امتناعیہ میں فرق یہ ہے کہ لولا تحضیضیہ ایک جملہ پر تام ہو جاتا ہے اور لولا امتناعیہ دو جملوں کا محتاج ہوتا ہے۔ان میں سے پہلا ہمیشہ جملہ اسمیہ ہوتا ہے اور دوسرا کبھی اسمیہ ہوتا ہے اور کبھی فعلیہ ہوتا ہے۔

فَصْل: حَرْفُ التَّوَقُّعِ قَدْ وَهِيَ فِي الْمَاضِيْ لِتَقْرِيْبِ الْمَاضِيْ اِلَى الْحَالِ نَحْوُ قَدْ رَكِبَ الْاَمِيْرُ اَيْ قُبَيْلَ هٰذَا وَلِاَجْلِ ذٰلِكَ سُمِّيَتْ حَرْفُ التَّقْرِيْبِ اَيْضًا وَلِهٰذَا تَلْزَمُ الْمَاضِيْ لِيَصْلُحَ اَنْ يَقَعَ حَالاً.

ترجمہ: حرف توقع قد ہے اور وہ ماضی میں حال کے قریب کرنے کیلئے ہے جیسے قَدْ رَكِبَ الْاَمِيْرُ يَعْنِيْ قُبَيْلَ هٰذَا اور اسی لئے وہ حرف تقریب بھی نام رکھا گیا ہے۔اور اسی وجہ سے ماضی کو لازم ہے تاکہ حال واقع ہونے کی صلاحیت رکھے۔

تشریح: **فصل، حرف التوقع الخ.** حرف توقع قَدْ ہے یہ ماضی میں داخل ہو کر ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے جیسے جس شخص کو امیر کے سوار ہونے کی امید ہو اس کو کہا جائے ''قد رکب الامیر'' ای قُبَیل هذا (یعنی اس وقت سے تھوڑا پہلا سوار ہوا) یہ تفسیر ہے معنی تقریب کی،چونکہ قَدْ ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے اس لئے اس کو حرفِ تقریب بھی کہتے ہیں۔

ولهٰذا تلزم الخ. چونکہ قد ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے اس لئے جب ماضی حال واقع ہو تو اس پر قد کا لانا ضروری ہے تاکہ ماضی میں حال کی صلاحیت پیدا ہو جائے اس لئے کہ جب جملہ ماضی،حال واقع ہوتا ہے تو حال کا زمانہ عامل پر مقدم ہوتا ہے جسے جاء نی زیدٌ قد رکب ابوہ،اس میں حال یعنی ''رکوب اب'' کا زمانہ عامل یعنی مجیئتِ زید سے مقدم ہے۔حالانکہ نحویوں کے نزدیک حال اور اس کے عامل کے درمیان زمانہ کا اختلاف ممتنع ہے اور زمانہ کا ایک ہونا ضروری ہے اس لئے ماضی پر قَدْ کا لانا ضروری ہے۔تاکہ ماضی کو حال کے قریب کر دے اور حکماً حال اور عامل کا زمانہ متحد ہو جائے۔

وَقَدْ تَجِيْءُ لِلتَّاكِيْدِ اِذَا كَانَ جَوَابًا لِمَنْ يَسْأَلُ هَلْ قَامَ زَيْدٌ تَقُوْلُ قَدْ قَامَ زَيْدٌ.

ترجمہ: اور کبھی کبھی تاکید کیلئے آتا ہے جب جواب ہو اس شخص کا جو سوال کرتا ہے هل قَامَ زَيْدٌ تو کہے قَدْ قَامَ زَيْدٌ.

تشریح: **وقد تجیئ للتاکید الخ.**

کبھی قد ماضی میں محض تاکید کیلئے آتا ہے اور تقریب کے معنی سے خارج ہوتا ہے اور قد کا تاکید کیلئے ہونا اس وقت ہوتا ہے کہ جب وہ فعل ماضی جس پر قد داخل ہے وہ کسی سوال کے جواب میں ہو جیسے کوئی شخص کہے هل قام زید؟ اور اس کے جواب میں کہا جائے قد قام زیدٌ (تحقیق زید کھڑا ہے) تو اس میں قد تاکید کے لئے ہے اور تقریب کے معنی سے خارج ہے۔

وَفِی الْمُضَارِعِ لِلتَّقْلِیْلِ نَحْوُ اِنَّ الْکَذُوْبَ قَدْ یَصْدُقُ وَاِنَّ الْجَوَّادَ قَدْ یَبْخَلُ وَقَدْ تَجِیْءُ لِلتَّحْقِیْقِ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ.

ترجمہ: اورمضارع میں تقلیل کیلئے ہے جیسے اِنَّ الْکَذُوْبَ قَدْ یَصْدُقُ اور اِنَّ الجَوَّادَ قَدْ یَبْخَلُ اورکبھی کبھارتحقیق کیلئے بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ۔

تشریح: وفی المضارع للتقلیل: اورقدمضارع میں عموماً تقلیل کیلئے آتا ہے جیسے ''ان الکذوب قد یصدقُ'' (جھوٹا آدمی کبھی سچ بولتا ہے)اور اِنّ الجواد قد یبخل (سخی آدمی کبھی بخل کرتا ہے)

وتجییٔ للتحقیق: اورکبھی مضارع میں تحقیق کیلئے آتا ہے اورتقلیل کے معنی سے خارج ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''قد یعلم اللّٰہُ المعوّقین'' (تحقیق اللہ تعالیٰ روکنے والوں کو جانتے ہیں)

وَیَجُوْزُ الْفَصْلُ بَیْنَہَا وَبَیْنَ الْفِعْلِ بِالْقَسَمِ نَحْوُ قَدْ وَاللّٰہِ اَحْسَنْتَ وَقَدْ یُحْذَفُ الْفِعْلُ بَعْدَ قَدْ عِنْدَ الْقَرِیْنَۃِ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ.

شعر اَفِدَ التَّرَحُّلُ غَیْرَ اَنَّ رِکَابَنَا لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَکَاَنْ قَدِنْ اَیْ وَکَانَ قَدْ زَالَتْ.

ترجمہ: اورحرف قد اورفعل کے درمیان قسم کے ساتھ فاصل جائز ہوتا ہے جیسے قَدْ وَاللّٰہِ اَحْسَنْتَ اورکبھی کبھارقرینہ کے پائے جانے کے وقت قد کے بعدفعل کوحذف کردیا جاتا ہے۔جیسے شاعرکاقول ہے اَفِدَ التَّرَحُّلَ الخ۔

تشریح: ویجوز الفصل بینہاوبین الفعل الخ: قداوراس کے فعل کے درمیان قسم کے ذریعے فاصلہ کرنا جائز ہے جیسے قد واللّٰہِ احسنتَ۔

وقد یحذف الفعل الخ. کبھی قد کے بعد والے فعل کوحذف کردیا جاتا ہے جبکہ اسکے حذف پر کوئی قرینہ پایا جائے جیسے شاعرکا شعر ہے ؎

اَفِدَ الترحُّلُ غیرَ انَّ رکابَنا لمّا تزُلْ بِرحالنا وکأَنْ قَدِنْ

افد بروزن عَلِمَ بمعنی قریب ہوا،الترحل بمعنی کوچ کرنا (افد کا فاعل ہے)غیر بمعنی الاّ ہے،رِکاب بمعنی وہ اونٹ جو سواری کیلئے ہوں۔لمّا تزلْ، تزل اصل میں تزول تھاواوَبقاعدہ صرفیہ گرگیا۔رِحال جمع رحلٌ کی بمعنی کجاوہ،کأن مخففہ من المثقلہ ہے۔ضمیر غائب مقدرراجع بسوئے رِکاب اسکا اسم ہے۔ قدنْ پر جوتنوین ہے یہ تنوینِ ترنّم ہے۔اس کے بعدفعل محذوف ہے جوکہ زالت ہے۔اصل میں تھا وکأن قد زالتْ تو معلوم ہوا کہ بعض اوقات بوقتِ قیامِ قرینہ قد کے بعدوالے فعل کوحذف بھی کردیا جاتا ہے۔

ترکیب: افدفعل۔الترحل فاعل مستثنیٰ منہ غیر برائے استثناءانّ حرف مشبہ بالفعل رکابنا انّ کا اسم لماحرفِ جازمہ تزل فعل اس میں ھی ضمیر مستتر ذوالحال،برحالنا ظرف لغو ہوکرمتعلق ہوا تزل فعل کے۔واوَحالیہ کانّ فعل کے۔واوَحالیہ کانّ حرف مشبہ بالفعل۔ھاضمیرمحذوف اس کا

۱؎ اسم فاعل کے متعدی اورمفعول بہ کے مذکور ہونے کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ بمعنی حال یااستقبال کی شرط مفعول بہ میں عمل کرنے کیلئے ہے جبکہ فاعل میں عمل کرنے کیلئے یہ شرط نہیں۔۱۲

اسم، قد زالت خبر۔ کان اپنے اسم وخبر سے مل کر حال ذوالحال سے مل کر فاعل نزل فعل۔ فعل اپنے اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر اند فعل کا فاعل۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

شعر کا معنی: قریب ہوا کوچ کرنا مگر تحقیق ہماری سواری کے اونٹ ہمیشہ ہمارے کجاووں کے ساتھ قائم رہے گویا کہ عنقریب وہ سواریاں زائل ہونے والی ہیں (یعنی کوچ کرنے والے ہیں اس لئے کہ ہم نے کوچ کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے)

فَصْل: حَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ اَلْهَمْزَةُ وَهَلْ لَهُمَا صَدْرُ الْكَلامِ وَتَدْخُلانِ عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُاَ زَيْدٌ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ هَلْ قَامَ زَيْدٌ وَ دُخُوْلُهُمَا عَلَى الْفِعْلِيَّةِ اَكْثَرُ اِذِ الْاِسْتِفْهَامُ بِالْفِعْلِ اَوْلٰى.

ترجمہ: استفہام کے دو حرف ہمزہ اور ھل ہیں ان دونوں کیلئے کلام کی صدارت ہے اور وہ دونوں جملہ پر داخل ہوتے ہیں خواہ اسمیہ ہو جیسے ازیدٌ قائمٌ یا فعلیہ ہو جیسے هل قام زید اور ان دونوں کا داخل ہونا فعلیہ پر اکثر ہے از روئے استعمال کے اس لئے کہ فعل کے ساتھ استفہام اسم سے اولیٰ ہے۔

تشریح: فصل حرفا الاستفهام الخ. حرف استفہام دو ہیں۔ همزه اور هل، ان دونوں حرفوں کیلئے صدرِ کلام واجب ہے یعنی یہ دونوں حرف کلام کے شروع[1] میں واقع ہوتے ہیں۔

وتدخلان على الجملة اسمية الخ: یہ دونوں حرف جملہ پر داخل ہوتے ہیں پھر جملہ عام ہے خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ، جملہ اسمیہ ہو جیسے اَزیدٌ قائمٌ، جملہ فعلیہ ہو جیسے هل قام زیدٌ۔

ودخولهما على الفعلية اكثر الخ: یعنی یہ دونوں حروف جملہ فعلیہ پر زیادہ داخل ہوتے ہیں

وَقَدْ تَدْخُلُ الْهَمْزَةُ فِيْ مَوَاضِعَ لا يَجُوْزُ دُخُوْلُ هَلْ فِيْهَا نَحْوُاَ زَيْداً ضَرَبْتَ وَاَتَضْرِبُ زَيْداً وَهُوَ اَخُوْكَ وَاَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَ اَوَمَنْ كَانَ وَاَفَمَنْ كَانَ وَاَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ وَلا تُسْتَعْمَلُ هَلْ فِيْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ وَههُنَا بَحْثٌ.

ترجمہ: اور کبھی کبھی ہمزہ ایسی جگہوں میں داخل ہوتا ہے جہاں ھل کا داخل ہونا جائز نہیں ہوتا جیسے زيدا ضربت الخ اور ھل ان جگہوں میں استعمال نہیں کیا جاتا اور اس جگہ بحث ہے۔

تشریح: وقد تدخل الهمزة فى المواضع الخ: بعض مواضع ایسے ہیں کہ جن میں ہمزہ کا داخل ہونا جائز ہے لیکن هل کا داخل ہونا جائز نہیں، مصنفؒ نے اس کے چار مواضع بیان کیے ہیں۔

(۱) فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر همزه کا داخل کرنا جائز ہے جیسے اَزیدًا ضربتَ، لیکن فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر هل کو داخل کرنا جائز نہیں، چنانچہ یوں نہیں کہا جائیگا هل زیدًا ضربتَ۔

(۲) استفہام انکاری کیلئے همزه کو لانا جائز ہے جیسے اَتضربُ زیداً وهو اخوک (کیا تُو زید کو مارتا ہے حالانکہ وہ تیرا بھائی ہے)

---

[1] اکثر اس لئے کہا کہ بعض اوقات فعیلٌ کے وزن پر ہوتا ہے جیسے جریح بمعنی مجروح ۱۲

لیکن استفہام انکاری کیلئے ھل کولانا جائز نہیں، چنانچہ یوں نہیں کہا جائیگا ھل تضرب زیدًا وھو اخوک۔

(۳) ام متصلہ کے ساتھ ہمزہ کولانا جائز ہے جیسے ازیدٌ عندک ام عمروٌ۔ لیکن ام متصلہ کے ساتھ ھل کولانا جائز نہیں چنانچہ یوں نہیں کہا جائے گا ھل زیدٌ عندک ام عمروٌ۔

(۴) حرف عطف پر ھمزہ کولانا جائز ہے جیسے اَوَمَنْ کان، اَفَمَنْ کان اور اَثُمَّ اذا ما وقع، لیکن حرفِ عطف پر ھل کولانا جائز نہیں چنانچہ یوں نہیں کہا جائیگا ھل ومَن کان، ھل فمن کان، ھل ثُم اذا ما وقع۔

وھٰھنا بحث الخ. یہاں ایک بحث ہے یعنی بعض مواضع ایسے ہیں جہاں ھل کالانا جائز ہے اور ھمزہ کولانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً

(۱) ھل پر حرفِ عطف لانا جائز ہے جیسے فھل انتم منتھون، لیکن ھمزہ پر حرف عطف داخل کرنا جائز نہیں۔

(۲) ھل استفہامیہ نفی کا معنی دیتا ہے حتی کہ اس کے بعد الاّ اثبات کیلئے لانا جائز ہے جیسے ھل جزاء الاحسان الَّا الاحسان، لیکن ھمزہ اس چیز کا فائدہ نہیں دیتا۔

(۳) ھل کے بعد واقع ہونے والے مبتدا کی خبر پر باء زائدہ نفی کی تاکید کیلئے آتی ہے لیکن ہمزہ کے بعد واقع ہونے والے مبتدا کی خبر پر حرف باء زائدہ نفی کی تاکید کیلئے نہیں آتی جیسے ھل زیدٌ بقائمٍ۔

(۵) موضع اثبات میں ھَلْ نفی کیلئے آتا ہے لیکن ھمزہ نہیں آتا جیسے ھل ثوب الکفار یعنی لم یُثوبْ.

فَصْلٌ: حُرُوْفُ الشَّرْطِ اِنْ وَلَوْ وَاَمَّا لَهَا صَدْرُ الْكَلامِ وَيَدْخُلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهَا عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ اِسْمِيَّتَيْنِ كَانَتَا اَوْ فِعْلِيَّتَيْنِ اَوْ مُخْتَلِفَتَيْنِ.

ترجمہ: حروف الشرط اِنْ اور لو اور اما ہیں ان کیلئے کلام کی صدارت ہے اور ہر ایک دو جملوں پر داخل ہوتا ہے خواہ دونوں اسمیہ ہوں یا فعلیہ یا دونوں مختلف ہوں۔

تشریح: فصل حروف الشرط الخ. حرف شرط تین ہیں: اِنْ، لَو، اَمّا۔ ان حروف کیلئے صدرِ کلام واجب ہے یعنی یہ کلام کے شروع میں ہوتے ہیں

ویدخل کل واحد منھا الخ.

یہ تینوں (ان، لو، اَمّا) دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں خواہ دونوں اسمیہ ہوں یا دونوں فعلیہ ہوں یا دونوں مختلفہ ہوں یعنی ایک اسمیہ ہو اور ایک فعلیہ ہو۔ پہلے جملہ کو شرط اور دوسرے جملہ کو جزاء کہتے ہیں۔

فَاِنْ لِلْاِسْتِقْبَالِ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ نَحْوُ اِنْ زُرْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ وَلَوْ لِلْمَاضِيْ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُضَارِعِ نَحْوُ لَوْ تَزُوْرُنِيْ اَكْرَمْتُكَ وَيَلْزَمُهُمَا الْفِعْلُ لَفْظًا كَمَا مَرَّ اَوْ تَقْدِيْراً نَحْوُ اِنْ اَنْتَ زَائِرِيْ

فَانَا اُکْرِمُکَ.

ترجمہ: پس اِنْ استقبال کیلئے ثابت ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو جیسے اِنْ زُرْتَنِیْ اَکْرَمْتُکَ اور لو ماضی کیلئے ثابت ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو جیسے لَوْ تَزُوْرُنِیْ اَکْرَمْتُکَ اور ان دونوں کو فعل لازم ہوتا ہے لفظی طور پر جیسا کہ گزرا یا تقدیری طور پر جیسے اِنْ اَنْتَ زَائِرِیْ فَاَنَا اُکْرِمُکَ۔

تشریح: فاِن للاستقبال: اِن استقبال کیلئے آتا ہے اگرچہ یہ ماضی پر داخل ہو یعنی ماضی پر داخل ہو یا مضارع پر، دونوں صورتوں میں استقبال کا فائدہ دیتا ہے جیسے ان زُرتَنی اکرمتُک، اگر تو میری زیارت کرے گا تو میں تیرا اکرام کرونگا۔

ولَو للماضی: اور لَو ماضی کیلئے آتا ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو یعنی مضارع پر داخل ہو یا ماضی پر، دونوں صورتوں میں ماضی کا فائدہ دیتا ہے جیسے لَو تزورنی اکرمتکَ، اگر تُو میری زیارت کرتا تو میں تیرا اکرام کرتا۔

ویلزمهما الفعل: ان دونوں حرفوں کو (یعنی اِنْ اور لَو کو) فعل لازم ہوتا ہے یعنی ان کے بعد ہمیشہ فعل ہوتا ہے خواہ لفظاً ہو جیسے اِن زرتَنی اکرمتک خواہ تقدیراً ہو جیسے اِن انت زائری فانا اکرمک، اصل میں تھا ان کنتَ زائری فانا اکرمک۔ پس جب کان فعل کو حذف کردیا گیا تو ضمیر متصل، منفصل سے بدل گئی۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِنْ لا تُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِیْ الْاُمُوْرِ الْمَشْکُوْکَةِ فَلا یُقَالُ اٰتِیْکَ اِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ بَلْ یُقَالُ اٰتِیْکَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ.

ترجمہ: اور جان لیجیے کہ اِنْ نہیں استعمال کیا جاتا مگر امور مشکوکہ میں پس نہیں کہا جائیگا اٰتِیْکَ ان طلعت الشمس بلکہ کہا جائیگا اٰتیک اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ.

تشریح: واعلم انّ اِن لاتستعمل الافی الدمور المشکوکة الخ. اِنْ امورِ مشکوکہ میں استعمال ہوتا ہے یعنی اُن امور میں استعمال ہوتا ہے جن کے وجود وعدم میں شک ہو چنانچہ "اٰتیک اِنْ طلعتِ الشمس" نہیں کہا جائیگا اس لئے کہ سورج کا طلوع ہونا امورِ یقینیہ میں سے ہے بلکہ اٰتیک اذا طلعت الشمس" کہا جائیگا اس لئے کہ اذا امورِ یقینیہ کیلئے آتا ہے اور سورج کا نکلنا بھی امرِ یقینی ہے۔ فائدہ: لو امور ممتنعہ پر داخل ہوتا ہے۔

وَلَوْ تَدُلُّ عَلٰی نَفْیِ الْجُمْلَةِ الثَّانِیَةِ بِسَبَبِ نَفْیِ الجُمْلَةِ الْاُوْلٰی کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا.

ترجمہ: اور لو دوسرے جملہ کی نفی پر دلالت کرتا ہے اول جملہ کی نفی کے سبب جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

تشریح: ولو تدل علی نفی الجملة الثانیة الخ. لَو انتفائے اول کے سبب سے انتفاءِ ثانی کیلئے آتا ہے یعنی

ل ان اقسام کو مسائل سے اسلئے تعبیر کیا کہ ان کے حسن، احسن، جائز، قبیح مختلف فیہ ہونے کے بارہ میں سوال کیا جاتا ہے اور جس چیز کے بارے میں سوال کیا جائے اسے مسئلہ کہتے ہیں۔۱۲

جملہ اولیٰ کے منتفی ہونے کے سبب سے جملہ ثانیہ کے انتفاء پر دلالت کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''لو کان فیھما الھۃٌ الّا اللّٰہ لفسدتا'' یعنی اگر آسمان وزمین میں کئی خدا ہوتے تو آسمان وزمین میں فساد ہوتا۔ لیکن چونکہ کئی خدا نہیں تو فساد بھی نہیں، تو دیکھیں اس مثال میں لَوْ نے جملہ اولیٰ یعنی تعدد الٰھۃ کے منتفی ہونے کے سبب سے دوسرے جملہ یعنی فسادِ عالم کے منتفی ہونے پر دلالت کی ہے۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَسَمُ فِی اَوَّلِ الْکَلامِ وَتَقَدَّمَ عَلَی الشَّرْطِ یَجِبُ اَنْ یَکُوْنَ الْفِعْلُ الَّذِیْ تَدْخُلُ عَلَیْہِ حَرْفُ الشَّرْطِ مَاضِیًا لَفْظًا نَحْوُ وَاللّٰہِ اِنْ اَتَیْتَنِیْ لَاَکْرَمْتُکَ اَوْ مَعْنًی نَحْوُ وَاللّٰہِ اِنْ لَمْ تَاتِنِیْ لَاَھْجَرْتُکَ وَحِیْنَئِذٍ تَکُوْنُ الْجُمْلَۃُ الثَّانِیَۃُ فِی اللَّفْظِ جَوَابًا لِلْقَسَمِ لا جَزَاءً لِلشَّرْطِ فَلِذٰلِکَ وَجَبَ فِیْھَا مَا وَجَبَ فِیْ جَوَابِ الْقَسَمِ مِنَ اللَّامِ وَنَحْوِھَا کَمَا رَأَیْتَ فِی الْمِثَالَیْنِ.

ترجمہ: اور جس وقت قسم شروع کلام میں واقع ہو اور شرط پر مقدم ہو تو واجب یہ ہے کہ جس فعل پر حرف شرط داخل ہو وہ فعل ماضی ہو خواہ لفظاً ہو جیسے وَاللّٰہِ اِنْ اَتَیْتَنِیْ لَاَکْرَمْتُکَ یا معنًی ماضی ہو جیسے واللّٰہ اِنْ لَمْ تَاتِنِیْ لَاَ ھْجَرْتُکَ اور اس وقت دوسرا جملہ لفظ میں جوابِ قسم ہوگا نہ کہ شرط کیلئے جزاء پس اسی لئے اس میں وہ چیز واجب ہوگی جو جوابِ قسم میں واجب ہوتی ہے یعنی لام اور اس کی مثل جیسا کہ دونوں مثالوں میں آپ نے دیکھا۔

تشریح: واذا وقع القسم فی اول الکلام الخ. جب قسم شروع کلام میں واقع ہو اور شرط پر مقدم ہو تو اس فعل کا جس پر حرفِ شرط داخل ہے ماضی ہونا ضروری ہے عام ازیں کہ وہ لفظاً ماضی ہو جیسے واللّٰہ اِن اتیتنی لاکرمتُک یا معنًی ہو بایں طور کہ مضارع نفی جحد بلم ہو جیسے واللّٰہ اِن لم تأتِنی لاھجرتک (اللہ کی قسم اگر تو میرے پاس نہ آئے گا تو میں تجھے بیہودہ الفاظ کہوں گا)

وحینئذٍ الخ. یعنی جب قسم کلام کے شروع میں واقع ہو اور وہ شرط پر مقدم ہو تو جملہ ثانیہ جو ان دونوں کے بعد واقع ہے وہ باعتبار لفظ کے قسم کا جواب بنے گا نہ کہ قسم اور شرط دونوں کا۔ اس لئے کہ اگر قسم اور شرط دونوں کا جواب بنے تو اس کا بہ یک وقت مجزوم اور غیر مجزوم ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ شرط کا جواب مجزوم اور قسم کا جواب غیر مجزوم ہوتا ہے اس لیے یہ صرف قسم کا جواب بنے گا۔ البتہ معنًی دونوں کا جواب بنے گا کیونکہ اس سے قبل قسم بھی واقع ہے اور شرط بھی۔

فلذٰلک الخ: چونکہ اس وقت یہ جوابِ قسم ہے لہٰذا اس میں وہ چیز واجب ہوگی جو جوابِ قسم میں واجب ہوتی ہے یعنی اگر جملہ مثبتہ ہو تو اس پر انّ اور لام تاکید اور اگر منفیہ ہو تو اس پر مَا اور لا ہوگا۔

اَمَّا اِنْ وَقَعَ الْقَسَمُ فِی وَسْطِ الْکَلامِ جَازَ اَنْ یُعْتَبَرَ الْقَسَمُ بِاَنْ یَکُوْنَ الْجَوَابُ لَہٗ نَحْوُ اِنْ اَتَیْتَنِیْ وَاللّٰہِ لَاٰتِیَنَّکَ وَجَازَ اَنْ یُلْغٰی نَحْوُ اِنْ تَاتِنِیْ وَاللّٰہِ اٰتِکَ.

ترجمہ: اور لیکن اگر وسط کلام میں واقع ہو تو قسم معتبر ہونا جائز ہے بایں طور کہ جواب ہو اسی کا جیسے اِنْ اَتَیْتَنِی الخ اور جائز ہے کہ قسم کو لغو کیا جائے۔

تشریح: امّا ان وقع القسم فی وسط الکلام الخ. لیکن جب قسم کلام کے درمیان میں واقع ہوتو بایں طور کہ شرط اس پرمقدم ہو یا کوئی اور چیز اس سے مقدم ہوتو اس میں دوصورتیں جائز ہیں۔

(۱) یہ بھی جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کرلیا جائے اور بعد میں آنے والے جواب کو جوابِ قسم بنادیا جائے اور اس وقت وہ فعل جس پر حرف شرط داخل ہو اس کا ماضی ہونا ضروری ہوگا جیسے اِن اتیتنی واللّٰہ لاٰتینّک۔

(۲) اور یہ بھی جائز ہے کہ قسم کو لغو قرار دیدیں یعنی اس کا اعتبار نہ کیا جائے اور اس وقت جواب جوابِ شرط یعنی جزاء بن جائے گا جیسے اِن تاتینی واللّٰہ اٰتِک۔ اس مثال میں آتک جزاء ہے اور اس پر جزاء والے احکام جاری ہیں کہ یہ مجزوم ہے۔

وَاَمَّا لِتَفْصِيلِ مَا ذُكِرَ مُجْمَلاً نَحْوُ اَلنَّاسُ سَعِيْدٌ وَشَقِيٌّ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ.

ترجمہ: اما اس چیز کی تفصیل کیلئے ہے جس کا اجمالی ذکر کیا گیا ہو جیسے الناس سعید الخ.

تشریح: وامّا لتفصیل ما ذکر مجملاً الخ. امّا اس چیز کی تفصیل کیلئے آتا ہے جس کو پہلے مجملاً بیان کیا گیا ہو جیسے النّاسُ سعیدٌ و شقیٌّ امّا الذین سُعدوا ففی الجنّۃ وامّا الذین شقوا ففی النار۔ ''لوگ نیک بخت اور بد بخت ہیں بہرحال وہ لوگ جنہوں نے نیک بختی کی، جنت میں ہونگے اور وہ لوگ جنہوں نے بدبختی کی وہ جہنم میں ہونگے۔ یہاں پر سعید اور شقی کو پہلے مجملاً بیان کیا گیا پھر سعید کی امّا الذین سعدوا ففی الجنّۃ سے تفصیل کی اور شقی کی واما الذین شقوا ففی النار سے تفصیل کی۔

وَيَجِبُ فِيْ جَوَابِهَا الْفَاءُ وَاَنْ يَكُوْنَ الْاَوَّلُ سَبَبًا لِلثَّانِيْ وَاَنْ يُحْذَفَ فِعْلُهَا مَعَ اَنَّ الشَّرْطَ لا بُدَّ لَهٗ مِنْ فِعْلٍ وَذٰلِكَ لِيَكُوْنَ تَنْبِيْهًا عَلٰى اَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِهَا حُكْمُ الْاِسْمِ الْوَاقِعِ بَعْدَهَا نَحْوُ اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ تَقْدِيْرُهٗ مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ فَحُذِفَ الْفِعْلُ وَالْجَارُ وَالْمَجْرُوْرُ وَاُقِيْمَ اَمَّا مَقَامَ مَهْمَا حَتّٰى بَقِيَ اَمَّا فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ وَلَمَّا لَمْ يُنَاسِبْ دُخُوْلُ حَرْفِ الشَّرْطِ عَلٰى فَاءِ الْجَزَاءِ نَقَلُوا الْفَاءَ اِلَى الْجُزْءِ الثَّانِيْ وَوَضَعُوا الْجُزْءَ الْاَوَّلَ بَيْنَ اَمَّا وَالْفَاءِ عِوَضًا عَنِ الْفِعْلِ الْمَحْذُوْفِ.

ترجمہ: اور اس کے جواب میں فاء واجب ہوتی ہے اور یہ بات کہ اول ثانی کیلئے سبب ہوتا ہے اور یہ کہ اس کا فعل حذف کردیا جاتا ہے باوجودیکہ شرط کیلئے فعل کا ہونا ضروری ہے اور یہ فعل کا حذف ہونا اس لئے ہے تاکہ اس بات پر تنبیہ ہو کہ مقصود اس اما سے اس اسم پر حکم لگانا ہے جو اس اما کے بعد واقع ہے جیسے اما زید فمنطلق اس کا اصل ''مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ'' ہے فعل اور جار مجرور حذف کردیئے گئے اور امّا کو مھما کی جگہ ٹھہرایا گیا یہاں تک کہ اما فزید منطلق باقی رہ گیا۔ اور جب حرف شرط کا فاء جزائیہ پر داخل ہونا مناسب نہ تھا تو انہوں نے فاء کو جزء ثانی کی طرف منتقل کیا اور اول جزء کو اما اور فاء کے درمیان فعل محذوف کی جگہ پر رکھا۔

تشریح: ویجب فی جوابها الفاء الخ. امّا کے جواب میں فاء کو لانا اور اول کا ثانی کیلئے سبب ہونا اور امّا کے بعد

والے فعل کو حذف کرنا ضروری ہے باوجودیکہ شرط کیلئے فعل کا ہونا ضروری ہے۔

وذلک یکون: فعل کو حذف کرنا اس لئے ضروری ہے تاکہ حذفِ فعل سے اس بات پر تنبیہ ہوجائے کہ امّا کے ذریعے اس اسم پر حکم لگانا مقصود ہے جو امّا کے بعد ہے، فعل مقصود نہیں۔

جیسے اَمّا زیدٌ فمنطلقٌ کی تقدیر مهما یکن من شئ فزید منطلق ہے۔ فعلِ شرط یعنی یکن اور جار مجرور یعنی من شی کو حذف کردیا گیا اور اَمّا کو مهما کے قائم مقام کردیا تو اَمّا فزید منطلقٌ ہوگیا۔ پھر چونکہ فاء جزائیہ پر حرفِ شرط کا داخل کرنا مناسب نہیں تھا اس لئے فاء کو جزءِاول یعنی زید سے جزءِ ثانی یعنی منطلقٌ کی طرف نقل کردیا اور جزءِ اول یعنی زید کو امّا حرف شرط اور فاء جزائیہ کے درمیان فعل محذوف کے عوض رکھ دیا تاکہ حرف شرط اور فاء جزائیہ کے درمیان اتصال نہ ہو تو امّا فزید منطلق ہوگیا۔

ثُمَّ ذٰلِکَ الْجَزْءُ الْاَوَّلُ اِنْ کَانَ صَالِحًا لِلْاِبْتِدَاءِ فَهُوَ مُبْتَدأٌ کَمَا مَرَّ وَاِلَّا فَعَامِلُهُ مَا یَکُوْنُ بَعْدَ الْفَاءِ کَاَمَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَیْدٌ مُنْطَلِقٌ فَمُنْطَلِقٌ عَامِلٌ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ عَلَی الظَّرْفِیَّةِ.

ترجمہ: پھر وہ جزءِاول اگر ابتداء کیلئے صلاحیت رکھنے والا تھا تو وہ مبتداء ہے جیسا کہ گذرا وگرنہ پھر اس کا عامل وہ ہے جو فاء کے بعد ہوتا ہے جیسے اما یوم الجمعة فزید منطلق پس منطلق یوم الجمعۃ میں ظرفیت پر عامل ہے۔

تشریح: ثم ذلک الجزء الاول الخ.

اب اگر جزءِاول میں یعنی اس جزء میں جو اَمّا کے بعد ہے مبتدا بننے کی صلاحیت ہو بایں طور کہ ظرف نہ ہو تو وہ مبتدا ہوگا جیسے امّا زیدٌ فمنطلق اس میں زید مبتدا ہے اور اگر جزءِاول میں مبتدا بننے کی صلاحیت نہ ہو بایں طور کہ وہ ظرف ہو تو اس کا عامل وہ ہوگا جو فاء کے بعد واقع ہے۔ جیسے اَمّا یومَ الجمعة فزید منطلق، اس میں جزءِاول یوم الجمعه ظرف ہونے کی بناء پر مبتدا نہیں بن سکتا، پس یوم الجمعة کا عامل منطلق ہے۔ یوم الجمعه منصوب ہے اور یہ منطلق کا مفعول فیہ ہے۔

فصل: حَرْفُ الرَّدْعِ کَلَّا وُضِعَتْ لِزَجْرِ الْمُتَکَلِّمِ وَرَدْعِهِ عَمَّا یَتَکَلَّمُ بِهٖ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَهَانَنِ کَلَّا اَیْ لَا یَتَکَلَّمُ بِهٰذَا فَاِنَّهٗ لَیْسَ کَذٰلِکَ.

ترجمہ: حرف ردع کلّا ہے متکلم کو روکنے کیلئے وضع کیا گیا ہے اور اس کو روکنے کیلئے اس بات سے جس کا وہ تکلم کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وامّا اذا مَا ابْتَلٰهُ الخ یعنی اس کلام کے ساتھ کلام نہ کر کیونکہ یہ اس طرح نہیں ہے۔

تشریح: فصل، حرف الردع الخ. حرف ردع کلاّ ہے، ردع کا لغوی معنی ہے ''جھڑکنا اور باز رکھنا'' اور کلاّ بھی متکلم کو اس چیز پر جھڑکنے اور باز رکھنے کیلئے وضع کیا گیا ہے جس کا وہ تکلّم کررہا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''وامّا اذا ما ابتلهُ فقدر علیه رزقَهٗ فیقولُ ربّی اهانن کلّا'' (لیکن جب اللہ اس کو آزماتا ہے تو اس پر اس کی روزی کو تنگ کردیتا ہے۔ پس وہ کہتا ہے کہ میرے ربّ نے میری توہین کی کلاّ) ای لا یتکلم بهذا (وہ ہرگز ایسا نہ کہے) یہ (لایتکلم بهذا) کلا کے معنی کی تفسیر ہے کہ وہ

اس کے ساتھ تکلم نہ کرے اس لئے کہ معاملہ ایسا نہیں۔ کیونکہ بہت سے لوگ جو اللہ کے نزدیک ذلیل ہیں اللہ ان کے رزق کو فراخ کر دیتا ہے اور بہت سے لوگ جو اللہ کے نزدیک عزت والے ہیں اللہ ان کے رزق کو تنگ کر دیتا ہے۔

هٰذَا بَعْدَ الْخَبْرِ وَقَدْ تَجِيءُ بَعْدَ الْاَمْرِ اَيْضًا كَمَا اِذَا قِيْلَ لَكَ اِضْرِبْ زَيْداً فَقُلْتَ كَلَّا اَیْ لَا اَفْعَلُ هٰذَا قَطُّ وَقَدْ تَجِيءُ بِمَعْنٰى حَقًّا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وَحِيْنَئِذٍ تَكُوْنُ اِسْمًا يُبْنٰى لِكَوْنِهٖ مُشَابِهًا لِكَلَّا حَرْفًا وَقِيْلَ تَكُوْنُ حَرفًا اَيْضًا بِمَعْنٰى اِنَّ لِتَحْقِيْقِ الْجُمْلَةِ نَحْوُ كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى بِمَعْنٰى اِنَّ.

ترجمہ: یہ تفصیل خبر کے بعد ہے اور کبھی کبھی کلا امر کے بعد بھی آتا ہے جیسا کہ جب تجھے کہا جائے اِضْرِبْ زیداً تو کہے کلاَّ یعنی لاافعل هذا قط (میں یہ ہرگز نہیں کروں گا) اور کبھی بمعنی حقا کے بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کلاَّ سوف الخ اور اس وقت اسم ہوگا مبنی پڑھا جائے گا بوجہ اس کے کلا حرفی کے مشابہ ہونے کے اور کہا گیا ہے کہ وہ بھی حرف ہوگا بمعنی اِنّ کے جملہ کی تحقیق کیلئے جیسے کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ الخ۔

تشریح: هذا بعد الخبر الخ: یعنی کلاّ کا زجرِ متکلم کیلئے موضوع ہونا اس وقت ہے جب یہ خبر کے بعد ہو جیسا کہ اوپر کی مثال سے معلوم ہو رہا ہے۔

وقد تجیئ بعد الامر: اور کبھی کلاّ امر کے بعد آتا ہے اس وقت اس کا معنی یہ ہوگا کہ مخاطب نے آپ کا امر قبول نہیں کیا جیسے کوئی شخص آپ کو کہے "اضرب زیداً" اور آپ اس کے جواب میں کہیں کلاّ (ہرگز نہیں) ای لا اَفعل هذا قطُّ یہ کلاّ کے معنی کی تفسیر ہے یعنی میں ایسا کبھی نہیں کرونگا

وقد تجیئ بمعنی حقًا: کبھی کلاّ حقاً کے معنی میں ہوتا ہے یعنی مضمونِ جملہ کی تحقیق وتثبیت کرتا ہے اور اسے پکّا کرتا ہے جیسے کلاّ سوف تعلمون پکی بات ہے کہ تم عنقریب جان لوگے)

وحینئذٍ الخ. جب کلاّ بمعنی حقًا ہو تو اس وقت یہ اسم ہوتا ہے حرف نہیں اور اسم میں اگرچہ اصل معرب ہونا ہے لیکن چونکہ یہ کلاّ اسمی لفظاً ومعنًی کلا حرفی کے مشابہ ہے اس لئے کلا اسمی مبنی ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس وقت بھی یہ حرف ہی ہوتا ہے اور اس وقت اِنّ کے معنی میں ہوتا ہے اور مضمونِ جملہ کی تحقیق کرتا ہے اور اسے پکّا کرتا ہے جیسے کلاّ انّ الانسان لیطغٰی (تحقیق انسان البتہ سرکشی کرتا ہے) اس میں کلاّ بمعنی اِنّ ہے۔

فَصْلٌ: تَاءُ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةُ تَلْحَقُ الْمَاضِيَ لِتَدُلَّ عَلٰى تَانِيْثِ مَا اُسْنِدَ اِلَيْهِ الْفِعْلُ نَحْوُ ضَرَبَتْ هِنْدٌ وَقَدْ عَرَفْتَ مَوَاضِعَ وُجُوْبِ اِلْحَاقِهَا وَاِذَا لَقِيَهَا سَاكِنٌ بَعْدَهَا وَجَبَ تَحْرِيْكُهَا بِالْكَسْرِ لِاَنَّ السَّاكِنَ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ نَحْوُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ وَحَرْكَتُهَا لَا تُوجِبُ رَدَّ مَا حُذِفَ لِاَجْلِ سُكُوْنِهَا فَلَا يُقَالُ رَمَاتِ الْمَرْأَةُ لِاَنَّ حَرْكَتَهَا عَارِضِيَّةٌ وَاقِعَةٌ لِرَفْعِ الْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ فَقَوْلُهُمُ الْمَرْأَتَانِ رَمَاتَا ضَعِيْفٌ۔

ترجمہ: تاء التانیث الساکنة ماضی کولاحق ہوتی ہے تا کہ مااسندالیہ الفعل کے مؤنث ہونے پردلالت کرے جیسے ضَرَبَتْ ھندٌ اورتحقیق اسکے الحاق کے وجوب کے مواضع تو معلوم کر چکا اور جب اس کو کوئی ساکن اس کے بعد ملے اس کو کسرہ کے ساتھ حرکت دینا واجب ہوگا اس لئے کہ جب ساکن حرکت دیا جاتا ہے تو کسرہ کے ساتھ حرکت دیا جاتا ہے۔ جیسے قَدْ قَامَتِ الصَّلوٰةُ اوراس کا متحرک ہونا اس چیز کے لوٹانے کو واجب نہیں کرتا جو اس کے سکون کی وجہ سے حذف کی گئی پس نہیں کہا جائے گا رَمَاتِ الْمَرأَةُ اس لئے کہ اس کی حرکت عارضی ہے التقاءساکنین کو رفع کرنے کیلئے واقع ہوئی ہے پس ان کا کہنا المرأتان رماتا ضعیف ہے۔

تشریح: فصل تاء التانیث الخ. تاءِ تانیث ساکنہ فعل ماضی کے ساتھ لاحق ہوتی ہے تا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ فعل کا مسندالیہ مؤنث ہے جیسے ضربتْ ھندٌ، خواہ وہ مسندالیہ فاعل ہو جیسے ضربتْ ھندٌ یا نائب فاعل ہو جیسے ضُرِبَتْ ھندٌ.

وقد عرفت: اور باقی رہی یہ بات کہ تاءِ تانیث کو لاحق کرنا کہاں واجب ہے اور کہاں غیر واجب ہے تو یہ فاعل کی بحث میں گذر چکا ہے۔

واذا لقیھا ساکن بعدھا الخ. جب تائے تانیث ساکنہ کے بعد حرفِ ساکن آجائے تو تائے تانیث ساکنہ کو حرکتِ کسرہ دینی واجب ہے تا کہ التقائے ساکنین رفع ہو جائے۔ باقی حرکتِ کسرہ اس لئے دی جاتی ہے کہ قاعدہ ہے ''الساکن اذا حُرِّکَ حُرِّکَ بالکسر'' کہ جب ساکن کو حرکت دینی ہو تو کسرہ کی حرکت دی جائے۔ جیسے قد قامتِ الصلوٰة، اس میں تائے تانیث ساکنہ کے بعد لام ساکن واقع ہوا اس لئے تاءِ تانیث کو کسرہ دیا گیا۔

وحرکتھا لا توجب الخ. یہاں سے مقصود ایک سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کی تقریر یہ ہے کہ التقائے ساکنین کی وجہ سے (یعنی تاءِ ساکنہ اور ایک دوسرے حرفِ ساکن کے جمع ہونے کی وجہ سے) تاء ساکنہ کے علاوہ دوسرے ساکن حرف کو حذف کیا گیا تھا تو اب تائے تانیث پر حرکت آجانے کے بعد وہ حرف جس کو گرایا گیا اس کو واپس لانا چاہیے۔ کیونکہ حذف کی علت وجہ التقائے ساکنین تھی اور وہ وجہ تائے تانیث پر حرکت آجانے سے رفع ہو گئی چنانچہ رمتِ المرأةُ میں الف جو التقائے ساکنین کی وجہ سے گر گیا تھا، تاء پر حرکت آنے کے بعد الف کو واپس لانا چاہیے اور رَمَاتِ المرأة پڑھنا چاہیے۔

جواب: کا حاصل یہ ہے کہ تاء ساکنہ پر حرکت لانا اس حرف کے واپس لانے کو واجب نہیں کرتا جو تاء ساکنہ کے سکون کی وجہ سے حذف کیا گیا تھا۔ اس لئے کہ تاءِ تانیث پر جو حرکت لائے ہیں یہ عارضی ہے جو محض التقائے ساکنین رفع کرنے کیلئے لائی گئی ہے اور عارضی حرکت بمنزلۂ سکون کے ہوتی ہے۔ گویا کہ اب بھی تاء ساکن ہے متحرک نہیں۔ پس جب تاء حقیقۃً ساکن ہے تو حرف محذوف واپس نہیں لایا جائیگا اور رَماتِ المرأة نہیں کہیں گے اور باقی رہا عربیوں کا یہ مقولہ ''المرأتان رماتا'' جس میں الف جو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کیا گیا تھا، تانیث پر حرکت آنے کے بعد واپس لایا گیا تو یہ ضعیف ہے۔

وَاَمَّا اِلْحَاقُ عَلامَةِ التَّثْنِيَّةِ وَجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَضَعِيفٌ فَلا يُقَالُ قَامَا الزَّيْدَانِ وَقَامُوْا الزَّيْدُوْنَ وَقُمْنَ النِّسَآءُ وَ بِتَقْدِيْرِ الْاِلْحَاقِ لا تَكُوْنُ الضَّمَائِرُ لِئَلَّا يَلْزَمَ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ بَلْ عَلامَاتٍ دَالَّةٍ عَلٰى اَحْوَالِ الْفَاعِلِ كَتَاءِ التَّانِيثِ.

ترجمہ: اور لیکن علامت تثنیہ وجمع مذکر وجمع مؤنث کا لاحق کرنا پس ضعیف ہے پس نہیں کہا جائیگا قاما الزیدان الخ اور لاحق کرنے کی

صورت میں یہ علامات ضمائر نہیں ہونگی تا کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے بلکہ محض علامات ہونگی جو فاعل کے احوال پر دلالت کرنے والی ہیں جیسے تاء تانیث۔

تشریح: واما الحاق الخ: سے مقصود بھی ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کی تقریر یہ ہے کہ تثنیہ وجمع مذکر اور جمع مؤنث کی علامات بھی تاء تانیث ساکنہ کی طرح ہیں۔ پس جس طرح مسندالیہ کے اسم ظاہر ہونے کی صورت میں تاء تانیث ساکنہ مسندالیہ کے مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کیلئے فعل کے ساتھ لاحق ہوتی ہے اسی طرح مسند الیہ کے اسم ظاہر ہونے کے وقت علامات تثنیہ وجمع مذکر اور جمع مؤنث کو فعل کے ساتھ لاحق ہونا چاہیے تاکہ وہ مسندالیہ کے تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث ہونے پر دلالت کریں۔

جواب: اَمّا الحاق سے مصنفؒ اسی سوال کا جواب دے رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ تثنیہ وجمع مذکر اور جمع مؤنث کی علامات کا فعل کے آخر میں لاحق ہونا جبکہ مسندالیہ (یعنی فعل کا فاعل یا نائب فاعل) اسم ظاہر ہو، ضعیف ہے۔ چنانچہ قاما الزیدان بالحاق الف تثنیہ اور قاموا الزیدون بالحاق واؤ جمع مذکر اور قُمن النساءُ بالحاق نون جمع مؤنث کہنا ضعیف ہے اس لئے کہ خود الزیدان اور الزیدون اور النساء (جو فاعل اسم ظاہر ہیں) مسندالیہ کے تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث ہونے پر دلالت کرتے ہیں بخلاف اس صورت کے کہ جب مسندالیہ واحد مؤنث ہو کیونکہ کبھی اس کی تانیث لفظی ہوتی ہے اور کبھی معنوی، پس اس کی تانیث، تانیث کی تمام صورتوں میں ظاہر نہیں ہوتی یعنی فاعل اسم ظاہر مؤنث سے اس کا مؤنث ہونا یقینی طور پر سمجھ میں نہیں آتا اس لئے فعل کے ساتھ اس کی علامت کو ظاہر کرنا ضروری ہے۔ پس جب فعل کے آخر میں تاء تانیث ساکنہ لاحق ہوگی تو اس کے مسندالیہ کا مؤنث ہونا یقینی ہو جائے گا۔

وبتقدیر الحاق الخ. اور مسندالیہ (فاعل، نائب فاعل) کے اسم ظاہر ہونے کی صورت میں اگر بالفرض تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث کی علامات کو فعل کے ساتھ لاحق کر دیا جائے تو یہ علامات ضمیریں نہیں ہونگیں اسلئے کہ اگر یہ ضمیریں ہوں تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے ضمائر ہونے کی صورت میں انکا مرجع اسم ظاہر ہوگا جو کہ ان کے بعد مذکور ہے تو اس طرح اضمار قبل الذکر لازم آئے گا بلکہ یہ محض علامتیں ہونگی جو مسندالیہ کے تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث ہونے پر دلالت کرینگی جیسا کہ تاء تانیث ساکنہ بھی ضمیر نہیں ہوتی بلکہ مسندالیہ کے مؤنث ہونے پر علامت ہوتی ہے۔ لہٰذا ضربُوا الرجالُ میں واؤ ضمیر نہیں ہوگی بلکہ مسندالیہ کے جمع مذکر ہونے پر محض علامت ہوگی جیسا کہ ضربتْ ھندٌ میں تاء تانیث ساکنہ ضمیر نہیں بلکہ مسندالیہ کے مؤنث ہونے پر محض علامت ہے۔

فَصْل: اَلتَّنْوِیْنُ نُوْنٌ سَاکِنَۃٌ تَتْبَعُ حَرْکَۃَ اٰخِرِ الْکَلِمَۃِ لاَ لِتَاکِیْدِ الْفِعْلِ وَھِیَ خَمْسَۃُ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ لِلتَّمَکُّنِ وَھُوَ مَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْاِسْمَ مُتَمَکِّنٌ فِیْ مُقْتَضَی الْاِسْمِیَّۃِ اَیْ اَنَّہٗ مُنْصَرِفٌ نَحْوُ زَیْدٌ وَرَجُلٌ وَالثَّانِیْ لِلتَّنْکِیْرِ وَھُوَ مَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْاِسْمَ نَکِرَۃٌ نَحْوُصَہٍ اَیْ اُسْکُتْ سُکُوْتًا مَّا فِیْ وَقْتٍ مَّا وَاَمَّا صَہْ بِالسُّکُوْنِ فَمَعْنَاہُ اُسْکُتِ السُّکُوْتَ الْاٰنَ۔

ترجمہ: تنوین وہ نون ساکنہ ہے جو کلمہ کی آخری حرف کی حرکت کے تابع ہوتی ہے فعل کی تاکید کیلئے نہ ہو اور وہ پانچ اقسام ہیں۔ پہلی قسم

تمکن کیلئے ہے اور وہ وہ ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم اسمیت کے مقتضی میں متمکن اور راسخ ہے یعنی تحقیق وہ منصرف ہے جیسے زَیْدٌ اور رجُلٌ اور دوسری قسم تنکیر کیلئے ہے اور وہ وہ ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم نکرہ ہے جیسے صهٍ یعنی اسکت الخ (چپ کر کسی وقت چپ کرنا) لیکن صَہ (سکون کے ساتھ) پس اس کا معنی اُسکُتِ السَّکُوْتَ الْاٰنَ (چپ کر خاص اسی وقت چپ کرنا)۔

تشریح: فصل التنوین الخ. تنوین کے لغوی معنی ہیں نون دینا اور تنوین والا ہونا اور اصطلاحی معنی ''تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخری حرکت کی حرکت کے تابع ہو اور فعل کی تاکید کیلئے نہ ہو'' اس کی پانچ قسمیں ہیں (۱) تنوین تمکّن (۲) تنوینِ تنکیر (۳) تنوینِ عوض (۴) تنوینِ مقابلہ (۵) تنوین ترنّم۔

الاول للتمکن: تنوینِ تمکّن وہ تنوین ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم مقتضائے اسمیت میں راسخ ہے یعنی اسم کے منصرف ہونے پر دلالت کرے جیسے زیدٌ اور رجلٌ۔

والثانی للتنکیر: اور تنوین تنکیر وہ تنوین ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے جیسے صهٍ اس کے معنی ہیں اُسکتْ سکوتًا مّا فی وقتٍ مّا یعنی تو خاموش رہ کچھ خاموش رہنا کسی وقت میں، تو یہاں سکوت نکرہ ہے معرفہ نہیں اور صَہْ سکون کے ساتھ اس کے معنی ہیں اسکتِ السکوتَ الان یعنی خاموش رہ تُو خاص قسم کا خاموش رہنا ابھی تو یہاں سکوت معرفہ و متعین ہے۔

وَالثَّالِثُ لِلْعِوَضِ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ عِوَضًا عَنِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ نَحْوُ حِيْنَئِذٍ وَسَاعَتَئِذٍ وَيَوْمَئِذٍ اَىْ حِيْنَ اِذْ كَانَ كَذَا وَالرَّابِعُ لِلْمُقَابَلَةِ وَهُوَ التَّنْوِيْنُ الَّذِىْ فِىْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمَاتٍ وَهٰذِهِ الْاَرْبَعَةُ تَخْتَصُّ بِالْاِسْمِ۔

ترجمہ: اور تیسری قسم تنوین عوض کیلئے ہے اور وہ وہ ہے جو مضاف الیہ کا عوض ہو جیسے حِیْنَئِذٍ اور سَاعَتَئِذٍ اور یَوْ مَئِذٍ یعنی حین اِذَا کَانَ کَذَا اور چوتھی قسم مقابلہ کیلئے اور وہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں ہے جیسے مسلمات اور یہ چاروں اسم کے ساتھ مختص ہیں۔

تشریح: والثالث للعوض: اور تنوین عوض وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کے عوض مضاف کے آخر میں آئے جیسے حینئذٍ اور ساعتَئذٍ، یومئذٍ. حینئذٍ اصل میں حین اذ کان کذا تھا۔ حین مضاف ہے اذ کی طرف، اذ مضاف ہے کان کذا کی طرف۔ کان کذا کو حذف کر کے تنوین لے آئے اور یومئذٍ اور ساعتئذٍ اسی طرح ہیں۔

والرابع للمقابلة: اور تنوینِ مقابلہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم کے آخر میں ہو جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں جیسے مسلماتٌ اس میں الف جمع کی علامت ہے جس طرح مسلمون میں واوٗ جمع کی علامت ہے اور تاء، تانیث کی علامت ہے اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی تھی جو جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں ہو اس لئے جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں اس کے آخر میں تنوین کا اضافہ کیا گیا۔ یہ چاروں تنوینیں اسم کے ساتھ خاص ہیں۔ فعل اور حرف پر داخل نہیں ہوتیں۔

وَالْخَامِسُ لِلتَّرَنُّمِ وَهُوَ الَّذِىْ يَلْحَقُ اٰخِرَ الْاَبْيَاتِ وَالْمَصَارِيْعِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

شعر اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ وَقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ.

وَكَقَوْلِهٖ ع يَا اَبَتَا عَلَّکَ اَوْعَسَاکَنْ.

ترجمہ: اور پانچویں قسم ترنم کیلئے ہے اور وہ وہ ہے جو ابیات اور مصرعوں کے آخر میں لاحق ہوتی ہے جیسے شاعر کا قول اقلی اللوم الخ اور اس کے قول یا اَبَتَاعَلّکَ الخ.

تشریح: والخامس للترنّم: ترنّم کے لغوی معنی ہیں ''گانا'' اور اصطلاح میں تنوین ترنّم وہ تنوین ہے جو تحسینِ صوت کیلئے ابیات اور مصرعوں کے آخر میں لاحق ہو جیسے شاعر کا شعر ؎

اَقِلِّی[1] اللوم عاذلَ والْعتابن وقُولی اِنْ اصبتُ لقد اصابَنْ

محل استشہاد: اس میں العتابن (جو کہ اسم ہے) اور اصابنْ (جو کہ فعل ہے) دونوں میں تنوین ترنّم کی ہے۔ العتابن اصل میں العتابَ تھا اور اصابنْ اصل میں اصابَ تھا۔ عاذل اصل یاعاذلة تھا۔ یا حرف نداء کو حذف کیا منادٰی کو مرخم بنادیا۔ عاذله کا معنی ہے ملامت کرنے والے یا یہ معشوقہ کا نام ہے۔

ترکیب: اقلّی صیغہ واحدہ مؤنثہ مخاطبہ امر حاضر معروف بافاعل، اللوم معطوف علیہ و العتابن میں واؤ عاطفہ اور العتابن معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر مقصود بالنداء، یا حرف نداء محذوف قائم مقام اَدعوا کے۔ اَدعوا فعل بافاعل۔ عاذل منادی مرخّم ادعو کا مفعول بہ۔ ادعو فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر نداء، نداء مقصود بالنداء سے ملکر جملہ ندائیہ انشائیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ قُولی فعل امر حاضر بافاعل قول ہوا، ان اصبتُ شرط، لام موطئہ للقسم واللّٰه قسم محذوف واللّٰه اُقسم فعل محذوف سے متعلق ہو کر قسم، قداصابن جواب قسم، قسم جواب قسم ملکر مقولہ، قول مقولہ ملکر دال بر جزا، شرط اور دال بر جزا ملکر جملہ شرطیہ ہو کر معطوف ہوا اقلّی کا۔

شعر کا معنی: کم کر تُو ملامت، اے عاذلہ اور عِتاب کو (کم کر) اور اگر پہنچوں میں صواب (درستگی) کو تو تُو کہہ کہ تحقیق میں پہنچا صواب کو یعنی انصاف کر۔

اور جیسے قائل کا قول ہے ؎ یا ابتا علّک او عساکن

ابتا اصل میں ابیْ تھا تو منادی یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہے پھر یاءِ متکلم کو حذف کر کے اس کے عوض تا لے آئے۔ علک اصل میں لعلّک تھا اور عساک میں عسا فعل ہے اور ضمیر ضمیرِ مخاطب ہے۔ عساک کا عطف علّک پر ہے اور علّک اور عساک کی خبر محذوف ہے اصل میں تھا ''لعلّک تجد رزقًا او عساک تجدہٗ۔

---

[1] ماضی کو اس کی قسیمین (مضارع وامر) پر اس لئے مقدم کیا کہ ماضی اصل ہے کیونکہ مضارع ماضی سے بنتا ہے اور امر مضارع سے بنتا ہے نیز ماضی کا زمانہ مضارع وامر کے زمانہ سے مقدم ہوتا ہے۔۱۲ [2] پھر فعل ماضی کا گذشتہ زمانہ پر دلالت بحسب الوضع معتبر ہے نہ کہ بحسب الاستعمال یعنی فعل ماضی وہ فعل ہے جو اپنی وضع کے اعتبار سے زمان قبل زمانک پر دلالت کرے۔ لہٰذا لم یضربْ فعل ماضی نہ ہوگا کیونکہ اگرچہ یہ گذشتہ زمانے پر دلالت کرتا ہے لیکن اس کا گذشتہ زمانہ پر دلالت کرنا بحسب الوضع نہیں بلکہ بحسب الاستعمال ہے۔۱۲ [3] اور فعل ماضی کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فعل میں اصل بناء ہے کیونکہ اس میں فاعلیت، مفعولیت اور اضافت والا معنی نہیں پایا جاتا اور پھر یہ مبنی برفتحہ اس لئے ہے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے۔ [4] کیونکہ اس ضمیر مرفوع کا فعل کے ساتھ اتنا شدید اتصال ہے کہ فعل اور وہ ضمیر بمنزلہ کلمہ واحدہ کے مرتبہ میں ہیں اور ایک کلمہ میں لگاتار چار حرکتوں کا اجتماع ناجائز ہے اس لئے فعل کے آخری حرف کو ساکن پڑھنا ضروری ہے۔۱۲

ترکیب: یا حرف نداء قائم مقام ادعو کے۔ اَدعوا فعل با فاعل ابتا مرکب اضافی مفعول بہ، علّک اصل میں لعلّک تھا۔ لعلّ حروف مشبہ بالفعل ک ضمیر اسکا اسم، تجد رزقًا خبر محذوف، لعلّ اپنے اسم وخبر سے ملکر معطوف علیہ اَو حرف عطف۔ عسٰی فعل ک ضمیر اس کا اسم تجدہٗ خبر محذوف، عسٰی اپنے اسم وخبر سے ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جوابِ نداء، ادعو فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور جواب نداء سے ملکر جملہ ندائیہ انشائیہ ہوا۔۱۲

مصرعہ کا ترجمہ ''اے میرے باپ شاید کہ آپ رزق پالیں اور قریب ہے کہ آپ رزق پالیں''

محلِ استشهاد عَساکنْ میں تنوین ترنم ہے۔ پہلی مثال میں بیت کے آخر میں تنوین ترنّم ہے اور دوسری مثال میں مصرعہ کے آخر میں تنوین ترنّم ہے۔ اور پھر یہ تنوین ترنّم پہلی مثال میں فعل پر اور دوسری مثال میں حرف پر داخل ہے۔ تو معلوم ہوا کہ تنوین ترنّم اسم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ فعل اور حرف پر بھی آتی ہے۔

وَقَدْ يُحْذَفُ مِنَ الْعَلَمِ اِذَا كَانَ مَوْصُوْفًا بِابْنٍ اَوِ ابْنَةٍ مُضَافًا اِلٰى عَلَمٍ اٰخَرَ نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو وَهِنْدُ ابْنَةُ بَكْرٍ.

ترجمہ: اور کبھی کبھار حذف کی جاتی ہے علم سے جبکہ موصوف ہو ابن یا ابنۃ کے ساتھ درااں حالیکہ مضاف ہو دوسرے علم کی طرف جیسے جَاءَ نِيْ زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو وَهِنْدُ ابْنَةُ بَكْرٍ۔

تشریح: وقد يحذف من العلم الخ. تنوین کو ایسے علم سے حذف کرنا واجب ہے جو ایسے لفظِ ابن یا ابنۃ کے ساتھ موصوف ہو جو دوسرے علم کی طرف مضاف[1] ہو جیسے جاء نی زیدُ بن[2] عمرٍو اور جاء تنی هندُ ابنتُ بكرٍ۔

فائدہ: فوائد قیود سے معلوم ہوتا ہے کہ (۱) اگر ابن یا ابنۃ علم کی صفت نہ ہو بلکہ غیر علم کی صفت ہو جیسے قام رجلٌ ابنٌ بكرٍ (۲) یا ابن صفت ہی نہ ہو بلکہ خبر ہو جیسے زیدٌ ابن بكر (۳) یا ابن کا مضاف الیہ علم نہ ہو جیسے قام زيدٌ ابن اخی تو ان تینوں صورتوں میں تنوین ساقط نہ ہوگی۔

فَصْل: نُوْنُ التَّاكِيْدِ وَهِيَ وُضِعَتْ لِتَاكِيْدِ الْاَمْرِ وَالْمُضَارِعِ اِذَا كَانَ فِيْهِ طَلَبٌ بِاِزَاءِ قَدْ لِتَاكِيْدِ الْمَاضِيْ وَهِيَ عَلٰى ضَرْبَيْنِ خَفِيْفَةٌ اَيْ سَاكِنَةٌ اَبَدًا نَحْوُ اِضْرِبَنْ وَثَقِيْلَةٌ اَيْ مُشَدَّدَةٌ مَفْتُوْحَةٌ اَبَداً اِنْ لَمْ يَكُنْ قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَنَّ وَمَكْسُوْرَةٌ اِنْ كَانَ قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِّ۔

ترجمہ: نون تاکید وہ نون ہے جو امر کی تاکید کیلئے اور اس مضارع کی تاکید کیلئے جس میں طلب کا معنی ہو وضع کی گئی ہو اس قد کے مقابلہ میں جو ماضی کی تاکید کیلئے ہے اور وہ دو قسموں پر ہے ایک خفیفہ یعنی ہمیشہ ساکن ہو جیسے اِضْرِبَنْ اور دوسرا ثقیلہ یعنی مشددہ مفتوحہ ہمیشہ اگر اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اِضْرِبُنَّ اور مکسورہ اگر اس سے پہلے الف ہو جیسے اِضْرِبانّ اور اِضْرِبنَانّ

تشریح: فصل نون التاكيدالخ. نون تاکید وہ ہے جو امر اور مضارع کی تاکید[3] کیلئے وضع کیا گیا ہو جبکہ مضارع میں طلب کا معنی ہو اور یہ نون تاکید قَد کے مقابلہ میں ہے جو ماضی کی تاکید کیلئے آتا ہے یعنی جس طرح قد ماضی کی تاکید کے لیے آتا ہے اسی طرح نون

تاکید مضارع کی تاکید کیلئے آتا ہے۔ بشرطیکہ مضارع میں طلب کا معنی ہو۔ پھر نون تاکید کی دو قسمیں ہیں (۱) نون خفیفہ (۲) نون ثقیلہ۔
نون خفیفہ یعنی وہ جو ہمیشہ ساکن ہوتا ہے جیسے اِضرِبنْ۔ نون ثقیلہ یعنی وہ جو ہمیشہ مشدد ہوتا ہے۔

مفتوحة: اورنون ثقیلہ ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے بشرطیکہ اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اضربَنَّ۔

ومکسورة: اگرنون ثقیلہ سے پہلے الف ہو خواہ الف ضمیر کا ہو یا زائدہ ہو تو نون ثقیلہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے جیسے اضربانّ (اس میں الف ضمیر کا ہے) اور اضربنانّ (اس میں الف جو نون ثقیلہ سے پہلے ہے، زائدہ ہے)

وَتَدْخُلُ فِي الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّيْ وَالْعَرْضِ جَوَازاً لِاَنَّ فِيْ كُلٍّ مِّنْهَا طَلَبًا نَحْوُ اِضْرِبَنَّ وَلَا تَضْرِبَنْ وَهَلْ تَضْرِبَنْ وَلَيْتَكَ تَضْرِبَنْ وَاَلَا تَنْزِلَنْ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا.

ترجمہ: اوروہ نون تاکید امر اور نہی استفہام اور تمنی اور عرض میں جوازی طور پر داخل ہوتے ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں طلب کا معنی ہے۔ جیسے اِضْرِبَنْ، لا تَضْرِبَنْ، هَل تَضْرِبَنْ الخ اور وہ نون تاکید کبھی کبھی قسم میں داخل ہوتی ہے۔

تشریح: وتدخل فی الامر الخ. اورنون تاکید مطلقًا امر (خواہ امر معلوم ہو یا مجہول، حاضر ہو یا غائب) نہی، استفہام، تمنی، عرض میں جوازی طور پر داخل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک میں طلب کا معنی موجود ہے جو تاکید کے مناسب ہے لہٰذا نون تاکید ان کے آخر میں طلب کی تاکید کیلئے آتا ہے جیسے اضربنَّ، (ضرور مار) اور لا تضربنَّ (ہرگز مت مار) اور هل تضربنَّ (کیا تو البتہ ماریگا) لیت تضربنَّ، (کاش البتہ تو مارے) اور اَلا تنزلَنَّ بنا فتصيب خيراً (آپ البتہ ہمارے پاس کیوں نہیں آئے کہ آپ بھلائی پائیں)

وَقَدْ تَدْخُلُ فِي الْقَسَمِ وُجُوْباً لِوُقُوْعِهِ عَلٰى مَا يَكُوْنُ مَطْلُوْبًا لِلْمُتَكَلِّمِ غَالِبًا فَاَرَادُوْا اَنْ لَا يَكُوْنَ اٰخِرُ الْقَسَمِ خَالِيًا عَنْ مَعْنَى التَّاكِيْدِ كَمَا لَا يَخْلُوْا اَوَّلُهُ مِنْهُ نَحْوُ وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا.

ترجمہ: اور کبھی نون تاکید جواب قسم میں داخل ہوتا ہے وجوبی طور پر بوجہ واقع ہونے اس قسم کے اس چیز پر جو مطلوب ہوتی ہے متکلم کو اکثر، تو نحویوں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ قسم کا آخر تاکید کے معنی سے خالی نہ ہو جس طرح کہ اس کا اول اس سے خالی نہیں ہوتا جیسے وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا۔

تشریح: وقد تدخل فی القسم الخ. کبھی نون تاکید جواب قسم میں وجوبی طور پر داخل ہوتا ہے جب جوابِ قسم مضارع مثبت ہو اس لئے کہ قسم اکثر اس خبر پر واقع ہوتی ہے جس کا وجود متکلم کو مطلوب ہوتا ہے تو نحویوں نے خیال کیا کہ جوابِ قسم کا آخر حصہ بھی تاکید سے خالی نہ ہو جس طرح اس کا اول حصہ تاکید سے خالی نہیں ہوتا جیسے واللّٰہِ لافعلنّ كذا۔

وَاعْلَمْ اَنَّهُ يَجِبُ ضَمُّ مَا قَبْلَهَا فِيْ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ نَحْوُ اِضْرِبُنَّ عَلَى الْوَاوِ الْمَحْذُوْفَةِ وَكَسْرُ مَا قَبْلَهَا فِي الْمُخَاطَبَةِ نَحْوُ اِضْرِبِنَّ لِيَدُلَّ عَلَى الْيَاءِ الْمَحْذُوْفَةِ وَفَتْحُ مَا قَبْلَهَا فِيْ مَاعَدَاهُمَا اَمَّا فِي الْمُفْرَدِ فَلِاَنَّهٗ لَوْ ضُمَّ لَالْتَبَسَ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَلَوْ كُسِرَ لَالْتَبَسَ بِالْمُخَاطَبَةِ وَاَمَّا فِي الْمُثَنّٰى وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَلِاَنَّ

مَا قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِّ وَزِيْدَتْ اَلِفٌ قَبْلَ النُّوْنِ فِي جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِكَرَاهَةِ اِجْتِمَاعِ ثَلاَثِ نُوْنَاتٍ نُوْنُ الضَّمِيْرِ وَنُوْنَا التَّاكِيْدِ.

ترجمہ: اور جان لیجیے کہ شان یہ ہے کہ اس نون تاکید کے ماقبل کو جمع مذکر میں ضمہ واجب ہوگا جیسے اِضْرِبُنَّ تاکہ وہ ضمہ واؤ محذوفہ پر دلالت کرے جو التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف ہوئی اور مخاطبہ میں اس کے ماقبل کا کسرہ واجب ہوگا جیسے اِضْرِبِنَّ تاکہ وہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے اور ان کے ماقبل کا فتحہ ان دونوں کے ماعدا میں ہوگا لیکن مفرد میں پس اس لئے کہ اگر ضمہ دیا جاتا تو جمع مذکر کے ساتھ التباس ہوتا اور اگر کسرہ دیا جاتا تو مخاطبہ کے ساتھ التباس ہوتا لیکن مثنیٰ اور جمع مؤنث میں پس اس لئے کہ ان کا ماقبل الف ہے جیسے اِضْرِبَانِّ اور اضْرِبْنَانِّ اور جمع مؤنث میں نون سے پہلے الف زیادہ کی گئی تین نونات کے جمع ہونے کی کراہت کے باعث ایک نون ضمیر اور تاکید کے دونون۔

تشریح: واعلم انّه یجب الضم الخ.

مصنفؒ نون تاکید کے احوال سے فراغت کے بعد اَب یہاں سے نون تاکید کے ماقبل کے احوال بیان کر رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ جمع مذکر غائب اور جمع مذکر حاضر میں نونِ تاکید (خفیفہ وثقیلہ) کے ماقبل پر ضمّہ دینا واجب ہے تاکہ ضمہ اس واؤ محذوفہ پر دلالت کرے جو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف ہوا جیسے اضربُنَّ لیضربُنَّ۔

وکسر ما قبلهافی المخاطبة الخ: اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ میں نونِ تاکید کے ماقبل پر کسرہ دینا واجب ہے تاکہ وہ کسرہ اس یاء محذوف پر دلالت کرے جو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف ہوگئی جیسے اضربِنَّ،

وفتح ما قبلهافی ما عداهما الخ: جمع مذکر اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے علاوہ میں نون تاکید کے ماقبل پر فتحہ واجب ہے اور وہ گیارہ صیغے ہیں۔ واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم، جمع متکلم، چار تثنیہ کے اور دو جمع مؤنث کے۔

امّا فی المفرد: مفرد میں نون تاکید سے پہلے فتحہ اسلئے واجب ہے کہ اگر ان کو ضمہ دیں تو جمع مذکر کے ساتھ التباس لازم آتا ہے اور اگر کسرہ دیں تو واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ التباس لازم آتا ہے اور اگر ساکن کریں تو التقائے ساکنین لازم آتا ہے، لہٰذا فتحہ متعین ہوگا۔

وامّا فی المثنّی: تثنیہ اور جمع مؤنث میں نون تاکید سے پہلے فتحہ اسلئے واجب ہے کہ ان میں نون تاکید سے پہلے الف ہوتا ہے اور الف فتحہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ کیونکہ الف دو فتحوں سے بنتا ہے جیسے اضربانّ، اضربنانّ اور مصنفؒ کے قول وفتح ماقبلها میں فتحہ سے مراد عام ہے خواہ حقیقۃً فتحہ ہو جیسے مفرد کے صیغوں میں یا حکمًا ہو جیسے تثنیہ میں اور جمع مؤنث میں،

وزیدت الفٌ: جمع مؤنث میں نون تاکید سے پہلے الف زیادہ کیا گیا ہے تاکہ تین نونوں کا اجتماع لازم نہ آئے۔ کیونکہ تین نونوں کا اجتماع مکروہ ہے یعنی ایک نون جمع مؤنث کا اور دو نون تاکید کے، پہلا مدغم اور دوسرا مدغم فیہ اور پھر الف کا اضافہ اسلئے کیا گیا کہ حروف زوائد میں سے یہ سب سے ہلکا ہے۔ اور تثنیہ میں باوجود التقائے ساکنین کے الف کو اس لئے حذف نہیں کیا گیا تاکہ مفرد سے التباس نہ ہو۔

وَنُوْنُ الْخَفِيْفَةِ لاَ تَدْخُلُ فِي التَّثْنِيَّةِ اَصْلاً وَلَا فِيْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِاَنَّهُ لَوْ حَرَّكْتَ النُّوْنَ لَمْ تَبْقَ

---

[1] کیونکہ شدّتِ اتصال کی وجہ سے یہ نون بمنزلۂ جزءِ کلمہ کے ہوجاتا ہے۔ پس اب اگر اعراب، نون سے ماقبل والے حرف پر جاری کریں تو درمیان کلمہ میں اعراب لازم آئے گا اور یہ باطل ہے اور اگر نون پر اعراب جاری کریں اور نون درحقیقت دوسرا کلمہ ہے تو دوسرے کلمہ پر اعراب جاری کرنا لازم آئیگا۔ اور یہ بھی باطل ہے لہٰذا یہ اس وقت مبنی ہوگا۔

خَفِيْفَةً فَلَمْ تَكُنْ عَلَى الْاَصْلِ وَاِنْ اَبْقَيْتَهَا سَاكِنَةً يَلْزَمُ اِلْتِقَاءُ السَّاكِنَيْنِ عَلٰى غَيْرِ حَدِّهٖ وَهُوَ غَيْرُ حَسَنٍ.

ترجمہ: اورنون خفیفہ تثنیہ میں بالکل داخل نہیں ہوتا اور نہ ہی جمع مؤنث میں اس لئے کہ شان یہ ہے کہ اگر تو نون کو حرکت دے گا خفیفہ باقی نہیں رہے گا پس اصل پر نہ ہوگا اور اگر اس کو ساکن باقی رکھے گا تو التقاء ساکنین علی غیر حدہٖ لازم آئے گا اور وہ غیر مستحسن ہے۔

تشریح: **ونون الخفيفة لاتدخل فى التثنية اصلاً الخ.**

نون خفیفہ تثنیہ میں بالکل داخل نہیں ہوتا خواہ تثنیہ مذکر ہو یا مؤنث اور جمع مؤنث میں بھی نہیں آتا خواہ جمع مؤنث غائب ہو یا حاضر اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر نون خفیفہ کو حرکت دی جائے تو یہ نونِ خفیفہ باقی نہیں رہے گا یعنی اپنی اصل پر نہیں رہے گا کیونکہ نون خفیفہ کی وضع سکون پر ہے اور اگر ساکن رکھیں تو التقائے ساکنین علی غیر حدّہٖ لازم آتا ہے جو غیر مستحسن ہے بلکہ ناجائز ہے کیونکہ پہلا ساکن اگر چہ مدہ ہے لیکن دوسرا ساکن مدغم نہیں۔ پس یہ التقائے ساکنین علیٰ غیر حدہٖ ہوا۔

فائدہ: التقائے ساکنین علی حدہٖ (جو کہ جائز ہے) یہ ہے کہ پہلا ساکن مدہ ہو یا یاءِ تصغیر ہو اور دوسرا ساکن مدغم ہو اور پھر کلمہ بھی ایک ہو جیسے احمارّ، خُویصّۃ اور اگر الف وغیرہ کو حذف کر دیا جائے تو اگر چہ التقائے ساکنین تو دُور ہو جائیگا لیکن تثنیہ کا مفرد سے التباس ہو جائے گا پس اگر تینوں شرائط میں سے ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو وہ التقائے ساکنین علی غیر حدہٖ ہوگا اور التقائے ساکنین علی غیر حدہٖ ناجائز ہے۔

الحمد للّٰہ تمّ تالیف

"انعام النحو فی شرح ھدایۃ النحو"

بعونہٖ وتوفیقہ وعنایتہ

(۹ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ)